fnovels.blog

قلوپطرہ

اشتیاق فاطمہ عظمیٰ

allurdupdfnovels.blogspot.com

allurdupdfnovels.blogspot.com

قلوپطرہ.....اشتیاق فاطمہ عظمی

دُورمغربی پہاڑیوں کی اوٹ میں سورج کا دہکتا گولا غروب ہونے کی تیاری کررہا تھا۔ڈوبتے سورج کی سرخی نے چرخ نیل فام کوشفق رنگ کردیا تھا۔زردنارنجی اورارغوانی رنگوں کی دھنک کے پرتو نے بحیرۂ روم کے نیلگوں پانیوں کو بھی اپنے رنگ میں رنگ دیا تھا۔

بحیرۂ روم کے کنارے سکندر اعظم کا آباد کیا ہوا شہر اسکندریا مدھم پڑتی روشنیوں میں اونگھتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔سمندر کی جانب سے آنے والی خشک ہواؤں میں شام کی سرمئی نرماہٹ اور سلونی سی کیفیت بھی شامل ہوگئی تھی۔پنکھ، پکھیرو، چہچہاتے،غل مچاتے پنکھ پسارے اپنے بسیروں کی جانب اڑے جارہے تھے۔

سکندریا کے سینے پر بحیرۂ روم کے کنارے شاہ مصر الیطس بطلیموس 13ف کا عظیم الشان قصر، پرشکوہ انداز میں کھڑا تھا۔قصر کے بڑے دروازے سے وسیع وعریض سنگی سیڑھیاں سطح آب تک چلی گئی تھیں۔

زردی مائل سنگِ سفوف اور سنگِ ابری کے امتزاج سے تعمیر شدہ اس وسیع وعریض اور بلند وبالا محل کے ایک دریچے سے شاہ مصر الیطس بطلیموس ڈوبتے سورج کا نظارہ کررہا تھا۔شفق کے بعد معدوم ہوتے رنگوں اور شام کے سرمئی سایوں کے رات کی سیاہی میں مدغم ہونے کا یہ منظر اسے بے حد مرغوب تھا۔وہ ہمیشہ ہی اس نظارے میں کھو جایا کرتا تھا مگر آج محوِ نظارہ اس کی نظریں کچھ مضطرب تھیں..... چہرے کا وہ باوقار اور سپاٹ سکوت، جو اس کی شخصیت کا خاصہ تھا، آج اس سکون میں اضطراب کا پرتو نمایاں تھا.....اسی لیے وہ اپنے پسندیدہ منظر کا تادیر نظارہ نہ کرسکا اور جلد ہی اوب کر دوبارہ اپنی نشست پر آبیٹھا تھا۔

نشست گاہ کے لمبوترے کشادہ دریچوں کے نیچے، نوجوان اور خوش شکل خادمائیں، دست بستہ کھڑی تھیں اور داخلی دروازے کے باہر خونخوار شکل والے اونچے لمبے خدام ہاتھوں میں ہتھیار لیے چاق وچوبند اور چوکنا کھڑے تھے۔دروازے کے اس پار لمبی راہ داری میں ستونوں پر مشعلیں روشن تھیں اور مشعلوں کے نیچے ننگی تلواریں اور مسموم خنجر لیے خدام ساکت کھڑے تھے۔

اس وقت نشست گاہ میں الیطس بطلیموس کے ساتھ تین اور لوگ بھی موجود تھے۔ایک اس کا ادھیڑ عمر وزیر اعظم پوتھی نوس، دوسرا سپہ سالار ایکیلاس اور تیسرا مشیرِ خاص تھیوڈس۔

شام کے گہرے ہوتے سایوں کے ساتھ ہی خادماؤں نے بلوری فانوسوں میں کافوری شمعیں روشن کردی تھیں۔پر ان شمعوں کی روشنی سے کہیں زیادہ کھلے دریچوں سے جھانکتی دمکتی چاندنی نے کمرے کی فضا کو منور کیا ہوا تھا۔

آسمان کی نیلی جھیل میں پورے چاند کا سنہری کنول ہلکورے لے رہا تھا۔جوں جوں ماہِ کامل کا سفر آگے بڑھ رہا تھا، اسی طرح سمندر کی لہروں کی تندی اور مستی میں اضافہ ہورہا تھا۔شوریدہ سر لہریں قصر کی سیڑھیوں کے کتنے ہی قدمچوں تک چڑھ آئی تھیں۔

''آج صبح سے یہ وقت ہوگیا.....آخر یہ انتظار کب ختم ہوگا.....؟'' شاہ مصر الیطس بطلیموس نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے زیرِ لب مگر نسبتاً اونچی آواز میں کہا مگر ادھ کھلے دریچوں سے اندر آنے والے مدوجزر کے شور میں اس کی آواز کہیں گم ہوکر رہ گئی تھی۔

''ارے کوئی ہے.....جوان بدبخت دریچوں کو بند کردے۔'' اس کی نسبتاً اونچی اور قدرے غصیلی آواز میں حکم دیا اور اگلے ہی لمحے دریچوں کے نیچے حکم کی منتظر کھڑی خادماؤں نے چشم زدن میں دریچے بند کرکے ان پہ حریری پردے پھیلا دیئے تھے۔

نشست گاہ میں ایک دم سے سکوت چھا گیا تھا۔

ادھ کھلے دریچوں سے چھن چھن کر آنے والی چاندنی بھی تھم گئی تھی۔

اسی لیے خادماؤں نے فانوسوں میں پگھلتی شمعوں کی لو بڑھادی تھی۔

''تم کیا کہتے ہو تھیوڈوٹس؟'' الیطس بطلیموس مشیرِ خاص کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے مشورہ طلب لہجے میں بولا۔''ابھی اور کتنی دیر لگ سکتی ہے۔''

بادشاہ کے لہجے میں اکتاہٹ کے باوجود اب بھی ایک اشتیاق بھرا انتظار تھا.....اس کے تینوں ساتھی بھی بار بار منتظر نظروں سے داخلی دروازے کی طرف دیکھ رہے تھے.....ان سب کو مصر کے مستقبل کے حکمران کی پیدائش کی خبر کا انتظار تھا۔

❀✪❀

قصر کے جنوبی کمروں میں سے ایک کمرے میں الیطس بطلیموس کی چہیتی بیوی، ملکہ تھروسیا تخلیق کے کربناک عمل سے گزر رہی تھی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

شادی کے پورے سات سال بعد وہ پہلی بار ماں بننے والی تھی۔

ملکہ کی خواب گاہ سے ملحقہ ایک مستطیل کمرے کے بیچ لکڑی کی چوکی بچھی تھی۔ جس پر اس وقت ملکہ تھیروسیا لیٹی ہوئی تھی۔ اس کے گرد کئی ماہر و مشاق دائیاں اور متعدد چاق و چوبند خادمائیں کھڑی تھیں۔ عمر رسیدہ اور اپنے ہنر میں ماہر و یکتا دائیاں صبح سے اب تک اپنا ہر ہنر اور ہر حربہ آزما چکی تھیں مگر ملکہ کی مشکل آسان نہیں ہو پا رہی تھی۔ چنانچہ انہیں عظیم کاہنہ طوطیا کلیدس کو بلانا پڑا تھا۔

70 سالہ کاہنہ طوطیا دیکھنے میں بمشکل 30 سال کی دکھائی دیتی تھی۔ وہ جادو ٹونے سفلی کے علاوہ جڑی بوٹیوں اور نباتات کے علم کی بھی ماہر تھی۔ حسن و شادابی کی حفاظت اور تادیر قائم رکھنے کے ٹوٹکوں کے سلسلے میں طوطیا کو یدِ طولیٰ حاصل تھا۔ ملکہ تھروسیا کے علاوہ شاہ بطلیموس بھی اس کے معتقدین بھی شامل تھا۔ اس کے علم اور اہلیت کے باعث اسے بے حد عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ کوئی بھی طوطیا کے فیصلے سے سرتابی اور انحراف کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔

طوطیا کو دیکھتے ہی ملکہ کی بجھی ہوئی آنکھوں میں امید کی قندیلیں جل اٹھی تھیں۔ کاہنہ کچھ دیر ملکہ کے قریب کھڑی اسے گہری نظروں سے دیکھتی رہی تھی، پھر وہ کمرے کے آخری سرے پر جا کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھیں۔

اس نے کمرے کے کونے میں رکھا اپنا لوہے کا انگیٹھی نما چولہا روشن کر دیا تھا۔ زردی مائل سیاہ زنبیل سے اس نے مٹی کے کئی کلھڑ نکال کر ایک ترتیب سے چولہے کے دائیں جانب رکھ دیئے۔ کلھڑوں میں مختلف رنگ کے دانے اور جڑی بوٹیاں بھری ہوئی تھیں۔

لکڑی کے ایک سیاہ کندے پر بیٹھ کر اس نے اپنا عمل شروع کر دیا۔ وہ منہ ہی منہ میں کچھ بدبدا کر ایک کلھڑ سے مٹھی بھر دانے جلتی آگ پر پھینکتی تو چولہے سے آگ کے نارنجی زرد شعلوں کی زبانیں لپ لپ کرتی باہر تک نکل آتیں۔ آگ سے اٹھنے والا گاڑھا سرمئی دھواں کمرے کی فضا کو مسموم کر رہا تھا مگر ملکہ کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں آ رہی تھی۔ وہ حسبِ سابق کرب و اذیت کا شکار تھی۔

آخر کاہنہ نے آنکھیں بند کر کے ایک خاص جاپ شروع کیا پھر ایک دم سے آنکھیں پھاڑ کر ملکہ کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے لبادے میں ہاتھ ڈال کر مٹھی بھر سیاہ دانے نکال کر آگ میں جھونک دیئے تھے۔ شعلوں کے بلند ہوتے ہی ملکہ کے پورے وجود میں ایک ارتعاش سا جاگا تھا۔ درد کی ایک شدید لہر اٹھی تھی ملکہ نے شدتِ کرب سے آنکھیں میچ لی تھیں۔ دائیاں ملکہ پر جھک گئی تھیں اور اگلے ہی لمحے کمرے کی سہمی ہوئی متوحش فضا نومولود کے رونے کی آواز سے گونج اٹھی تھی۔

دایہ نومولود کو ایک خادمہ کے حوالے کر کے دیگر خادماؤں کے ساتھ مل کر ولادت کے بعد کے مراحل نمٹانے میں لگ گئی تھیں۔ کچھ ہی دیر میں ملکہ کا لباس تبدیل کر کے اس کی خوبصورت خواب گاہ میں منتقل کر دیا گیا۔

خادماؤں نے نومولود بچی کو نہلا دھلا کر ایک گلابی مخملیں لبادے میں لپیٹ کر ملکہ کے پہلو میں لٹایا تھا۔

عظیم کاہنہ طوطیا کلیدس اپنا تام جھام سمیٹ کر ملکہ کی خواب گاہ میں آ گئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی تمام خادمائیں مؤدب ہو گئی تھیں اور ملکہ کے لبوں پر تشکر آمیز مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"بادشاہ سلامت کو بیٹی کی ولادت کی اطلاع پہنچا دی ہے۔" کاہنہ طوطیا نے نومولود بچی کی طرف دلچسپی اور غور سے دیکھتے ہوئے قریب کھڑی خادمہ کو حکم دیا اور خادمہ نہایت سرعت کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

قصر کی کشادہ راہداریوں میں مخملیں غالیچے بچھے تھے اور سنگی سڈول ستونوں کے ساتھ ساتھ لحیم شحیم تنومند مصری سپاہی تیر و تفنگ لیے ایستادہ تھے۔ ستونوں پر دمکتی شعلوں کی روشنی سے ہر سمت دودھیا اجالا پھیلا ہوا تھا۔ خادمہ تقریباً دوڑتی ہوئی راہداریوں سے گزرتی بادشاہ کی نشست گاہ کے دروازے پہ آ ٹھہری تھی۔

خادمہ کے دروازے پر نمودار ہوتے ہی الیطس بطلیموس بے تابانہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا۔

"جلد بتا! کیا خبر لائی ہے؟" اس کی آواز میں طویل اکتا دینے والے انتظار کی تھکن بھی تھی اور خوشخبری سننے کی آرزو بھی۔

"شاہِ مصر کو مبارک ہو۔" خادمہ نے چڑھی ہوئی سانسوں کے درمیان مسرور لہجے میں کہا۔ "عظیم سلطنت مصر کے مستقبل کی عظیم حکمران دنیا میں تشریف لے آئی ہیں۔"

مصری بادشاہت میں ایک پرانی رسم یہ تھی کہ باپ کے مرنے کے بعد سب سے بڑی بیٹی تخت و تاج کی وارث ہوتی تھی۔ بیٹا اس حق سے محروم ہوتا تھا، اگر کوئی بیٹا موجود ہوتا تو وہ اسی وقت حکومت میں شریک ہو سکتا تھا، جب وہ حکمران شہزادی سے شادی کرے اور اس کے نام پر کاروبارِ حکومت سنبھالے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

سلطنت مصر میں بہن بھائی کی شادی کوئی معیوب فعل نہ سمجھا جاتا تھا۔

الیطس بطلیموس شادی کے برسوں بعد بھی اولاد کی نعمت سے محروم رہنے کے باعث اپنے تخت وتاج کے وارث کی طرف سے فکرمند تھا اور جب اسے ملکہ تھروسیا کے امید سے ہونے کی خبر ملی تھی، تب سے ہی وہ بیٹی کی پیدائش کا آرزومند تھا اور اس سلسلے میں اس نے عظیم کاہنہ طوطیا کلیدس سے خصوصی طور پر دعا کی گزارش بھی کی تھی اور اب اس وقت بیٹی کی پیدائش کی خبر سن کر اس کا دل فرطِ مسرت سے جھوم اٹھا تھا۔

''اے بخت آور خادمہ! تو نے ہمیں یہ خوشخبری سنا کر مسرور کر دیا..... دیوتا تجھ پر کرم کریں..... ہماری طرف سے یہ حقیر انعام قبول کر۔''

بطلیموس نے اپنی انگلی سے طلائی انگوٹھی اتار کر خادمہ کی طرف بڑھا دی۔ انگوٹھی میں فاختہ کے انڈے کے برابر الماس جڑا ہوا تھا اور اطراف میں بنفشی یاقوت جگمگا رہے تھے۔ خادمہ نے مؤدبانہ انداز میں جھک کر انگوٹھی تھام لی تھی۔ انگوٹھی میں دمکتے پتھروں نے خادمہ کی آنکھوں کی چمک بڑھا دی تھی۔ اس نے دوہری ہو کر بادشاہ کا شکریہ ادا کیا تھا اور مسرت سے لرزتے قدموں سے واپسی کے لیے مڑ گئی تھی۔

''شاہِ مصر کو سلطنت مصر کے تخت وتاج کی وارث مبارک ہو۔'' کمرے میں موجود تینوں افراد نے آگے بڑھ کر یک زبان مبارکباد پیش کی۔

''سلطنت مصر اور اہالیانِ مصر کو بھی مبارک ہو۔'' الیطس بطلیموس نے خوشی سے لرزتی آواز میں جواب دیا اور اپنی نومولود بیٹی کو دیکھنے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کے تینوں ساتھی بھی اسی کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ بظاہر خوشی کا اظہار کر رہے تھے مگر حقیقت میں وہ اس خبر سے زیادہ خوش نہیں تھے۔

وزیرِ اعظم پوتھی نوس، سپہ سالار ایکیلاس اور مشیر خاص تھیوڈوٹس، آپس میں ہر بات پہ اختلاف رکھنے کی وجہ سے مشہور تھے مگر اس ایک نقطے پر تینوں حیرت انگیز طور پر متفق تھے اور وہ نقطہ تھا کہ، مصر پر کسی ملکہ کے بجائے بادشاہ کی حکومت ہونی چاہیے۔ وہ اس قدیم مصری رسم کے سخت خلاف تھے، جس کے تحت پہلی بیٹی تخت وتاج کی حقدار تصور کی جاتی تھی مگر ان تینوں نے اپنے ان خیالات کا کبھی بھی ببانگ دہل اظہار نہیں کیا تھا۔

ملکہ کی خواب گاہ کے سامنے جا کر وہ تینوں باہر ہی رک گئے تھے جبکہ بادشاہ نے اندر جانے کے لیے قدم بڑھا دیئے تھے۔

''شاہِ مصر نومولود شہزادی کو دیکھنے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔''

خادمہ کے اعلان پر کمرے میں موجود دائیاں، خادمائیں اور خود ملکہ مؤدب ہو گئی تھی۔ نرم اور آرام دہ بستر پر دراز ملکہ تھروسیا کے نقاہت بھرے چہرے پر مسرور مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ اس نے سوالیہ نظروں سے قریب کھڑی کاہنہ طوطیا کلیدس کی طرف دیکھا۔ جواب تک منہ ہی منہ میں کچھ بدبدا کر نومولود شہزادی اور ملکہ پہ دم کیے جا رہی تھی۔

بادشاہ کی آمد کی خبر سن کر کاہنہ نے آگے بڑھ کر ننھی شہزادی کو گود میں اٹھا لیا۔ پھر وہ بچی کو لیے دریچے کی طرف چلی گئی۔ کھلے دریچے سے جھانکتے نیلے آسمان کی پہنائیوں میں سنہری چاند ہنوز پوری آب وتاب کے ساتھ دمک رہا تھا۔

کاہنہ نے بچی کا چہرہ چاند کی طرف کر دیا اور کئی لمحوں تک منہ ہی منہ میں کوئی جاپ پڑھ کے بچی کے چہرے پر پھونکتی رہی پھر اس نے چادر کے کونے سے اس کا چہرہ ڈھانپ دیا۔ تب ہی شاہِ مصر الیطس بطلیموس خوابگاہ میں داخل ہوا۔

''شاہِ مصر کو شہزادی کی ولادت مبارک ہو۔'' کمرے میں موجود خادماؤں اور کاہنہ نے یک زبان ہو کر بادشاہ کو مبارکباد پیش کی۔

بطلیموس سر کے خفیف اشارے سے ان سب کی مبارک قبول کرتا ملکہ کے قریب آ گیا۔

''آپ کو مصر کی مستقبل کی حکمران مبارک ہو۔'' ملکہ نے دھیمے مگر مسرور لہجے میں کہا۔

''تمہیں بھی مبارک ہو۔'' بادشاہ نے مسکراتی آواز میں جواب دیا اور پلٹ کر کاہنہ کی طرف دیکھا، جس کی گود میں بچی سمٹی ہوئی تھی۔

کاہنہ بچی کو لیے بادشاہ کے قریب چلی آئی۔ ابھی تک بچی کا چہرہ چادر کے کونے کے پیچھے پوشیدہ تھا۔

''میں تاجدارِ مصر کو تخت وتاج کی وارث کی مبارک پیش کرتی ہوں۔''

کاہنہ کی آواز پر بادشاہ مؤدبانہ انداز میں اس کے سامنے تھوڑا سا جھکتے ہوئے بولا۔ ''اے عظیم اور قابلِ تکریم کاہنہ! یہ بچی یقیناً تیری دعاؤں اور تیری حکمت کے تطفیل ہمیں حاصل ہوئی ہے۔'' اس کی دھیمی آواز میں احساس تشکر ہلکورے لے رہا تھا۔ اب میں تیری اجازت سے اپنی اس لختِ جگر کا چہرہ دیکھنے کا متمنی ہوں۔''

بادشاہ کے تحسین اور تشکر بھرے الفاظ سن کر کاہنہ کے سنجیدہ چہرے پہ تدبر بھری مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر بچی کے چہرے سے چادر کا کونا پلٹ دیا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

لحظہ بھر کو یوں لگا جیسے کمرے میں ہر سمت اجالا پھیل گیا ہو، بادشاہ کی مشتاق آنکھوں میں دیپ جل اٹھے تھے، اس نے آگے بڑھ کر بے ساختہ بچی کو اپنی آغوش میں بھر لیا۔

''یہ بچی تو آسمان پر چمکتے ماہ کامل سے بھی زیادہ حسین ہے۔'' بادشاہ کی پُرمسرت آواز پر کاہنہ نے نظریں اٹھا کر دریچے سے جھانکتے پونم کے پورے چاند کی طرف دیکھا تھا۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں!'' کاہنہ نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔ ''اسی لیے میں نے سوچا ہے، اس بچی کا نام قلوپطرہ رکھا جائے۔''

''قلوپطرہ۔'' ملکہ تھروسیا نے حیران نظروں سے کاہنہ کی طرف دیکھا۔ ''بھلا اس کا مطلب کیا ہے؟''

''قدیم مصری زبان میں اس کا مطلب ہے..... چودھویں کے چاند سے بڑھ کر حسین چہرہ۔'' کاہنہ نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

''بہت خوب! ملکہ کے لبوں پہ بکھری مسکراہٹ گہری ہوگئی۔''

''بالکل نیا نام ہے۔'' بادشاہ نے پُراشتیاق لہجے میں کہا۔ ''شاید اس سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا گیا۔''

''اس سے پہلے، ایسا چاند سے بڑھ کر حسین چہرہ پیدا بھی تو نہیں ہوا۔'' کاہنہ کے لہجے میں چٹانوں کا سا یقین ہلکورے لے رہا تھا۔

''اے عظیم کاہنہ۔'' بادشاہ جلدی سے گویا ہوا۔ ''اس منفرد نام کے لیے میں تیرا شکر گزار ہوں۔'' بادشاہ کی محبت بھری نگاہیں قلوپطرہ کے حسین و رعنا چہرے پہ جمی ہوئی تھی۔ ''میں اس بچی کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری بھی تیرے کاندھوں پہ ڈالنا چاہتا ہوں۔'' یہ کہہ کر بادشاہ نے تائید طلب نگاہوں سے ملکہ کی طرف دیکھا۔

''آپ نے تو میرے منہ کی بات چھین لی۔'' ملکہ جلدی سے مسرور لہجے میں بولی۔ ''اے عظیم کاہنہ میری بھی یہی خواہش ہے تو اس بچی کی پرورش بلکہ اس کے حسن و رعنائی کی حفاظت کی ذمہ داری بھی قبول کرے اور اپنے علم سے اسے بھی اپنی طرح شاندار اور قابل احترام بنا دے۔''

''ایسا ہی ہوگا!'' کاہنہ نے بچی کو دوبارہ اپنے ہاتھوں میں اٹھاتے ہوئے کہا۔ ''میں اپنے علم و فہم سے اس کے حسن بے مثال کو وہ دام بخشوں گی کہ رہتی دنیا تک اس کا حسن، اس کا نام، حسن و رعنائی کا استعارہ بن جائے گا۔''

''تیری اس عنایت کے لیے خاندان بطلیموس کے تمام لوگ تیرے ممنون احسان ہوں گے۔'' بادشاہ نے گلے سے سچے موتیوں کا بیش قیمت ہار جس کے بیچ ایک بڑا بیضوی یاقوت جڑا ہوا تھا اتار کر کاہنہ کی خدمت میں پیش کیا۔

''دیوتا، خاندان بطلیموس کے موجودہ اور آئندہ حکمرانوں پہ ہمیشہ مہربان رہیں۔'' کاہنہ نے دعائیہ الفاظ ادا کرتے ہوئے ہار تھام لیا۔

❀✪❀

مصر کی پراسرار زمین کے بتیسویں خاندان میں قلوپطرہ کی پیدائش ہوئی تھی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ قدیم اہل مصر، حام بن نوح کے بیٹے ''مصرایم'' کی اولاد سے ہے، اسی نسبت سے اس علاقے کا نام ''مصر'' رکھا گیا۔ مصری تمدن کا آغاز 5004 ق م میں ہوا۔ مصر کے پہلے دس خاندان شہر منفس میں ایک ہزار سال تک حکمران رہے۔ پھر 4000 قبل مسیح میں دارالسلطنت منفس سے شہر ''طب'' میں منتقل ہوا اور ملک میں ترقی و تبدیلی کا ایک نیا دور شروع ہوا۔

اس وقت تمام معلوم دنیا میں صرف آٹھ حکومتیں تھیں۔ (1) کریٹ (2) ہیٹا (3) بابل (4) ایران (5) ہند (6) ہنس (7) چین اور (8) مصر۔

ان حکومتوں میں مصر سب سے بڑی حکومت تھی کیونکہ صرف مصر کا رقبہ 45 فیصد تھا جبکہ بقیہ 55 فیصد پر باقی سات حکومتیں قائم تھیں۔ اس سے مصری حکومت کی عظمت اور وسعت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مصر کے پہلے اکتیس خاندان جن کے بادشاہوں کو ''فرعون'' کہا جاتا تھا، کی تعداد 270 تھی۔ وہ خالص مصری تھے۔ انہوں نے 323 ق م تک مصر پر حکومت کی پھر مقدونیہ کے سکندر اعظم نے مصر کو فتح کر کے مصریوں کی بادشاہت ختم کر دی اور بحیرۂ روم کے کنارے سکندریا نام کا شہر آباد کیا۔

سکندر اعظم کی وفات کے بعد اس کی وسیع سلطنت اس کے جنرلوں میں تقسیم ہوئی۔ اس وقت جنرل بطلیموس بابل کا حاکم تھا۔ سکندر اعظم کے مرنے کے بعد بطلیموس نے مصر پر حملہ کر کے وہاں کے گورنر کو مار بھگایا اور خود وہاں کا خود مختار بادشاہ بن گیا۔ اس طرح مصر میں خاندان بطلیموس کی حکومت کا آغاز ہوا۔ خاندان بطلیموس مصر پر حکومت کرنے والا 32 واں خاندان تھا اور نومولود شاہ زادی قلوپطرہ کا باپ ایلیطس بطلیموس اس خاندان کا تیرہواں حکمران تھا اور اس وقت وہ اس خاندان کی 14 ویں حکمران کی پیدائش پر بے حد خوش تھا۔

''اے عظیم کاہنہ! اب میں چاہوں گا کہ تو اپنے علم اور اپنے جادوئی پیمانے کی مدد سے میری اس نومولود بچی کے مستقبل کے بارے میں کچھ بتا۔'' کچھ دیر بعد بادشاہ بطلیموس نے دھیمے مگر اشتیاق بھرے لہجے میں کہا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

اور کاہنہ طوطیا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے باوقار مگر مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ ''اس کے لیے بادشاہ سلامت کو میرے ساتھ دوسرے کمرے میں چلنے کی زحمت برداشت کرنی ہوگی۔''

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔'' بادشاہ نے خوش دلی سے جواب دیا اور کاہنہ کے پیچھے چلتا، ساتھ والے کمرے میں داخل ہوگیا۔

کاہنہ طوطیا نے کمرے میں پہنچ کر اپنی زنبیل سے ایک بڑا کانسی کا پیالہ نکالا اور کچھ اسی طرح کی اور پراسرار چیزیں لیے وہ لکڑی کی میز کی طرف آ گئی۔

میز پر پیالہ رکھ کر اس نے اس میں پارے کی طرح دمکتا اور متحرک مادہ بھر دیا۔ بادشاہ اس کے قریب کھڑا دلچسپی سے اسے تمام عمل میں مصروف دیکھ رہا تھا۔

''تشریف رکھیے بادشاہ سلامت!'' چند لمحوں بعد وہ لکڑی کے سٹول اٹھا لائی تھی۔ ایک اس نے بادشاہ کے سامنے رکھتے ہوئے ادب سے اسے بیٹھنے کی گزارش کی اور دوسرے پر خود جم کر بیٹھ گئی۔ اب اس کی سیاہ چمکدار آنکھیں پارے سے لبریز پیمانے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ زیرِ لب کچھ پڑھ رہی تھیں۔

''مقدس کاہنہ تو جلد بتا کہ مستقبل میں ہماری پیاری بیٹی قلوپطرہ کی تقدیر کیسی ہوگی؟'' کاہنہ کو مسلسل پیالے میں جھانکتے اور منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے دیکھ کر آخر لیطس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا اور اس نے مضطرب اور اشتیاق بھرے لہجے میں سوال کیا۔

کاہنہ طوطیا کلیدس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایسا محسوس ہوا کہ اس کی سماعت تک لیطس کا سوال پہنچا ہی نہیں۔ وہ پورے انہماک اور توجہ سے اپنے جادوئی پیمانے پر جھکی قلوپطرہ کے مستقبل کا احوال معلوم کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی۔

کچھ ہی دیر بعد اس کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہونے لگے۔ پہلے حیرت کا تاثر ابھرا تھا پھر غصے اور خوف کے ملے جلے احساس نے اس حیرت کی جگہ لے لی..... لیطس بطلیموس آنکھوں میں اضطراب اور انتظار لیے کاہنہ کے حسین چہرے پر پھیلتے اور دم بہ دم بدلتے تاثرات کو تکے جا رہا تھا۔

اور چند لمحوں بعد کاہنہ طوطیا نے اپنے سر کو ہلکا سا جھٹکا دیا۔ وہ سرتاپیر پسینے میں بھیگ چکی تھی، سو اس نے تھکے ہوئے انداز میں اپنا سر دیوار کے ساتھ ٹکا دیا۔

''اے عظیم کاہنہ! مجھے بتا کہ معاملہ کیا ہے؟'' بطلیموس نے مضطربانہ انداز میں سوال کیا۔ ''میری بچی کے مقدر میں ایسا کیا ہے، جس نے تجھے ہراساں کر دیا ہے.....؟''

''بات ہی کچھ ایسی ہے۔'' کاہنہ نے نقاہت بھرے انداز میں آنکھیں کھولتے ہوئے جواب دیا۔ ''آنے والے وقتوں میں ننھی شہزادی کو اپنوں اور غیروں سب ہی کی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑے گا..... اور۔''

''اور کیا.....؟'' لیطس بطلیموس نے بے تابانہ سوال کیا۔

''اور یہ کہ جس وقت ننھی شہزادی دنیا میں آئی..... ٹھیک اسی لمحے اس کا ایک دشمن بھی پیدا ہوا ہے..... جس کی زندگی..... قلوپطرہ کی موت ثابت ہو سکتی ہے۔''

''کیا کہہ رہی ہے طوطیا کلیدس.....'' بادشاہ کو اس کی بات پسند نہیں آئی تھی۔

''میں کچھ نہیں کہہ رہی بادشاہ سلامت، کاہنہ طوطیا کلیدس کو بادشاہ کا لہجہ ناگوار گزرا تھا، اسی لیے خشک لہجے میں بولی۔ ''یہ سب میرا مقدس پیالہ دکھا رہا ہے۔''

تو پھر اپنے اس متبرک پیالے میں جھانک کر یہ بھی دیکھ لے کہ وہ کون ہے؟ اور کہاں ہے؟ میرے سپاہی اسے تلاش کر کے لمحوں میں اس کا سر تن سے جدا کر دیں گے۔

''مگر..... شاید اس کی موت..... ہی قلوپطرہ کی موت ہو۔'' کاہنہ زیرِ لب بڑبڑائی۔

''تو نے کیا کہا..... میں نے سنا نہیں؟ لیطس بطلیموس نے مضطربانہ سوال کیا۔

''مجھے بتا وہ کون ہے..... اور کہاں ہے؟ میں ابھی اپنے سپاہی اس کی تلاش میں روانہ کروں گا اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا، جب تک اس بدبخت کے قتل کی خبر نہ سن لوں۔''

''اس کے نام کے گرد کسی کاہن کا حصار ہے۔'' کاہنہ نے بے بس لہجے میں جواب دیا۔ ''ہاں البتہ اتنا بتایا جا سکتا ہے کہ وہ تباہ شدہ فرعونوں کے

allurdupdfnovels.blogspot.com

خاندان کا چشم و چراغ ہے اور بڑا ہونے پر وہ خود کو مصر کی سلطنت کا اصل حقدار سمجھنے والا ہے..... اس کے خاندان کے افراد کا خیال ہے کیونکہ وہ مصر کے قدیم حکمرانوں فرعونوں کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے مصر پر حکومت کرنے کا حق صرف ان کا ہے۔ جب وہ بچہ بڑا ہوگا تو مصر کی حکومت اور تخت و تاج حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔

''اوہ!'' الیطس بطلیموس کے چہرے پر فکر کے تاثرات پھیل گئے۔ اس کا مطلب ہے کہ اس پیدا ہونے والے بچے کو جلد از جلد موت کے گھاٹ اتار دینا بے حد ضروری ہے..... میں آج ہی ملک کے طول و عرض میں اپنے سپاہی پھیلا دوں گا۔ تاکہ وہ کسی بھی طرح اسے تلاش کر کے اس کا نام و نشان مٹا دیں۔

❁ ❁ ❁

جس دن اور جس گھڑی بطلیموس خاندان کے بادشاہ الیطس بطلیموس کے پرشکوہ محل میں قلوپطرہ پیدا ہوئی تھی، اسی دن اور اسی لمحے جنوبی مصر میں ابوطیس کے مقام پر سطی کی مقدس خانقاہ میں اس خانقانہ کے سب سے بڑے کاہن ایمنت کے گھر میں ایک بچہ پیدا ہوا تھا، جس کا نام ہرمقس رکھا گیا۔

ہرمقس مصر کے اس شاہی خاندان کا چشم و چراغ تھا، جس خاندان سے بطلیموس خاندان نے حکومت چھینی تھی۔

کیسی حیرت انگیز بات تھی کہ دو بچے ایک ہی دن اور ایک ہی گھڑی میں پیدا ہوئے۔ دونوں کا تعلق ایک ہی ملک کے دو الگ الگ شاہی خاندانوں سے تھا۔ قلوپطرہ کی پیدائش سکندریا کے عظیم الشان قصر سے ہوئی۔ اس کی پرورش کے لیے عظیم کاہنہ طوطیا کالیدس اور اس کی دیکھ بھال اور خدمت کے لیے سینکڑوں کنیزیں اور خدّام مقرر ہوئے۔ کیونکہ وہ مصر کے موجودہ تاجدار الیطس بطلیموس کی بیٹی تھی..... اور مستقبل میں مصر کی ملکہ بننے والی تھی۔

جبکہ ہرمقس مصر کے سابق اکیسویں خاندان کے فرعونوں کی نسل سے تھا۔ اس کا باپ ایمنت مصر پر حکومت کرنے کے بجائے اپنی شخصیت کو سطی کی خانقاہ کے بڑے کاہن کے روپ میں چھپائے ہوئے تھا۔

تین سو سال پہلے سکندر اعظم نے جب مصر پر قبضہ کیا تھا تو اپنے ایک ریاضی دان سے ساحل سمندر پر اپنے نام پر شہر سکندریا تعمیر کروایا اور اقلیدس کو اپنا نائب مقرر کیا۔ اس وقت جنرل بطلیموس سکندر کی طرف سے بابل کا حاکم تھا۔ اس نے سکندر کے مرنے کے بعد حملہ کر کے مصر پر قبضہ کر لیا اور خاندان بطلیموس کی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

قلوپطرہ اسی بطلیموس خاندان کے تیرھویں حکمران الیطس بطلیموس کے گھر میں پیدا ہوئی تھی جبکہ ہرمقس مصر کے اس شاہی خاندان کی آخری نشانی تھا، جسے شکست دے کر بطلیموس نے مصر پر قبضہ کر لیا تھا۔

تین سو سال قبل فرعونوں کے اس خاندان سے بطلیموس نے بادشاہت چھینی تھی۔ اس وقت سے اب تک یہ خانماں برباد فرعون خاندان تاریک خانقاہوں میں پوشیدہ ہو کر اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا تھا۔ اس خاندان کو اب بھی امید تھی کہ ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب مصر سے بطلیموس کی جو نسلاً یونانی تھا حکومت پھر سے ان کے اصلی وارثوں کو ملے گی اور وہ خود کو ''فرعون مصر'' کہہ سکیں گے۔

یونانی نژاد بطلیموس سے شکست کھانے کے باوجود مصریوں نے اپنی تگ و دو جاری رکھی تھی۔ گو کہ مغلوب ہونے کے بعد مفلوک الحالی ان کا مقدر ٹھہری تھی۔ مصریوں اور خاص طور پر مصر کے شاہی خاندان کے افراد کو بطلیموس کے فوجی سپاہیوں نے چن چن کے قتل کیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ فرعون خاندان کے چند بچے کھچے شاہی افراد بڑے شہروں کو چھوڑ کر اپنی جان بچانے کی خاطر جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے تھے۔

ذلیل و خوار ہونے اور انتہائی غربت کی زندگی بسر کرنے والے ان شاہی خاندان کے افراد نے آپس میں اتحاد رکھا اور آزادی کی دیوی کی پرستش کر کے مصر کی آزادی اور فرعونوں کی حکومت کی تجدید نو کی دعا کرتے رہے۔ اب ان کا مسکن شاہی محلوں اور بڑے شہروں کے بجائے پہاڑوں اور غاروں کی تاریک خانقاہوں میں تھا اور آبادی سے دور رہ کر یہ لوگ قدیم مصری عقیدے کی پابندی کرتے ہوئے دیوتا سیدس اور دیوی آسیس کی پرستش کرتے تھے۔

ان خانماں برباد فرعون خاندان کو اس طرح چھپ کر تباہ حال زندگی گزارتے ہوئے تین صدیاں بیت چکی تھیں اور مصر کے موجودہ بطلیموس بادشاہوں کے دل و دماغ سے ان لوگوں کا خیال تک محو ہو گیا تھا۔ بطلیموس حکمران یہ بھی بھول چکے تھے کہ ان سے پہلے اس مصر پر چار ہزار سال تک فرعونوں نے حکومت کی تھی۔

وقت کے بہتے دھاروں میں آخر کار وہ زمانہ آ پہنچا، جب الیطس بطلیموس کے شاہی قصر میں، اس کی چہیتی ملکہ تھروسیا کے بطن سے شاہ زادی

allurdupdfnovels.blogspot.com

قلوپطرہ اور دوسری جانب مصر کے فرعونوں کی آخری نشانی ہرمقس صغیٰ کی خانقاہ میں ایمنت کے گھر پیدا ہوا۔ اس دربدر فرعون خاندان کے ہاتھوں گو کہ مصر کی حکومت نکلے صدیاں بیت چکی تھیں مگر یہ خاندان آج بھی باقاعدہ ایک فرعون کے مرنے کے بعد دوسرا فرعون مقرر کرتا تھا اور اپنے تئیں اپنے دلوں کو تسلی دیتا رہتا تھا کہ ایک نہ ایک دن ان کے دن ضرور پھریں گے اور اس خاندان کا نامزد کردہ کوئی فرعون مصر کے تخت و تاج کا مالک ہوگا۔

ہرمقس کی پیدائش سے پہلے ہی اس کی ماں ازطونیا کی حالت بہت خستہ ہوگئی تھی۔ وہ ایک دھان پان سی نحیف و نزار عورت تھی۔ تخلیق کا یہ عمل اس کے لیے بے حد تکلیف دہ اور اذیت ناک ثابت ہوا تھا لیکن وہ محض اس لیے ہر تکلیف خاموشی اور تحمل سے برداشت کر رہی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی اس کے بطن میں مصر کا اگلا فرعون پرورش پا رہا ہے۔

اس کے شوہر کاہن ایمنت نے اپنے علم سے یہ بات جان لی تھی کہ دنیا میں آنے والا یہ بچہ، فرعونوں کی حکمرانی کی بجھی شمع کو پھر سے روشن کرنے والا آخری، فرعون ثابت ہوگا۔ اگر یہ بچہ اس خواب کو شرمندہ تعبیر نہ کر سکا تو پھر یہ خواب ہمیشہ کے لیے تشنہ تعبیر رہ جائے گا۔

اسی لیے ایمنت بلکہ اس کی بیوی ازطونیا بھی اس بچے کے لیے بے حد دعا گو تھے..... دنیا میں آنے والا یہ بچہ ہی ان کی امیدوں کو بر لانے والا آخری انسان ثابت ہونے والا تھا۔

جس وقت ازطونیا نے ہرمقس کو جنم دیا تو اس وقت اس کے کمرے میں دایا انا آطو اور اس کی نوجوان بیٹی سبیتا موجود تھی۔ سبیتا کے گھر کل رات کو ہی ایک بیٹا پیدا ہوا تھا مگر وہ اس وقت اپنی مالکن ازطونیا کے کمرے میں اپنی ماں کی مدد کے لیے موجود تھی۔

ہرمقس کی پیدائش کی خبر اسی نے ایمنت کو پہنچائی تھی، جو اس وقت خانقاہ میں عبادت میں مصروف تھا۔ بیٹے کی ولادت کی خبر سنتے ہی وہ بیوی کے کمرے کی طرف چل دیا تھا جبکہ سبیتا اپنے بچے کی خبر گیری کے لیے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔

''بیٹا مبارک ہو ازطونیا۔'' اس نے مسرت بھرے لہجے میں بیوی کو مبارکباد دی۔

''آپ کو بھی سلطنتِ مصر کا اصل حقدار مبارک ہو۔'' ازطونیا نے اپنے خشک پپڑی زدہ لبوں پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے زیرلب سرگوشی کی، جسے صرف ایمنت سن سکا۔ ذرا فاصلے پر موجود دایہ انا آطو بچے میں مصروف تھی..... اس لیے وہ یہ بات نہ سن سکی تھی۔ وہ اس خاندان کی اصلیت سے بالکل ناواقف اور بے خبر تھی۔

''میں چاہتا ہوں کہ ہم دونوں مصر پر اس کی حکومت اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں۔'' ایمنت نے ازطونیا کے قریب کھسکتے ہوئے اسی سرگرشی میں جواب دیا۔

''شاید یہ خوشی میرے مقدر میں نہیں ہے۔'' ازطونیا نے نقاہت سے آنکھیں بند کرتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔ کاش میں زندگی کے ان آخری لمحوں میں اپنے بھائی سیفا سے مل سکتی۔''

''تم جانتی ہو، تمہارا بھائی سیفا، یہاں سے سینکڑوں میل دور ہے اور وہاں تمہارے اس بچے کی حکومت کے قیام کے لیے منصوبہ بنانے میں مصروف ہے۔ ہم ایک دن اس بچے کو اس کے پاس بھیج دیں گے..... اور وہ اپنے علم و فضل سے ہمارے اس بیٹے کو مصر کا فرعون بننے کا قابل بنا دے گا۔''

''ہاں دیوی اسیس نے چاہا تو ایک دن ایسا ضرور ہوگا۔'' ازطونیا نے پورے یقین سے کہا۔ ''ایک دن میرے اس بیٹے کی کشادہ اور دمکتی پیشانی پر فرعون مصر کا وہ چمکتا تاج ضرور سجایا جائے گا، جسے ہم نسل در نسل حفاظت کے ساتھ سنبھالتے آئے ہیں۔''

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ دوبارہ گویا ہوئی۔ ''مگر شاید میری زندگی اس وقت تک مجھے مہلت نہ دے..... اسی لیے میں اسی لمحے اسی پل، اپنے شاہزادے کے سر پر وہ تاج دیکھ لینا چاہتی ہوں۔''

پھر وہ انا آطو سے مخاطب ہوئی۔

''آطو! تم تہہ خانے میں دھرے آہنی صندوق میں موجود ہاتھی دانت کے اس صندوقچے کو لے آؤ۔ جسے میں نے ہمیشہ ہی بہت چھپا کر اور بہت حفاظت سے رکھا ہے۔''

''ازطونیا'' کاہن ایمنت نے کسی قدر جز بز ہو کر کہا۔ ''تم کچھ جذباتی ہو رہی ہو..... تم جانتی ہو..... ہمیں کسی بھی حال میں تحمل اور تدبر کا دامن نہیں چھوڑنا۔''

دراصل وہ نہیں چاہتا تھا کہ خادمہ آطو کے سامنے ایسی کوئی بات ہو، جس سے ان کا خاندانی راز افشا ہو جائے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

''مجھ سے بہتر تم یہ بات جانتے ہو۔'' ازطونیا لاغر آواز میں بولی ''کہ اب میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے..... میں اس وقت اپنے بیٹے کے سر پر فرعون مصر کا تاج دیکھنا چاہتی ہوں..... براہ کرم تم میری اس آخری خواہش کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ نہ بنو۔ تقدیر کی دیوی ربیہ ماسوکا بھی یہی حکم ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے؟'' آخر ایمنت کو ہتھیار ڈالنے پڑے۔ ''تو میں خود جا کر وہ صندوقچہ لے آتا ہوں۔ جب تک تم اس خادمہ کو یہاں سے چلتا کر دو، ابھی ہم کسی پر بھی یہ راز افشا کرنے کی حیثیت میں نہیں ہیں۔''

ایمنت نے ازطونیا کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے اسے اپنی بات سمجھائی اور آہستگی سے اٹھ کر خانقاہ کے تہہ خانے کی سمت روانہ ہو گیا۔

ازطونیا نے گردن کو ذرا سا خم دے کر ذرا فاصلے پر موجود ایہ آطو کی طرف دیکھا، جو اس وقت ننھے ہرمقس کو تھپک تھپک کر بے حد پیار سے سلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

''آطو!'' اس نے نقاہت بھری آواز میں دایہ کو اپنے قریب بلایا۔

''جی مالکن!'' آطو لپک کر اس کے قریب پہنچ گئی۔

''آطو۔'' ازطونیا نے اپنے کمزور اور لرزتے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لیتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔ ''تم برسوں سے میرے ساتھ ہو۔ تم ایک اچھی وفادار اور خدمت گزار عورت ہو..... میں تمہیں بے حد پسند کرتی ہوں۔''

''شکریہ مالکن۔'' اپنی تعریف سن کر آطو کا چہرہ دمکنے لگا تھا۔ ''آپ مجھے مرتے دم تک اسی طرح اپنی وفادار اور خدمت گزار پائیں گی۔''

''مجھے تم سے یہی توقع ہے۔'' ازطونیا نے گہری سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔ ''اسی لیے میں چاہتی ہوں کہ تمہیں میں اس راز میں شامل کر لوں..... جسے میرا خاوند تم سے چھپانا چاہتا ہے۔''

''کون سا راز؟'' آطو نے حیران نظروں سے ازطونیا کی طرف دیکھا۔

''ابھی پتہ چل جائے گا۔'' ازطونیا نے ایک ہاتھ اٹھا کر اسے تحمل رکھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''مگر تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا..... کہ تم جیتے جی کسی کو بھی اس راز میں شامل نہیں کرو گی اور مرتے دم تک ننھے ہرمقس کی حفاظت کرتی رہو گی۔''

''میں وعدہ کرتی ہوں۔'' آطو نے ایک ہاتھ اٹھا کر جلدی سے کہا۔ ''میں کبھی اس راز کا پردہ چاک نہیں کروں گی اور ننھے ہرمقس کی حفاظت کے لیے کچھ بھی کرنا پڑا کروں گی۔''

''اوہ آطو۔'' ازطونیا کے لبوں پر اطمینان بھری سانس خارج ہوئی۔ ''مجھے تم سے یہی امید تھی..... اس لیے اب تم اس سامنے والے پردے کے پیچھے جا کر چھپ کر کھڑی ہو جاؤ..... اور یہاں جو کچھ ہونے والا ہے، اسے اپنی آنکھوں سے دیکھو۔''

''جی بہتر۔'' آطو نے مزید کوئی سوال کیے بغیر سر تسلیم خم کرتے ہوئے تیزی سے سامنے پردے کی طرف قدم بڑھا دیئے تھے۔ اگلے ہی لمحے وہ اس کشادہ پردے کے پیچھے پوشیدہ ہو چکی تھی۔

کچھ ہی دیر میں کاہن ایمنت کمرے میں داخل ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں میں ہاتھی دانت سے بنا ایک صندوقچہ تھا۔ اس نے کمرے میں داخل ہو کر چاروں طرف متلاشی نگاہوں سے دیکھا تھا اور آطو کو کمرے میں نہ پا کر اس نے تیزی سے دروازہ بند کر دیا تھا۔ پھر وہ صندوقچہ ہاتھ میں اٹھائے اپنی بیوی ازطونیا کے قریب چلا آیا۔

''اس صندوقچے کو کھول کر اس میں سے تاج نکالو۔'' ازطونیا نے خوابناک لہجے میں کہا اور ایمنت نے صندوقچے کو بستر پر رکھ کر اس کا ڈھکن کھولا تھا اور ذرا سا جھک کر اس میں سے ایک طلائی جگمگاتا ہوا تاج نکالا۔ اس تاج پر مصر کے فرعونوں کی خاندانی نشانی ایک سانپ کی شکل میں چسپاں تھی۔ ایمنت نے وہ تاج ازطونیا کے ہاتھوں میں دے دیا۔

تاج کو ہاتھوں میں تھامتے ہی گویا ازطونیا کے ناتواں جسم میں ایک توانائی اور طاقت سی بھر گئی۔ کہاں تو وہ خود سے کروٹ ہی نہیں بدل پائی تھی، کہاں وہ ایک دم سے بستر سے اٹھ بیٹھی تھیں۔ ہاتھوں میں تاج لیے وہ تیزی سے ننھے ہرمقس کے پالنے کی طرف بڑھی تھی..... اور نہایت محبت اور عقیدت سے اس نے وہ تاج ہرمقس کی کشادہ پیشانی پر سجا دیا تھا۔ اس کے بعد اس پر والہانہ کیفیت طاری ہو گئی تھی اور اس نے اس کیفیت میں پیش گوئی کی۔

''مقدونیہ (بطلیموس) کا دور حکومت اختتام پذیر ہونے کو ہے اور مملکت مصر دوبارہ اپنے حقیقی وارث کے ہاتھ میں آنے والی ہے..... تقدیر کی دیوی ربیہ ماسوکا بھی یہی فیصلہ ہے۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

ایمنت، ازطونیا کی اس کیفیت سے بے حد متاثر نظر آرہا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگی۔

"اے ربی! ہرمقس کی ماں نے جو عظیم بشارت دی ہے، وہ تیرے لطف و کرم سے پوری ہو..... اور تقدیر کی دیوی کی یہ پیش گوئی پایہ تکمیل کو پہنچے۔"

ازطونیا دوبارہ ننھے ہرمقس کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ ہرمقس اپنے گہوارے میں اپنے ماتھے پر سانپ والا طلائی تاج دھرے بے خبر سو رہا تھا۔

ازطونیا چند لمحوں تک ٹکٹکی باندھے ننھے ہرمقس کی طرف تکتی رہی۔ پھر اس سے مخاطب ہو کر بولی۔ "اے میرے بچے اور مستقبل کے فرعون..... دیوتاؤں کے متبرک ناموں کے طفیل تو مصر کا بادشاہ بنے اور اپنے ملک کو غیروں کے ناپاک وجود سے پاک کرے..... اے میرے شاہی نونہال! تجھ پر لازم ہے کہ تو اپنے آپ کو ہمیشہ ہی گناہوں سے پاک رکھے..... اے میرے لختِ جگر! یاد رکھ کہ اگر تو صحیح راستے سے بھٹک گیا تو مصر کے تمام خداؤں کا قہر و غضب تجھ پر نازل ہوگا..... اور تیرے آباؤ اجداد تجھ پر ایسی لعنت بھیجیں گے کہ تو اپنی زندگی میں بھی ذلیل و خوار ہوگا اور مرنے کے بعد بھی تجھ کو نجات نصیب نہ ہوگی..... ہمارے خدا سبط اور محیط تجھ پر عذابِ عظیم نازل کرتے رہیں گے۔"

جس وقت ازطونیا اپنے بیٹے ہرمقس کے بارے میں یہ خوش آئندہ اور عجیب و غریب پیش گوئی جس میں ناکامی کی صورت میں تنبیہ اور بار بار پاکیزگی کی تاکید بھی شامل تھی، ختم کر چکی تو اس کی قوت گویائی ختم ہوگئی..... اس کے وجود پر ایک لرزہ سا طاری ہو گیا اور وہ کسی کٹی ہوئی شاخ کی طرح ہرمقس کے گہوارے پر جا گری، جس کے باعث سوتا ہوا بچہ خوفزدہ ہو کر جاگ اٹھا۔

کاہن ایمنت نے ازطونیا کی زبان سے جب یہ ساری باتیں سنیں تو وہ اپنی جگہ لرز کر رہ گیا۔ ایک طرف تو ازطونیا کے یہ الفاظ حیرت انگیز اور غیر معمولی اہمیت کے حامل تھے، تو دوسری طرف اس کی یہ تقریر مصر کے حکمران بطلیموس کے خلاف کھلی بغاوت کا اعلان تھی۔

لحظہ بھر کو ایمنت نے سوچا، اگر بطلیموس تک یہ باتیں پہنچ جائیں تو وہ ظالم اپنے سپاہی بھیج کر اس کے معصوم بیٹے ہرمقس کو قتل کروا دے گا..... اس نے خائف نظروں سے کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھا اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کہ ازطونیا کی یہ باتیں سننے والا وہاں اس کے سوا اور کوئی نہ تھا۔

وہ اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ اس کی بیوی ازطونیا نے خادمہ آطو کو پردے کے پیچھے چھپا رکھا تھا۔ ازطونیا کا خیال تھا کہ اگر آطو اس کی حقیقت سے واقف ہو جائے گی تو ننھے ہرمقس کا زیادہ اچھی طرح خیال رکھ سکے گی..... اور دل و جان سے اس کی حفاظت کرے گی..... یہ سچائی جان لینے کے بعد کہ ہرمقس مصر کا مستقبل کا فرعون ہے..... آطو کی نگاہوں میں اس کی اہمیت اور مرتبہ بڑھ جائے گا..... اور اس کی حفاظت کرنے کا جذبہ دوچند ہو جائے گا۔"

گو کہ آطو نے ازطونیا سے وعدہ کیا تھا کہ وہ تمام حقیقت جان لینے کے بعد تاحیات اس راز میں کسی اور کو شامل نہ کرے گی..... مگر عورت ذات کے لیے یہ مثل مشہور ہے کہ "دنیا بھر میں ایسی کوئی قسم موجود نہیں، جو عورت کے سینے میں چھپے راز کو مدفون کر سکے..... اور اس کے ہونٹوں پر خاموشی کی مہر لگا سکے۔"

ہرمقس کی ماں ازطونیا کے مرنے کے بعد انا آطو کی بیٹی سبیتا ہرمقس کی انّا مقرر ہوئی..... مگر انا آطو از خود ہر وقت ہرمقس کی دیکھ بھال اور خبر گیری کے لیے موجود رہتی تھی۔ ہرمقس کی حقیقت جان لینے کے بعد اس کی نگاہوں میں اس کے مقام اور اہمیت میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ سبیتا کا خود بھی ہرمقس کا ہم عمر بیٹا تھا، اسی لیے اگر وہ کبھی ہرمقس کے سلسلے میں کوئی لاپروائی یا کوتاہی کرتی تو انا آطو کا دل بہت کڑھتا تھا۔ کبھی تو اس کا دل چاہتا وہ سبیتا کو بھی اس راز میں شامل کر لے تاکہ اس کی نگاہوں میں ہرمقس کا مقام اجاگر ہو جائے..... مگر وہ خود کو اس امر سے روک لیتی۔

بوڑھی آطو نے سال ڈیڑھ سال تک اس راز کے بھاری بوجھ کو اپنے سینے میں دبائے رکھا مگر پھر ایک دن اس نے سوچا کہ بڑھاپے کی وجہ سے وہ کسی وقت بھی اس دنیا سے رخصت ہو سکتی ہے۔ اگر وہ مر گئی تو راز اس کے ساتھ ہی قبر میں چلا جائے گا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ سبیتا کو اس راز میں شامل کرے گی تو وہ اس کا زیادہ خیال رکھے گی۔ جب اسے پتہ چل جائے گا کہ یہ بچہ مصر کے قدیم فرعونوں کی آخری نشانی ہے اور جوان ہونے پر وہ یونانیوں کو مصر سے نکال بھگائے گا اور حکومت پھر قدیم فرعونوں کے ہاتھ میں آجائے گی..... اور ہرمقس ان کا پہلا بادشاہ ہوگا..... تو وہ ہرمقس کی زیادہ خدمت کرے گی اور اسے دشمنوں سے محفوظ رکھنے کی حتی الوسع کوشش کرے گی۔

آطو نے اس مسئلے پر کئی روز تک غور کیا۔ پھر اس نتیجہ پر پہنچی کہ بیٹی سبیتا کو اس راز سے باخبر کرنے میں ہی شہزادہ ہرمقس کی بھلائی ہے۔ سو، عورت کی فطری کمزوری سے مغلوب ہو کر یا پھر ہرمقس کی بھلائی کے خیال سے آخر کار اس نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ یہ راز اپنی بیٹی کو بتا دے گی۔

اب سوال یہ تھا کہ بوڑھی آطو اپنی بیٹی کو یہ راز کس وقت اور کس طرح بتائے۔ خانقاہ میں جہاں یہ لوگ رہتے تھے، وہاں عبادت کے لیے آنے

allurdubpdfnovels.blogspot.com

والے لوگوں کا مجمع لگا رہتا تھا۔ گھر میں عموماً سبیتا بچوں کے ساتھ یا گھر کے کام میں الجھی رہتی تھی اور ایسے میں اس کا مزاج سخت چڑچڑا ہو رہا تھا اور وہ کوئی بھی سنجیدہ بات سننے کے موڈ میں نہیں ہوتی تھی۔

سبیتا کا شوہر خرطون ایک سنگ تراش تھا۔ اس زمانے میں پہاڑوں کو کھود کھود کر مقبرے بنائے جاتے تھے اور یہ سنگ تراش ان مقبروں میں مصر کے مقدس دیوتاؤں کی تصویریں بنایا کرتا تھا۔ وہ پہاڑ جہاں آج کل خرطوم کا کام چل رہا تھا ابوطیس سے کچھ زیادہ دور نہیں تھا۔ اسی لیے سبیتا اکثر دوپہر کے وقت کھانا لے کر اس کے پاس چلی جاتی تھی۔

ایک روز وہ کھانا لے کر روانہ ہوئی تو اس کی ماں انا آطو بھی اس کے ساتھ چل دی۔ یہ راستہ بالکل سنسان اور ویران تھا۔ وہاں دور دور تک کوئی آدمی یا ذی نفس نظر نہ آتا تھا، اسی لیے آطو نے اس راستے کو اپنے دل میں چٹکیاں لیتے ہوئے راز کو اپنی بیٹی تک پہنچانے کے لیے منتخب کیا تھا۔ سو وہ اس وقت خاموشی سے سر جھکائے سوچوں میں گم سبیتا کے ساتھ آگے بڑھتی جا رہی تھی۔

یہ کوئی نئی بات نہیں تھی، وہ اکثر سبیتا کے ساتھ جاتی تھی البتہ نئی بات یہ تھی کہ وہ آج وہ بے خاموش اور سنجیدہ تھی اور اس کی خاموشی اور سنجیدگی سبیتا کو الجھن میں ڈال رہی تھی۔

''ماں! کیا بات ہے، تم آج اتنی چپ چپ کیوں ہو؟'' ایک جگہ رک کر اس نے سوال کیا۔

''کیونکہ..... میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔'' آطو نے سرگوشی بھرے لہجے میں کہا۔ ''تم غور سے میری بات سنو..... مگر وعدہ کرو کسی سے یہ بات کہو گی نہیں۔''

''ایسی کیا بات ہے ماں؟'' سبیتا ایک دم سے پریشان ہو گئی۔ ''مجھے جلد بتاؤ، میں سخت الجھن محسوس کر رہی ہوں۔''

''بیٹی میں اب تک یہی سوچتی رہی کہ تمہاری ذمے داریوں میں اضافہ نہ کروں مگر میں دیکھ رہی ہوں کہ بڑھاپا گھن کی طرح مجھے چاٹ رہا ہے..... اور موت تیز رفتار خنجر کی طرح میری طرف بڑھی چلی آ رہی ہے۔''

''ماں! کیسی بات کر رہی ہو، دیوتا تمہیں قیامت تک زندہ رکھیں۔'' سبیتا جلدی سے بولی۔ ''ایسی کون سی ذمے داری ہے..... جو تم مجھے سونپنا چاہتی ہو۔''

''ہرمقس کی ذمے داری۔'' آطو بنا کسی تمہید کے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے بولی۔

''اس کی ذمے داری تو میں پہلے ہی سے اٹھا رہی ہوں۔'' سبیتا نے قدرے حیرانی سے جواب دیا۔

''تم جانتی ہو ہرمقس کون ہے؟'' آطو نے سبیتا کے بے حد قریب ہوتے ہوئے سرگوشی میں سوال کیا۔

''کیا؟'' سبیتا کی حیرت میں اضافہ ہوا۔ ''بھلا یہ سوال تم مجھ سے کیوں پوچھ رہی ہو؟''

''کیونکہ میں جانتی ہوں..... کہ تم نہیں جانتی کہ ہرمقس کون ہے؟''

''ماں! کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ ہرمقس بڑے کاہن ایمنت کا بیٹا نہیں ہے؟'' سبیتا کی آواز میں حیرت اور بے یقینی ہلکورے لے رہی تھی۔

''وہ ایمنت کا بیٹا ضرور ہے..... مگر۔'' آطو نے چاروں طرف محتاط نظروں سے دیکھتے ہوئے حسب سابق سرگوشی کی۔ ''مگر وہ ایک شاہ زادہ ہے۔''

''شاہ زادہ؟'' سبیتا نے حیرت بھرے لہجے میں دہرایا۔ ''تم اسی ہرمقس کی بات کر رہی ہو نا..... جس کی میں انا ہوں.....؟''

''ہاں..... وہی ہرمقس..... جس کی تم انا ہو..... وہ ایک شاہ زادہ ہے..... مصر کے مستقبل کا فرعون..... ہرمقس فرعونوں کے خاندان کا آخری شاہزادہ ہے..... جس کے فرعون ہونے کی پیش گوئی مقدر کی دیوی حاسور نے، ہرمقس کی ماں ازطونیا کی زبان سے اس کے مرنے کے چند لمحوں قبل دی تھی۔''

سبیتا آنکھیں کھولے، منہ پھاڑے حیرت سے ماں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''تم جانتی ہو، ازطونیا نے دیوی حاسور کے حکم سے عالم سکرات میں یہ پیش گوئی کی تھی کہ ہرمقس مصر کے موجودہ بادشاہ بطلیموس کو مصر سے مار بھگائے گا اور مصر کا تخت و تاج بحیثیت فرعون مصر خود سنبھال لے گا۔''

سبیتا کی حیرت بدستور برقرار تھی۔ اب بھی اس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا تھا۔ وہ مسلسل بے یقین نظروں سے ماں کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔

''میں نے ازطونیا سے وعدہ کیا تھا کہ یہ راز کسی کو نہیں بتاؤں گی۔'' آطو نے چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد بات آگے بڑھائی..... ''مگر اب جبکہ میں خود کو موت سے قریب تر پاتی ہوں، میں نے مناسب سمجھا کہ تمہیں یہ راز بتا دوں، تاکہ تم میری موت کے بعد، اسے کاہن کا عام بچہ سمجھ کر اس کی

allurdupdfnovels.blogspot.com

پرورش میں کوئی کوتاہی نہ کر بیٹھو..... وہ عام بچہ نہیں ہے..... وہ مصر کے مستقبل کا تاجدار ہے..... اسے دشمنوں کی نظروں سے بچائے رکھنا اب تمہاری ذمے داری ہے۔"

"کیا واقعی ماں! تم جو کہہ رہی ہو..... یہ درست ہے؟" کئی لمحوں بعد سبیتا نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے، گھٹی گھٹی آواز میں سوال کیا۔

"ہاں، میری بچی، اب اس شاہزادے کے شایان شان پرورش اور حفاظت تمہارا کام ہے..... مجھے یقین ہے یہ سب جان لینے کے بعد تم زیادہ بہتر طور پر اس کی دیکھ بھال کر سکو گی..... مگر ایک بات یاد رکھنا..... اس راز کو ہمیشہ اپنے سینے میں چھپا کر رکھنا..... اگر بطلیموس کو اس کی بھنک بھی مل گئی..... تو وہ اپنے سپاہیوں کو بھیج کر اسے موت کے گھاٹ اتار دے گا۔"

"دیوتا نہ کرے ماں، جو کبھی ایسا ہو۔" سبیتا نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ "تم مجھ پر یقین رکھو..... میں یہ بات کسی اور تک ہرگز نہ پہنچنے دوں گی..... خیر..... اب جلدی چلو..... میرا خاوند خرطون..... کھانے کا انتظار کر رہا ہوگا۔"



"آج تو بہت دیر کر دی۔" ان دونوں پر نظر پڑتے ہی خرطون نے سوال کیا۔

"ہاں، آج ہم ذرا راستے میں ایک جگہ ستانے کے لیے بیٹھ گئی تھیں۔" آطو نے داماد کے سوال کا جواب دیا اور ٹہلتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی، جبکہ سبیتا خاوند کے قریب بیٹھ کر اس کے سامنے کھانا لگانے لگی۔

جب تک خرطون کھانا کھاتا رہا، وہ گم صم سی پہاڑوں کی اور تکتی رہی۔ جب سے آطو کی زبانی اس تک یہ راز پہنچا تھا۔ اس کی عجیب ہی حالت ہو گئی تھی۔ سینے پر ایک بوجھ سا آ پڑا تھا جبکہ اس کی ماں آطو کی کیفیت اس سے بالکل برعکس تھی۔ دل کا بوجھ اتار کر وہ خود کو بے حد ہلکا محسوس کر رہی تھی۔

خرطون نے بیوی کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے سوال کیا۔

"کیا بات ہے سبیتا تم آج بہت چپ چپ ہو..... سب ٹھیک ٹھاک تو ہے نا..... کہیں ہمارا بچہ اپسیف بیمار تو نہیں ہے۔"

"نہیں سب ٹھیک ہے۔" سبیتا نے کھانے کے خالی برتن سمیٹتے ہوئے رُکھائی سے جواب دیا اور واپسی کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

سنگتراش خرطون بیوی کے اُکھڑے اُکھڑے روّیے اور ضرورت سے زیادہ خاموشی کے باعث پریشان ہو گیا تھا۔ اس کا دل کام سے اچاٹ ہو گیا۔ سو اس نے گھر جانے کا فیصلہ کیا اور سامان سمیٹ کر ایک جانب رکھ کر وہ گھر کے لیے روانہ ہو گیا۔

خرطون کی بیوی سبیتا اس کی بے وقت آمد پر خوش ہو گئی۔ وہ اپنے کام میں اتنا مصروف رہتا تھا کہ ہفتوں مہینوں کے بعد ہی ایک آدھ دن کے لیے ابوطیس آتا تھا جہاں بڑے کاہن ایمنت نے آطو اور سبیتا کو رہنے کے لیے دو کمرے دے رکھے تھے۔

گھر میں بھی خرطون نے یہ بات شدت سے محسوس کی کہ بچوں کی دیکھ بھال اور گھر کے کام کاج میں مصروف رہنے کے باوجود سبیتا کچھ کھوئی کھوئی اور ہراساں سی ہے۔ رات کے کھانے کے بعد جب وہ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے بیوی کا ہاتھ پکڑ کر سوال کیا۔ "کیا بات ہے سبیتا! تم مجھے آج دوپہر سے بے حد خاموش اور کسی قدر پریشان دکھائی دے رہی ہو؟"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" سبیتا نے حیران لہجے میں جواب دیا۔ "بھلا تمہیں کیسے اندازہ ہوا..... کہ میں۔"

"مجھے بتاؤ معاملہ کیا ہے؟" سنگتراش نے رسان بھرے لہجے میں پوچھا۔ "میں تمہارا شوہر ہوں۔ تمہارے ساتھ دکھ سکھ کا ساتھی..... تمہارے ہر راز کا شریک۔"

"راز!" سبیتا لرز کر رہ گئی۔ "تمہیں کیسے اندازہ ہوا کہ میرے سینے میں کوئی راز ہے۔"

"راز؟" اب خرطون کے حیران ہونے کی باری تھی۔ "بھلا تمہارے سینے میں کیا راز ہو سکتا ہے؟"

اس کے مشکوک لہجے کو محسوس کرتے ہوئے سبیتا جلدی سے بولی۔ "تم کچھ غلط مت سمجھنا یہ بالکل الگ ہی اور انوکھا راز ہے..... جو ماں نے مجھے بتایا ہے..... مگر ساتھ ہی اس نے مجھ سے یہ وعدہ بھی لیا تھا کہ میں کسی پر بھی یہ راز آشکار نہ کروں گی۔"

"وہ ایسا بھی کیا راز ہے۔" خرطون کے تجسس میں اضافہ ہو گیا۔ "اور میں کوئی غیر نہیں تمہارا شوہر ہوں..... تمہیں مجھ سے کچھ نہیں چھپانا چاہیے..... یقین کرو وہ راز ہمیشہ میرے سینے میں دفن رہے گا۔"

سبیتا نے سوچا کہ ماں نے موت آ جانے کے خیال سے یہ راز مجھے بتایا تھا۔ کل میں بھی تو مر سکتی ہوں..... پھر ہر مقس کی دیکھ بھال کون کرے گا..... نا جانے کاہن اسے کس خادمہ کے حوالے کرے اور وہ انجان عورت جانے اس سے کیا سلوک کرے تو کیا یہ بہتر ہوگا کہ وہ یہ بات اپنے

allurdundfnovels.blogspot.com

خاوند خرطون کو بتا دے کہ ہرمقس مصر کو، آزاد کروا کر نئے سرے سے فرعونوں کی حکومت قائم کرے گا کیونکہ دیوی حاسور نے ازطونیا کی زبان سے یہی پیش گوئی کروائی تھی۔

اس کے ان خیالات کے پیچھے کس حد تک خلوص کا ہاتھ تھا یا عورت ہونے کے ناتے یہ راز اس سے چھپائے نہیں چھپ رہا تھا اور کسی پر یہ راز افشا کرنے کے لیے وہ بے چین ہو رہی تھی۔ سو اس نے اپنے شوہر کو اس راز میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

''میں تمہیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔'' اس نے خواب کے سے لہجے میں کہا۔ ''مگر پہلے تم کمرے کی کھڑکی اور دروازے بند کر دو..... اور مجھ سے وعدہ کرو کہ تم یہ بات کبھی بھی کسی کو نہیں بتاؤ گے۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں۔'' خرطون نے کھڑکی اور دروازہ بند کر کے اس کے قریب آتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ ''اب بتاؤ معاملہ کیا ہے؟''

''تم جانتے ہو ہرمقس کون ہے؟'' سبیتا نے شوہر کے کان کے قریب منہ لا کر سرگوشی میں پوچھا۔ ''یہ مت کہنا کہ وہ بڑے کاہن ایمنت کا بیٹا ہے..... وہ تو ہے..... سب جانتے ہیں۔ مگر اس کے علاوہ..... وہ فرعونوں کے خاندان کا آخری چشم و چراغ بھی ہے۔''

''کیا اوٹ پٹانگ بول رہی ہو..... میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا؟'' سنگتراش خرطوم کسی قدر جز بز ہوتا ہوا بولا۔

''ہاں میں سچ کہہ رہی ہوں۔'' سبیتا نے پُر یقین لہجے میں سرگوشی کی۔ ''ہرمقس بڑا ہو کر بطلیموس کو نکال باہر کرے گا اور خود فرعون مصر بن جائے گا۔''

''کیا؟'' خرطون نے چونک کر بیوی کے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھا۔ صاف ظاہر تھا وہ جھوٹ نہیں بول رہی تھی۔ پھر بھی اس نے یقین دہانی چاہی۔ ''کیا تم سچ کہہ رہی ہو؟''

''ہاں میرے پیارے شوہر..... میں تم سے جھوٹ کیوں بولوں گی..... مگر تم نے وعدہ کیا ہے یہ راز کسی کو نہیں بتاؤ گے..... اگر میری ماں مر جائے اور میں بھی مر جاؤں تو تم ہرمقس کی حفاظت کرنا..... اپنے بیٹے سے بھی زیادہ..... کیونکہ ہرمقس ہمارا بادشاہ ہے..... وہ ہم مصریوں کا نجات دہندہ ہے۔''

سنگتراش خرطون سبیتا کی زبانی یہ سچائی سن کر گم صم ہو گیا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ دو سالہ بچہ، جو اس کے گھر میں پرورش پا رہا تھا..... مصر کا ہونے والا بادشاہ ہے۔

وہ تیزی سے اٹھا اور دروازہ کھول کر دوسرے کمرے کی طرف چلا گیا۔ جہاں ہرمقس، اس کے بیٹے ابسیف کے ساتھ لیٹا ہوا تھا۔ وہ چند لمحوں تک اس کے دلکش چہرے اور روشن پیشانی کی طرف دیکھتا رہا..... اور دھیرے دھیرے اسے یقین آ گیا کہ سبیتا نے جو کچھ کہا ہے..... حرف بہ حرف سچ ہے۔

اور اگلی شام جب وہ ابوطیس کے اکلوتے شراب خانے میں بیٹھا جام و سبو سے لطف اندوز ہو رہا تھا، تب اس کے دل و دماغ میں یہی سچائی ہلچل مچائے ہوئے تھی۔ تب ہی ایک سپاہی اس کی میز پر آ بیٹھا۔

''آپ غالباً شاہی سپاہی ہیں۔'' خرطوم نے اس کی پرشکوہ وردی کی طرف ستائش بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے برسبیل تذکرہ سوال کیا۔

''ہاں! میں ایطس بطلیموس کے خاص دستے میں شامل ہوں۔'' سپاہی نے اپنے کاندھے پر لگے ہوئے سنہری بکلو کو فخریہ انداز میں دیکھتے ہوئے قدرے متکبرانہ لہجے میں جواب دیا۔ ''معاف کرنا کوئی اور میز خالی نہ پا کر میں تمہارے ساتھ آ بیٹھا..... میرے اس طرح بیٹھنے سے..... تمہیں کوئی اُلجھن تو نہیں ہو رہی۔''

''ایک اُلجھن تو ہے۔'' خرطوم نے مٹی کا کلھڑ جس میں سرخ شراب صہبا بھری ہوئی تھی، ہونٹوں سے لگاتے ہوئے مضطرب لہجے میں کہا۔ ''ابھی تم نے جس کا نام لیا..... ایطس بطلیموس..... جانتے ہو..... بہت جلد اس کا تختہ الٹنے والا ہے۔''

''کیا بکتے ہو!'' سپاہی ڈپٹ کر بولا۔ ''جانتے بھی ہو تم شاہِ مصر کے بارے میں بات کر رہے ہو.....؟''

''بہت جلد..... ہرمقس..... اس شاہ مصر کو مار بھگائے گا..... اور مصر کے تخت پر فرعون بن کر براجمان ہو جائے گا..... جانتے ہو ہرمقس کون ہے؟'' خرطون نے نشے سے لڑکھڑاتی زبان میں سوال کیا اور خود ہی سپاہی کی جانب جھک کر سرگوشی میں نہایت رازدارانہ انداز میں ہرمقس کے بارے میں اسے بتانے لگا۔

ساری بات سنتے ہی سپاہی ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اب اسے جلد از جلد یہ راز بادشاہ تک پہنچانا تھا۔



allurdupdfnovels.blogspot.com

بحیرۂ روم کے کنارے پُرشکوہ انداز میں سراونچا کیے کھڑے قصرِ شاہی کے پچھلی جانب واقع سبزہ زاروں میں اس وقت شام کے سرمئی سائے ہر سو بکھرتے جا رہے تھے۔ لکڑی کے چوکور کھمبوں سے لٹکتے سونے اور چاندی کے پنجروں میں پرندے چہچہا رہے تھے۔ گھنے درختوں کی اونچی شاخوں پر بیٹھے طیور اپنی بولیاں بول رہے تھے..... فضا میں ان پرندوں کی خوش گلوئی کے ساتھ حدِ نگاہ تک کھلے رنگ برنگے پھولوں کی خوشبو بھی بکھری ہوئی تھی۔

اس وقت عظیم کاہنہ طوطیا کلیدس ننھی شاہزادی قلوپطرہ اور کوئی درجن بھر خادماؤں کے ساتھ پائیں باغ کی سیر کو آئی ہوئی تھی۔ آج کل قلوپطرہ کا سارا ہی وقت کاہنہ کے ساتھ گزرتا تھا کیونکہ اس کی ماں ملکہ تھروسیا ایک بار پھر ماں بننے والی تھی..... اور نئے بچے کی آمد کے عمل نے اسے خاصا چڑچڑا اور بدمزاج بنا دیا تھا۔

الیطس بطلیموس ایک بار پھر باپ بننے کی خبر سن کر بے حد خوش تھا اور اب کے وہ بیٹے کی توقع کر رہا تھا۔ اس کے تینوں دست راست وزیرِ اعظم پوتھی نوس، سپہ سالار ایکیلاس اور مشیرِ خاص تھیوڈوٹس بھی اس بار شاہزادے کی آمد کے لیے دعا گو تھے کیونکہ وہ تینوں کسی بھی طرح اس بات کے لیے رضامند نہ تھے کہ مصر کی عظیم سلطنت پر ایک کمزور عورت حکمرانی کرے۔

لیکن الیطس بطلیموس مروجہ قانون کے تحت قلوپطرہ کی حکومت کے ہی حق میں تھا۔ وہ ہر لمحہ اپنی چہیتی بیٹی کی زندگی اور سلامتی کی طرف سے فکرمند رہتا تھا۔ کاہنہ نے اسے بتایا تھا کہ قلوپطرہ کی پیدائش کے وقت مصر کے کسی دور افتادہ مقام پر، ایک اور بچہ تولد ہوا تھا..... جو قلوپطرہ کی موت کا باعث ہو سکتا تھا۔

دو سال بیت گئے تھے۔ بادشاہ نے مصر کے طول و عرض میں اپنے سپاہی پھیلا دیئے تھے مگر اب تک اس انجان دشمن کا کچھ پتہ نہ چل سکا تھا.....

شام کے ان سرمئی سایوں کی اوٹ سے شاہ بطلیموس اپنی کشادہ بالکونی میں کھڑا..... سامنے حدِ نگاہ تک پھیلے پائیں باغ کی سمت دیکھ رہا تھا..... جہاں کاہنہ طوطیا..... ننھی شاہزادی قلوپطرہ کے ساتھ شام کی سیر میں مصروف تھی۔ دو سالہ ننھی شاہزادی کا حسین چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اور اس کی نرم مشکبار سرخی مائل سنہری زلفیں ہوا کے نرم جھونکوں میں دھیرے دھیرے اڑتی، بڑی بھلی دکھائی دے رہی تھیں۔ جوں جوں قلوپطرہ کی عمر بڑھ رہی تھی، اسی طرح اس کی دلکشی اور رعنائی میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

تب ہی ایک خادمہ نے اس کے قریب آ کر اطلاع دی۔ ”بادشاہ سلامت! دور افتادہ پہاڑی علاقے ابوطیس سے ایک سپاہی ابھی ابھی یہاں پہنچا ہے اور وہ فوری طور پر باریابی کا خواستگار ہے..... کہتا ہے کہ اس کے پاس ایک اہم خبر ہے۔“

”اہم خبر۔“ کا ذکر سن کر بادشاہ کے کان کھڑے ہو گئے۔ اس نے سوچتی ہوئی نگاہوں سے خادمہ کی طرف دیکھتے ہوئے حکم دیا۔ ”اس سپاہی کو فوری طور پر ہمارے حضور پیش کیا جائے۔“

”جو حکم بادشاہ سلامت۔“ خادمہ نے سر جھکا کر گھٹنوں کو خم دیا اور تیزی سے باہر کی طرف لپک گئی۔

چند لمحوں بعد ہی ابوطیس سے آنے والا وہ سپاہی بادشاہ کے حضور سر جھکائے کھڑا ایک اہم خبر اس کے گوش گزار کر رہا تھا۔

”کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟“ بادشاہ نے دھڑکتے دل سے سوال کیا۔

”جی عالی شاہ! آپ کے حضور میں جھوٹ بولنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔“ سپاہی نے مؤدبانہ مگر پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ ”مجھے سنگتراش خرطون نے یہ بات بتائی ہے کہ جس وقت ابوطیس میں واقع سطی کی خانقاہ کے بڑے کاہن ایمنت کی بیوی ازطونیا سکرات کے عالم میں تھی تو اس نے تقدیر کی دیوی حاسور کے حکم سے پیش گوئی کی کہ کاہن کا بیٹا ہرمقس جوان ہو کر یونانیوں اور بطلیموس کو اسکندریا کی پاک سرزمین سے نکال باہر کرے گا اور خود مصر کا فرعون بن جائے گا۔“

”ہونہہ۔“ بادشاہ نے خونخوار انداز میں ہنکارا بھرا۔ ”اس بدبخت کی اس وقت عمر کتنی ہے؟“

”یہی کوئی دو اور تین سال کے درمیان۔“ سپاہی نے جواب دیا۔

بطلیموس اسی وقت اپنے خاص کمرے میں چلا گیا اور اس نے کمرے کے سارے دریچے اور دروازے سختی سے بند کروا دیئے۔ بظاہر وہ مصری دیوی دیوتاؤں کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر کوئی حقیقی خدا ہے تو وہ سلطنت روما کا ایوان حکومت ہے۔ جسے میں مانتا اور سجدہ کرتا ہوں۔ باقی سب دیوی دیوتا جھوٹے ہیں..... وہ تقدیر کی دیوی حاسور کا بھی مذاق اڑایا کرتا تھا..... مگر حقیقت میں وہ مصری دیوی دیوتاؤں سے بہت ڈرتا تھا اور راتوں کو اکثر گھبرا کر اٹھ بیٹھتا تھا اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے مصری دیوتاؤں سے معافی مانگا کرتا تھا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا کہ جب الیطس کے خلاف مصر کے کسی حصے میں بغاوت پھوٹ پڑتی تو وہ فوراً مصر کی عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں بیش

allurdupdfnovels.blogspot.com

قیمت تحائف بھجواتا اور کاہنوں سے اپنے حق میں دعا کرواتا۔

ہرمقس کا نام و پتہ ملتے ہی اس نے اپنے خاص کمرے میں پہنچ کر فوری طور پر اپنے خاص یونانی محافظ دستے کے افسر اعلیٰ کو طلب کیا۔ اس کا یہ دستہ مصری دیوی دیوتاؤں سے شدید نفرت کرتا تھا اور الیطس جب بھی مصری خانقاہوں کے خلاف کوئی حکم نافذ کرتا تو اس کی تعمیل اسی دستے کے سپرد کی جاتی تھی۔ یہ دستہ بے خوف اور بے دھڑک مصری خانقاہوں اور عبادت گاہوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا۔

''چند طاقتور اور مضبوط دل، سواروں کو ابوطیس روانہ کر دو۔'' شاہِ بطلیموس نے دستے کے افسر اعلیٰ سے کہا۔ ''خانقاہ سطی کے بڑے کاہن کا نام ایمنت ہے۔ اس کا دو اڑھائی سال کا ایک بیٹا ہے، جو ہرمقس کے نام سے پکارا جاتا ہے..... ہمیں ہر قیمت پر جلد از جلد ہرمقس کا سر چاہیے۔''

افسر اعلیٰ نے شاہ مصر کے حکم کے مطابق چند بے مثال سواروں کو منتخب کر کے ہرمقس کا سر لانے کے لیے روانہ کر دیا۔

❀✪❀

ابوطیس کا علاقہ اسکندریا کے جنوب میں واقع تھا۔ یونانی سوار دریائے نیل کے کنارے کنارے ابوطیس روانہ ہوئے۔ مگر انہیں راستے میں انگنت پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ شاہی دستے کے سوار تمام کے تمام یونانی تھے، اس لیے مصر کے مقامی لوگ ان سے کسی بھی طرح کا تعاون کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ انہیں سفر میں اپنے قیام وطعام اور اپنے گھوڑوں کے لیے چارہ اور پانی کا انتظام کرنے میں بھی بڑی دقت پیش آ رہی تھی۔

مقامی لوگوں کے لیے یہ خبر پریشان کن تھی کہ کچھ سوار ابوطیس جا رہے تھے۔ انہیں یہ فکر دامن گیر تھی کہ بھلا یہ یونانی سپاہی ابوطیس جیسے مصریوں کے متبرک علاقے کہ جہاں سطی کی خانقاہ تھی، آخر کیوں جا رہے تھے؟

مصر کے بطلیموس بادشاہوں نے مصریوں کے کئی معبدوں اور خانقاہوں کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ اسی لیے اس دستے کو دیکھ کر لوگوں کے ذہن میں یہی خیال آیا تھا کہ ہو نہ ہو یہ لوگ بھی سطی کی خانقاہ کو تاراج کرنے جا رہے ہیں۔ اسی لیے وہ ان سپاہیوں سے تعاون نہیں کر رہے تھے۔

سپاہیوں نے کئی جگہ مصریوں پر سختی بھی کی تھی۔ وہ خود بھی خوفزدہ تھے کہ اگر انہوں نے اور زیادہ سختی کی تو مقامی لوگ الٹا انہیں ہی کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔

ان سواروں میں ایک سپاہی افتوطاس نامی بھی تھا۔ وہ بہت خوفزدہ تھا اور اکثر ناراض لہجے میں اپنے سردار سے شکایت کرتا رہتا تھا۔

''آخر بادشاہ نے اس سپاہی کو ہمارے ہمراہ کیوں نہ کر دیا، جو ابوطیس سے یہ خبر لے کر اس کے پاس پہنچا تھا۔ کم از کم ہمیں راستے میں اتنی پریشانی تو نہ اٹھانی پڑتی۔''

اس دوپہر وہ سپاہی شراب لینے، شراب خانے گیا تھا اور بالکل چھوٹی سی بات پر، اس کا شراب خانے کی مالکن سے جھگڑا ہو گیا تھا۔

''تو اپنے آپ کو کیا سمجھتا ہے..... تیرا سر دھڑ سے جدا کرنے کے لیے میں کافی ہوں۔'' شراب خانے کی موٹی اور بدہیئت مالکن نے غصے سے چیختے ہوئے کہا اور وہ سپاہی انتقامی کارروائی کے طور پر شراب کا ایک چھوٹا مٹکا اُٹھا کر بِنا قیمت دیئے، اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔ وہ آج ایک مقامی مصری کی بیٹھک میں ٹھہرے ہوئے تھے۔

افتوطاس کھانا کھا کر سونے کے لیے لیٹ گیا۔ مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اس کے کانوں میں شراب خانے کی موٹی مالکن کی غصیلی آواز گونج رہی تھی اور اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ مرد یا عورت آ کر اسے سوتے میں قتل نہ کر دے۔ خوف کے اس احساس کو زائل کرنے کے لیے وہ شراب کا مٹکا لے کر بیٹھ گیا اور کلھڑ پر چڑھانے لگا یہاں تک کہ ساری شراب پی گیا۔

اچانک افتوطاس سپاہی نے نشے کی حالت میں زور زور سے بڑبڑانا شروع کر دیا۔ وہ نشے میں بری طرح دھت تھا۔ اس کے قدم بہک رہے تھے اور زبان لڑکھڑا رہی تھی۔ مگر وہ مسلسل بولے جا رہا تھا۔

''ہمیں مصر کے شاہِ بطلیموس نے حکم دیا ہے کہ ہم ابوطیس جائیں اور وہاں سطی کے بڑے کاہن ایمنت کے نوعمر بیٹے ہرمقس کو قتل کر دیں..... کیونکہ..... یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ وہ جوان ہو کر مصر کے بطلیموس حکمرانوں کو تخت سے اتار دے گا..... اور تمام یونانیوں کو مصر سے مار بھگائے گا..... اور خود مصر کا فرعون بن جائے گا۔

وہ مقامی مصری، کہ جس کی بیٹھک میں اس وقت یہ یونانی سوار موجود تھے۔ ہرمقس کی مرنے والی ماں ازطونیا کا دور پرے کا رشتے دار تھا اور ہرمقس کے بارے میں فرعون ہونے کی پیش گوئی سے واقف تھا۔ جب اس نے شرابی سپاہی کی بڑبڑاہٹ سنی تو اس کے کان کھڑے ہو گئے..... وہ چپکے سے گھر سے نکلا اور باہر آ کر ابوطیس کی جانب سرپٹ دوڑ پڑا۔

ابوطیس وہاں سے صرف ایک گھنٹے کے فاصلے پر تھا۔ اگر شاہی سواروں کو ابوطیس کا صحیح پتا مل گیا ہوتا تو وہ اب تک وہاں پہنچ چکے ہوتے۔ مگر مقامی

allurdupdfnovels.blogspot.com

مصری انہیں صحیح راستہ بتانے میں ٹال مٹول کر رہے تھے، اسی لیے ابوطیس کے اس قدر قریب ہونے کے باوجود، وہ ابھی تک وہاں نہیں پہنچ سکے تھے۔

ہرمقس کی ماں کا وہ عزیز ہانپتا کانپتا سیدھا خانقاہ سطی میں ہرمقس کے باپ کاہن ایمنت کے کمرے میں پہنچا، مگر اسے کمرے میں نہ پا کر وہ گھبرایا ہوا، ایمنت کو تلاش کرتا، بوڑھی انّا آطو کے کمرے میں پہنچ گیا۔ آطو نے اسے اس قدر متوحش دیکھا تو خود بھی گھبرا گئی۔

''جلد بتا! تو اس قدر گھبرایا ہوا کیوں ہے؟''

آنے والے نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان بتایا۔ ''آطو خالہ! جلد کوئی انتظام کرو، شاہی سوار ہرمقس کو قتل کرنے کے لیے بس پہنچا ہی چاہتے ہیں..... خدا جانے ہرمقس کا راز ان تک کیسے پہنچا۔''

بوڑھی آطو یہ خبر سن کر سُن رہ گئی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کرے تو کیا کرے اور قاتل سپاہیوں سے ہرمقس کو چھپائے تو کہاں چھپائے؟ کیونکہ خانقاہ کے اس حصے میں کل چار کمرے تھے اور باہر جانے کے لیے تمام کمروں کا ایک ہی راستہ تھا۔ اگر وہ ہرمقس کو کسی کمرے یا تہہ خانے میں چھپاتی یا لے کر کہیں فرار ہو جاتی، تو بھی قرین قیاس یہی تھا کہ شاہی سپاہی کچھ ہی دیر میں ہرمقس کو تلاش کر کے قتل کر دیتے۔

''اب کیا کیا جائے؟'' آطو بے بسی سے ہاتھ ملتے ہوئے ننھے ہرمقس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس نے یہ راز اپنی بیٹی پر آشکار کیا تھا اور اب اسے یقین تھا کہ اس کی بیٹی نے ضرور یہ راز کسی اور سے کہا ہے۔ تب ہی یہ راز طشت از بام ہوا۔ اسے اس وقت اپنی بے وقوفی پر سخت رنج ہو رہا تھا اور وہ محسوس کر رہی تھی کہ ہرمقس کی اگر جان گئی تو اس کی ذمے دار صرف اور صرف وہی ہوگی۔

تب ہی اس کا نواسہ ابیسیف روتا ہوا، اس کے قریب چلا آیا۔ غالباً وہ باہر مٹی میں کھیل رہا تھا۔ کچھ مٹی اس کی آنکھوں میں چلی گئی تھی، جس کے باعث وہ روتا ہوا نانی کے پاس چلا آیا تھا۔ اس وقت گھر میں ہرمقس کے علاوہ اس کی نانی آطو ہی موجود تھی۔ اس کی ماں سبیتا اس کے باپ خرطون کو کھانا کھلانے پہاڑوں میں گئی ہوئی تھی۔

ابیسیف کو دیکھتے ہی انّا آطو کے دماغ میں ایک خیال بجلی کی طرح کوند گیا۔ ہرمقس سے وفاداری اور اس کی ماں ازطونیا سے وعدہ نباہنے کے عہدہ کو پورا کرنے کا یہی وقت تھا۔ سو اس نے اپنی غلطی کا ازالہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ فوری طور پر اپنے نواسے ابیسیف کو اٹھا کر دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے جلدی جلدی ہرمقس کے کپڑے اتار کر اپنے نواسے اور نواسے کے مٹی میں لتھڑے میلے کچیلے کپڑے ہرمقس کو پہنا دیئے۔ ہرمقس کے دمکتے چہرے کی رعنائی کم کرنے کی خاطر اس نے اس کے چہرے پر مٹی مل دی جبکہ اپنے نواسے ابیسیف کا چہرہ دھو کر صاف ستھرا کر دیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر اپنے نواسے کو گود میں بھر کر دوبارہ باہر والے کمرے میں آ گئی جبکہ ننھے ہرمقس کو اس نے وہیں دروازے کے باہر مٹی میں کھیلنے کے لیے چھوڑ دیا۔

خبر لانے والا مصری واپس جا چکا تھا۔ اب کمرے میں صرف آطو اپنے نواسے ابیسیف کے ساتھ موجود تھی۔

کچھ ہی دیر بعد وہ مسلح سپاہی بیرونی دروازے پر نمودار ہوئے، پہلے انہوں نے مٹی میں کھیلتے میلے کچیلے کپڑوں میں ملبوس ہرمقس کی طرف دیکھا۔ پھر وہ کمرے میں داخل ہوئے۔

کیا خانقاہ سطی کے بڑے کاہن ایمنت کا گھر یہی ہے؟'' اس میں سے ایک نے درشت لہجے میں آطو سے سوال کیا۔

''جج..... جی۔'' آطو نے گھبرانے کی بھرپور اداکاری کی اور اپنے نواسے کو، جو اس وقت صاف ستھرے قیمتی لباس میں تھا، سینے کے ساتھ زور سے بھینچ لیا۔

''تم کون ہو؟ اور یہ بچہ کون ہے؟'' دوسرے سپاہی نے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''میں کاہن اعظم ایمنت کی خادمہ ہوں..... ان کے بیٹے ہرمقس کی دیکھ بھال کرتی ہوں۔'' آطو نے اپنے نواسے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

''اور وہ بچہ کون ہے؟'' سپاہی نے کھلے دروازے کے اس پار مٹی میں بیٹھے ہرمقس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

''وہ میرا نواسہ ابیسیف ہے۔'' آطو نے سرسری سے لہجے میں جواب دیا اور دوبارہ اپنے گود میں موجود بچے کی طرف متوجہ ہو گئی۔

''عجیب عورت ہو..... اپنے نواسے کو مٹی میں ڈال رکھا ہے اور دوسرے کے بچے کو گود میں سنبھالے بیٹھی ہو۔'' ہرمقس کا نام سنتے ہی دونوں

allurdupdfnovels.blogspot.com

سپاہیوں کی آنکھیں چمک اٹھی تھیں۔ وہ ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے آطو سے مخاطب ہو کر بولے۔

"یہ بچہ۔" آطو نے اپنی گود میں بیٹھے بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے معنی خیز انداز میں سرگوشی میں کہا۔ "یہ کوئی عام بچہ نہیں ہے..... یہ ایمنت کا بیٹا ہے..... اس کا نام شاہزادہ ہرمقس ہے، یہ مصر کی آئندہ امیدوں کا مرکز ہے..... یہ بچہ بڑا ہو کر مصر کا فرعون بنے گا اور ہم تم سب پر حکومت کرے گا۔"

آطو کی یہ بات سن کر دونوں سپاہیوں کے چہرے سے خشونت چھلکنے لگی تھی..... ماتھے کی تیوریاں گہری ہو گئی تھیں۔ انہوں نے گھور کر بچے کی طرف دیکھا اور غصے میں اس کی جانب بڑھے۔

"کیا کرتے ہو؟" بوڑھی آطو نے ایک سپاہی کو تلوار سونتے دیکھ کر خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔ مگر سپاہی نے جواب دینے کے بجائے تلوار سے معصوم بچے پر ایسا وار کیا کہ اس کا سر تن سے جدا ہو کر دور جا گرا اس کا سر بریدہ تن بوڑھی نانی کی آغوش میں تڑپتا رہ گیا۔

دوسرے سپاہی نے ایک رومال نکال کر بچے کا سر اس میں باندھتے ہوئے آطو کو مخاطب کر کے کہا۔ "اے بدبخت بڑھیا! جب بڑا کاہن ایمنت آئے تو اسے بے سر کی یہ لاش دے دینا..... اور اس سے کہنا..... کہ اسے تم مصر کا فرعون بنانے کا خواب دیکھ رہے تھے..... اب اس کی سر بریدہ نعش کو دفن کر دو..... تمہارے خواب کی یہی تعبیر ہے۔"

❀✪❀

ایک روشن اور تابناک صبح طلوع ہو چکی تھی۔ اسکندریا کے نیلے آکاش پر خاور نوا اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ دمک رہا تھا۔ شمس شعلہ فگن کی ضوفشاں کرنوں میں بحیرۂ روم کا نیلگوں پانی گوہر آب دار کی طرح چمک رہا تھا۔ بیکراں سمندر کے ساحل بسیط پر سربلند و عالی شان قصر شاہی، دھوپ کی نرم تمازت میں مطمئن و مسرور انداز میں اونگھتا محسوس ہو رہا تھا۔ زرداری مائل خاکستری پتھروں سے تعمیر شدہ ذیشان قصر چمکتی دھوپ میں پکھراج کی طرح دمکتا دکھائی دے رہا تھا۔

قصر کی پہلی منزل کے آخری سرے پر واقع دربار کے بیضوی ہال میں اس وقت خوب رونق اور چہل پہل تھی۔ اونچے محرابی درّوں سے جھولتے حریری پردے نرم ہوا کے جھونکوں کے ساتھ ملائمت سے جھوم رہے تھے۔ کشادہ اور طویل فرش پر بیش قیمت دبیز مخملیں قالین بچھے تھے اور آخری سرے پر آبنوس کی لکڑی کے اونچے چبوترے پر چاندی اور مختلف جواہرات کی آمیزش سے تیار کردہ تخت شاہی رکھا ہوا تھا جس پر اس وقت شاہ مصر الیطس بطلیموس براجمان تھا۔ سامنے کی جانب داخلی دروازے تک درباری سر جھکائے مؤدب اور مستعد کھڑے تھے۔

الیطس بطلیموس نے گہرے نیلے اور سبز رنگ کے اشتراک سے بنا شاہانہ لباس زیب تن کیا ہوا تھا اور اس کے سر پر طلائی تاج جگمگا رہا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں شاہی عصا تھا۔ یہ خالص چاندی سے بنی تقریباً ڈیڑھ فٹ لمبی ایک چھڑی تھی..... جس کے آخری سرے پر خالص سونے میں ڈھلا، شیر کے سر کا مجسمہ تھا۔ شیر کا منہ کھلا ہوا تھا جس کے اندر سکے بیضوی، سچے موتیوں کے دانت جھانکتے دکھائی دے رہے تھے جبکہ زمرد کی ہلکی سبز آنکھیں دمکتی دکھائی دیتی تھیں۔

بادشاہ اس وقت اپنے دائیں ہاتھ میں چھڑی تھامے سر پر تاج دھرے باوقار انداز میں تخت شاہی پر جلوہ افروز تھا۔ اس کے سامنے یونانی فوجی دستے کا افسر اعلیٰ سر جھکائے کھڑا تھا۔ افسر کے پیچھے ایک سپاہی رومال میں اپسیف کا سر باندھے کھڑا تھا۔ جسے ان لوگوں نے ہرمقس سمجھ کر قتل کیا تھا اور اس وقت بھی اسے ہرمقس کا سر سمجھے، بادشاہ کے حضور پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئے تھے۔

اپنے معتبر ترین دستے کی کامیابی کی خبر سن کر الیطس کے باریک لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

"قلوپطرہ کو دربار میں پیش کیا جائے۔" اس نے اپنی دائیں جانب کھڑی خادمہ سے دھیمی آواز میں کہا اور چشم زدن میں خادمہ اپنی جگہ سے اٹھی اور اندرونی جانب کھلنے والے دروازے کے پیچھے جا کر گم ہو گئی۔ چند لمحوں بعد جب وہ دوبارہ دربار میں داخل ہوئی تو اس کے ساتھ ننھی شاہزادی قلوپطرہ بھی تھی۔

بادشاہ نے محبت بھرے انداز میں قلوپطرہ کو تھام کر اپنے قریب تخت پر بٹھا لیا تھا۔ پھر اس نے درباریوں کی طرف رخ کرتے ہوئے نسبتاً اونچی آواز میں کہا۔ "میرے معزز درباریو! تم اس ماہ لقا کو دیکھ رہے ہو، یہ میری محبوب اور چہیتی بیٹی ہے۔ کل کو یہ تخت، یہ تاج اور یہ حکومت سب اس کو مل جائے گی..... یہ مستقبل میں مصر کی حکمران ہو گی۔ مجھے عظیم کاہنہ نے بتایا تھا کہ جس پل یہ بچی پیدا ہوئی تھی، ٹھیک اسی لمحے ایک اور بچہ تولد ہوا تھا..... جو کل قلوپطرہ سے حکومت چھین کر اس کی موت کا باعث بھی بن سکتا تھا۔ مگر آفریں ہو میرے یونانی سپاہیوں پر، جنہوں نے شب و روز کی تگ و دو کے بعد آخر کار اس بدبخت بچے کو تلاش کر کے اس کا تن سے سر جدا کر دیا ہے۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

اس کے اشارے پر پیچھے کھڑے سپاہی نے تیزی سے رومال کھول کر تھاما سا سر بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ سر کی ادھ کھلی آنکھوں سے حیرت بھرے خوف کا پرتو جھانکتا محسوس ہو رہا تھا۔ ننھے سے چہرے پر اذیت کا ایک بے نام سا احساس منجمد ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے سیاہی مائل بھورے بال گردن سے نکلنے والے لہو میں تنے ہوئے تھے اور سپید لب ساکت و جامد تھے۔

الیطس نے ننھے سر کی طرف نفرت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے قلوپطرہ کو مخاطب کر کے کہا۔ ''میری لاڈلی بیٹی! تم اس حرماں نصیب سر کی جانب دیکھ رہی ہو، یہ تمہارا دشمن تھا، تم سے تخت و تاج چھین کر تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے کا آرزومند۔ ہم نے اسے ہمیشہ کی نیند سلا دیا ہے..... کوئی بھی جو تمہاری حکومت کا دشمن بنے گا، ہم اس کی جان کے دشمن بن جائیں گے..... اور اس کا اسی طرح کا انجام ہوگا۔''

بادشاہ کے ان اختتامی جملوں نے اس کے تینوں دانا و بینا بوڑھے مشیروں کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد سی لہر اتار دی تھی۔

''یہ سر، تاج پہننے کا خواہاں تھا۔'' بادشاہ نے نفرت سے سر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''یہ فرعون بننا چاہتا تھا..... اسے فرش پر رکھ کر ٹھوکروں سے اس کا سواگت کرو۔''

اس کا اشارہ پاتے ہی قریب کھڑی خادمہ سر کی جانب لپک پڑی تھی۔ سر کو ہاتھوں میں لے کر زمین پر رکھتے وقت اسے جھرجھری سی آ گئی تھی اور اس نے گہری نظروں سے سر کی طرف دیکھتے ہوئے زیرِ لب کہا تھا۔ ''مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس میں فرعون اسیرس کی روح حلول نہ کر جائے۔''

الیطس بطلیموس مصری فرعونوں کی روحوں سے بہت ڈرتا تھا۔ اس وقت اسیرس کی روح کے ذکر نے اسے خوفزدہ کر دیا تھا۔

اس نے ہاتھ کے اشارے سے دربار برخاست کرنے کا حکم دیا اور تمام دریچے اور دروازے بند کروا دیئے۔ اگلے ہی لمحے اس کے سامنے چاندی کی ایک گول تپائی پر ساغر و مینا سجا دیئے گئے تھے۔

تپائی کے کونے پر سونے کی ایک طشتری میں ایک چھوٹی بانسری بھی پڑی تھی۔ بادشاہ جب بہت غصے، پریشانی یا خوف کے عالم میں ہوتا تھا تو شراب نوشی کے ساتھ بانسری بجا کر اپنے جذبات کو پرسکون کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ سو اس وقت بھی اس نے اپنے حلق میں شراب انڈیلتے ہوئے بانسری بجانا شروع کر دی تھی۔

❀✪❀

چند ہی دنوں میں وہ ہرمقس کے قتل کا یہ حادثہ بھول چکا تھا۔

کاہنہ طوطیا کلیدس نے بھی اس واقعے کو بھلا دیا تھا۔ اب کسی کے بھی دل و ذہن میں کوئی خوف اور ڈر نہیں تھا۔

چند مہینوں بعد جب قلوپطرہ پورے تین سال کی ہوئی تو اس کی ماں ملکہ تھروسیا نے ایک بیٹے کو جنم دیا۔ نومولود شاہزادے کا نام فیطس بطلیموس رکھا گیا تھا۔ فیطس بطلیموس کی پیدائش کے ٹھیک تین سال بعد ملکہ تھروسیا نے ایک اور لڑکی کو جنم دیا۔ ننھی شاہزادی کا نام آرمینو رکھا گیا تھا۔

آرمینو کی پیدائش کے بعد سے ہی ملکہ تھروسیا کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی۔ کاہنہ طوطیا کلیدس نے ملکہ کے علاج معالجے کی بہت کوشش کی، دن رات شاہی اطباء بھی خدمت میں حاضر رہتے تھے، مگر مرض بڑھتا گیا، جوں جوں دوا کی کے مصداق ملکہ دن بہ دن کمزور اور ناتواں ہوتی گئی اور ابھی آرمینو سال بھر کی بھی نہیں ہوئی تھی کہ تھروسیا سب کو غمگین و افسردہ چھوڑ کر اس جہان فانی سے کوچ کر گئی۔

چہیتی بیوی کی موت کا الیطس بطلیموس پر بہت اثر ہوا تھا۔ وہ کئی دنوں تک دنیاوی امور سے منہ موڑ کر اپنی خوابگاہ میں بند ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی زندگی جیسے ٹھہر سی گئی تھی..... سفر حیات منجمد ہو کر رہ گیا تھا..... مگر کسی کے رک جانے سے زندگی کا سفر نہیں تھمتا..... وہ حسب معمول رواں دواں رہتا ہے..... یہاں بھی یہی صورت حال تھی..... وقت اپنی مخصوص رفتار سے آگے بڑھتا رہا تھا اور دیکھتے ہی دیکھتے سات برس بیت گئے۔

بادشاہ بطلیموس ان گزشتہ سات سالوں سے مسلسل بیمار چلا آ رہا تھا، جس کے باعث اب وہ بے حد کمزور اور بوڑھا ہو گیا تھا۔ مسلسل بیماری نے اس کے جسم و جان سے توانائی نچوڑ کر اسے شکنِ ستر بنا دیا تھا۔ اب وہ رات دن بستر پر پڑا کراہتا رہتا تھا۔ اسے اپنی موت اپنے سامنے دکھائی دینے لگی تھی۔

آج اس نے دعا کے لیے کاہنہ طوطیا کو طلب کیا تھا۔ دیگر درباری بھی موجود تھے۔

عظیم کاہنہ طوطیا چند لمحوں تک خالی نظروں سے بادشاہ کے زرد چہرے اور نحیف و نزار وجود کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اس نے دھیمی مگر سنجیدہ آواز میں بادشاہ کو مشورہ دیا۔

''بادشاہ سلامت! اب وہ وقت آ گیا ہے کہ آپ اپنا وارث منتخب کر کے تخت و تاج اس کے حوالے کر دیں۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے۔'' الیطس بطلیموس نے نقاہت بھری آواز میں جواب دیا۔ ''اور جہاں تک وارث چننے کا سوال ہے تو اس کا بہت پہلے

allurdupdfnovels.blogspot.com

فیصلہ ہو چکا ہے۔'' وہ دم لینے دم بھر رکا، پھر دھیمی آواز میں گویا ہوا۔ ''سب ہی جانتے ہیں میرے بعد قلوپطرہ تخت و تاج کی وارث ہوگی۔''

''مگر آج کل پوری دنیا میں جو حالات چل رہے ہیں۔'' قریب کھڑے وزیر پوتھی نوس نے گلا کھنکار کر دھیمی آواز میں بات کا آغاز کیا۔ ''خاص طور پر سلطنت روما میں جو ہلچل اور غدر مچا ہوا ہے..... ایسی صورت میں کیا مناسب نہ ہوگا..... کہ تخت مصر پر کسی ناتواں اور نادان لڑکی کے بجائے ذہین اور توانا مرد کو بٹھایا جائے۔''

''تمہارا مطلب کیا ہے؟'' نقاہت کے باوجود بادشاہ کی آواز سے ناپسندیدگی اور غصے کا اظہار ہو رہا تھا۔

''آپ غلط نہ سمجھیں۔'' سپہ سالار ایکیلاس نے آگے بڑھتے ہوئے رسان بھرے لہجے میں کہا۔ ''ہم تینوں کسی اور کی نہیں شاہزادے فیطس بطلیموس کی بات کر رہے ہیں۔''

''مگر شاہزادہ فیطس بطلیموس تو اس وقت صرف 13 سال کا ایک کھلنڈرا اور نادان بچہ ہے۔'' کاہنہ طوطیا نے قدرے حیران لہجے میں کہا۔ ''بھلا وہ کس طرح حکومت کی اہم ذمے داریاں سنبھال سکتا ہے..... اور ویسے بھی قانون کے مطابق بڑی شاہزادی کے ہوتے..... اس کے چھوٹے بھائی کو کس طرح حکمراں تسلیم کیا جا سکتا ہے۔''

''میرا ابھی یہی فیصلہ ہے۔'' شاہ مصر بطلیموس نے دوٹوک لہجے میں کہا۔ ''سلطنت مصر کی آئندہ حکمراں قلوپطرہ ہی ہوگی۔''

مسلسل بولتے رہنے کی وجہ سے بادشاہ کی سانس پھول گئی تھی۔ اس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا اور چہرے کا رنگ مزید سپید پڑ گیا تھا۔

کاہنہ طوطیا نے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر پھونکنا شروع کر دیا۔ تمام لوگ مؤدبانہ انداز میں سر جھکائے خاموش کھڑے تھے۔ سب ہی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ بادشاہ کی شمع حیات گل ہونے کو ہے۔

''قلوپطرہ کو اس وقت یہاں ہونا چاہیے۔'' کاہنہ طوطیا نے قریب کھڑی خادمہ کے کان میں سرگوشی کی۔ ''ھیضبہ! فوراً جا کر قلوپطرہ کو بلا لاؤ۔''

''جی بہتر۔'' خادمہ ھیضبہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی اور کچھ ہی دیر بعد وہ جب کمرے میں داخل ہوئی تو اس کے ساتھ سولہ سالہ حسین و جمیل قلوپطرہ بھی تھی۔

''والد گرامی۔'' قلوپطرہ بادشاہ کے قریب پہنچ کر گلوگیر آواز میں گویا ہوئی۔ ''مجھے دیوتاؤں سے امید ہے کہ آپ جلد ٹھیک ہو جائیں گے۔''

جواں سال بیٹی کی بچوں والی بات سن کر بطلیموس کے پپڑی زدہ خشک لبوں پر لحظہ بھر کو بے نام سی مسکراہٹ کی لو ٹمٹمائی۔ پھر اگلے ہی لمحے موت کے ظالم پنجے نے اس کے لبوں سے مسکراہٹ ہی نہیں اس کے دل سے دھڑکنیں بھی چھین لی تھیں۔

''والد گرامی!'' قلوپطرہ نے بے یقین نظروں سے بے حد چاہنے والے باپ کے سرد اور مردہ چہرے کی طرف دیکھا..... مگر بطلیموس کا سپاٹ چہرہ ساکت ہی رہا۔ اس کے لب مضبوطی سے آپس میں پیوست تھے اور نیم وا آنکھوں سے زندگی کی بے ثباتی کا ماتم عیاں تھا۔

قلوپطرہ بے ساختہ باپ کے جسد خاکی سے لپٹ کر رو پڑی تھی۔

''خود کو سنبھالو قلوپطرہ!'' کاہنہ طوطیا کلیدس نے شاہزادی کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ ''میں نے تم سے کہا تھا نا کہ اگر تادیر حسین اور جوان رہنا چاہتی ہو تو خود کو ہمیشہ غموں اور آنسوؤں سے دور رکھو۔''

''وزیر محترم پوتھی نوس!'' اگلے ہی لمحے وہ وزیر اعظم کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولی۔ ''جیسا کہ ہم سب دیکھ رہے ہیں، بادشاہ سلامت اب ہم میں موجود نہیں..... اس لیے اب ہمیں ان کی وصیت کے مطابق قلوپطرہ کی تاج پوشی کا انتظام کرنا چاہیے۔''

''مگر میں اب بھی اس فیصلے کے حق میں نہیں ہوں۔'' شاہزادے فیطس بطلیموس کے اتالیق تھیوڈوٹس نے تیز آواز میں کہا۔ ''ہمیں شاہزادے بطلیموس کے ہوتے ہوئے شاہزادی قلوپطرہ کی تاج پوشی کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہیے۔''

''قانون اور دستور کے مطابق شاہزادہ بطلیموس صرف اس صورت میں حکومت میں شریک ہو سکتا ہے، جبکہ وہ شاہزادی قلوپطرہ سے شادی کر لے۔'' کاہنہ طوطیا کلیدس نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔

''اگر حکومت کی یہی شرط ہے تو پھر اس میں حرج ہی کیا ہے۔'' بطلیموس کا اتالیق جلدی سے بولا۔ ''میں ابھی شاہزادے سے بات کرتا ہوں۔''

''تم ضرور شاہزادے سے بات کرو۔'' کاہنہ نے رسان بھرے لہجے میں کہا۔ ''فی الوقت، جو صورت حال ہے ہمیں اس کے تدارک کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ بادشاہ سلامت کا انتقال ہو چکا ہے اور ان کی تدفین سے پہلے ہمیں قلوپطرہ کو تخت نشین کروانا ہی ہوگا۔''

''تو ٹھیک ہے۔'' پہلی بار سپہ سالار ایکیلاس نے زبان کھولی۔ ''فی الحال ہم قلوپطرہ کو تخت نشین کروا رہے ہیں..... بعد میں شاہزادے بطلیموس کی شادی شاہزادی سے کروا کر تخت و تاج اس کے سپرد کر دیں گے۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''بعد کی، بعد میں دیکھی جائے گی۔'' کاہنہ طوطیا نے سرد لہجے میں کہا۔ ''فی الحال وہ کرو..... جو اس وقت ضروری ہے۔''

''ٹھیک ہے۔'' ایکیلاس نے زیرِ لب کہا۔ ''شاہزادی قلوپطرہ کی تخت نشینی کے انتظامات کیے جائیں۔'' اس کا مخاطب اس کے دونوں ساتھی۔ وزیر پوتھی نوس اور اتالیق تھیوڈوٹس تھے۔ ان دونوں نے بادل ناخواستہ سر تسلیم خم کر دیا تھا اور تیزی سے باہر کی جانب چلے گئے۔

❁✪❁

الیطس بطلیموس کے یونانی نژاد سپاہیوں نے سیتا کے بیٹے ایبسیف کو ہرمقس مان کر قتل کر دیا تھا اور اس کا سر رومال میں باندھ کر کمرے سے نکل چکے تھے۔

جونہی وہ باہر صحن میں نکلے، سامنے ہی ننھا ہرمقس مٹی میں کھیلتا ہوا نہیں دکھائی دیا تھا۔ گو کہ اس کے چہرے پر مٹی ملی ہوئی تھی، اس کے باوجود اس کے چہرے کی رعنائی چھوٹی پڑ رہی تھی۔ اس کے دلکش چہرے سے ایک وقار کا اظہار ہو رہا تھا اور اس کی کشادہ پیشانی اس کی طالع نصیبی کی دلیل پیش کر رہی تھی۔ لحظہ بھر کو وہ دونوں سپاہی اسے دیکھ کر ٹھٹک کر رک گئے تھے۔

''یہ..... یہ بچہ کون ہے؟'' ایک سپاہی نے دوسرے سے سوال کیا۔

''ابھی تو اس بڑھیا نے بتایا تھا..... کہ یہ اس کا نواسا ہے..... نواسا مطلب اس کی بیٹی کا بیٹا۔'' دوسرے سپاہی نے جواب دیا۔

''وہ..... ہاں..... اس نے ایسا ہی کچھ بتایا تھا۔'' دوسرے سپاہی نے اپنا ماتھا مسلتے ہوئے آہستگی سے جواب دیا۔

''اچھا اب ان فضول باتوں میں وقت ضائع کرنے کے بجائے جلد از جلد ٹھکانے پر پہنچنے کی کرو..... ہمیں ہر حال میں شام سے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہیے۔'' دوسرے سپاہی نے تیزی سے داخلی دروازے سے باہر نکلتے ہوئے اپنے ساتھی سے کہا۔

''ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو..... ہمیں جلد از جلد بادشاہ کے حضور پہنچ کر اپنی اس شاندار کامیابی کی خبر دینی چاہیے۔''

''اور نہیں تو کیا۔'' دوسرا سپاہی ہنسا۔ ''اس کے بدلے ہمیں بیش بہا انعام ملنے والا ہے..... تم کیا کہتے ہو..... بادشاہ انعام کے طور پر ہمیں کیا دے گا..... چاندی..... سونا یا جواہرات.....؟''

''یہ تو وہاں پہنچ کر ہی پتہ چلے گا..... فی الحال تو تیزی سے نکلنے کی کرو۔'' دوسرے سپاہی نے جواب دیا اور اپنے ٹھکانے کی جانب لمبے لمبے ڈگ بھرتا چل دیا..... پہلا سپاہی تیز تیز قدم دھرتا اس کے پیچھے لپکا چلا آ رہا تھا۔

سپاہیوں کے کمرے سے نکلنے کے بعد کئی لمحوں تک بوڑھی آطوجیوں کی توں ساکت و جامد کھڑی تھی۔ اس کی گود میں ننھے ایبسیف کی سر بریدہ نعش تھی، جو چند لمحوں تک تڑپنے کے بعد اب بے حس و حرکت ہو چکی تھی۔

شاید ہوا کی وجہ سے دروازہ پُرشور آواز کے ساتھ وا تھا اور اس تیز آواز نے جیسے آطو کو ہوش و خرد کی دنیا میں پہنچا دیا تھا۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایبسیف کے بے جان جسم کی طرف دیکھا اور آہستگی سے اسے گود سے اتار کر زمین پر لٹا دیا۔

یہ اس کی چہیتی بیٹی کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کا لاڈلا نواسا، مگر اس نے اپنے دل پر پتھر رکھ کر خود اپنے ہاتھوں اسے موت کے منہ میں دے دیا تھا، اپنے دل کا خون کر لیا تھا مگر اپنی وفا پر حرف نہ آنے دیا تھا۔ ہرمقس کی ماں ازطونیا سے اس راز کو کسی اور سے نہ کہنے کا وعدہ تو وہ نہ نبھا سکی تھی اور اپنی جلد بازی اور بے وقوفی کے باعث اس راز کو اپنی بیٹی سیتا کے سامنے کھول بیٹھی تھی اور سیتا نے اس راز کو اپنے خاوند کے سپرد کر دیا تھا..... اور وہ شراب کے نشے میں دھت یہ راز شاہی سپاہی کے سامنے کھول بیٹھا تھا..... ان تینوں کی حماقت کی سزا ننھے ایبسیف کو بھگتنی پڑی تھی.....

''بوڑھی آطو راز کو راز تو نہ رکھ سکی تھی مگر ازطونیا سے ہرمقس کی حفاظت کا وعدہ اس نے اپنے نواسے کا سر دے کر نبھا دیا تھا۔ وہ جانتی تھی ہرمقس، مصر کے مستقبل کا فرعون ہے اور اس کی زندگی ایک سنگتراش کے بیٹے سے کہیں زیادہ قیمتی ہے..... سو اس نے حقِ نمک ادا کر دیا تھا اور ہرمقس کی جان بچانے کی خاطر اپنی بیٹی کے لختِ جگر کی جان قربان کر دی تھی۔

اُدھر بوڑھا کاہن ایمنت خانقاہ میں عبادت میں مشغول تھا۔ جب اسے یونانی سپاہیوں کی آمد کی خبر ملی تو وہ عبادت چھوڑ اپنے گھر کی طرف دوڑ پڑا۔

سامنے ہی صحن کے کچے فرش پر اسے ہرمقس بیٹھا ہوا نظر آ گیا۔

''میرے بچے..... میرے لعل۔'' اس نے ننھے ہرمقس کو بے تابانہ سینے سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''دیوتاؤں کا کرم..... کہ تم ان ظالم سپاہیوں کے شر سے محفوظ رہے۔''

پھر وہ ہرمقس کو سینے سے لگائے کمرے میں داخل ہوا تو اندر کے منظر نے اسے حیرت زدہ کر دیا۔ سامنے ہی فرش پر ایبسیف کی سر بریدہ لاش

allurdupdfnovels.blogspot.com

پڑی تھی اور بوڑھی آطوسر پکڑے قریب ہی گم صم بیٹھی تھی۔

''آطو..... یہ سب کیا ہے؟'' ایمنت نے مضطربانہ انداز میں سوال کیا۔

''آپ آ گئے مالک۔'' آطو نے کھوئی کھوئی نظروں سے ایمنت کی طرف دیکھتے ہوئے کرب بھرے لہجے میں کہا۔ ''وہ یونانی سپاہی ہرمقس کو قتل کرنے آئے تھے..... مگر میں نے۔''

بوڑھی آطو کی آواز آنسوؤں کے ریلے میں بہہ گئی اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ ایمنت ساری بات سمجھ چکا تھا۔ آطو نے بہت بڑا کام کیا تھا۔ وفاداری کی مثال قائم کی تھی۔

''آطو! تم جانتی ہو..... تم نے وفا کی ایک نئی مثال قائم کی ہے۔'' ایمنت نے اس کے ہچکیاں لیتے وجود کو تھامتے ہوئے کہا۔ ''جب مصر پر دوبارہ مصری فرعونوں کی حکومت قائم ہو جائے گی..... تب تاریخ میں تمہارا نام بھی سنہری حروف میں لکھا جائے گا..... تمہاری وجہ سے مصر اپنے مستقبل کے بادشاہ کو کھونے سے بچ گیا..... دیوتا تم پر مہربانی کریں۔ تم نے وہ کام کیا ہے جو شاید کوئی اور نہ کر سکتا۔

کچھ ہی دیر میں اپسیف کے ماں باپ بھی آ پہنچے۔

ننھے بچے کی سر بریدہ نعش دیکھ کر اس کی ماں سیتا تو سکتے میں آ گئی تھی..... جبکہ سنگتراش نے غم و غصے کے ساگر میں ڈوبتے ہوئے درشت آواز میں کہا۔ ''پاگل بڑھیا تو نے یہ کیا کیا؟ اپنے آقا کے بچے کو بچانے کی خاطر تو نے میرے بچے کو داؤ پر لگا دیا..... میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' وہ غصے میں کھولتا، دیوار پر لٹکتی تلوار میان سے کھینچ لایا۔

''خرطون، پاگل ہو گئے ہو کیا؟ ایمنت نے اسے پرے دھکیلتے ہوئے کہا۔

''اپسیف اب دنیا میں نہیں ہے..... آطو کو قتل کرنے سے کیا وہ واپس آ جائے گا۔''

''میں آطو کو ہی نہیں..... تمہارے بچے کو بھی قتل کر دوں گا۔'' سنگتراش خرطون ننگی تلوار لیے ہرمقس کی طرف لپکا اور اس کے پہلے کہ وہ تلوار کا وار کر کے ہرمقس کا سر تن سے جدا کر دیتا، ایمنت نے اسے دھکا دے کر دور گرا دیا۔ گرتے سمے اس کے ہاتھ سے تلوار نکل کر دور جا پڑی تھی۔ ایمنت نے وہ تلوار اٹھا لی اور ہرمقس کے گود میں لیے صحن میں نکل آیا۔

اور اگلے ہی لمحے اس نے خانقاہ کے چند خدام کو بلا کر خرطون اور اس کی بیوی کو ایک اندرونی کمرے میں قید کر دیا۔ اسے ڈر تھا کہ وہ دونوں ننھے ہرمقس کو کوئی نقصان پہنچائیں گے یا شور و غوغا کر کے یونانی سپاہیوں کو متوجہ کر لیں گے۔ ابھی سپاہی روانہ نہیں ہوئے تھے۔ اسی لیے خرطون اور اس کی بیوی کو قابو میں رکھنا بے حد ضروری تھا۔

شام تک اپسیف کی تدفین کر دی گئی اور بوڑھی آطو رو دھو کر اب پُرسکون ہو چکی تھی۔

ہفتے بھر میں ایمنت، خرطون اور سیتا کو بھی سمجھانے بجھانے میں کامیاب ہو گیا اور ان دونوں نے دل ہی دل میں یہ مان لیا تھا کہ انہیں راز کو راز نہ رکھنے کی سزا ملی تھی۔

ایک بار پھر ہرمقس پرورش کے لیے سیتا کی آغوش میں دے دیا گیا اور سیتا نے اسے اپنا اپسیف سمجھ کر سینے سے لگا لیا۔

اب آطو اور سیتا کے ساتھ خرطون کی زندگی کا بھی بس یہی مقصد رہ گیا تھا کہ ننھے ہرمقس کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اعلیٰ ترین پرورش و تربیت کی جائے کیونکہ وہ کوئی عام بچہ نہیں تھا..... وہ مستقبل کا بادشاہ تھا۔ عظیم فرعون تھا۔

✪

وقت کا پنچھی اپنی مخصوص پرواز کے ساتھ آگے ہی آگے اُڑتا جا رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے جانے کتنے برس بیت گئے۔ بوڑھی آطو دنیا سے رخصت ہو چکی تھی اور سیتا کے شب دیجور کی طرح کالی زلفوں میں چاندی چمکنے لگی تھی۔ خرطون اب بھی صحت منداور توانا تھا اور حسب سابق پہاڑوں کو کھود کر سنگتراشی کے کام میں جتا رہتا تھا۔

اب ننھا ہرمقس، سولہ سترہ برس کا خوبرو توانا نوجوان بن چکا تھا۔ وہ لمبے قد اور کسرتی جسم کا ایک مضبوط جوان تھا۔ اس کے گھنے سنہری بال گردن تک بڑھے ہوئے تھے۔ دمکتی کشادہ پیشانی پر سمندر کی سی گہرائی تھی اور سبزی مائل بھوری آنکھیں اپنے اندر بے حد کشش اور دلکشی لیے ہوئے تھیں۔ ستواں ناک اور سنہری ہلکی مونچھوں تلے مسکراتے گلابی نم لب..... وہ مردانہ وجاہت کا ایک شاہکار تھا۔ حسنِ صورت کے ساتھ وہ حسنِ سیرت میں بھی یکتا تھا۔

کاہن ایمنت، سنگتراش خرطون، بوڑھی آسوا اور سیتا نے اس کے کردار کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا تھا۔ اس کے علاوہ تلوار بازی، تیر اندازی

allurdudnovels.blogspot.com

اور پہلوانی کے داؤ پیچ سکھانے کے لیے ایمنت نے شہر کے نامور اساتذہ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ایک بادشاہ کو جن ہنروں سے واقف ہونا چاہیے، ایمنت نے کوشش کی تھی، ہرمقس ان تمام ہنروں میں ماہر و یکتا ہو جائے.....اور وہ اپنی اس کوشش میں پوری طرح کامیاب رہا تھا۔

ہتھیاروں کے استعمال اور جسمانی ریاضت کے علاوہ ایمنت نے اُسے مصر کے تمام قدیم علوم کا درس دیا تھا۔ جتنا کچھ وہ جانتا تھا، اس نے وہ تمام علم ہرمقس کے ذہن میں انڈیل دیا تھا اور جن علوم میں وہ ماہر نہ تھا، اس کے لیے اس نے دوسرے ماہر اساتذہ کو خانقاہ میں بلوا کر ہرمقس کو زیورِ علم سے آراستہ کروایا تھا۔

برسہابرس کی تعلیم و تربیت کے بعد اب ہرمقس سونے سے کندن بن چکا تھا۔ذہنی صلاحیتوں میں یکتا ہونے کے ساتھ وہ جسمانی طاقت میں بھی بے مثال و لاثانی تھا۔ وہ چوڑے سینے، کشادہ شانوں اور آہنی جسم کا مالک تھا۔اس کے بازوؤں کی مچھلیاں ہر دم پھڑکتی رہتی تھیں اور شیر کا سا مضبوط دل ہر پل کوئی انوکھا اور منفرد کارنامہ انجام دینے کے لیے مچلتا رہتا تھا.....نوجوان لڑکیاں اسے دیکھتیں تو لحظہ بھر کو اپنی جگہ ٹھٹک کر تھم جاتی تھیں مگر ایمنت نے اپنی تربیت کے دوران شروع سے ہی اس کے دل میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ اسے صنفِ مخالف سے لاتعلق رہنا ہے۔اس نے اُسے شکار سے بھی دور رکھنے کی کوشش کی تھی۔

صنفِ نازک سے دور رہنے کی بات ہرمقس نے دل و جان سے قبول کر لی تھی، مگر شکار نہ کھیلنے کی منطق، کبھی اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی.....بستی کے دیگر جوانوں کی طرح اُسے بھی شکار کا بے حد شوق تھا.....اپنی بے پناہ جسمانی طاقت آزمانے کا ایک یہی تو اس کے پاس ذریعہ تھا۔اسے جب بھی موقع ملتا، وہ جنگل کی طرف نکل جاتا تھا۔خانقاہ کی پچھلی جانب حدِ نگاہ تک پھیلا ہوا سرسبز و شاداب جنگل چھوٹے بڑے جانوروں سے بھرا ہوا تھا۔وہ لمبے برچھے کی مدد سے کتنے ہی جانور شکار کر لاتا تھا۔

مگر ایمنت ہمیشہ ہی اس کی اس کارکردگی پر خوش ہونے کے بجائے خفا ہوتا تھا اور اسے شکار سے دور رہنے کی تاکید کیا کرتا۔

آخر ایک دن ہرمقس اس سے سوال کر بیٹھا۔

''بابا! ابوطیس کے تمام ہی جوان جنگل میں شکار کھیلنے جاتے ہیں مگر آپ مجھے ہمیشہ شکار کھیلنے سے منع کرتے ہیں۔آخر کیوں.....؟ اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟''

اس کے بوڑھے باپ ایمنت نے آنکھیں سکیڑ کر اس کی طرف دیکھا اور گلا کھنکھار کر دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

''ہرمقس، وقت آنے پر تجھے پتہ چلے گا کہ تو اور تیرا کام عام جوانوں سے مختلف ہے۔میں نہیں چاہتا کہ تو شکار کھیلنے میں وقت ضائع کرے یا پھر کسی جانور کا شکار ہو کر اپنے ہاتھ پیروں کو بے کار کر لے۔''

''بابا! شکاری شکار کے دوران کبھی کبھار زخمی ہو جایا کرتے ہیں۔آخر اس میں اتنے تردد اور فکر کی کیا بات ہے؟'' ہرمقس کے لہجے کی حیرت مزید نمایاں ہو گئی۔

''مگر میں نہیں چاہتا کہ تو معمولی شکار کے چکر میں پڑ کر زخمی ہو.....تو بڑے کام کے لیے دنیا میں آیا ہے۔'' بوڑھے ایمنت نے معنی خیز لہجے میں سرگوشی کی۔

''بڑا کام؟'' ہرمقس کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا۔''بھلا ایسا کون سا بڑا کام ہے، جس کے لیے میں ہی خاص طور پر دنیا میں آیا ہوں۔''

''وقت آنے پر تجھے خود ہی پتہ چل جائے گا۔'' ایمنت نے پُراسرار لہجے میں جواب دیا۔

''آخر وہ وقت کب آئے گا.....؟'' ہرمقس کے لہجے سے اُلجھن اور بیزاری عیاں تھی۔

''فکر نہ کر ہرمقس.....وہ وقت بہت قریب آ چکا ہے۔لمحوں کی لہروں پر سفر کرتا، وہ پل کسی بھی گھڑی تیری گرفت میں ہو گا.....اور تُو سب کچھ جان جائے گا۔''

اس سے پہلے کہ ہرمقس باپ سے کچھ اور جاننے کے لیے اصرار کرتا، دروازے پر ہلکی سی دستک کی آواز سن کر وہ دروازے کی طرف پلٹ گیا۔

دروازے پر اس کا دوست خبطاط کھڑا تھا۔

خبطاط، ابوطیس کی بستی میں رہتا تھا۔اس کا باپ ایک عطار تھا۔خبطاط ایک مضبوط جسم کا خوش شکل جوان تھا، مگر ہرمقس کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہ تھا۔اسی لیے جب وہ دونوں ساتھ ہوتے تھے، تو ہر کس و ناکس کی نگاہیں خبطاط کو نظر انداز کرتی ہوئی ہرمقس پر جم جاتی تھیں۔خاص طور پر کم عمر لڑکیوں کی پُرستائش نگاہیں صرف اور صرف ہرمقس کا ہی طواف کیا کرتی تھیں۔ایسے میں خبطاط کا دل جل کر خاکستر ہو جاتا۔

وہ بظاہر ہرمقس کا دوست تھا مگر دل ہی دل میں وہ اس کی طاقت، جوانی اور خوبصورتی سے حسد رکھتا تھا اور رات دن سوچتا رہتا تھا کہ کوئی ایسا

allurdupdfnovels.blogspot.com
کارنامہ انجام دے کہ ہرمقس کا سر نیچا ہو جائے۔
''اوہ خبطاط! آؤ..... کیسے ہو؟'' ہرمقس مسکراتا ہوا خبطاط کی طرف متوجہ ہو گیا۔
''بالکل ٹھیک، تم اپنی کہو؟'' خبطاط نے بھی اسی کے انداز میں سوال کیا۔
''اچھا لڑکو، تم دونوں بیٹھ کر باتیں کرو۔'' ایمنت اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں ذرا خانقاہ کی طرف جا رہا ہوں..... اور جاتے جاتے سبیتا سے کہہ جاؤں گا کہ وہ تم دونوں کے لیے کچھ خورونوش کا انتظام کر دے۔''
''شکریہ محترم کاہن۔'' نوجوان خبطاط نے سر کو قدرے خم کر کے سعادت مندی سے جواب دیا اور کاہن ایمنت اندر کی طرف چلا گیا۔
''بھلا تم اس کمرے میں بیٹھے، اپنے باپ سے کیا باتیں کر رہے تھے؟'' خبطاط نے برسبیل تذکرہ سوال کیا۔ ''تمہاری عمر کے نوجوان، شام کے اس سہانے لمحے میں یا تو بستی کی نوجوان اور رعنا لڑکیوں کا نظارہ کر رہے ہوتے ہیں یا گھنے جنگل میں شکار سے نبرد آزما ہوتے ہیں۔''
''مگر تمہیں حیرت ہو گی کہ مجھے ان دونوں کاموں کی اجازت نہیں ہے۔'' ہرمقس نے مسکرا کر کہا۔ ''لڑکیوں سے تو خود مجھے بھی کوئی دلچسپی نہیں ہے البتہ شکار کا بے حد شوق ہے۔ خاص طور پر کسی جوان اور توانا شیر کے شکار کا۔''
''اچھا۔'' خبطاط نے مشکوک نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ ''کیا واقعی تم شیر کا شکار کرنا چاہتے ہو؟..... اگر تمہارا جواب اثبات میں ہے تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے جا کر، اسی وقت تمہاری یہ خواہش پوری کر سکتا ہوں۔''
''کیا مطلب؟'' ہرمقس حیران ہوا۔
''جنگل میں نہر کے کنارے سرکنڈوں کے جھنڈ میں ایک توانا شیر چھپا ہوا ہے۔ تم بغیر کسی تگ و دو کے اسے آسانی سے مار سکتے ہو..... اس طرح نا صرف تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی بلکہ بستی والوں کو ایک خونخوار شیر سے نجات مل جائے گی۔''
ہرمقس گہری سوچ میں ڈوب گیا۔
''سوچنے کا وقت نہیں ہے، بس اٹھ کھڑے ہو۔ یہ عمل کا وقت ہے۔'' خبطاط کے طیش دلانے پر آخر کار ہرمقس اپنا بھالا لے کر جنگل کی طرف جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ خبطاط بھی تیر کمان سنبھالے اس کے ساتھ ہو لیا۔
نہر پر پہنچ کر خبطاط نے ہرمقس سے کہا۔ ''ہمیں یہیں ٹھہرنا ہو گا۔ میں سامنے کے سرکنڈوں کے جھنڈ میں تیر پھینکتا ہوں، اگر شیر وہاں موجود ہوا تو باہر آ جائے گا..... اور تم آسانی کے ساتھ اس کا شکار کر لینا۔'' یہ کہہ کر خبطاط نے کمان میں تیر چڑھا کر سرکنڈوں کے جھنڈ کی طرف چھوڑ دیا۔
اس وقت جھنڈ میں واقعی شیر موجود تھا۔ تیر اس کی پشت میں پیوست ہو گیا۔ وہ اچھل کر جھنڈ سے باہر نکل آیا۔ وہ اس وقت سخت غصے میں تھا۔ اس کی فلک شگاف دھاڑوں سے پورا جنگل لرز کر رہ گیا۔
شیر کو دیکھتے ہی خبطاط کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس کے ہاتھ سے تیر کمان چھوٹ کر دور جا گرا اور وہ جلدی سے ہرمقس کی پیٹھ کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ ہرمقس نے اپنا برچھا سنبھال لیا تھا۔ اُسے توقع تھی کہ اب شیر اس پر حملہ آور ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ شیر نے اپنے اگلے پنجوں پر زور دے کر اپنا سر آگے کی طرف جھکایا اور ہوا میں اُچھلا۔
ہرمقس کو ایسا محسوس ہوا کہ جیسے ہوا کا ایک تیز جھونکا اس کے سر پر سے گزر گیا ہو، اصل میں شیر نے ہرمقس کے بجائے اس کے پیچھے چھپے ہوئے خبطاط پر جست لگائی تھی اور ہرمقس کے سر سے اُڑتا ہوا خبطاط پر گرنے کے بجائے ذرا فاصلے پر جا گرا تھا۔ اگلے ہی لمحے اس نے پلٹ کر پھر خبطاط پر جست لگائی اور خبطاط کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح زمین بوس ہو گیا۔
خبطاط کا خاتمہ کر کے اب شیر نے ہرمقس کی طرف شت باندھی۔ ہرمقس مقابلے کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ جونہی شیر ہرمقس کی طرف لپکا، ہرمقس نے تیر کی سی تیزی سے اپنا برچھا شیر کی گردن میں اتار دیا۔ شیر کی گردن سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ شیر نے کئی بار اچھل کر برچھا اپنی گردن سے الگ کرنا چاہا مگر وہ ناکام رہا اور آخر کار بے دم ہو کر زمین بوس ہو گیا۔
ہرمقس درمیان میں کھڑا تھا۔ ایک جانب خبطاط کی نعش اور دوسری جانب اس کے برچھے سے موت کے منہ میں جانے والا مردہ شیر پڑا تھا۔ ہرمقس حیران اور بے یقین نظروں سے ان دونوں لاشوں کی طرف دیکھ رہا تھا کہ ایک جانب سے اس کی انا، سبیتا بھاگتی ہوئی آئی اور اس نے بے ساختہ ہرمقس کو کھینچ کر اپنے قریب کر لیا۔
سبیتا کچھ جنگلی پھل اور کچھ جڑی بوٹیاں جمع کرنے جنگل میں آئی تھی۔ شیر کی دھاڑ سن کر ایک درخت کے نیچے دبک گئی تھی اور وہاں سے اس نے محض ایک برچھے کی مدد سے ہرمقس کو ایک شیر کو مارتے ہوئے دیکھا تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

شیر کے مرنے کے بعد وہ اپنی جگہ سے نکل کر ہرمقس کے قریب آ گئی۔ وہ ہرمقس کے اس کارنامے پر حیران ہونے کے ساتھ بے حد خوش بھی تھی۔

''ہرمقس بے شک تو ایک شاہزادہ ہے۔'' وہ ایک عالم سرشاری اور بے خودی میں بولی۔ ''تو پرانے فرعونوں کی آخری نشانی ہے.....تو ہی مصر کا آئندہ فرعون ہے۔ تیری ماں نے مرتے وقت کہا تھا کہ ''ہرمقس کی حفاظت کرنا کیونکہ مقدر کی دیوی حاسور نے اسے بتایا تھا کہ بڑا ہو کر، بطلیموس خاندان کے بادشاہ کو تو مصر سے نکال بھگائے گا اور خود فرعون بن کر پورے مصر پر بادشاہت کرے گا۔ بے شک وہ پیش گوئی درست تھی تو اگر مصر کا ہونے والا بادشاہ نہ ہوتا تو بھلا ایک معمولی برچھے سے ایک غیر معمولی شیر کو کیونکر مار سکتا تھا.....تو مصریوں کی امیدوں کا آخری سہارا ہے۔ تیری ماں کی تاکید تھی کہ تو دنیا کی رنگینیوں سے دور رہنا اور عورت کے پھندے سے ہمیشہ بچتے رہنا۔ اگر تو نے راہ راست چھوڑ کر شیطانی راستہ اختیار کیا تو تجھ پر دیوتاؤں کی لعنت کا نزول ہوگا۔''

سبیتارو میں سب کچھ کہتی چلی گئی تھی۔ چشم زدن میں اس نے ہرمقس پر وہ راز افشا کر دیا تھا، برسوں پہلے جس کی حفاظت کی خاطر اس کی بوڑھی ماں آطو نے اس کے لختِ جگر اپسیف کی قربانی دی تھی۔

ہرمقس، سبیتا کے انکشاف پر خوش بھی تھا اور متعجب بھی۔ گو کہ بہت سی باتیں اس کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔

❀✪❀

جس وقت سترہ سالہ وجیہ اور توانا ہرمقس پر سبیتا یہ راز منکشف کر رہی تھی کہ وہ آنے والے وقت میں مصر کا بادشاہ ہوگا اور مملکت مصر کا تخت اس کے قدموں میں تاج اس کے سر پر ہوگا.....ٹھیک انہی لمحوں میں سترہ سالہ قلوپطرہ تختِ مصر پر جلوہ افروز ہو رہی تھی۔

وزیراعظم پوتھی نوس سپہ سالار، ایکیلاس مشیر خاص اور شاہزادے فیطس بطلیموس کا اتالیق تھیوڈوٹس اور دیگر امراء و وزراء دربار میں مؤدب و مستعد کھڑے تھے۔ کاہنہ طوطیا کلیدس مقدس کتاب ہاتھ میں لیے مبارک ساعت کی منتظر تھی، جیسے ہی وہ لمحہ آیا اس کے اشارے پر وزیراعظم پوتھی نوس نے طلائی جگمگاتا ہوا تاج قلوپطرہ کے سر پر رکھ دیا۔

پورا دربار، درباریوں کی مبارک سلامت کے شور سے گونج اٹھا۔

سب ہی لوگ خوش اور شاداں نظر آ رہے تھے۔ مگر سپہ سالار، وزیراعظم اور اتالیق تھیوڈوٹس خاموش اور سنجیدہ دکھائی دے رہے تھے۔ تیرہ سالہ شاہزادہ فیطس بطلیموس بھی ناخوش اور بددل تھا۔

بادشاہ الیطس بطلیموس کی بیماری کے دنوں میں ان تینوں افراد نے مل کر شاہزادے کے دل و دماغ میں یہ بات بٹھا دی تھی کہ بادشاہ کی موت کے بعد صرف اسی کو حکومت ملنی چاہیے۔ ایسی باتیں سن سن کر فیطس بطلیموس خود کو حقیقت میں بادشاہ سمجھنے لگا تھا مگر مرحوم بادشاہ کی وصیت اور کاہنہ طوطیا کلیدس کی مداخلت کی وجہ سے اس کا یہ خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا تھا۔

وزیراعظم پوتھی نوس نے یہ آواز اٹھائی تھی کہ شاہزادے کے ہوتے قلوپطرہ کو حکومت نہیں سونپی جا سکتی۔''

''مگر مصر کے قوانین اور دستور کے مطابق قلوپطرہ کو ہی حکومت ملنی چاہیے۔'' کاہنہ طوطیا نے کرخت لہجے میں وضاحت کی تھی۔ ''اور اگر شاہزادہ حکومت میں شامل ہونے کا خواہاں ہے تو ایسی صورت میں اسے ملکہ سے شادی کرنی ہوگی۔''

''اگر حکومت کی یہی شرط ہے تو میں ابھی شاہزادے سے بات کرتا ہوں۔'' اتالیق تھیوڈوٹس نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے جواب دیا تھا۔

وہ تیزی سے چلتا ہوا بطلیموس جونیئر کے کمرے میں جا پہنچا۔ بطلیموس جونیئر اس وقت صرف 13 برس کا تھا چنانچہ اس عمر میں بھلا شادی اور دیگر امور کے بارے میں خود اس کی اپنی کیا سوچ ہو سکتی تھی۔ فیصلہ تو اس کے تینوں مشیروں نے ہی کرنا تھا۔

چنانچہ یہ طے پا گیا تھا کہ بادشاہ الیطس بطلیموس کی تدفین سے قبل قلوپطرہ کو تخت و تاج سونپ دیئے جائیں اور پھر چند دنوں بعد شاہزادے کی قلوپطرہ سے شادی کے بعد، اسے بھی اقتدار میں شامل کر لیا جائے۔

تب ہی اسی شام قلوپطرہ کی تاج پوشی کی رسم ادا کر دی گئی اور قلوپطرہ نے خاندانِ بطلیموس کی چودھویں حکمران کی حیثیت سے تختِ مصر پر براجمان ہوئی۔

شام کے سائے گہرے ہو کر رات کی سیاہی سے ہم آغوش ہو چکے تھے۔ شروع کی تاریخوں کا باریک سا ہلال سرِشام ہی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ اب نیلے آسمان کی نیلگوں جھیل میں صرف تاروں کے روپہلے کنول کھلے ہوئے تھے۔ جن کا نقرئی مدہم اُجالا نہ ہونے کے برابر تھا۔ یہی

allurdupdfnovels.blogspot.com

وجہ تھی کہ پورا اسکندریہ تاریکی میں ڈوبا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔

بحر روم کی بیکراں وسعتوں پر بھی سکوت کا سا عالم طاری تھا۔ بے حد مدھم اور ہلکی لہریں بے دلی سے سفر کرتی قصر کی سیڑھیوں سے جا ٹکراتیں اور پھر اسی بیزاری اور بے دلی سے واپس پلٹ جاتیں۔

فیطس بطلیموس چہرے پر بیزاری اور ناگواری کے تاثرات لیے دریچے میں کھڑا بے نور آسمان اور بے خوش سمندر کی جانب تک رہا تھا۔

''اسی طرح کھڑے رہے تو آپ تھک کر چُور ہو جائیں گے۔'' اتالیق تھیوڈوٹس نے شاہزادے کے قریب کھسکتے ہوئے نرم اور دھیمے لہجے میں کہا۔ ''میرا خیال ہے اب آپ کو بیٹھ جانا چاہیے۔''

شاہزادہ کچھ جواب دیئے بغیر قریب دھری کرسی پر بیٹھ گیا۔ حکومت حاصل نہ کر سکنے کا ملال نوشتۂ دیوار کی طرح اس کے سپاٹ چہرے پر تحریر تھا۔

''یہ سب کچھ اس بوڑھی اور مکار کاہنہ کی مداخلت کی وجہ سے ہوا ہے۔ سب کچھ اسی کا کیا دھرا ہے۔''

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے نفرت اور شکایت بھرے لہجے میں سامنے بیٹھے اپنے تینوں بہی خواہوں کو مخاطب کر کے کہا تھا۔

''نن نہیں..... میرا خیال ہے کاہنہ طوطیا کا اس میں کوئی دوش نہیں ہے۔'' سپہ سالار ایکیلاس فطرتاً بے حد بزدل انسان تھا۔ وہ کاہنہ کے علم اور جادو ٹونے کی صلاحیتوں سے واقف تھا، اس لیے اکیلے میں بھی اس سے اختلاف کی جرأت نہیں کر سکتا تھا..... سو سمجھانے والے انداز میں گویا ہوا۔

''خود قلوپطرہ بے حد چالاک اور عیار لڑکی ہے۔ یہ سب کچھ اسی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ وہ پچھلے کئی ہفتوں سے درباریوں کی رائے اپنے حق میں ہموار کرنے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی۔''

''ہاں یہ بات درست ہے۔'' وزیر پوتھی نوس نے ایکیلاس کی بات کی تصدیق کی۔

''اگر آپ دونوں ان حالات سے واقف تھے تو پھر شاہزادے کے لیے کام کی ابتداء کیوں نہیں کی گئی۔'' اتالیق تھیوڈوٹس نے گویا شاہزادے کے منہ کی بات لے لی.....

''اصل میں..... اصل معاملہ تو بادشاہ سلامت کی وصیت نے خراب کیا ہے۔'' ایکیلاس نے جلدی سے بات بنانے کی کوشش کی۔ ''اگر وہ واشگاف لفظوں میں قلوپطرہ کو ملکہ بنانے کا اعلان نہ کرتے تو محض درباریوں کی آراء کیا معنی رکھتی تھیں..... ہم کسی بھی طرح سب کا منہ بند کروا کر شاہزادے کو تخت نشین کروا دیتے۔''

''خیر اب بھی ایسا کچھ نقصان نہیں ہوا ہے۔'' وزیر اعظم پوتھی نوس نے تشفی بھرے لہجے میں بات آگے بڑھائی۔ ''کل سے ہی شادی کی تیاری شروع ہو جائے گی۔ چند ہفتوں کے اندر، شادی کے بعد یہ حکومت ہمارے شاہزادے کے ہاتھ میں ہو گی۔''

''مگر میں قلوپطرہ سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔'' شاہزادے بطلیموس نے غصے اور احتجاج کے ملے جلے احساس سے مغلوب ہو کر تقریباً چیخ کر کہا۔

''میں جانتا ہوں شادی کے بعد بھی حکومت اسی کے ہاتھ میں رہے گی۔ وہ مجھے کچھ بھی حاصل نہیں کرنے دے گی۔''

''ہاں یہ تو ہے۔'' اس کے تینوں بہی خواہوں نے تائید بھرے انداز میں سر ہلایا۔ وہ بھی اس صورت حال سے کچھ زیادہ خوش نہیں تھے۔ دراصل وہ تینوں نوعمر شاہزادے کو تخت نشین کروا کر اس کی آڑ میں خود اقتدار کا مزہ لوٹنا چاہتے تھے۔ قلوپطرہ جیسی ذہین اور دور اندیش ملکہ کی موجودگی میں شاہزادے کے اقتدار میں شریک ہونے کے باوجود ان تینوں کے ہاتھ کچھ نہیں آنے والا تھا بلکہ انہیں تو اب یہ خوف بھی ستانے لگا تھا کہ کہیں جلد یا بدیر انہیں اپنے عہدوں سے بھی ہاتھ نہ دھونے پڑ جائیں۔

''ایسی صورت میں تو پھر ہمیں شادی کے بجائے کچھ اور سوچنا چاہیے۔'' وزیر اعظم پوتھی نوس نے پُرسوچ لہجے میں مشورہ دیا۔

''میں تو پہلے ہی یہ بات کہہ رہا تھا۔'' سپہ سالار ایکیلاس نے منہ بنا کر کہا۔ ''مگر یہ تھیوڈوٹس شادی کی بات لے کر میدان میں کود پڑا تھا۔''

''سیدھا راستہ تو بس یہی شادی والا ہی تھا نا..... اسی لیے میں۔'' تھیوڈوٹس نے غصیلے لہجے میں جواب دیا۔ ایکیلاس کی تنقید اسے سخت ناگوار گزری تھی۔ عموماً جب وہ تینوں ساتھ ہوتے تھے تو اسی طرح ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچتے رہتے تھے۔

''اب آپس میں لڑنے کے بجائے کوئی کام کی بات سوچو۔'' شاہزادے نے عاجز لہجے میں ان تینوں کو مشورہ دیا اور غصے سے پاؤں پٹختا دوبارہ دریچے میں جا کھڑا ہوا۔

وہ تینوں سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور نہایت سنجیدگی سے صلاح مشوروں میں مصروف ہو گئے۔

''بس ایک ہی راستہ ہے۔ ملکہ کی حکومت سے بغاوت..... اس کا قتل اور تخت و تاج پر قبضہ۔''

پوتھی نوس کے ڈرامائی انداز میں کہے گئے جملوں کو سنتے ہی سپہ سالار ایکیلاس نے مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''یہ سب اتنا آسان نہیں

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہے.....لوگ قلوپطرہ کو پسند کرتے ہیں، دربار میں بھی اس کا اثر و رسوخ ہے۔ اسے اس طرح آسانی سے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ یہ سب۔"

"یہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو۔" اتالیق تھیوڈوٹس نے سینہ پھیلاتے ہوئے پُراعتماد لہجے میں کہا۔ "میں سب کر لوں گا.....تم لوگ صرف دیکھتے جاؤ.....میں ہوں نا۔"

تھیوڈوٹس کا یہ مبالغہ آمیز اعتماد کسی کو بھی پسند نہیں آیا تھا، مگر پھر بھی وہ دونوں خاموش رہے اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے اس کے اگلے قدم کے بارے میں جاننے کے منتظر تھے۔

"تم دونوں ذرا اور قریب آ جاؤ تو میں اپنے منصوبے کے بارے میں بتاؤں۔"

اس نے محتاط نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے اپنے دونوں ساتھیوں کو قریب کرتے ہوئے سرگوشی میں اپنا منصوبہ سمجھانا شروع کیا۔ وہ دونوں خلاف توقع، اس کے منصوبے کو خاموشی اور غور سے سن رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ تائید بھرے انداز میں سر بھی ہلا رہے تھے جبکہ شاہزادہ ان تینوں سے بے نیاز دریچے میں کھڑا، آکاش کے نیلے آنچل میں ٹنکے روپہلے تاروں کو گننے میں مصروف تھا۔

❀✪❀

سمندر کی طرف سے آنے والی ہواؤں میں ایک بے نام سی خنکی کا احساس رچا ہوا تھا مگر کمرے میں ایک حبس کی سی کیفیت پائی جاتی تھی۔ خادمہ طوریہ نے سرِ شام ہی خواب گاہ کے تمام دریچے وا کر کے پردے سمیٹ دیئے تھے، پھر بھی کمرے میں قائم حبس اور گھٹن کا احساس کم نہ ہوا تھا۔

"طوریہ۔" قلوپطرہ نے نرم اور آرام دہ بستر پر کروٹ بدلتے ہوئے خادمہ کو پکارا۔

"جی ملکۂ عالیہ۔" طوریہ مستعد انداز میں لپکتی ہوئی قریب پہنچی۔

"یہ تمام شمعیں گل کر دو.....شاید گھور اندھیرا ہی ٹھنڈک کا کچھ احساس دے سکے۔" اس نے چھت سے لٹکتے بلوریں فانوس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حکم صادر کیا۔

"جی بہتر۔" طوریہ کے اشارے پر دروازے پر ایستادہ دونوں خادمائیں اس کام میں جُت گئیں اور چند ہی لمحوں میں فانوس میں پگھلتی شمعیں خاموش ہو چکی تھیں اور کمرے میں چہار سو گہرا اندھیرا پھیل گیا مگر ٹھنڈک کا احساس اب بھی ناپید تھا۔

"کیا تمہارے ہاتھ بے دم ہیں، جو اس قدر آہستہ پنکھے جھل رہی ہو۔" خادمہ طوریہ نے پنکھا جھلنے والی خادماؤں کو ڈانٹ پلاتے ہوئے بستر پر بے چینی سے کروٹ بدلتی قلوپطرہ کی طرف دیکھا۔

قلوپطرہ کے نرم سنہری بال تکیہ پر پریشان تھے اور اس کے حسین و دلکش چہرے پر ایک عجب سی بے کلی کا احساس بکھرا ہوا تھا۔

اسے برسرِ اقتدار آئے کئی ماہ بیت چکے تھے۔ حالات مطمئن ہونے کے بعد اس کی مشیرِ خاص اور اتالیق کاہنہ طوطیار نے تاریک جنگلوں کے اس پار پہاڑیوں کی سیلن زدہ گپھاؤں میں عبادت و ریاضت کے لیے جانے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ وہ ہر دو سال بعد ضروری جاپ کے لیے ان گپھاؤں میں جاتی تھی اور چھ ماہ تک کوہِ تنہائی میں عبادت و ریاضت میں مصروف رہتی تھی۔

وہ آج صبح ہی سفر پر روانہ ہوئی تھی اور اس کے جاتے ہی قلوپطرہ کو اپنے اندر ایک عجیب سا تنہائی اور اکیلے پن کا احساس جاگتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ چھٹی حس مسلسل اُسے کسی خطرے کا احساس دلا رہی تھی مگر وہ بے حد غور و خوض کے باوجود کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی.....پورا دن اسی کشمکش اور ادھیڑ بن میں بیت گیا تھا اور رات کے آتے ہی بے چینی اور بے کلی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ہر سمت ایک غیر محسوس سی آگ جلتی محسوس ہو رہی تھی۔ ہر شے سے ایک تپش سی اٹھ رہی تھی۔

"پانی!" قلوپطرہ بے چینی سے اُٹھ بیٹھی۔ اُسے اپنی ہتھیلیاں اور تلوے سلگتے ہوئے محسوس ہوئے۔

طوریہ تیزی سے مسہری کی دائیں جانب دھری تپائی کی طرف بڑھ گئی، جس پر چاندی کی صراحی میں یخ پانی دھرا تھا۔ اس نے بلوری گلاس میں پانی انڈیل کر قلوپطرہ کی خدمت میں پیش کیا اور قلوپطرہ نے ایک ہی سانس میں وہ پانی اپنے حلق میں انڈیل لیا۔

"یہ کیسی پیاس ہے طوریہ۔" اس نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے ادھیڑ عمر خادمہ سے سوال کیا..... "ایک عجیب سی آگ ہے، جو پورے وجود میں سلگ رہی ہے۔"

"اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں؟" خادمہ نے قدرے ہچکچاتے لہجے میں جواب دیا۔

"ہاں ہاں بولو.....ہم اس کیفیت کو کوئی نام دینا چاہتے ہیں مگر کوئی بھی نام دینے میں ناکام ہیں.....آخر یہ سب کیا ہے.....؟"

"آپ ایک حسین اور جوان دوشیزہ ہیں۔ خادمہ نے اس کے مشکبار گیسو سنوارتے ہوئے دھیمے لہجے میں جواب دیا..... "اب آپ کی

allurdupdfnovels.blogspot.com

شادی ہو جانی چاہیے۔"

"شادی کی تیاریاں تو ہو رہی ہیں۔" قلوپطرہ نے بُرا سا منہ بنا کر جواب دیا۔ "مگر میں اس نکمے اور فضول شاہزادے سے ہرگز شادی نہیں کرنا چاہتی۔"

"بھلا کہاں آپ اور کہاں وہ.....؟" خادمہ کے منہ کا ذائقہ بھی خراب ہو گیا تھا۔ "آپ ایک شاندار دوشیزہ.....اور وہ ایک نوعمر و کم سن بچہ..... بھلا یہ بھی کوئی جوڑ ہوا.....آپ کے لیے تو کوئی جنرل سیزر جیسا مردِ آہن ہونا چاہیے۔"

اس سے قبل کہ ملکہ قلوپطرہ جنرل سیزر کے بارے میں کوئی بات کرتی، خواب گاہ کے باہر راہداری میں بھاگتے ہوئے قدموں کی آوازیں گونج اٹھی تھیں۔ اگلے ہی لمحے ایک خواجہ سرا دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا.....

"ملکہ عالیہ! غضب ہو گیا۔" شاہزادے فیطس بطلیموس نے بغاوت کا اعلان کر دیا ہے.....اس کے ساتھیوں نے دربار اور محل پر قبضہ کر لیا ہے .....کوئی پل جاتا ہے کہ اس کے بھیجے ہوئے سپاہی آپ کی خوابگاہ میں داخل ہو کر آپ کا کام تمام کر دیں گے۔"

"کیا کہہ رہے ہو فلتوس۔" قلوپطرہ گھبرا کر اپنے بستر سے اٹھ بیٹھی۔

"ہاں ملکہ عالیہ، آپ کسی بھی طرح.....ابھی اور اسی وقت محل سے نکل جائیں۔" خواجہ سرا نے گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا، کیونکہ قاتل کسی بھی وقت یہاں پہنچنے والے ہیں۔"

"مگر اس تاریک رات میں، میں اکیلے کہاں، اور کس طرح جاؤں گی؟"

"میں آپ کے ساتھ چلوں گی۔" خادمہ طوریہ نے آگے بڑھ کر پُر اعتماد لہجے میں کہا۔

"اور میں بھی۔" لمبے قد کا ادھیڑ عمر دربان، اوریاد کمرے میں داخل ہوا۔

"قصر کے ساحلی چور دروازے کے باہر دو تازہ دم گھوڑے سفر کے لیے تیار کھڑے ہیں، آپ فوراً یہاں سے نکل جایئے، دیر ہونے کی صورت میں.....کچھ بھی ہو سکتا ہے۔"

"اوہ اچھا۔" قلوپطرہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔ خادمہ طوریہ نے ایک سیاہ چادر اس کے گرد لپیٹ دی۔ اگلے ہی لمحے وہ طوریہ اور دربان اوریاد کی معیت میں تیزی سے قصر کے چور دروازے کی طرف بڑھی چلی جا رہی تھی۔

اس چور دروازے کے بارے میں انتہائی خاص لوگ ہی جانتے تھے۔ سو قلوپطرہ اور اوریاد کے سوا اس وقت کسی کو بھی اس چور دروازے کا علم نہ تھا۔ وہ تینوں دیواروں کو ٹٹولتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ گھپ اندھیرے میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دے رہا تھا مگر وہ تینوں کسی بھی طرح ایک دوسرے کا سہارا لیتے دیواریں ٹٹولتے آگے بڑھ رہے تھے۔

دوسری طرف پورے قصر پر شاہزادے فیطس بطلیموس کے سپہ سالار ایکیلاس کی فوج نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس نے اپنے چند پھرتیلے اور طاقتور سپاہیوں کو ملکہ قلوپطرہ کو قتل کرنے کے لیے اس کی خواب گاہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔

مگر ذرا ہی دیر بعد وہ سپاہی بے نیل و مرام واپس لوٹ آئے۔

"ملکہ کی خواب گاہ تو خالی پڑی ہے.....لگتا ہے اسے بغاوت کا علم ہو گیا تھا۔ اسی لیے وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گئی۔"

سپاہی کی بات سن کر ایکیلاس کا چہرہ غصے سے لال بھبھوکا ہو گیا۔ وہ غصے میں بولا۔ "کیا بکتے ہو.....ابھی کے ابھی اُسے کیسے علم ہو سکتا ہے..... وہ ضرور کہیں چھپ گئی ہے۔ جاؤ اسے تلاش کرو.....اور اس کا سر قلم کر دو۔"

"ٹھہرو" مشیر واتالیق تھیوڈوٹس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سپاہی کو رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں ابھی قلوپطرہ کے کمرے سے آ رہا ہوں.....وہ اپنے کمرے میں نہیں ہے اور نہ ہی، کہیں قرب و جوار میں موجود ہے۔ میں نے سب جگہ تلاش کروا لیا ہے.....میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آخر وہ گئی تو گئی کہاں.....؟"

"مجھے معلوم ہے.....وہ کہاں جا سکتی ہے۔" وزیرِ اعظم پوتھی نوس نے کمرے میں داخل ہو کر کہا۔ "آؤ میرے ساتھ..... مجھے اس چور دروازے کا علم ہے۔"

"کون سا چور دروازہ؟ ایکیلاس نے حیرت بھرے لہجے میں سوال کیا۔

"وہی چور دروازہ جو ساحل سمندری پر دائیں جانب نکلتا ہے۔" پوتھی نوس نے اپنی معلومات کا خزانہ لٹایا۔ "ہمیں جلد از جلد انہیں راستے میں ہی پکڑنا ہوگا.....ورنہ اگر وہ قصر سے نکلنے میں کامیاب ہو گئی.....تو پھر ہم بھی اسے گرفتار نہ کر سکیں گے۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

''چلیے۔'' چاق و چوبند سپاہی لپکتے ہوئے آگے بڑھے اور وزیر اعظم پوتھی نوس ان سب کو ساتھ لیے تیزی سے دروازے کی طرف چل دیا۔

نوعمر شاہزادہ آنکھوں میں حیرانی لیے یہ سب کارروائی دیکھ رہا تھا۔ وہ جلد از جلد اپنی بہن قلوپطرہ سے تخت و تاج چھین لینا چاہتا تھا۔ اسے اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی کہ وہ قتل کر دی جائے یا قصر سے فرار ہو کر کہیں اور جا کر پناہ گزیں ہو جائے.....

مگر اس کے تینوں کبرسن، دانا و بینا مشیران جانتے تھے کہ قلوپطرہ کا بچ نکلنا ان سب کے لیے کس قدر خطرناک ثابت ہو سکتا ہے، اسی لیے وہ ہر حال اور ہر قیمت پر قلوپطرہ کی موت کے خواہاں تھے۔

اُدھر قلوپطرہ، خادمہ طوریہ اور دربان اوریاد کے ساتھ اندھیرے میں راستے ٹٹولتی بیرونی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ آخر کار وہ تینوں دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ دربان نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا، مگر اگلے ہی لمحے ٹھٹک کر اپنی جگہ رک گیا۔

ادھیڑ عمر کا دربان اپنی جگہ ساکت ہو گیا تھا۔ خادمہ طوریہ اور ملکہ قلوپطرہ بھی آنکھوں میں حیرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات لیے، اَدھ کھلے دروازے کے بیچ کھڑے لمبے تڑنگے سپاہی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

تاروں کے مدھم اُجالے میں سپاہی کے کاندھوں پر ٹنکے بکل چمک رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں دو دھاری خنجر تھا اور وہ کسی قدر خمیدہ ہو کر سرنگ نما تاریک راستے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''وہ.....آپ لوگ آ گئے.....!'' چند لمحوں بعد اس کی سرگوشی بھری آواز ابھری۔ ''یہاں تک پہنچنے میں آپ لوگوں نے کافی دیر کر دی۔ میں کب سے یہاں کھڑا آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''تت.....تم کون ہو؟'' دربان کی گھٹی گھٹی آواز اُبھری۔

''میں ایکیلاس کے لشکر کا سپاہی ہوں۔'' لمبے تڑنگے سپاہی نے اسی سرگوشی میں جواب دیا۔ ''مگر میں ملکہ قلوپطرہ کا وفادار ہوں۔ وزیر اعظم پوتھی نوس نے اپنے چند سپاہیوں کے ساتھ مجھے اس دروازے پر بھیجا تھا تا کہ جیسے ہی آپ لوگ دروازے تک پہنچیں، میں ملکہ سمیت آپ سب کو قتل کر دوں۔'' پھر دم بھر کو سپاہی دم لینے کو رکا۔ ''مگر میری وفا نے مجھے اس بات کی اجازت نہیں دی کہ میں اس حسن کی ملکہ کو موت کے گھاٹ اُتار دوں چنانچہ میں نے اپنے ساتھی سپاہیوں کو قتل کر دیا اور یہاں ٹھہر کر آپ لوگوں کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔''

''اوہ.....میرے مہربان اور باوفا سپاہی۔'' ملکہ قلوپطرہ نے آگے بڑھ کر بے ساختہ نوجوان سپاہی کے ہاتھ تھام لیے۔

تب ہی قصر کی فصیل کے دائیں جانب آڑ میں کھڑے گھوڑوں میں سے ایک نے ہنہنا کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا تو جیسے قلوپطرہ ہوش میں آ گئی۔ اس نے سپاہی کا شکریہ ادا کیا اور تیزی سے گھوڑوں کی طرف بڑھ گئی۔

اس کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہی دوسرے گھوڑے پر دربان اوریاد اور خادمہ طوریہ سوار ہو گئے اور اگلے ہی لمحے وہ دونوں گھوڑے تاریکی میں قصر کی مخالف سمت اُڑے چلے جا رہے تھے۔ محل کی ریتلی زمین پر گھوڑوں کی ٹاپوں کی تیز آوازیں گویا جذب ہوتی جا رہی تھیں۔ سیاہ چادر میں خود کو اچھی طرح چھپائے ملکہ قلوپطرہ ملک شام کی جانب محوِ سفر تھی۔

❀✪❀

کچھ ہی دیر میں ہرمقس کے اس کارنامے کی خبر ابوطیس کی بستی میں پہنچ گئی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے گرد بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے۔ وہ سب ہرمقس کی طاقت اور شکار کی حیرت انگیز صلاحیت سے بے حد متاثر دکھائی دے رہے تھے۔ سب ہی نے ہرمقس کی بے حد تعریف و تحسین کی تھی اور خبطاط کی نعش کو اپنے ساتھ لے کر بستی روانہ ہو گئے تھے۔

ہرمقس، سبیتا کی باتوں پر غور کرتا اور بستی والوں کی تعریف و تحسین پر دل ہی دل میں خوش ہوتا گھر کی طرف چل دیا۔

جب ہرمقس خانقاہ سبطی میں داخل ہوا تو ہر سمت رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی اس کے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔ گو کہ اُسے یقین تھا کہ اب تک شیر کے اس شکار کے بارے میں اس کے باپ ایمنت کو کچھ پتہ نہ چلا ہو گا، اس کے باوجود باپ کی حکم عدولی کے بارے میں سوچ کر ہی اسے ایک بے نام سے خوف کا احساس ہو رہا تھا۔ ایمنت تو اس کے چھوٹے جانوروں کے شکار پر بھی خفا ہوتا تھا کہ آج اس نے تن تنہا محض ایک برچھے کی مدد سے ایک توانا شیر مار گرایا تھا۔

ایمنت کے کمرے کے دروازے پر پہنچ کر، لحظہ بھر کو ہرمقس ٹھٹک کر رہ گیا۔ ادھ کھلے دروازے کے اُس پار، ایمنت کمرے کے وسط میں اپنی پسندیدہ اور مخصوص ہاتھی دانت کی کرسی پر پشت سے سر ٹکائے بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے پتھر کی میز پر ایک چوبی صندوقچہ دھرا تھا، جس میں بے شمار کاغذات بھرے تھے۔ کچھ کاغذات پر موت اور زندگی کے نقوش ثبت تھے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

ایمنت آنکھیں بند کیے ساکت و جامد بیٹھا تھا۔ ہرمقس کو اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ جاگ رہا ہے یا سو چکا ہے۔ ہرمقس کے ہاتھ میں اب بھی وہ خون آلود برچھا تھا جس کی مدد سے اس نے شیر کو واصل جہنم کیا تھا۔ ایمنت نے ہمیشہ ہی اُسے شکار سے دور رہنے کی تاکید کی تھی، مگر اس نے آج اس کی نافرمانی کی تھی، اس لیے خاصا ڈرا ہوا تھا اور باپ کے سامنے اپنی صفائی اور دفاع کے لیے الفاظ تلاش کر رہا تھا۔

تب ہی کرسی پر بے حس و حرکت بیٹھے ایمنت کے وجود میں حرکت ہوئی اور اس نے ہرمقس کی طرف پلٹے بنا کہا..... ''اندر آجاؤ ہرمقس''

اور ہرمقس خون آلود برچھا لیے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ جھوٹ بولے بنا وہ پوری سچائی سے اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اس سے معافی مانگ لے گا۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوا، ایمنت نے دھیمی آواز میں کہا۔ ''اے نادان! تو نے شیر کا شکار کھیلنے کی غلطی کیوں کی؟ جبکہ میں نے تجھے جنگل میں جانے اور شکار کھیلنے سے منع کیا تھا۔''

ہرمقس، کاہن کے سوال پر حیران رہ گیا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ ابھی اس کے پاس یہ خبر نہیں پہنچی ہو گی اور درست تھا کہ اس تک کسی نے یہ خبر نہیں پہنچائی تھی۔ پھر اسے کیوں کر خبر ہوئی؟ یہی بات ہرمقس کے لیے حیران کن تھی۔

''اے ہرمقس، ان ظاہری آنکھوں کے علاوہ بھی میرے پاس کچھ طاقتیں ہیں جن کے باعث میں تجھ پر نظر رکھ سکتا ہوں۔'' کاہن نے ہرمقس کی حیرت کو محسوس کرتے ہوئے مدبرانہ انداز میں جواب دیا۔ ''اے ہرمقس، یہ میری باطنی قوتوں کا اثر تھا کہ جب شیر نے تجھ پر پہلی جست لگائی تو وہ تجھ پر گرنے کے بجائے فضا میں تیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ پھر دوسری مرتبہ وہ تجھ پر حملہ آور ہونے کے بجائے تیرے بدخو دوست خبطاط پر جا گرا اور وہ بھی میری طاقت کا کمال تھا، جب اس نے تجھ پر حملہ کرنا چاہا تو تیرا برچھا اس کی گردن میں ایسے پیوست ہو گیا کہ اس نے شیر کی جان لے کر ہی چھوڑی۔''

''اے مقدس باپ۔'' ہرمقس حیرت زدہ سا کاہن ایمنت کے قدموں میں بیٹھ گیا۔ ''آپ نے جو منظر کشی کی ہے، سب کچھ بالکل ایسا ہی ہوا۔ میں نے اپنے دوست کے کہنے پر اس شکار کی ٹھانی تھی، جس کے لیے میں بے حد شرمندہ ہوں اور معافی کا خواستگار ہوں۔''

بوڑھے ایمنت نے آنکھیں کھول کر سرتاپا ہرمقس کو دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ ''تو نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔ مجھے خوشی ہے۔ یہ بڑے پن کی علامت ہے..... اور تو..... یقیناً ایک بڑا انسان ہے اور تجھے بالآخر ایک بہت ہی اونچے مقام پر پہنچنا ہے۔''

''ہاں بابا۔'' ہرمقس نے بے حد دھیمی آواز میں کہا۔ ''آج سبیتا بھی ایسی ہی کچھ عجیب و غریب باتیں کر رہی تھی۔ ایک لمحے کو تو مجھے یوں لگا تھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے شاید اس کا دماغ چل گیا ہے۔''

''نہیں ہرمقس، سبیتا کے لیے ایسا مت سوچو..... گو کہ وہ ہماری ملازمہ ہے مگر اس کی ماں آطوا اور خود اس نے ہمارے لیے اتنی بڑی قربانی دی ہے کہ اس کے احسان کے بوجھ سے رہتی دنیا تک ہماری گردنیں جھکی رہیں گی۔''

''میں کچھ سمجھا نہیں۔'' ہرمقس نے حیران لہجے میں سوال کیا۔

''میرے قریب آ۔'' بوڑھے ایمنت نے بازو پھیلاتے ہوئے ہرمقس کو مخاطب کیا۔ ''اور میری پیشانی کو بوسہ دے..... پھر میں تجھے بتاتا ہوں کہ سبیتا نے تجھے جو کچھ بتایا ہے، وہ کہاں تک سچ ہے اور یہ کہ آطوا اور سبیتا نے ہم پر کون سا احسان کیا ہے۔''

ہرمقس نے اپنا برچھا دیوار کے ساتھ کونے میں کھڑا کر دیا اور مؤدبانہ آگے بڑھا اور بے حد احترام اور محبت سے باپ کی روشن پیشانی کا بوسہ لیا۔

''مصر کے قدیم دیوتا ہمیشہ تجھ پر مہربان رہیں۔'' ایمنت نے مسرت بھری آواز میں بات کا آغاز کیا۔ ''میرے بچے آ میرے سامنے اس پتھریلی میز پر بیٹھ جا۔ میں تجھے بتاتا ہوں تو کون ہے اور تجھے کون سی عظیم ذمے داری سونپی جانے والی ہے۔''

پھر ایمنت نے دھیمے لہجے اور واضح آواز میں ہرمقس کے سامنے تمام کہانی کہہ سنائی۔ یہ بھی بتایا کہ کس طرح آطو نے اس کی زندگی بچانے کی خاطر سبیتا کے سگے بیٹے اپسیف کو بطلیموس کے یونانی سپاہیوں کے حوالے کر دیا تھا، جو اس کا سر کاٹ کر لے گئے اور ہرمقس کی زندگی بچ گئی تھی۔

''آہ قابل احترام آطو۔'' ہرمقس کے دل پر اس واقعے کا بے حد اثر ہوا اور اس کے لبوں سے بے ساختہ بوڑھی آطو کے لیے خراج تحسین ادا ہوا۔ وہ کئی لمحوں تک سر جھکائے اس واقعے کے بارے میں سوچتا رہا۔

''بے شک آطو دنیا کی عظیم عورت تھی۔'' ایمنت نے بھی پُرتاثیر آواز میں کہا۔ ''اور اس سے بھی زیادہ عظیم خرطوم اور سبیتا ہیں، کہ جنہوں نے اس حادثے کے بعد بھی تمہیں سینے سے لگا کر پالا پوسا، بہترین تربیت کی اور بے پناہ محبت دی۔''

ہرمقس کا جھکا سر کچھ اور جھک گیا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

''اب جو کچھ آگے میں کہنے جا رہا ہوں..... وہ اس بات کا متقاضی ہے کہ تو بے حد سنجیدگی اور غور سے یہ سب باتیں سن اور گرہ میں باندھتا جا۔''

''آپ فرمائیں، میں ہمہ تن گوش ہوں۔'' ہرمقس نے پوری طرح متوجہ ہوتے ہوئے جواب دیا۔

ایمنت چند لمحوں تک خاموشی کے ساغر میں ڈوبا رہا۔ اس کی تیز چمک دار نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی ہوئی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اپنی بات ہرمقس کے گوش گزار کرنے کے لیے مناسب الفاظ چن رہا ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ مؤثر انداز میں وہ اہم ترین ذمے داری کے بارے میں ہرمقس کو بتا سکے۔

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد آخر اس نے سرگوشی بھرے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ''اب آگے سن میرے بیٹے! اس وقت ارضِ خیم میں صرف میں اور تم..... دو ایسی ہستیاں موجود ہیں جن کی رگوں میں قدیم مصری بادشاہوں کا خون گردش کر رہا ہے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ مصر کی پاک سرزمین پر پہلے ایرانیوں نے قبضہ کیا، اس کے بعد مقدونیہ (یونان) والے قابض ہو گئے۔ یہ یونانی جو اپنے آپ کو بطلیموس کا وارث کہتے ہیں، پچھلے تین سو برسوں سے ہم پر حکومت کر رہے ہیں۔ یہ ہمارے دہقانوں سے اناج چھین لیتے ہیں اور ہمیں ہمارے دیوتاؤں کی عبادت نہیں کرنے دیتے اور ہمیں کتوں سے بھی بدتر سمجھتے ہیں۔''

مصر کی قدیم خبطی زبان میں مصر کو ''خم'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو بعد میں بگڑ کر ''خیم'' ہو گیا۔ ارضِ خیم سے مراد مصر تھا، جس پر اس وقت یونانی بطلیموس حکمران خاندان قابض تھا۔

ہرمقس سر جھکائے پوری توجہ اور انہماک سے باپ کی باتیں سن رہا تھا۔

''اے ہرمقس بتا! کیا میری باتیں تیری سمجھ میں آ رہی ہیں؟'' ایمنت نے سوال کیا۔

''ہاں میرے مقدس باپ۔'' ہرمقس نے اثبات میں سر ہلایا۔

''اے ارضِ خیم کے مقدس ہرمقس، خیم کے تمام لوگوں نے تجھے اپنا بادشاہ چن لیا ہے۔ تیرے نام کا اعلان بہت سے عبادت خانوں میں کیا جا چکا ہے۔ آج تیرے امتحان کا یہ پہلا موقع تھا کیونکہ تجھے ارضِ خیم کو بطلیموسوں کے ظلم و ستم سے آزاد کروانا ہے، اس لیے تجھے دنیا کی تمام ترغیبوں، لالچوں اور معمولی انسانوں والے احساسات سے منہ موڑنا ہوگا۔ آج تو نے خبطاط کے کہنے میں آ کر شیر کا شکار کیا، یہ تیری کمزوری تھی۔ تجھے کسی بھی قسم کی ترغیب، لالچ، بہکاوے اور باتوں میں نہیں آنا چاہیے، کیونکہ تیرا نصب العین بہت عظیم ہے اور تجھے آئندہ مصر کا فرعون بننا ہے۔ اس لیے اب تجھے ایسے ہی بے شمار امتحانوں سے گزرنا ہے تاکہ تیرے ارادوں میں پختگی پیدا ہو۔''

''میری اس پہلی غلطی اور کمزوری کو معاف کیا جائے۔'' ہرمقس نے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔ ''میں آئندہ کبھی اس قسم کی، کسی غلطی کا مرتکب نہ ہوں گا۔''

''ٹھیک ہے میرے بیٹے۔'' ایمنت نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اب میں تجھے ان خانقاہوں میں بھیجنا چاہتا ہوں، جہاں تیری آخری تربیت ہوگی اور تجھے ارضِ خیم کا بادشاہ بننے کی وہ تمام تعلیم و تربیت بہم پہنچائی جائے گی، جن کی تجھے آئندہ ضرورت پڑے گی۔''

''اے مقدس باپ! میں ہر امتحان کے لیے تیار ہوں۔'' ہرمقس نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

''ٹھیک ہے تو پھر تو سفر کی تیاری شروع کر دے۔'' ایمنت نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''اب تیرے سفر کا وقت آ گیا ہے۔''

''مگر مجھے کہاں جانا ہوگا؟'' ہرمقس کے سوال میں تجسّس کے ساتھ ہلکی سی گھبراہٹ بھی تھی۔

''تجھے مقدس مناف جانا ہوگا۔ مناف اسکندریہ سے بھی بڑا شہر ہے۔ مناف جاتے ہوئے راستے میں ''انوع رع'' کی مقدس خانقاہ پڑتی ہے۔ انوع رع تیری منزل ہے۔''

انوع رع کے نام پر ہرمقس چونک اٹھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس عظیم خانقاہ کا بڑا کاہن، اس کا ماموں سیفا تھا۔

''کیا مجھے ماموں سیفا کے پاس جانا ہوگا؟'' ہرمقس نے سوال کیا۔

''تو جانتا ہے تیرا ماموں سیفا انوع رع کا سب سے بڑا کاہن ہے۔ اس کے سینے میں علم و فضل کا ایک سمندر موجزن ہے۔ وہ تجھے اپنے علم و دانش کے خزانوں سے مالا مال کر دے گا اور سیاہی موشگافیاں اور حکمرانی کی باریک بینیاں تیرے گوش گزار کر کے تجھے ایک کامیاب اور معتبر فرعون بننے کے لائق کر دے گا۔''

''یہ یقیناً میری خوش نصیبی ہوگی کہ مجھے ماموں سیفا سے ملنے اور ان سے علم حاصل کرنے کا موقع ملے گا۔ آپ جس وقت بھی حکم کریں، میں سفر کے لیے ہمہ وقت تیار ہوں۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''شاباش میرے لختِ جگر۔'' ایمنت نے اپنے دونوں ہاتھ لمبے کر کے ہرمقس کو شانوں سے تھامتے ہوئے کہا۔ ''شاید اب کئی سالوں تک ہماری ملاقات نہ ہو لیکن اب ہم تب ہی ملیں گے، جب تم علم و فضل اور دانش و دانائی کے تمام خزانوں پر قابض ہو چکے ہو گے۔''

''آپ کی دعائیں شاملِ حال رہیں اور دیوتاؤں کی مہربانی رہی تو ایک دن یقیناً ایسا ہی ہو گا۔'' ہرمقس نے پُر اعتماد اور پُر یقین لہجے میں جواب دیا اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''کل شام کو سفر کرنے کے لیے تیار رہنا۔'' ایمنت نے دھیمے لہجے میں کہا۔ شہر مناف کی عبادت گاہ ملح کے چند کاہن اپنے ایک بزرگ کی لاش کو ابوطیس کی مقدس خانقاہ میں دفن کرنے لائے ہیں۔ وہ کل شام کو واپس جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں تم ان کے ساتھ ہی روانہ ہو جاؤ۔ خانقاہ انوع رع ان کے راستے میں پڑے گی، یہ لوگ تمہارے ماموں سیفا کے پاس پہنچا دیں گے۔''

''جیسا آپ پسند کریں۔'' ہرمقس نے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے جواب دیا۔ ''مجھے کل شام آپ سفر کے لیے تیار پائیں گے۔''

❀✪❀

کاہنہ طوطیا کلیدس سفر سے واپس لوٹی تو یہاں کی دنیا ہی بدل چکی تھی۔ تخت و تاج مصر پر ملکہ قلوپطرہ کی جگہ اس کا نوعمر بھائی فیطس بطلیموس قابض ہو چکا تھا۔ شاہ بطلیموس اور اس کے مشیروں نے کاہنہ کا ادب و احترام سے استقبال کیا تھا اور اس کی سابقہ شاہی ذمے داریاں اسے سونپ دی تھیں۔ مگر اس تبدیلی سے طوطیا کا دل خوش نہیں تھا۔ وہ قلوپطرہ سے ایک خاص انس رکھتی تھی اور مصر پر اسی کی حکمرانی کی خواہاں تھی اور اپنے علم و دانش سے اس بات کا ادراک رکھتی تھی کہ جلد یا بدیر مصر پر قلوپطرہ کی حکومت قائم ہونے والی ہے۔

جب فیطس بطلیموس اور اس کے ساتھیوں کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بے حد خوفزدہ ہو گئے تھے۔ خاص طور پر فیطس بطلیموس اپنی خواب گاہ میں اکیلا سونے سے ڈرنے لگا تھا۔ اُسے ہر دم یہی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ کسی بھی وقت قلوپطرہ مصر پر حملہ آور ہو کر اس سے سب کچھ چھین لے گی۔

''کیوں نہ ہم اس سلسلے میں عظیم الشان سلطنت روما کے جنرل پومپی سے مدد طلب کریں؟''

اُس شام فیطس بطلیموس، اپنے تینوں مشیرں اکیلاس، پوتھی نوس اور تھیوڈوٹس کے ساتھ بیٹھا صلاح و مشورے میں مصروف تھا۔

''ہاں، ایسا ہو تو سکتا ہے۔'' تھیوڈوٹس نے پُر سوچ نظروں سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''سلطنت مصر کے بڑوں نے ہمیشہ اہم موقعوں پر اسی سے مسائل کے حل کے لیے سلطنت روما سے رجوع کیا تھا۔ خاص طور پر جنرل پومپی کے ہم پر بے حد احسانات ہیں۔''

''وہی تو۔'' شاہ بطلیموس جلدی سے بولا۔ ''اسی لیے میں چاہتا ہوں ہم سلطنت روما کے جنرل پومپی سے رابطہ قائم کر کے اپنا یہ مسئلہ اس کے سامنے رکھیں۔''

''مگر سننے میں آ رہا ہے کہ آج کل خود سلطنتِ روما کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔'' وزیرِ اعظم پوتھی نوس نے مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ''جنرل پومپی کی جنرل جولیس سیزر سے ٹھنی ہوئی ہے اور وہاں خانہ جنگی کی سی کیفیت ہے۔''

''اوہ، تو پھر کیا کیا جائے؟'' فیطس بطلیموس کے چہرے پر جنرل پومپی کے نام پر جو اُمید کی روشنی بکھری تھی، دوبارہ مایوسی میں بدل گئی۔

یہ 48 قبل مسیح کا زمانہ تھا اور یورپ کی عظیم الشان سلطنت روما جسے رومتہ الکبریٰ کے نام سے پکارا جاتا تھا، خانہ جنگی میں مبتلا تھی۔ سلطنت پر جنرل پومپی قابض تھا، مگر جنرل جولیس سیزر، پومپی سے سلطنت چھین لینا چاہتا تھا۔ جولیس سیزر ایک قابل، ذہین اور طاقتور جنرل تھا۔ اس نے پومپی کی فوجوں کو کئی مقامات پر شکست فاش دی تھی۔ چنانچہ اب جنرل پومپی نے فیصلہ کیا کہ وہ نرل جولیس سیزر کو سزا دینے کے لیے خود ہی ایک لشکر جرار لے کر نکلے۔ جب وہ فارسیلیا کے مقام پر پہنچا تو وہاں پہلے سے ہی جنرل جولیس سیزر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ انداز تھا۔

اگلے دن دونوں افواج مدمقابل آئیں۔ گھمسان کا رن پڑا۔ کشتوں کے پُشتے لگ گئے۔ فتح و کامرانی جنرل جولیس سیزر کا مقدر بنی اور جنرل پومپی کو اپنی جان بچا کر میدانِ جنگ سے بھاگنا پڑا۔

کئی دنوں تک اس کا بحری جہاز بحیرۂ روم میں بے سمت ڈولتا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ جائے تو جائے کہاں.....؟ آخر کافی سوچ بچار کے بعد اس نے اپنے بحری جہاز کا رُخ مصر کے دارالسلطنت اسکندریہ کی طرف پھیر دیا۔

سلطنت مصر اگرچہ سلطنت روم کے ماتحت نہ تھی، مگر مصر کے حکمرانوں نے ہمیشہ ہی روم کے تاجداروں کو اپنے سر آنکھوں پر بٹھایا تھا۔ سابقہ حکمران الیطس بطلیموس تو سلطنت روم کی پرستش کی حد تک عزت کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دونوں سلطنتوں میں گہرے دوستانہ تعلقات تھے۔

جنرل پومپی کے زمانے میں ان تعلقات میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ مصر کے حکمران اپنے ہر مشکل مسئلے کے حل کے لیے جنرل پومپی سے رجوع کرتے تھے۔ جنرل پومپی نے ہر آڑے وقت میں مصر کا ساتھ دیا تھا اور اس پر بے شمار احسانات کیے تھے۔ چنانچہ میدانِ فارسیلیا میں جنرل جولیس

allurdupdfnovels.blogspot.com

سیزر سے شکست فاش کے بعد جب جنرل پومپی کو جان بچا کر بھاگنا پڑا تو اس نے مصر جانے کا فیصلہ کیا۔

''آپ اسکندریہ کیوں جانا چاہتے ہیں؟'' اس کے ساتھی جنرل اوٹرم نے سوال کیا۔ ''سنا ہے آج کل وہاں کے حالات روم سے بھی زیادہ خراب ہیں۔''

''وہاں کے حالات جیسے بھی ہوں، اب ہمیں وہیں پناہ مل سکتی ہیں۔'' پومپی نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا۔ ''وہاں قیام کے بعد از سرِ نو لشکر تشکیل دے کر، ہم دوبارہ جولیس سیزر سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہم نے مصریوں پر ہمیشہ ہی احسانات کیے ہیں۔ سابقہ حکمران ایٹس بطلیموس ہمیشہ ہی ہمارا ممنون و شکر گزار رہتا تھا۔ اس کی اولاد کو بھی چاہیے، اپنے باپ کی طرح ہمیں عزت و احترام دے..... نا صرف پناہ دے بلکہ فوجی مدد بھی دے تاکہ ہم اپنے حریف جولیس سیزر کے دانت کھٹے کر سکیں۔''

جنرل اوٹرم نے کوئی جواب نہیں دیا تھا..... وہ سر جھکائے مصر کے موجودہ حالات پر غور کر رہا تھا۔

❀✪❀

ملکہ قلوپطرہ اپنے بھائی فیطس بطلیموس کی بغاوت کے بعد اپنی جان بچا کر ملک شام کی طرف نکل گئی تھی۔ اب مصر پر 13 سالہ شاہ زادہ فیطس، شاہِ بطلیموس کے طور پر حکومت کر رہا تھا۔ یہ کمسن اور نادان بادشاہ اپنے تینوں مشیروں ایکیلاس، تھیوڈوٹس اور پوتھی نوس کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بنا ہوا تھا۔ اس کے مشیروں نے بطلیموس کو بہکا کر اسے قلوپطرہ کے نا صرف خلاف کر دیا تھا بلکہ سازش کر کے قلوپطرہ کو ملک شام کی طرف بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس کا ارادہ تو ملکہ کو قتل کر کے ہمیشہ کے لیے اس فتنے کو دبانے کا تھا، مگر قلوپطرہ کو بروقت علم ہو جانے کے باعث اس کی جان بچ گئی تھی۔ اب وہ ملک شام میں تھی اور وہاں ایک لشکر جرار تیار کرنے میں مصروف تھی۔

جب سے یہ خبر فیطس بطلیموس اور اس کے مشیروں تک پہنچی تھی، سب ہی گھبرا اُٹھے تھے۔ اب ہر لمحہ انہیں یہ دھڑکا لگا رہتا تھا کہ یہ نہ معلوم کب اور کس راستے سے قلوپطرہ مصر پر حملہ آور ہو جائے۔

اس خطرے کے پیشِ نظر بطلیموس کے مشیروں اور خاص کر اس کے وزیرِ اعظم پوتھی نوس نے اسکندریہ سے ملک شام تک جاسوسوں کا ایک جال سا پھیلا دیا تھا، جو ملک شام میں قلوپطرہ کی خبریں پوتھی نوس کو پہنچاتے رہتے تھے گو کہ وہ ان سے ہزاروں میل کی مسافت پر تھی، اس کے باوجود، فیطس بطلیموس اور اس کے مشیروں کا سازشی ٹولا ہراساں و دہشت زدہ رہتا تھا۔

❀✪❀

وہ صبح بھی ایک عام سی صبح تھی۔ موسمِ سرما کا آغاز ہو چکا تھا، اس لیے عموماً صبح کے وقت ہواؤں میں ایک غیر محسوس سی خنکی اور ٹھنڈک کا احساس رچا ہوا تھا۔ سورج کی نارنجی بفشی کرنوں کی بے نام سی تمازت بھلی معلوم ہو رہی تھی۔ سورج کی کرنیں بحیرۂ روم کی سطح پر دودھیا روشنی کا غبار سا بناتی محسوس ہو رہی تھیں۔ حدِ نگاہ تک ایک روشنی کا لہریں لیتا سمندر نگاہوں میں چکا چوند پیدا کرتا بھلا لگ رہا تھا۔

اس وقت فیطس بطلیموس اپنے تینوں مشیروں کے ساتھ اپنے خصوصی طعام خانے میں ناشتے کی میز پر بیٹھا ہوا تھا گو کہ وہ چاروں ناشتہ کرنے میں مصروف تھے، مگر ان کی متجسس اور خائف نظریں کمرے کے کھلے دریچوں کے اُس پار بحیرۂ روم کی پُرسکون سطح پر جمی ہوئی تھیں۔

اچانک ہی پوتھی نوس کی خوفزدہ آواز سنائی دی۔ ''دیکھو..... وہ دیکھو..... دائیں طرف سیڑھیوں کے قریب ایک کشتی آ کر ٹھہری ہے۔''

سب لوگ گھبرا کر کھڑے ہو گئے اور دریچے کے بالکل قریب آ کر سیڑھیوں کی طرف دیکھنے لگے، جو محل کے بڑے دروازے سے سطحِ آب تک چلی گئی تھیں۔

''اوہ..... یہ تو ہمارا کوئی جاسوس معلوم ہوتا ہے۔'' چند لمحوں بعد پوتھی نوس کی قدرے اطمینان بھری آواز سنائی دی تھی۔

''مگر اس کا لباس مصری نہیں ہے۔'' تھیوڈوٹس نے تیوریوں پر بل ڈال کر کہا۔

سپہ سالار ایکیلاس اور تھیوڈوٹس ہمیشہ ہی ایک دوسرے کے خلاف رہتے تھے مگر اس وقت ایکیلاس نے حیرت انگیز طور پر تھیوڈوٹس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔ ''محترم تھیوڈوٹس کا خیال درست معلوم دیتا ہے۔ آنے والے کا لباس شاہی گورکھوں جیسا ہے۔''

فیطس بطلیموس نہایت توجہ سے آنے والے کو دیکھ رہا تھا، جو اب کشتی سے اُتر کر سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ پھر وہ اپنے تینوں مشیروں کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میں سپہ سالار ایکیلاس اور اپنے استاد محترم تھیوڈوٹس کی بات سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ میرے خیال میں وزیرِ اعظم پوتھی نوس کا اندازہ ٹھیک ہے، آنے والا ہمارا جاسوس ہی ہے۔''

وزیرِ اعظم پوتھی نوس کی باچھیں کھل گئیں۔ اتالیق اور سپہ سالار کا منہ لٹک گیا۔ سازشیوں کا یہ تین کا ٹولا صرف اس بات پر متفق تھا کہ قلوپطرہ کو

allurdupdfnovels.blogspot.com

تخت وتاج سے دور رکھا جائے۔اس کے علاوہ وہ کسی اور بات پر کبھی اتفاق نہ کرتے تھے بلکہ ہمیشہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں لگے رہتے تھے۔

اسی وقت ایک خادم نے آکر اطلاع دی۔''ملک شام سے آنے والا شاہی جاسوس بازیابی کی اجازت چاہتا ہے۔''

''اجازت ہے۔'' کم سن فیطس بطلیموس نے کہا۔

خادم کے واپس جانے کے بعد چند لمحوں بعد ہی جاسوس کمرے میں داخل ہوا۔جاسوس کا لباس مصری نہ تھا۔جاسوس ابھی سلام بھی نہ کر سکا تھا کہ تھیوڈوٹس نے فوراً اعتراض کیا۔

''تم مصری ہو.....مگر تم نے یہ لباس شامیوں جیسا پہن رکھا ہے۔''

''جی مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں مصری ہوں۔'' جاسوس نے مؤدبانہ مگر مضبوط انداز میں جواب دیا۔''مگر آج کل میں ملک شام میں خدمات انجام دے رہا ہوں،اسی لیے اس ملک کا لباس پہنا ہوا ہے۔''

''شاباش،تمہاری اس بات سے عقل ودانائی کا اظہار ہوتا ہے۔فیطس بطلیموس نے فوراً دخل دے کر جاسوس کو اپنی طرف متوجہ کیا۔''اب بتاؤ کیا خبر لائے ہو.....؟''

''عالی جاہ!'' جاسوس سنبھل کر بولا۔''دشمن شہزادی قلوپطرہ نے شاہی لشکر جمع کر لیا ہے اور وہ خشکی کے راستے مصر واپس آنے کا منصوبہ تیار کر رہی ہے۔''

بطلیموس کی آنکھیں حیرت اور قدرے خوف کے ملے جلے احساس کے ساتھ پھیل گئیں۔اُس کے تمام مشیران بھی پریشان ہو گئے۔

''کیا تمہیں یقین ہے کہ قلوپطرہ خشکی کے راستے ہی آئیں گی۔'' کچھ دیر کی خاموشی کے بعد پوتھی نوس نے دریافت کیا۔

جاسوس نے پورے استقلال سے جواب دیا۔''محترم وزیر اعظم،جاسوسوں کی ہر دم یہی کوشش ہوتی ہے کہ وہ کوئی غلط خبر نہ پہنچائیں،مگر چونکہ ہماری اطلاعات اندازوں اور دوسروں کی کہی ہوئی باتوں پر منحصر ہوتی ہیں،اس لیے ان میں غلطی کا امکان بھی ہو سکتا ہے۔''

فیطس بطلیموس نے کئی گہرے گہرے سانس لے کر اپنے اوسان ٹھکانے پر لانے کی کوشش کی اور کسی قدر اس میں کامیاب بھی رہا۔چند لمحوں بعد اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں سپہ سالار کو مخاطب کر کے کہا۔''کیا ایسا ممکن ہے کہ ہم قلوپطرہ کو مصر میں داخل ہونے سے پہلے روک لیں؟''

سپہ سالار ایکیلاس جو اس خبر سے خاصا خوفزدہ دکھائی دے رہا تھا،سہمی ہوئی آواز میں بولا۔''یہ ممکن تو ہے مگر اس کے لیے ہمیں اسکندریہ چھوڑنا پڑے گا۔''

''تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم دشمن کو نہایت آسانی سے مصر میں داخل ہونے دیں۔''فیطس بطلیموس نے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔''اور اس وقت تک شاہی محل سے چمٹے رہیں،جب تک قلوپطرہ اسکندریہ پہنچ کر ہمیں یہاں سے نکال باہر نہیں کرتی۔''

بادشاہ کے اس قدر تلخ اور ترش لہجے سے اس کا اتالیق تھیوڈوٹس پریشان ہوا اُٹھا تھا۔

''تحمل شاہِ محترم تحمل۔''اس نے نرم اور دھیمے لہجے میں سمجھانے والے انداز میں کہا۔''آپ پریشان نہ ہوں،سپہ سالار اس مشکل کا ضرور کوئی حل تلاش کر لیں گے۔''

سپہ سالار ایکیلاس نے مشکور نظروں سے تھیوڈوٹس کی طرف دیکھا،پھر پُرعزم لہجے میں بولا۔''بے شک شاہ معظم کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔میں آج ہی لشکر لے کر پورٹ سعید کی طرف روانہ ہو جاؤں گا تا کہ قلوپطرہ اپنے ناپاک قدم مصر کی سرزمین پر نہ رکھ سکے۔''

فیطس بطلیموس کا چہرہ کھل اٹھا۔

''سپہ سالار تنہا نہیں جائیں گے۔'' وہ پُرجوش آواز میں بولا۔''ہم بھی ان کے ساتھ چلیں گے۔''

''یہ تو شاہ معظم کا بہترین فیصلہ ہے۔''اتالیق تھیوڈوٹس خوشامدانہ لہجے میں بولا۔''ہم سب شاہ کے قدم سے قدم ملا کر ساتھ چلیں گے۔''

''پھر ٹھیک ہے۔''فیطس بطلیموس نے دوٹوک لہجے میں فیصلہ سنایا۔''ہم سب آج ہی اسکندریہ سے روانہ ہو جائیں گے۔''

شاہ بطلیموس اسی دن،شام کے وقت اپنے برّی اور بحری لشکر کے ساتھ پورٹ سعید کی طرف روانہ ہو گیا۔ملک شام سے مصر آنے والا خشکی کا راستہ پورٹ سعید کے پاس سے گزرتا تھا۔

بندرگاہ کے قریب سلطنت مصر کا ایک مشہور قلعہ پیلوتیم ساحل سمندر پر موجود تھا،جو دفاعی اعتبار سے کافی مضبوط تھا،چنانچہ سپہ سالار ایکیلاس نے شاہ بطلیموس کو پورٹ سعید جانے کے بجائے قلعہ پیلوتیم میں قیام کر کے قلوپطرہ کی آمد کا انتظار کرنے کا مشورہ دیا۔سپہ سالار کی اس رائے سے شاہ بطلیموس اور اس کے دونوں مشیروں نے بھی اتفاق کیا۔اس لیے شاہ اور اس کے مشیر بحری جہاز سے اُتر کر قلعہ پہنچ گئے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

شاہ بطلیموس چونکہ بحری جہاز سے اپنے محافظ دستے اور مشیروں کے ساتھ آیا تھا، اس لیے وہ قلعہ پیلوتیم پہلے پہنچ گیا اور اس کا لشکر خشکی کے راستے تین دن بعد پہنچا اور اس نے قلعے کے اندر اور باہر مورچے بنا لیے۔

مصری لشکر کو پیلوتیم پہنچنے مشکل سے دو دن ہی گزرے تھے کہ ملکہ قلوپطرہ اپنے لشکر کے ساتھ مصری حدود میں داخل ہوئی۔ اُس کا خیال تھا کہ مصری سرحد پر اُسے مصری لشکر کا سامنا کرنا پڑے گا مگر ایسا نہیں ہوا کیونکہ شاہ بطلیموس پیلوتیم کے قلعے میں تھا اور اس نئی جگہ پر جاسوسی کا مؤثر انتظام نہیں کر سکا تھا، اس لیے اُسے قلوپطرہ کی مصر میں داخل ہونے کی خبر اس وقت ہوئی جب وہ مصری سرحد کے اندر، کئی میل تک پہنچ چکی تھی۔

اس وقت بھی سرکاری جاسوس کے بجائے، یہ اطلاع ایک دیہاتی سانڈنی سوار نے شاہ کو پہنچائی تھی۔

''عالی جاہ! میں سرحدی علاقے کے ایک دیہات کے رہنے والا ہوں۔ پرسوں شام میں نے دیکھا کہ شمال کی طرف سے ایک لشکر بڑی تیزی سے مصری سرحد میں داخل ہو رہا ہے۔ یہ لشکر سرحد میں داخل ہونے کے بعد وہیں ٹھہر گیا۔ شاید اسے کوئی خطرہ محسوس ہوا۔ میں دریافت حال کے لیے لشکر میں گیا تو پتہ چلا کہ ہمارے ملک کی باغی شہزادی قلوپطرہ مصر پر چڑھائی کرنے ملک شام سے لشکر لائی ہے، بس میں اسی رات قلعہ کے لیے روانہ ہو گیا تا کہ آپ کو یہ اندوہناک خبر دے سکوں۔''

شاہ بطلیموس نے سانڈنی سوار کا اس خدمت گزاری اور کارکردگی پر شکریہ ادا کیا اور انعام کے طور پر اسے ایک ہیرے کی انگوٹھی دی۔ دیہاتی سانڈنی سوار خوشی خوشی بیش قیمت انگوٹھی لے کر واپس اپنے دیہات کی طرف چل دیا مگر وہ یہ خبر دے کر نوعمر شاہِ بطلیموس کو بڑی پریشانی میں مبتلا کر گیا تھا۔

''اب کیا کرنا چاہیے؟'' اس نے ہراساں لہجے میں سپہ سالار ایکیلاس سے دریافت کیا۔

سپہ سالار ایکیلاس فطرتاً بزدل تھا۔ سازشوں اور ریشہ دوانیوں میں تو اس کا دماغ چلتا تھا مگر فنون سپہ گری سے پوری طرح واقف نہ ہونے کی وجہ سے وہ فوجی مسائل فوری طور پر حل کرنے کی صلاحیت سے محروم تھا۔

''میرا خیال ہے، قلعے سے نکل کر قلوپطرہ پر حملہ کیا جائے تا کہ اس کے تھکے ہوئے لشکر کو زیادہ آرام کر کے تازہ دم ہونے کا موقع نہ مل سکے۔'' اتالیق اور وزیر اعظم نے یک زبان ہو کر مشورہ دیا۔

مگر سپہ سالار قلعہ چھوڑ کر میدان جنگ کرنے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ اُسے خدشہ تھا کہ اس طرح قلوپطرہ پہلے ہی حملے میں کامیاب ہو جائے گی اور اس کی سپہ سالاری کا خاتمہ ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے منصوبے کے تحت کہا۔ ''مجھے وزیر اعظم اور معزز اتالیق کی رائے سے پورا پورا اتفاق ہے مگر جب تک قلوپطرہ کے لشکر کی صحیح تعداد کا علم نہ ہو جائے، اس وقت تک میدان میں اُترنا خطرے سے خالی نہیں۔''

''سپہ سالار ایکیلاس کی بات درست معلوم ہوتی ہے۔'' شاہِ بطلیموس نے چند لمحوں تک اس کی بات پر غور کرنے کے بعد تائید بھرے انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بہادری اور شجاعت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ دشمن کی طاقت کا اندازہ لگائے بغیر اندھا دھند حملہ کر دیا جائے۔ ہمیں جاسوسی کے تیز ترین نظام کے ذریعے اس لشکر کی درست تعداد کی معلومات حاصل کرنی چاہیے۔''

چنانچہ ایک کے بجائے تین جاسوس قلوپطرہ کے لشکر کی تعداد کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے مصر کی سرحدوں کی طرف روانہ کر دیئے گئے۔ انہیں تاکید کی گئی کہ وہ جلد از جلد دشمن کے لشکر کی مکمل تفصیلات سے آگاہ کریں۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ تینوں شاہ بطلیموس کے ساتھ خواب گاہ میں آ گئے۔ جب سے شاہ کے سر میں قلوپطرہ کا خوف کا سودا سمایا تھا۔ وہ چوبیس گھنٹے اپنے ان تینوں مشیروں کو اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ حتیٰ کہ وہ خواب گاہ میں بھی اکیلا نہ سوتا تھا۔

آج کی رات ان چاروں کے لیے خاصی پریشان کن ثابت ہوئی تھی۔ سب کے چہروں سے پریشانی مترشح تھی اور آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ خاص طور پر شاہِ بطلیموس بے حد پریشان تھا۔ اس کے ایک ایک انداز سے اضطراب اور بے کلی کا اظہار ہو رہا تھا۔

خواب گاہ میں پہنچنے کے بعد بھی وہ چاروں کافی دیر تک جاگتے رہے۔ پھر ایک ایک کر کے اپنے اپنے بستروں پر جا کر سوتے گئے مگر شاہ بطلیموس کی آنکھوں میں نیند کوسوں دور تھی۔ وہ بستر پر لیٹنے کے بجائے خواب گاہ کی وسیع و عریض راہداریوں میں ٹہل رہا تھا۔

رات دھیرے دھیرے محوِ سفر تھی۔ رات کی خنک ہوا کے نرم جھونکے ہر سمت اٹکھیلیاں کرتے پھر رہے تھے۔ نیلے آسمان پر ستارے جگمگا رہے تھے۔ ہر سمت ایک تسکین آمیز سکوت پھیلا ہوا تھا مگر شاہِ بطلیموس کے ننھے سے دل کو قرار نہ تھا۔ تب ہی ایک خادمہ نے راہداری میں داخل ہو کر شاہ کو اطلاع دی۔

''شاہِ معظم! اسکندریہ سے ایک قاصد آیا ہے اور فوراً باریابی کی اجازت چاہتا ہے۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''قاصد کو فوراً پیش کیا جائے۔'' بطلیموس نے جواب دیا اور بالکونی سے اندر خواب گاہ میں چلا آیا۔ اس کے تینوں مشیر بھی خادمہ کی آواز سن کر چونک کر اُٹھ بیٹھے تھے اور ہراساں نظروں سے ایک دوسرے کا چہرہ تک رہے تھے۔

تب ہی قاصد کمرے میں داخل ہوا۔

''کیا خبر لائے ہو؟'' بطلیموس نے بے تابانہ سوال کیا۔

''عالی جاہ!'' قاصد نے تعظیم پیش کرنے کے بعد مؤدبانہ کہنا شروع کیا۔ ''سلطنت روما کا پومپی اعظم اپنے حریف جنرل جولیس سیزر سے میدان جنگ میں شکست کھانے کے بعد پناہ اور مدد کی امید لیے مصر کی طرف آیا ہے۔ جنرل پومپی کا جہاز ساحل سمندر سے کچھ فاصلے پر ٹھہر گیا ہے کیونکہ ساحل کے قریب سمندر زیادہ گہرا نہیں ہے۔ اسکندری کے گورنر نے پومپی سے رابطہ قائم کر کے اسے وہیں ٹھہرے رہنے کی درخواست کی، تاکہ اس دوران وہ آپ سے بات کرے۔ گورنر نے مجھے حضور کی خدمت میں اسی لیے بھیجا ہے کہ اس سلسلے میں آپ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔''

شاہِ بطلیموس نے اپنے مشیروں سے صلاح مشورہ کرنے کی خاطر قاصد کو جواب دینے سے قبل کچھ دیر کے لیے کمرے سے باہر بھیج دیا۔

''آپ لوگوں نے ساری بات سن لی۔ اب بتائیے، ہمیں اس صورت حال میں کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟'' قاصد کے باہر جاتے ہی شاہ نے اپنے تینوں مشیروں کو مخاطب کر کے مشورہ طلب کیا۔

''آپ اس سلسلے میں کیا سوچتے ہیں؟'' اتالیق تھیوڈوٹس نے دھیمے لہجے میں سوال کیا۔

''میدان جنگ میں شکست کھانے کے بعد ظاہر ہے پومپی ہم سے مدد اور پناہ کی امید لیے اسکندریہ پہنچا ہے لیکن ہمارے حالات اس قابل نہیں ہیں کہ ہم اس کی کوئی مدد کر سکیں، جب تک ہم قلوپطرہ کے خطرے کو ہمیشہ کے لیے ختم نہیں کر دیتے، پومپی کو کس طرح پناہ دے سکتے ہیں۔''

شاہ بطلیموس کی بات سن کر تینوں مشیر خوشامدانہ انداز میں سر ہلانے لگے۔

''آپ صحیح فرما رہے ہیں عالی جاہ۔'' سب سے پہلے پوتھی نوس بولا۔ ''قلوپطرہ کا خطرہ تلوار کی صورت ہمارے سروں پر لٹک رہا ہے۔ وہ کسی وقت بھی ہم پر حملہ کر سکتی ہے۔ اس جنگ کی فتح و شکست پر ہماری زندگیوں کا دارومدار ہے۔ ایسے حالات میں ہم پومپی کی کس طرح مدد کر سکتے ہیں؟''

''اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ۔'' سپہ سالار ایکیلاس نے دانش مدانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے ایک اہم مسئلے کی طرف نشاندہی کی۔ ''اگر ہم نے پومپی کی مدد کی تو جنرل جولیس سیزر ہم سے ضرور بدلا لے گا، ممکن ہے کہ وہ قلوپطرہ کی مدد کرے اور ہمیں شکست دے کر مصر پر قبضہ کرے۔''

شاہ بطلیموس کے چہرے پر ہوائیوں اُڑنے لگیں۔ تب ہی ایک خادمہ تیزی سے اندر داخل ہوئی اور اس نے ہانپتے ہوئے بتایا۔ ''شاہ حضور! ساحل سے اطلاع آئی ہے کہ ایک جہاز سر پر سلطنت روما کا پرچم لہرا رہا ہے، وہ ہمارے قلعے کی طرف آ رہا ہے۔ اسکندریہ سے آنے والے قاصد نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ یہ وہی جہاز ہے جس پر شکست خوردہ جنرل پومپی موجود ہے۔''

پومپی جس وقت اسکندریہ پہنچا تو اُسے ساحل پر اُترنے سے یہ کہہ کر روک دیا گیا کہ شاہ بطلیموس اس وقت اسکندریہ میں موجود نہیں اور ان کے حکم کے بغیر جنرل پومپی کو ساحل پر اُترنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ جنرل پومپی اس وقت سخت پریشان تھا۔ اس کے ساتھ اس حسین و جمیل بیوی کارنیلیا بھی تھی۔ کارنیلیا کو یقین تھا کہ فاتح جنرل جولیس سیزر کے جہاز ان کے تعاقب میں ہیں اور وہ کسی بھی وقت ان تک پہنچ سکتے ہیں۔

پس جب پومپی کو یہ معلوم ہوا کہ شاہ بطلیموس اس وقت پورٹ سعید کے قریب قلعہ پیلوتیم میں مقیم ہے اور گورنر اسکندریہ نے ایک قاصد کے ذریعے شاہ سے اجازت چاہی ہے تو جنرل پومپی نے انتظار کی کوفت اور زحمت سے بچنے کے لیے حکم دیا کہ جہاز کو پورٹ سعید کی طرف موڑ دیا جائے۔

جنرل پومپی کی پیلوتیم آمد کی خبر نے چشم زدن میں شاہ بطلیموس سمیت اس کے تینوں مشیروں کو ہکا بکا کر دیا تھا۔ اب انہیں ''ہاں یا نہیں'' میں فوری طور پر فیصلہ کرنا تھا..... اور ہر فیصلے کی صورت میں انہی کا نقصان تھا۔ پومپی کو پناہ دینے کی صورت میں جنرل سیزر کی خفگی کا خوف تھا اور پناہ نہ دینے کی صورت میں پومپی کا قلوپطرہ سے جا ملنا یقینی تھا۔

''اب کریں تو کیا کریں؟'' شاہ بطلیموس بری طرح جھلایا ہوا تھا۔ سارے مشیر سر جھکائے اپنے اپنے طور پر اس مسئلے کا حل تلاش کرنے کی تگ و دو میں لگے ہوئے تھے۔ تب ہی اتالیق تھیوڈوٹس نے شاہ کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''شاہِ عالم میں نے اس مصیبت سے نجات کا ایک حل پا لیا ہے۔''

''دیر نہ کیجئے جلد بتائیے..... کیا حل ہے؟'' شاہ نے بے تابانہ سوال کیا۔

''اے شاہ محترم! آپ اس شکست خوردہ جنرل پومپی کا سر قلم کرا دیجئے، پھر جنرل جولیس سیزر کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیے..... اور دوستی

allurdupdfnovels.blogspot.com

کے ثبوت کے طور پر آپ جنرل سیزر کو "پومپی کے سر" کا تحفہ پیش کیجئے۔"

شاہ بطلیموس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔

اتالیق تھیوڈوٹس کے اس مشورے سے باقی دونوں مشیر بھی پوری طرح متفق تھے، چنانچہ چند لمحوں تک منصوبے کی جزئیات پر غور کیا جاتا رہا اور منصوبے کی تکمیل کی ذمہ داری سپہ سالار ایکیلاس کے سپرد کی گئی۔

ایکیلاس نے اپنے ساتھ دو رومی افسر لیے اور ایک چھوٹی کشتی پر سوار ہو کر پومپی کے جہاز کی طرف روانہ ہو گیا۔

رومی جہاز پر روم کا شکست خوردہ جنرل پومپی، جو اس وقت تقدیر کی گردش کا شکار تھا، اپنی دلکش و رعنا بیوی کارنیلیا کے ساتھ عرشہ پر کھڑا جہاز کی طرف آنے والی کشتی کو اُمید بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میرا خیال ہے دیوتاؤں نے ہماری دعائیں سن لیں، کمسن شاہ بطلیموس ہمیں پناہ دینے پر آمادہ ہو گیا ہے اور یہ کشتی ہمیں لینے آ رہی ہے۔" جنرل پومپی نے آس بھرے لہجے میں کہہ کر تائید طلب نگاہوں سے کارنیلیا کی طرف دیکھا۔

"کاش ایسا ہی ہو پیارے۔" کارنیلیا بھی اُمید بھری نظروں سے کشتی کی طرف دیکھنے لگی۔ اب کشتی جہاز سے آ لگی تھی۔ رومی افسر نے کھڑے ہو کر پومپی کو فوجی سلام پیش کیا اور سپہ سالار ایکیلاس نے آگے بڑھ کر پومپی سے کہا۔ "ساحل کے قریب پانی کم ہے، آپ کا بھاری جہاز وہاں تک نہیں پہنچ سکتا، اس لیے براہ کرم آپ کشتی میں تشریف لے آئیے۔ شاہ مصر، جنرل پومپی اعظم کی پیشوائی کے لیے بے چین ہیں۔"

جنرل پومپی نے فاتحانہ نظروں سے بیوی کی طرف دیکھا، پھر بڑے اطمینان سے کشتی میں اُتر گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کا وفادار غلام فلپ بھی کشتی میں آ گیا۔ فلپ کے بعد جونہی کارنیلیا نے کشتی میں اُترنا چاہا کہ یکا یک کشتی جہاز سے دور ہٹ گئی..... کارنیلیا کا دل دھک سے رہ گیا۔ جنرل پومپی کا رنگ بھی فق ہو گیا مگر اس نے اپنی گھبراہٹ کا اظہار نہ ہونے دیا اور حوصلے سے کام لیتے ہوئے جہاز سے دُور ہٹتی کشتی سے بیوی کو تسلی دی۔

"کارنیلیا عرشہ پر کھڑی شوہر کو موت کے منہ میں جاتا دیکھ رہی تھی۔ اُس کے دل کی دھڑکنیں مدھم پڑتی جا رہی تھیں۔ لب ساکت تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا اُمڈتا سیلاب پلکوں پر آ کر رک گیا تھا۔

پومپی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ اُسے دھوکہ دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اس نے اپنے چہرے اور انداز و اطوار سے خوف کا اظہار نہ ہونے دیا۔ وہ بے پروائی سے مصری جنگی جہازوں کی سطح سمندر پر دیکھتا رہا..... کئی بار اس کی نظریں جہاز کے عرشے پر کھڑی کارنیلیا کی طرف بھی اٹھی تھیں۔ وہ اپنی جگہ بت کی طرح ساکت کھڑی کشتی کی جانب ہی دیکھے جا رہی تھی۔

کشتی میں موجود ہر شخص خاموش تھا۔ نیچے بحیرۂ روم کی نیلگوں موجیں تھیں اور اوپر موت کے سیاہ سائے منڈلا رہے تھے۔ پومپی کا وفادار غلام فلپ بے بسی سے اپنے آقا کو دیکھ رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ پیچھے رہ جانے والے پومپی کے جہاز پر بھی نظر ڈال لیتا تھا جہاں اُسے اپنی ملکہ کا لرزتا ہوا ہیولا دکھائی دے رہا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد کشتی ساحل سے آ لگی۔ پومپی اعظم اپنے غلام کے ہاتھ کا سہارا لے کر کھڑا ہوا تاکہ ساحل پر اُتر سکے۔ ٹھیک اسی وقت ایکیلاس کا اشارہ پاتے ہی رومی افسر نے تلوار نکال کر جنرل پومپی کی کمر پر وار کیا۔ وار اتنا شدید تھا کہ پومپی دہرا ہو کر کشتی میں جا گرا۔ اسی لمحے ایکیلاس نے اپنا دودھاری خنجر نکالا اور بجلی کی سی تیزی کے ساتھ نیم بے ہوش پومپی پر جھپٹ پڑا۔ تلوار کے گھاؤ کے باعث اس قدر خون بہہ چکا تھا کہ پومپی بے سدھ ہو چکا تھا۔ ایکیلاس نے جھک کر خنجر اس کی گردن پر پھیر دیا۔

خون کا ایک فوارہ سا اُبلا اور جنرل پومپی کا جسم بے جل مچھلی کی طرح تڑپنے لگا۔ یہ تڑپ زیادہ دیر تک قائم نہ رہی تھی۔ چند ہی لمحوں میں اس کا بے جان جسم ٹھنڈا پڑ گیا۔ ایکیلاس کے اشارے پر دونوں رومی افسروں نے اس کی لاش سمندر میں پھینک دی۔ پومپی کا جہاز اگرچہ ساحل سے کافی فاصلے پر تھا مگر کارنیلیا کی مضطرب نظروں نے لپکتی تلوار اور چمکتا خنجر دیکھ لیا تھا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ قاتلوں نے اس کے شوہر کا سر دھڑ سے جدا کر لیا ہے اور پھر اس کا جسد خاکی پانی کے حوالے کر دیا گیا۔

یہ منظر دیکھ کر اس کے منہ سے فلک شگاف چیخ نکلی تھی اور اس نے فوراً جہاز کا لنگر اٹھانے اور بادبان کھولنے کا حکم دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جہاز سمندر کا سینہ چیرتا واپسی کے سفر پر روانہ ہو گیا۔

جنرل پومپی میدان جنگ سے تو اپنی جان بچا لایا تھا مگر مصر کے نادان مشیروں کے مشورے میں آ کر نوعمر شاہ بطلیموس نے اس کی زندگی کا خاتمہ کروا دیا تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

ایکیلاس اس کا سر کاٹ کر ساتھ لیے محل کی طرف روانہ ہو گیا تھا جبکہ پومپی کی لاش سمندر کی موجوں میں ہچکولے کھاتی داستانِ عبرت سنا رہی تھی۔

وہ پومپی اعظم کہ جس کے ایک اشارے پر سلطنتیں اُلٹ جاتی تھیں، آج سر بریدہ بے گور و کفن بے رحم موجوں کی ٹھوکروں میں تھا۔

✪

گدلا سا آسمان، شعلہ بار آفتاب کی تپش سے تانبے کی طرح تپتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ہر سمت دہکتی اور جھلسا دینے والی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ ہواؤں کے تیز جھکڑوں میں تمازت اور تپش کا احساس بڑا نمایاں تھا۔

تپتی دوپہر کے ان سلگتے لمحوں میں شاہ بطلیموس، قلعے پیلوتیم کے ایک ہال نما کمرے میں اپنے تینوں مشیروں وزیرِ اعظم پوتھی نوس، اتالیق تھیوڈوٹس اور سپہ سالار ایکیلاس کے علاوہ دیگر وزراء و امراء کے ساتھ خصوصی گفتگو میں مصروف تھا۔ یہ خصوصی اجلاس اس نے موجودہ غیر معمولی حالات اور یکے بعد دیگرے سر اُٹھاتی مصیبتوں کے پیشِ نظر طلب کیا تھا۔ سلطنت مصر کے حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہو رہے تھے۔

باغی ملکہ قلوپطرہ کا شام سے لشکر لے کر پورٹ سعید کے مضافات میں پہنچنا، شاہ بطلیموس کا قلوپطرہ سے مقابلے کے لیے لشکر لے کر اسکندریہ سے قلعہ پیلوتیم آنا، اس دوران شکست خوردہ جنرل پومپی کا اسکندریہ سے پورٹ سعید آنا اور بطلیموس کے تینوں نادان مشیروں کی حماقت سے پومپی کا قتل ہوا، یہ تمام واقعات یکے بعد دیگرے حیرت انگیز طور پر وقوع پذیر ہوتے چلے گئے۔

حالات کی ان چک پھیریوں نے نوعمر بادشاہ کا دماغ چکرا کر رکھ دیا تھا۔ ایسے میں اس کے مشیروں اور خاص طور پر اس کے اتالیق تھیوڈوٹس نے اُسے بہت حوصلہ اور سہارا دیا ورنہ شاید وہ اپنا دماغی توازن کھو بیٹھتا۔ مشیروں کی رہنمائی اور ہمنوائی کے باوجود شاہ بطلیموس سخت ہراساں و پریشان تھا۔ اُسے سب سے زیادہ فکر قلوپطرہ کی تھی، وہ جلد از جلد اس خطرے سے نجات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ اس نے اپنے ان خاص مشیروں کے علاوہ چند دانا و بینا وزراء سے مشاورت کی کہ قلوپطرہ کے خطرے سے کس طرح نمٹا جائے۔ سلطنت کے دعویداروں کے مابین کسی صلح کا تو امکان نہ تھا۔ اب فیصلہ یہ کرنا تھا کہ قلعہ سے نکل کر قلوپطرہ پر حملہ کیا جائے یا مدافعتی جنگ لڑی جائے اور قلوپطرہ کے قلعے پر حملے کا انتظار کیا جائے۔

اس مسئلے پر رات گئے تک بحث ہوتی رہی مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔

سپہ سالار ایکیلاس کسی بھی صورت قلعہ سے نکل کر میدان میں دو بدو جنگ کرنے پر رضامند نہ ہو رہا تھا جبکہ قلوپطرہ کی خاموشی اس بات کی غماز تھی کہ اسے کسی طرف سے مزید کمک کا انتظار تھا۔ ایسی صورت میں فوری فیصلہ نہ کیا جاتا تو کامیابی کے امکانات مزید معدوم ہونے کا خدشہ تھا۔

دوسری طرف وزیرِ اعظم پوتھی نوس اور اتالیق تھیوڈوٹس کا خیال تھا کہ قلوپطرہ نے اپنے سفیر، فاتح جنرل جولیس سیزر کے پاس بھیج کر اس سے فوجی مدد طلب کی ہوگی۔ اگر وہ جولیس سیزر کو اپنی مدد پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گئی تو پھر شاہ بطلیموس اور اس کے اس کمزور لشکر کا اللہ ہی حافظ ہے۔

سپہ سالار ایکیلاس کوئی دلیل سننے کو تیار نہ تھا۔ وہ بڑی سختی سے اپنے مؤقف پر ڈٹا ہوا تھا اور قلعہ سے نکل کر میدان جنگ کا رُخ کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ وہ یہ خطرہ کسی بھی طرح مول لینے کو تیار نہ تھا۔

ایکیلاس کا انکار، پوتھی نوس اور تھیوڈوٹس کے اصرار کے شعلوں کو اور ہوا دے رہا تھا۔ وہ بڑھ چڑھ کر دلائل اور جواز پیش کر رہے تھے۔ کبھی کبھی ان کی آوازیں بے حد تیز ہو جاتیں اور وہ یہ بھول جاتے کہ ان کے درمیان شاہِ مصر بھی موجود ہے۔ ایسے میں شاہ بطلیموس اپنا سر تھام کر کسی کی پشت سے ٹِک جاتا۔

اسی بحث میں پوری رات بیت گئی اور وہ کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکے۔ چنانچہ صبح دم بادشاہ نے اپنے خصوصی مشیروں کے علاوہ دیگر افراد کو رخصت کر دیا اور خود اپنی مخصوص کرسی کی پشت سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا تھا۔ اس کے بال پریشان اور چہرہ ہیبت ناک ہو رہا تھا۔ جسم کے ہر حصے سے تھکن کا اظہار ہو رہا تھا۔ اَدھ کھلی آنکھوں سے پریشانی ہویدا تھی اور دل و دماغ پریشان کن اور اندوہناک سوچوں کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔

تب ہی ایک خادمہ نے کمرے میں داخل ہو کر اطلاع دی کہ اسکندریہ سے ایک قاصد بے حد اہم خبر لے کر آیا ہے اور فوری طور پر شاہ بطلیموس کے سامنے پیش ہو کر وہ خبر گوش گزار کرنا چاہتا ہے۔ شاہِ بطلیموس نے اُسے فوراً بازیابی کی اجازت دے دی۔

قاصد نے کمرے میں داخل ہوتے ہی بڑے صاف اور واضح الفاظ میں اپنا مدعا بیان کیا۔

”اے شاہِ معظم! سلطنت روما کا فاتح جنرل جولیس سیزر نا صرف اسکندریہ کے ساحل پر پہنچ چکا ہے بلکہ وہ اسکندریہ کے شاہی قصر پر بھی

allurdupdfnovels.blogspot.com

قابض ہوگیا ہے۔"

یہ خبر نہ تھی بلکہ ایک آتش فشاں تھا، جو شاہ بطلیموس کے سر پر پھٹ پڑا تھا۔ اس کی وحشت زدہ آنکھیں پوری طرح پھیل گئی تھیں اور ہوائیاں اُڑتے چہرے پر حیرت اور بے یقینی منجمد ہو کر رہ گئی تھی۔

یہ خبر سن کر اس کے مشیروں کا بھی کچھ ایسا ہی حال ہوا تھا۔ ان کی آنکھیں پھٹی اور منہ کھلا رہ گیا تھا۔ وہ کل دوپہر سے گلا پھاڑ پھاڑ کر ایک دوسرے کو قائل کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے تھے، ایک دم یوں ساکت ہو گئے تھے، جیسے انہیں سانپ سونگھ گیا ہو یا کسی غیر مرئی طاقت نے ان سے قوت گویائی سلب کر لی ہو۔

ابھی تک وہ قلوپطرہ کی ہی جان کو رو رہے تھے جو قلعہ پیلوتیم کے قریب خیمہ زن تھی اور اب یہ ایک اور دشمن سامنے آ گیا تھا، جو اسکندریہ کے شاہی قصر پر قابض ہو گیا تھا۔

شاہ بطلیموس کی حالت سب سے زیادہ دگرگوں تھی۔ اُسے اپنا تخت و تاج چھنتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ آخر اس نے مُردہ آواز میں قاصد سے دریافت کیا۔ "سیزر کتنا لشکر اپنے ساتھ لایا ہے؟"

"عالی جاہ۔" قاصد نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ "جنرل سیزر کا پورا لشکر محل کے اندر ہے اور اس نے فصیلوں پر مورچے قائم کر لیے ہیں، لشکر کی صحیح تعداد کا اندازہ قائم کرنا ناممکن ہے۔"

بادشاہ کو سوال جواب کرتے دیکھ کر اُس کے مشیروں کے بھی اوسان کسی قدر ٹھکانے پر آ گئے تھے، چنانچہ سپہ سالار ایکیلاس آگے بڑھا اور قدرے ترش لہجے میں قاصد سے مخاطب ہو کر بولا۔ "قصر کی محافظ فوج نے جنرل کا کیوں مقابلہ نہیں کیا؟"

"سپہ سالار محترم۔" قاصد نے بے جھجک اور قدرے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ "تمام لشکر تو آپ کے ساتھ یہاں موجود ہے، وہاں صرف ایک مختصر سا محافظ دستہ تھا، وہ بھلا کب تک جنرل کے لشکر کا مقابلہ کر سکتا تھا۔"

وزیر اعظم پوتھی نوس نے بھی اس وقت اظہارِ خیال کرنا ضروری سمجھا اور قدرے تلخ لہجے میں بولا۔ "اور اسکندریہ کے عوام کیا خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ انہوں نے سیزر کو روکنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"وزیر اعظم، آپ کا سوال بڑا عجیب ہے۔" قاصد کے انداز سے طنز کا اظہار ہو رہا تھا۔ "ایک جارح، فاتح اور اسلحہ بردار بڑے لشکر کے سامنے نہتے شہریوں کی بھلا اوقات ہی کیا تھی۔"

"تو گویا کسی ترنوالے کی طرح جنرل سیزر نے اسکندریہ کے قصر کو نگل لیا؟"

اتالیق تھیوڈوٹس کے طنزیہ جملے کے جواب میں قاصد نے اس سے بھی زیادہ مضحکہ اُڑانے والے انداز میں جواب دیا۔ "جی جناب! فاتح جنرل جولیس سیزر اپنے جنگی جہاز سے اُترا، ہزاروں کا لشکر اس کے ساتھ تھا، مصری محافظ دستہ اور عوام اُسے جہاز سے اُترتا دیکھتے رہے، پھر وہ شاہانہ انداز میں سر اونچا کیے سیڑھیاں چڑھ کر فاتحانہ طریقے سے شاہی محل میں داخل ہو گیا..... کس میں ہمت تھی کہ اس کو روک سکتا؟"

سب ہی لوگوں کے چہروں پر مُردنی چھا گئی۔ تیزی سے چلتی زبانیں ایک دم تھم گئیں۔ وہ متوحش نظروں سے ایک دوسرے کا چہرہ تک رہے تھے۔ شاہ کے اشارے پر قاصد کمرے سے باہر جا چکا تھا۔ اس وقت کمرے میں صرف وہی چاروں موجود تھے۔

"اے مصر کے عظیم دانشور اور استاد محترم!" چند لمحوں کی اذیت ناک خاموشی کے بعد شاہِ بطلیموس اپنے اتالیق سے مخاطب ہوا۔ "آپ نے پومپی کا خطرہ ہمارے سروں سے ٹالنے کی ترکیب نکالی تھی، اب آپ ہی اس نئی مصیبت سے نجات کا کوئی راستہ نکالیے۔"

"جولیس سیزر کے ساتھ بھی وہی سلوک ہونا چاہیے، جو ہم نے پومپی کے ساتھ کیا تھا۔" اتالیق کے بجائے وزیر اعظم نے پرجوش آواز میں جواب دیا۔

"مصر کے وزیر اعظم شاید یہ بھول گئے ہیں کہ پومپی ایک شکست خوردہ جنرل تھا، اس کے ساتھ کوئی فوج نہیں تھی اور اس کا جہاز ہمارے ساحل پر لنگر انداز تھا جبکہ یہ صورتحال اس کے بالکل برعکس ہے۔ جولیس سیزر شکست خوردہ نہیں فاتح ہے، اس کے ساتھ ایک بڑا لشکر ہے، اس نے شاہی محل پر قابض ہو کر مورچے قائم کر لیے ہیں۔ ان حالات میں پومپی کی طرح اس کا سر قلم کر دینا ہمارے لیے خواب و خیال کی سی بات ہے۔"

اتالیق کے طویل جواب نے وزیر اعظم کو سر جھکانے پر مجبور کر دیا تھا۔ شاہِ بطلیموس کے چہرے پر پھیلی مایوسی میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔

"ہاں البتہ ایک اور راستہ ہے۔"

اتالیق کی دھیمی آواز پر بادشاہ نے بے ساختہ چونک کر سر اُٹھاتے ہوئے پُرامید آواز میں سوال کیا۔ "وہ بھلا کون سا راستہ ہے..... براہِ کرم جلد

allurdupdfnovels.blogspot.com

بتایئے۔''

''ہم سیزر کا سر تو نہیں کاٹ سکتے البتہ اس کا دل جیت سکتے ہیں۔'' اتالیق نے نرم لہجے میں جواب دیا اور اس کے باریک لبوں پر غیر محسوس سی مسکراہٹ بکھر گئی۔

''بھلا یہ کام کیونکر ہوگا؟'' دیگر مشیروں نے یک زبان ہو کر سوال کیا۔

''اس کے لیے مجھے خود اسکندریہ جانا ہوگا۔'' اتالیق تھیوڈوٹس نے پُر اعتماد آواز میں اعلان کیا..... ''اور جنرل پومپی کا سر میرے ساتھ جائے گا۔''

''اوہ عظیم استاد۔'' بات کو سمجھتے ہی نوعمر بادشاہ کے چہرے پر روشنی سی پھیل گئی۔ ''مجھے یقین ہے آپ ہی اس عفریت سے ہمیں نجات دلا سکتے ہیں۔ آپ کب روانہ ہو رہے ہیں؟''

''میں اسی وقت، آنے والے قاصد کے ساتھ اسکندریہ کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔'' اتالیق نے جواب دیا اور اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

اسکندریہ میں حالات بالکل پُرسکون تھے۔ شاہی محل پر گرچہ جولیس سیزر کا قبضہ تھا لیکن اس کا ایک بھی سپاہی محل سے باہر دکھائی نہ دیتا تھا۔ اُس نے دارالسلطنت کے معاملات میں بالکل دخل نہیں دیا تھا۔ کاروبارِ حیات حسب سابق رواں دواں تھا۔

تھیوڈوٹس قاصد کے ساتھ شاہی محل پہنچ چکا تھا۔ محافظوں کو جب پتہ چلا کہ وہ شاہِ مصر کا اتالیق ہے اور جولیس سیزر کے لیے اس کا خاص پیغام لے کر آیا ہے تو اُسے ایک کمرے میں پہنچا دیا گیا۔

یہ محافظ دستے کا کمرہ تھا، یہاں سے اس کی آمد کی خبر محل کے اندر جنرل کے پاس بھیجی گئی اور کچھ ہی دیر بعد تھیوڈوٹس کو جنرل سیزر کے حضور بازیابی کی اجازت مل گئی۔

جنرل سیزر اس وقت قصر کے ایک کشادہ اور ہوادار کمرے میں عالیشان نشست پر براجمان تھا۔

''تم کون ہو؟ اور کہاں سے آئے ہو؟'' تھیوڈوٹس کے بارے میں اپنے محافظوں سے سب کچھ جان لینے کے باوجود اس نے یہ سوال کرنا ضروری سمجھا۔ اس کی شخصیت کا وقار اور آواز کے جلال نے تھیوڈوٹس کو کسی قدر خوفزدہ کر دیا۔

''میرا نام تھیوڈوٹس ہے اور میں شاہ بطلیموس کا اتالیق اور مشیر خاص ہوں۔'' اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''شاہِ بطلیموس خود کیوں نہیں آئے؟'' جنرل سیزر نے پُر رعب آواز میں سوال کیا۔ ''کیا انہیں معلوم نہیں کہ سلطنت روما کا حکمران ان کے محل میں موجود ہے؟''

تھیوڈوٹس کوشش کے باوجود جنرل کے اس سوال کا جواب نہ دے سکا۔ لگتا تھا جیسے آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی ہے۔ اس نے جلدی سے جیب سے وہ ڈبیہ نکال کر اس کی جانب بڑھا دی، جس میں مقتول پومپی کی انگوٹھی رکھی ہوئی تھی۔

''اس میں کیا ہے؟'' سیزر نے ڈبیہ لیتے ہوئے اُسی پُر جلال لہجے میں دریافت کیا۔

''رنگ..... انگوٹھی۔'' تھیوڈوٹس ہکلایا۔

جنرل سیزر نے ڈبیہ کھول کر انگوٹھی نکالی اور اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ پھر اس نے پُر سوچ نظروں سے تھیوڈوٹس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ''یہ تو جنرل پومپی کی انگوٹھی ہے..... تم تک کیسے پہنچی؟''

تھیوڈوٹس نے جواب میں ایک لفظ کہے بغیر ہاتھ میں تھامے تھیلے سے پومپی کا سر نکال کر سیزر کے سامنے پیش کر دیا۔ سیزر کی نظر پومپی کے سر پر پڑی تو اس کی آنکھیں حیرت اور بے یقینی سے پھیل گئیں۔ چہرے پر ایک کرب بھری وحشت چھا گئی۔ اس نے بے ساختہ اپنا چہرہ دوسری طرف گھما لیا اور وحشت زدہ آواز میں بولا۔ ''نہیں..... نہیں..... میں نے ایسا کبھی نہیں چاہا تھا۔ میری یہ خواہش ہرگز نہ تھی۔'' اس کے ساتھ ہی اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا تھا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

تھیوڈوٹس تو یہ آس لے کر آیا تھا کہ اپنے رقیب کا سر دیکھ کر سیزر خوشی سے سرشار ہو جائے گا اور اسے انعام و اکرام سے نوازے گا مگر نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلا تھا۔ یہ صورتحال دیکھ کر تھیوڈوٹس بری طرح گھبرا گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔

اسی وقت سیزر نے پلٹ کر غصے سے کہا۔ ''ارے ہے کوئی، جو اس بدبخت کو میری نظروں کے سامنے سے دور کر دے ورنہ میں تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ اس سے کہو دفع ہو جائے۔''

تھیوڈوٹس سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ جنرل سیزر نے پومپی کے سر کو عزت و احترام اور پورے فوجی اعزاز کے ساتھ دفن کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی اس نے پومپی کی آخری نشانی اس کی انگوٹھی کو اس کی بیوی کارنیلیا کے پاس بھیج دی۔ ساتھ ہی اُسے یہ پیغام بھجوایا کہ اس کے

allurdupdfnovels.blogspot.com

شوہر کے قتل میں ہمارا کوئی ہاتھ نہیں اور کارنیلیا ملک روم میں جو رعایت اور سہولت چاہتی ہیں، اس کی خواہش کا احترام کیا جائے گا۔

❀✪❀

اتالیق تھیوڈوٹس حواس باختہ محل سے نکلا اور ایک کشتی میں سوار ہو کر کھلے سمندر کی طرف چل دیا۔ آج اس نے جس ذلت کا سامنا کیا تھا، اس کے بعد وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہا تھا۔ وہ تو شاہ فیطس بطلیموس کو بڑی آس دلا کر آیا تھا..... اب واپس جا کر اُسے کیا منہ دکھاتا۔ سو وہ بلا سوچے سمجھے سمندر میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا تا آنکہ شوریدہ سر لہروں نے اس کی کشتی کو اُلٹ کر اس کے جسدِ خاکی کو نگل لیا۔

ساحل پر کھڑے ایک خادم نے یہ ساری صورتحال دیکھی تھی۔ اسی نے تھیوڈوٹس کی موت کی خبر شاہِ بطلیموس تک پہنچائی۔

اگلے ہی دن جنرل جولیس سیزر نے ایک قاصد کے ذریعے شاہ فیطس بطلیموس کو پیغام پہنچایا۔ ''سلطنت روما کے واحد حکمران نے حکم دیا ہے کہ آپ اور قلوپطرہ فوراً خانہ جنگی ختم کر کے اپنے اپنے قضیے ہمارے حضور پیش کریں، روما کا حکمران مصر کے بطلیموس خاندان کا جھگڑا نمٹانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ اس حکم کا جواب صرف ''ہاں'' یا ''نہیں'' میں دیا جائے۔''

شاہِ بطلیموس نے بے بس نگاہوں سے اپنے بقیہ دونوں مشیروں کی طرف دیکھا۔ اُسے گومگو کی کیفیت میں دیکھ کر قاصد نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ ''مجھے حکم دیا گیا تھا کہ اگر جواب نہ ملے تو مجھے اُلٹے قدموں لوٹ جانا ہے۔ اس لیے اب میں چلتا ہوں۔''

''ذرا ٹھہرو۔'' شاہِ بطلیموس نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ ''رومتہ الکبریٰ کے حکمراں سے ہماری طرف سے عرض کرنا کہ شاہ مصر بہت جلد ان کی خدمت میں حاضری کے لیے آ رہے ہیں۔'' قاصد کے جانے کے بعد اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا۔ ''اس وقت مجھے اپنے استاد تھیوڈوٹس بہت یاد آ رہے ہیں، وہ ہوتے تو ہمیں کوئی صحیح مشورہ دیتے۔''

''آپ فکر نہ کیجیے شاہ معظم۔'' وزیر اعظم پوتھی نوس دھیمی آواز میں بولا۔ ''میں آپ کے ساتھ اسکندریہ چلوں گا..... دیکھوں گا کہ سیزر کے کیا ارادے ہیں۔ آپ مجھے ہمیشہ اپنا نمک خوار اور وفادار پائیں گے۔ ضرورت پڑی تو آپ کے پسینے پر اپنا خون بہاؤں گا۔''

شاہِ بطلیموس اس قدر افسردہ اور دل گرفتہ ہو رہا تھا کہ اس نے وزیر اعظم کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور خاموشی سے اٹھ کر خواب گاہ کی طرف چلا گیا۔

اگلے دن شاہ فیطس بطلیموس دوپہر کے وقت وزیر اعظم کو ساتھ لے کر ایک تیز رفتار اور محفوظ کشتی کے ذریعے اسکندریہ روانہ ہوا۔ بحیرۂ روم بالکل پُرسکون تھا۔ تیز رفتار کشتی نے انہیں بغیر کسی پریشانی کے دارالسلطنت اسکندریہ میں شاہی محل کی سیڑھیوں پر اتار دیا۔

محل کی پتھریلی سیڑھیوں پر رک کر شاہ نے سر بلند اور پُرشکوہ قصر کی طرف دیکھا۔ کل تک وہ اس قصر کا مالک تھا۔ خادمائیں، خدام اور اعمالِ حکومت اس کے آگے پیچھے بھاگے بھاگے پھرتے تھے مگر آج وہ اپنے ہی محل کی سیڑھیوں پر اپنے وزیر اعظم کے ساتھ اجنبی و بے نوا کھڑا تھا، کوئی اس کا پُرسانِ حال نہ تھا۔

شاہ فیطس کا خیال تھا کہ اگر جولیس سیزر کا دل صاف ہے اور وہ اس کا اور قلوپطرہ کا قضیہ نمٹا کر واپس روم جانا چاہتا ہے تو پھر محل کی سیڑھیوں پر نہ سہی، محل کے دروازے پر ضرور اس کا استقبال کرے گا۔ مگر جب وہ محل کے دروازے پر پہنچا تو وہاں سیزر کے رومی دربانوں کے سوا کوئی بھی موجود نہ تھا۔ شاہ کا دل ڈوبنے لگا۔ اس نے بے بس نگاہوں سے وزیر اعظم کی طرف دیکھا۔ وہ بھی اپنی ساری دانشوری بھول کر سر جھکائے کھڑا تھا۔

وہ دونوں سر جھکائے، صدر دروازے پر کھڑے تھے کہ ذرا دیر بعد دروازے کی کھڑکی کھلی اور اس سے ایک آدمی برآمد ہوا۔ آنے والا شاید محافظ دستے کا سوار تھا۔ اُس نے شاہ فیطس بطلیموس کے قریب آ کر سپاٹ لہجے میں کہا۔ ''اگر آپ ہی فیطس بطلیموس ہیں تو آپ کے لیے فرمانروائے سلطنت روما کا حکم ہے کہ آپ اندر چلے آئیں۔''

''یہ میرے ساتھ ہیں..... وزیر اعظم پوتھی نوس۔'' شاہ بطلیموس نے اپنے ساتھی کی طرف اشارہ کر کے اجازت طلب نظروں سے محافظ کی طرف دیکھا۔

''ٹھیک ہے، انہیں بھی آپ اپنے ساتھ اندر لا سکتے ہیں۔'' محافظ نے فراخدلانہ لہجے میں جواب دیا اور ان دونوں کو ساتھ لیے محل کے اندر داخل ہو گیا۔ کچھ چھوٹی بڑی راہداریوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک بڑے کمرے کے سامنے آ ٹھہرا۔

''آپ یہیں رک کر انتظار کیجیے، ابھی آپ کو اندر بلایا جائے گا۔'' محافظ شاہ بطلیموس کو مخاطب کر کے اور تیزی سے دوسری جانب نکل گیا۔

ذرا دیر بعد ایک کنیز کمرے سے نکل کر باہر آئی اور ان دونوں کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی ہوئی اندر چلی گئی۔ شاہ بطلیموس وزیر اعظم کی معیت میں اس خادمہ کی رہنمائی میں اندر کی سمت چل دیا۔ اس کا اپنا محل آج اس کا نہ رہا تھا بلکہ وہ ایک محتسب کی عدالت تھی، جہاں اُسے ملزم کی طرح پیش

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہونا تھا۔

یہ ایک نسبتاً کشادہ اور آراستہ کمرہ تھا۔ گو کہ پرانا فرنیچر بدل دیا گیا تھا مگر وہاں شاہانہ طرز کی نشستیں موجود تھیں۔ سامنے کی جانب ایک مخملیں پوشش والی زرنگار نشست پر جنرل جولیس سیزر باوقار انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی پشت پر دو رومی خادم ہاتھوں میں برہنہ تلواریں لیے مستعد کھڑے تھے۔ سامنے کی جانب دریچوں کے نیچے خادمائیں دست بستہ کھڑی تھیں۔

شاہ بطلیموس نے نگاہ بھر کر جنرل جولیس سیزر کو دیکھنا چاہا مگر اس کے باوقار سراپے میں کچھ ایسا جلال تھا کہ وہ فوراً ہی نگاہ جھکانے پر مجبور ہو گیا۔ جنرل نے شاہ کو ایک معمولی سی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا جبکہ پوتھی نوس کو بیٹھنے کے لیے ہی نہیں کہا گیا، اس لیے وہ جوں کا توں کھڑا رہا جبکہ شاہ بطلیموس بادل نخواستہ کرسی پر ٹک گیا۔

''تم الیطس بطلیموس کے بیٹے فیطس بطلیموس ہو؟'' جولیس سیزر نے بات کا آغاز کیا۔

''جی۔'' شاہ بطلیموس نے مختصراً جواب دیا۔

''ہم نے تمہیں اس لیے بلایا ہے۔'' سیزر نے مزید بات آگے بڑھائی۔ ''تاکہ تمہارا اور قلوپطرہ کا باہمی جھگڑا نمٹا سکیں کیونکہ روما کے حکمراں ہونے کے ناتے یہ ہمارا قانونی اور اخلاقی فرض ہے۔ جب تمہارا باپ بطلیموس تخت نشین ہوا تھا تو تمہارے دادا کا ایک وصیت نامہ پیش کیا گیا تھا جس کے مطابق اس کے مرنے کے بعد سلطنت روما مصر کی حاکم اعلیٰ ہوگی مگر تمہارا باپ ایک بدخصلت انسان تھا، وہ بانسری بجانے، کنیزوں کے ساتھ وقت گزارنے اور شراب میں مست رہنے کے علاوہ اُسے کوئی کام نہ تھا۔ بھلا ایسے شخص کو مصر کی حکومت کیونکر دی جا سکتی تھی..... پر اس وقت ایک شخص نے اس کا ساتھ دیا تھا، جس کی وجہ سے وہ تخت و تاج حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا..... اور جانتے ہو وہ شخص کون تھا؟'' لحظہ بھر کو رک کر سیزر نے بطلیموس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ پھر بولا ''وہ شخص میں تھا..... جنرل جولیس سیزر، فرمانروائے روما..... اس لیے اب بھی میں یہی چاہتا ہوں کہ تم دونوں کا باہمی جھگڑا ختم کروا کر میں اپنے ملک واپس لوٹ جاؤں۔''

جنرل کے آخری جملے سے نا صرف شاہ بلکہ وزیر اعظم پوتھی نوس کو بھی خاصی تقویت ہوئی تھی۔ یہ بات ان کے لیے خوش آئند تھی کہ جنرل قضیہ ختم کروا کر روم واپس جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

جولیس سیزر نے چند لمحوں تک خاموش رہنے کے بعد سوال کیا۔ ''اب ہم اپنی ذمے داری سمجھتے ہوئے تم سے سوال کرتے ہیں کہ آخر تمہارے اور قلوپطرہ کے درمیان کون سے ایسے اختلافات ہیں کہ تم دونوں مشترکہ طور پر مصر کی حکومت کو نہیں سنبھال سکتے اور ایک دوسرے کے خلاف آمادۂ پیکار ہو؟''

''اگر آپ اجازت دیں تو میرا وزیر اس سوال کا جواب دے؟'' فیطس بطلیموس نے اجازت طلب نظروں سے جنرل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جنرل نے سر کے خفیف اشارے سے اس کی یہ درخواست قبول کر لی۔

''اے سلطنت روما کے عظیم حکمران۔'' وزیر اعظم پوتھی نوس نے دھیمی آواز میں جواب دینا شروع کیا۔ ''یوں تو شاہ اور شاہزادی کے درمیان چھوٹے چھوٹے کئی اختلافات ہیں لیکن سب سے بڑا اختلاف یہ ہے کہ وہ اس وصیت نامے کی پابندی کرنے سے انکاری ہے، جس کا آپ نے ابھی تذکرہ فرمایا ہے۔''

سیزر نے حیران کن نظروں سے وزیر اعظم کی طرف دیکھا۔ ''تمہارا مطلب ہے کہ قلوپطرہ وصیت کے خلاف اپنے چھوٹے بھائی کو حکومت میں شامل کرنے سے انکار کرتی ہے۔''

''بالکل ایسا ہی ہے حضور والا۔'' مکار وزیر اعظم نے جلدی سے جواب دیا۔ ''شاہ الیطس بطلیموس نے قلوپطرہ اور فیطس بطلیموس کو مشترکہ حکومت کا پابند اس لیے کیا تھا کہ شاہزادی قلوپطرہ اپنے بھائی بطلیموس سے شادی کر کے اسے حکومت میں شریک کرے..... مگر وہ اس شادی کے لیے آمادہ ہی نہیں۔''

''کیا کہہ رہے ہو؟'' سیزر نے حیرت زدہ لہجے میں پوتھی نوس کو ٹوکا۔ ''قلوپطرہ اور بطلیموس کی شادی کس طرح ہو سکتی ہے۔ کیا یہ دونوں سگے بہن بھائی نہیں ہیں؟''

''عالی جاہ! یہ دونوں سگے بہن بھائی ہیں۔'' پوتھی نوس نے سمجھانے والے لہجے میں وضاحت کی۔ ''لیکن مصر کے قوانین اور رواج کے مطابق بہن بھائی کی شادی کوئی معیوب بات نہیں ہے۔''

''مگر بطلیموس خاندان کا مصر سے کوئی تعلق نہیں ہے۔'' سیزر نے دوٹوک لہجے میں کہا۔ ''یہ خاندان تو یونان سے آ کر مصر میں آباد ہوا تھا۔ اس

allurdupdfnovels.blogspot.com

خاندان پر مصری قوانین کی پابندی ضروری نہیں۔"

"عالی جاہ، آپ درست فرماتے ہیں۔" وزیراعظم پوتھی نوس نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔ "مگر بطلیموس خاندان پچھلے تین سو سالوں سے مصر پر حکومت کر رہا ہے اور یہاں کے رسم کے رواج اور قوانین کا حصہ بن گیا ہے۔ وہ خود کو ان رسم و رواج سے الگ نہیں سمجھتا۔"

"پھر قلوپطرہ شادی سے کیوں انکار کر رہی ہے؟" سیزر نے بھنویں سکیڑ کر دریافت کیا۔

"یہ بات تو جنرل خود بھی سمجھ سکتے ہیں۔" وزیراعظم نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ "اس کی نیت میں فتور ہے اور وہ مصر پر اکیلے ہی حکومت کرنے کی خواہاں ہے۔"

"تمہاری بات کسی قدر درست معلوم ہوتی ہے۔" سیزر نے سوچتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "لیکن اصل فیصلہ ہم قلوپطرہ کا بیان سننے کے بعد کریں گے، ہم نے اسے بھی طلب کیا ہے۔ اس وقت تک تم دونوں محل میں ہی رہو گے۔"

پھر سیزر نے قریب کھڑے ہوئے مسلح خادم کو حکم دیا۔ "ان دونوں کو لے جاؤ۔ خیال رہے کہ یہ شاہی مہمان ہیں۔"

بطلیموس اور وزیراعظم پوتھی نوس خادم کے ساتھ جانے لگے تو سیزر نے انہیں روک کر کہا۔ "فیطس بطلیموس، تم بہت زیادہ پریشان دکھائی دیتے ہو، ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں کہ ہمارا مصر پر قبضہ کرنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ ہم تم دونوں کا فیصلہ کروانے کے بعد واپس روم چلے جائیں گے۔" لحظہ بھر کو رک کر اس نے شاہ بطلیموس کے چہرے پر پھیلتے اطمینان کے رنگ کو دیکھا اور اپنی بات آگے بڑھائی۔ "اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ تم اپنے سپہ سالار کو حکم دو جو قلوپطرہ سے جنگ کے لیے لشکر لیے قلعہ پیوتیم میں موجود ہے..... کہ وہ قلوپطرہ سے جنگ کرنے کی کوشش کرے اور نہ اسکندریہ واپس آنے کا خیال دل میں لائے۔"

فیطس بطلیموس نے بے بس انداز میں اثبات میں سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

"محض سر ہلانے سے کام نہیں چلے گا شہزادے۔" سیزر نے ذرا سخت لہجے میں کہا۔ "اسی وقت اپنے سپہ سالار کے پاس ایک قاصد روانہ کرو..... کہ وہ قلوپطرہ سے جنگ کرے اور نہ ہی اسکندریہ کا رخ کرے..... یہ ہمارا حکم ہے۔"

"فرمانروائے روم کے حکم کی تعمیل ہوگی۔" آخر بطلیموس جو شاہ سے اب شاہزادہ بن گیا تھا، دھیمے لہجے میں بولا۔ "شاہی محل میں جو مصری خدّام اور خادمائیں موجود ہیں، انہیں میرے ماتحت کر دیا جائے تاکہ میں ان میں سے کسی بااعتماد خادم کو قاصد بنا کر قلعہ پیلوتیم بھیج سکوں۔"

جولیس سیزر نے سر کی خفیف جنبش سے اس کی یہ بات مان لی اور مصری عملے کو فیطس بطلیموس کا حکم ماننے کی ہدایت کر دی گئی۔

شاہی محل میں اس وقت 30 کے قریب مصری خدّام موجود تھے، باقی خدّام اور خادماؤں کو جنرل سیزر نے محل پر قبضے کے بعد رخصت کر دیا تھا۔ فیطس بطلیموس نے ان خدّام میں سے ایک کو اپنا قاصد بنا کر قلعہ پیلوتیم روانہ کیا اور اسے اچھی طرح سمجھا دیا کہ سپہ سالار کرتا کید کر دے کہ دارالحکومت اسکندریہ آنے کا خیال بھی اب اپنے دل میں نہ لائے کیونکہ اسکندریہ اور شاہی قصر پر قابض جولیس سیزر صرف کچھ دن مصر میں رہ کر روم واپس جانے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اس لیے اس سے خوامخواہ بگاڑنے یا اسے بلاوجہ چھیڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مگر چالاک اور عیار وزیراعظم پوتھی نوس نے فیطس بطلیموس سے مشورہ کیے بغیر اس کی مرضی کے خلاف ایک اور منصوبہ تیار کیا۔ اس نے قصر میں موجود مصری خدّام سے جولیس سیزر کی فوجی طاقت کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر لی تھیں۔ چنانچہ اس نے دو مصری خدّام کو یہ حکم دیا کہ جب فیطس بطلیموس کا قاصد قلعہ پیلوتیم کی طرف روانہ ہو تو راستے میں اسے قتل کر دیا جائے اور سپہ سالار اکیلا اس کو یہ پیغام پہنچایا جائے کہ وہ فوراً پورا لشکر لے کر اسکندریہ کے لیے روانہ ہو جائے اور یہاں شاہی قصر کا محاصرہ کر لے کیونکہ جولیس سیزر کے ساتھ اتنا لشکر نہیں ہے کہ وہ زیادہ دن تک مدافعت کر سکے۔

پوتھی نوس کے منصوبے کے مطابق فیطس بطلیموس کے قاصد کو راستے میں قتل کر دیا گیا اور جونہی سپہ سالار تک وزیراعظم کا پیغام پہنچا، وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اپنا لاؤ لشکر لے کر اسکندریہ پہنچ گیا اور شاہی محل کا محاصرہ کر لیا۔

جولیس سیزر کو فوراً اطلاع دی گئی کہ ایک زبردست مصری لشکر نے شاہی قصر کا محاصرہ کر لیا ہے اور اب یہ لشکر محاصرے کا گھیرا آہستہ آہستہ تنگ کر رہا ہے۔

یہ خبر سن کر جولیس سیزر ایک لمحے کو آگ بگولا ہو گیا..... پر اگلے ہی لمحے وہ نابالغ شاہزادے فیطس بطلیموس اور اس کے ادھیڑ عمر وزیراعظم پوتھی نوس کی حماقت پر ہنس پڑا۔ اس نے اسی وقت فیطس بطلیموس اور پوتھی نوس کو اپنے حضور طلب کیا۔

"فیطس بطلیموس۔" جولیس سیزر نے تلخ لہجے میں اُسے مخاطب کیا۔ "تم ابھی بچے ہو اور ایک فوجی جنرل کے مزاج اور حکمت عملی کو نہیں سمجھ

allurdupdfnovels.blogspot.com

سکتے، اس لیے تم نے یہ حماقت کی ہے۔"

فیطس بطلیموس کو علم ہی نہ تھا کہ کیا افتاد آن پڑی ہے۔ وہ سیزر کے تلخ لہجے سے گھبرا کر بولا۔ "اے عظیم روما کے حکمران..... آخر ہم سے کیا خطا ہوئی جو آپ اس قدر برہم نظر آ رہے ہیں؟"

اور جب اسے حقیقت حال کا علم ہوا تو وہ پوری جان سے لرز اٹھا۔

"میں دیوتاؤں کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں۔" اس نے لرزتے لبوں سے مری ہوئی آواز میں کہا۔ "کہ میں نے تو آپ کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ میرا قاصد مصری سپہ سالار کو وہیں رکنے کی تاکید لے کر گیا تھا۔"

"لیکن اس نے تمہاری تاکید کے برخلاف کام کیا۔" سیزر نے تلخ اور قدرے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یاد رکھو، اعتماد سے کام بنتے ہیں اور بداعتمادی بنتے کام بگاڑ دیتی ہے۔" وہ خاموش ہو کر کئی لمحوں تک سلگتی نظروں سے فیطس بطلیموس اور پوتھی نوس کی طرف دیکھنے کے بعد بے حد ترش لہجے میں بولا۔ "تم نے ہمارے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

فیطس بطلیموس نے گڑگڑاتے لہجے میں صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔ "اے عظیم حکمران! یقین کیجئے، میں نے فوج کو طلب نہیں کیا، میں وعدہ کرتا ہوں کہ تحقیق کر کے یہ معلوم کروں گا کہ ایسا کیوں ہوا اور اس کا ذمے دار کون ہے؟"

"تم جا سکتے ہو۔" جنرل سیزر جولیس نے ان کی طرف سے منہ پھیرتے ہوئے کہا اور وہ دونوں لرزتے کانپتے اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔

کمرے میں پہنچتے ہی فیطس بطلیموس، پوتھی نوس پر برس پڑا۔

"ہونا ہو، یہ تمہارا ہی کام ہے..... میں نے تمہیں اپنا وزیر اور مشیر کیا اسی لیے بنایا تھا کہ تم غلط کام کر کے مجھے مصیبت میں پھنسا دو۔"

چالاک وزیر صاف مکر گیا۔ اس نے کہا۔ "میں اپنے آباؤ اجداد کی روحوں کی قسم کھا کر شاہ مصر کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے لشکر نہیں بلایا۔"

"تم نے نہیں بلایا تو پھر یہ کیسے ہوا؟" فیطس بطلیموس حیران تھا۔ "کیا سپہ سالار نے خود ہی یہاں آنے کی حماقت کی ہے؟"

"میں یہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔" وزیر نے دھیمی آواز میں جواب دیا۔ "مگر یہ ضرور کہوں گا جو کچھ ہوا، وہ اچھا ہی ہوا..... مجھے پتہ چلا ہے کہ جنرل کے ساتھ مشکل سے چار ہزار فوج ہے، اگر ہمارے لشکر نے حملہ کیا تو وہ دو دن بھی مقابلہ نہ کر سکے گا اور اسے ہتھیار ڈالنا پڑیں گے یا پھر وہ راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔"

"مجھے تمہاری عقل اور تمہارے اندازوں پر افسوس ہو رہا ہے۔" فیطس بطلیموس نے سنجیدگی سے کہا۔ "تمہیں سیزر کے لشکر اور اس کی طاقت کا درست اندازہ نہیں ہے۔"

جنرل جولیس سیزر جس قدر بہادر تھا، اسی قدر ذہین اور دُور اندیش بھی تھا۔ وہ جنرل پومپی کا تعاقب کرتا ہوا مصر اس لیے پہنچا تھا کہ پومپی مصر سے فوجی مدد حاصل کر کے ازسرنو اس کے مقابلے پر نہ آ سکے۔ مگر جب وہ اسکندریہ پہنچا تو اس نے مصر کے دارالحکومت اور عظیم بندرگاہ کو بحری اور بری فوج سے خالی پایا۔ فیطس بطلیموس اپنی بحری اور بری فوج کے ساتھ قلوپطرہ کو روکنے کے لیے پورٹ سعید کے قریب قلعہ پیلوتیم پہنچ چکا تھا۔

چنانچہ سیزر اپنے بحری بیڑے کے چار بڑے جہازوں کے ساتھ شاہی محل کی سیڑھیوں پر پہنچ گیا۔ اسکندریہ کے حفاظتی دستوں نے جہازوں کو آتے دیکھا تو وہ سمجھے کہ یہ ملکہ قلوپطرہ کا لشکر ہے، اس لیے محافظ دستوں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔

پھر جب انہوں نے دھڑا دھڑ رومیوں کو بحری جہازوں سے اُترتے دیکھا تو ان کے اوسان خطا ہو گئے اور وہ مقابلہ کرنے کے بجائے اپنی جان بچانے کے لیے اِدھر اُدھر چھپ گئے اور جولیس سیزر نے بغیر کسی مزاحمت کے قصر پر قبضہ کر لیا۔

اور جب سیزر کو جنرل پومپی کی موت کا پتہ چلا اور اس نے اُس کا کٹا ہوا سر دیکھا تو اُسے بے حد افسوس ہوا تھا۔ ایک زمانے میں وہ ایک دوسرے کے اچھے دوست رہ چکے تھے۔ اس لیے اس کی موت کا صدمہ ہونا شاید فطری عمل تھا، مگر ساتھ ہی اسے یہ اطمینان بھی ہو گیا کہ سلطنت روم کے اقتدار اعلیٰ کی جنگ اب ختم ہو چکی ہے، اب وہی روم کا مختار کل ہے۔ اس کا نائب البسوٹی وہاں موجود تھا، جو اس کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔

پس جنرل جولیس سیزر جنگ و جدل کے طویل ایام کے بعد اب کچھ دنوں مصر میں آرام کرنے کا خواہشمند تھا اور سلطنت روم کے مختار کل کی حیثیت سے مصر کا سرپرست بھی بن گیا تھا اور وہ یہاں کے جھگڑوں کو نمٹانا اپنا فرض سمجھتا تھا۔ پھر بھلا وہ قلوپطرہ اور بطلیموس کے قضیے کا فیصلہ کیے بنا کیونکر جا سکتا تھا؟

سیزر مصری فوجوں کی طرف سے بے خوب ہونے کے باوجود تھوڑا سا فکرمند بھی تھا۔ دراصل وہ مصری عوام کو یہ بتانا چاہتا تھا کہ جنرل پومپی کے بعد مصر کی سرپرستی اب اس کے مضبوط ہاتھوں میں آ گئی ہے مگر یہ ثابت کرنے کے لیے ضروری تھا کہ فیطس بطلیموس اور قلوپطرہ آمنے سامنے بیٹھیں

allurdupdfnovels.blogspot.com

اور ثالث کی حیثیت سے وہ ان کا فیصلہ کرے لیکن مشکل یہ تھی کہ قلوپطرہ پورٹ سعید کے قریب اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ انداز تھی۔

سیزر یہ سوچ کر پریشان ہو رہا تھا کہ قلوپطرہ کو اس کے نیک ارادوں کا پتہ بھی چل جائے تو بھی وہ اس طرف آنے کی غلطی نہیں کر سکتی تھی کیونکہ فیطس بطلیموس کی فوجوں نے قصر کے گھیرے میں لے رکھا تھا اور ان کی نظروں سے بچ کر قلوپطرہ کا محل میں داخل ہونا ناممکن تھا۔ گو کہ پہلے، وہ اگلے ہی دن اپنا قاصد بھیج کر قلوپطرہ کو بلانے کا ارادہ رکھتا تھا مگر ان حالات میں اب یہ ممکن نہ رہا تھا۔

جولیس سیزر اسی ادھیڑ بن میں مبتلا اپنی خواب گاہ کی بیرونی بالکونی میں چلا آیا۔ اس بالکونی کا ایک راہستہ راہداری میں نکلتا تھا۔ تبھی اچانک اس کی نظر راہداری پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ مشرقی دروازے کی طرف سے ایک لحیم شحیم، لمبا تڑنگا غلام کندھے پر ایک لپٹا ہوا قالین رکھے چلا آ رہا ہے۔ سیزر کو تعجب ہوا کہ یہ شخص اتنا وزنی قالین اٹھا کر یہاں تک کیونکر پہنچ گیا۔ قریب پہنچ کر اس نے وہ قالین زمین پر ڈال دیا اور اُسے جھٹکے سے کھول دیا۔

سیزر حیرت اور دلچسپی سے اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔ اس وقت اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، جب قالین میں لپٹا ہوا ایک حسین پیکر برآمد ہوا۔

سیزر آنکھیں پھاڑے حیرت و استعجاب کی تصویر بنا اُسے تکے جا رہا تھا۔

❀✪❀

دُور مشرقی پہاڑوں کی اوٹ سے اُبھرتے سورج کی نوخیز کرنیں اپنا سر اُبھاری رہی تھیں۔ ابوطیس کی بستی میں ہر سمت صبح کاذب کا مدھم اُجالا پھیلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ بادِ نسیم کے نرم جھونکوں میں قرمزی پہاڑوں کے دامن میں کھلے جنگلی پھولوں کی مہک رچی ہوئی تھی۔

ایسے میں ہرمقس اپنے باپ ایمنت، انا سیتا اور اپنے دیگر دوست احباب سے رخصت ہو کر اپنے ہم سفر کاہنوں کے ساتھ پہور کی طرف رواں دواں تھا۔ یہ لوگ ابھی کشتی میں سوار ہی ہونے والے تھے کہ ہرمقس کی انا، سیتا وہاں گرتی پڑتی پہنچی۔

''میرے ہرمقس، میرے بچے تم لوٹ کر تو آؤ گے نا؟'' اس نے ہرمقس کا چہرہ اپنے ممتا بھرے ہاتھوں میں تھامتے ہوئے مضطرب لہجے میں سوال کیا۔

''ہاں، ماں کیوں نہیں۔'' ہرمقس نے سیتا کو شانوں سے تھام کر پُریقین لہجے میں کہا۔ ''تحصیل علم کے ساتھ ہی میں تمہارے قدموں میں واپس لوٹ آؤں گا۔''

''جانے کیوں، مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں اپنے اپسیف کو ایک بار پھر کھونے جا رہی ہوں۔'' اس نے اشک بار آنکھوں سے ہرمقس کا دلکش چہرہ تکتے ہوئے کہا اور بے ساختہ اُسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا۔

''ہرمقس، تم ایک شاہ زادے ہو، کل تمہیں بادشاہ بننا ہے۔'' سیتا نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔ ''اس کے باوجود یہ بات کبھی نہ بھولنا کہ میں نے تمہیں ماں بن کر پالا ہے اور تم مجھے میرے اپسیف سے زیادہ عزیز ہو۔''

''ہاں ماں..... میں یہ بات جانتا ہوں۔'' ہرمقس نے بے ساختہ سیتا کو اپنے مضبوط بازوؤں میں بھر کر سینے سے لگا لیا۔ ''تمہارا بیٹا تمہیں کبھی نہیں بھول سکتا۔''

تمام کاہن کشتی میں بیٹھ چکے تھے اور ہرمقس کا انتظار کر رہے تھے۔ سو وہ سیتا سے رخصت ہو کر کشتی کی طرف بڑھ گیا۔

''کشتی جوں ہی حرکت میں آئی، سیتا نے پیچھے سے اپنی جوتی پھینکی جو ہرمقس نے اُٹھا کر یادگار کے طور پر اپنے سامان میں رکھ لی۔ مصری جب کسی سفر پر روانہ ہوتے تو رخصت کرنے والا نیک فال کے طور پر اس کے پیچھے جوتی یا جوتا پھینکتے تھے، جانے والا وہ اُٹھا لیتا اور نیک شگن کے طور پر اپنے پاس رکھ لیتا۔

ہرمقس کا یہ سفر بہت طویل تھا، اس لیے یہ لوگ دن بھر سفر کرتے اور رات دریا کے کنارے کسی محفوظ جگہ قیام کرتے۔ ہرمقس تمام دن آنکھوں میں دلچسپی بھرے نت نئے نظاروں اور مقامات کو دیکھتا رہتا۔ یہ تمام مناظر اس کے لیے بالکل نئے اور اجنبی تھے۔

آخر ہفتوں کے سفر کے بعد ہرمقس کاہن کے ساتھ سفید فصیل والے شہر مناف پہنچ گیا۔ رواج کے مطابق کاہن سب سے پہلے اُسے دیوتا الفیس کے مندر لے گئے۔ ان کا ماننا تھا کہ دیوتا الفیس ایک بیل کی شکل میں اس عالم بے ثبات میں وارد ہوا تھا۔ اس بیل کا رنگ سیاہ تھا۔ پیشانی پر ایک مربع شکل کا سفید نشان تھا، پشت پر عقاب کی شکل کا سفید نقش ثبت تھا، دُم میں دو شاخہ گھنے بال تھے اور اُس کے دونوں سینگوں کے درمیان ایک سونے کی ٹکیہ آویزاں تھی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہرمقس نے دیوتا الفیس کی پرستش کی۔ پرستش کے بعد ہرمقس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ ابھی وہ دعا مانگ ہی رہا تھا کہ یکا یک دیوتا الفیس کے بت میں حرکت ہوئی۔ سیاہ رنگ کا قوی بیل جھکا اور اس نے ہرمقس کے سامنے مؤدبانہ ہو کر گھٹنے ٹیک دیئے۔

دیوتا الفیس کو اس طرح ہرمقس کو تعظیم دیتے دیکھ کر وہاں موجود سارے ہی کاہن بے حد متاثر ہوئے تھے۔ وہ سب سر نیاز خم کر کے ہرمقس کے قریب آئے اور گھٹنوں کو خم دے کر انہوں نے اُسے سلام پیش کیا۔

ہرمقس کو مناف میں ٹھہرے تین روز گزر گئے تھے۔ اب اُسے اپنے ماموں کی طرف سے بھیجے گئے رہنما کا انتظار تھا، جو اُسے ماموں سیفا تک پہنچانے میں اس کی رہنمائی اور معاونت کرنے والا تھا۔ آخر چوتھے دن وہ کاہن اس کے پاس پہنچے۔ پہلے انہوں نے اسے سلام کیا، پھر بے حد مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ ''اے معزز ہرمقس، آپ کے ماموں سیفا نے جو انوع رع (سورج دیوتا) کے سب سے بڑا کاہن ہیں، ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے تاکہ ہم آپ کو بصد عزت واحترام ان کے پاس پہنچا دیں۔''

''ماموں سیفا پر دیوتاؤں کی ارواح کی دعاؤں کا نزول ہو۔'' ہرمقس نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ ''کیا تم لوگ مجھے یہ بتانا پسند کرو گے کہ انوع رع یہاں سے کتنی دور ہے اور ہم کس سواری پر روانہ ہوں گے؟''

''انوع رع کا یہاں سے زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔'' ایک کاہن نے جواب دیا۔ ''ہم دو سے تین دن میں وہاں پہنچ جائیں گے اور ہمیں یہ سفر صحت منداور مضبوط خچروں پر کرنا ہوگا جو ہم اپنے ساتھ لائے ہیں۔''

''اچھا پھر ٹھیک ہے۔'' ہرمقس اُٹھتا ہوا بولا۔ ''ہمیں اسی وقت سفر پر روانہ ہو جانا چاہیے۔''

''جی بالکل۔'' دوسرا کاہن جو ناٹے قد اور گھٹے ہوئے جسم کا مالک تھا، آگے بڑھ کر بولا۔ ''براہِ کرم ہمیں بتایئے، آپ کا سامان کہاں ہے تاکہ ہم اسے خچروں پر لاد لیں۔''

''ایک خانقاہ سے دوسری خانقاہ تک سفر کرنے والے لوگ اپنے ساتھ کوئی سامان نہیں رکھتے۔'' ہرمقس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں ابوطیس سے خالی ہاتھ آیا ہوں اور اب تمہارے ساتھ بھی اسی طرح خالی ہاتھ چلوں گا۔''

کاہن، ہرمقس کی یہ حکمت بھری بات سن کر متاثر ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے سر ادب کے ساتھ اس کے سامنے جھکا دیئے اور بے حد تعظیم کے ساتھ اس کی خدمت میں سلام پیش کیا اور کچھ ہی دیر بعد وہ تینوں تنومند خچروں پر سوار انوع رع کی طرف محو سفر تھے۔

خشکی پر اتنا طویل سفر کرنے کا ہرمقس کا یہ پہلا موقع تھا۔ وہ بہت سے دیہاتوں سے گزرے مگر نہ کھیتوں میں ہریالی تھی، نہ دیہات میں بسنے والے لوگوں کے چہروں پر رونق، ہر گاؤں اُجڑا اُجڑا، ویران ویران سا دکھائی دے رہا تھا، جانور ناتواں اور انسان نحیف ونزار نظر آتے تھے۔

یہ سب کچھ ہرمقس کے لیے حیران کن تھا۔ آخر اس نے ایک کاہن سے پوچھا۔ ''ان دیہاتوں میں اس قدر اداسی اور ویرانی کیوں ہے..... جانور بیمار اور لاغر اور انسان ناتواں نظر آتے ہیں، نہ بچوں کی کلکاریاں سنائی دیتی ہیں، نہ پانی کی چھاگلیں اُٹھائے ندی سے پانی بھر کر آتی ہوئی عورتیں دکھائی دیتی ہیں۔ آخر ایسا کیوں ہے؟''

''اے معزز ہرمقس۔'' ایک کاہن نے اُداس نظروں سے ویران بستی کی طرف دیکھتے ہوئے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔ ''ہمارے دیہاتوں کی رونقیں، قہقہے اور زندگی کی راحتیں تو اسکندریہ میں بیٹھا ہوا شاہ بطلیموس چھین کر لے گیا ہے۔ ہماری فصلیں پکتے ہی سرکاری عمال آجاتے ہیں اور سارا اناج چھین کر لے جاتے ہیں۔ وہ ہمارے لیے دو وقت پیٹ کی آگ بجھانے کے لائق بھی اناج نہیں چھوڑتے۔''

ہرمقس کا دل شاہ بطلیموس کے ظلم اور معصوم دیہاتیوں کی مظلومیت پر سسک اُٹھا تھا۔ اس نے اپنے باپ ایمنت اور انا سبیتا سے شاہ بطلیموس کے ظلم وستم کی بہت سی داستانیں سنی تھیں، آج اس نے اپنی آنکھوں سے بھی یہ سب دیکھ لیا تھا۔

ہرمقس اس سفر کے دوران کئی اہراموں کے پاس سے بھی گزرا، جو دیوتا الفیس کے جنگل اور دیوتا ارسیرس کے معبدوں سے ذرا ہٹ کے واقع تھے۔ کچھ دیر کے بعد وہ ابوالہول کے مجسمے کے پاس بھی رُکے تھے۔ مصریوں کا ماننا تھا کہ خدا اگر انسانی شکل میں دنیا میں آتا تو اس کی شکل وصورت اس عظیم مجسمے جیسی ہوتی۔ ہرمقس نے راستے میں مصر کا ہرم بھی دیکھا، جس میں ایک فرعون مصر نے اپنا بیش بہا خزانہ چھپا دیا تھا۔ اس خزانے کا کسی کو علم نہ تھا۔

ہرمقس اور اس کے دونوں ساتھی کاہنوں کا خشکی کا یہ سفر تین دن کے بعد انوع رع شہر میں جا کر اختتام پذیر ہوا۔ یہ شہر، مناف کے مقابلے میں قدرے چھوٹا تھا۔ سامنے کی طرف ایک جھیل تھی اور پشت پر وہ با احاطہ تھا، جس میں دیوتا رع (سورج) کا معبد واقع تھا۔ ابھی ہرمقس اس احاطے کے بڑے مینار کے پاس پہنچا ہی تھا کہ اچانک ایک درمیانے قد کا باوقار سا شخص اس کے سامنے آ گیا۔ اس کی آنکھیں بے حد روشن اور سر گھٹا ہوا

allurdupdfnovels.blogspot.com

تھا۔اس شخص نے ہرمقس کے قریب آ کر اپنا تعارف کروایا۔

''میرا نام سیفا ہے اور میں وہ کاہن ہوں، جو دیوتاؤں کا وہن وا کرتا ہے۔'' وہن وا کرنے سے مراد تھی کہ دیوتاؤں کے حضور جو پھل مٹھائیاں چڑھائی جاتی تھیں، کاہن سیفا ان اشیائے خورد کو دیوتا کا منہ کھول کر اس میں ڈالتا تھا۔مصریوں کا یہی عقیدہ تھا۔وہ تسلسل اور تجدید حیات کے قائل تھے۔وہ لوگ مرنے والوں کے متعلق ہی بات باور نہیں کرتے تھے کہ وہ ہمیشہ کے لیے مر گئے ہیں۔اسی طرح دیوتاؤں کی خدمت میں بھی وہ اشیائے خورونوش پیش کرتے اور ان کا کوئی معتبر کاہن وہ کھانے پینے کی اشیاء دیوتاؤں کا منہ کھول کر اس کے اندر ڈالتا تھا تا کہ دیوتا کھا پی کر زندہ اور تازہ دم رہیں۔

اسی طرح مصری اپنے بادشاہوں اور بزرگوں کی ممّیاں بنا کر رکھتے تھے۔ان کے اہراموں میں ان کی استعمال کی اشیاء، کھانے پینے کا سامان، برتن اور ان کے وسیع خزانے ان کے ساتھ ہی دفن کر دیئے جاتے تھے تا کہ یہ سب چیزیں اس وقت ان کے کام آئیں جب وہ دوبارہ زندہ ہوں۔

ہرمقس اس روشن آنکھوں والے کاہن کو دیکھتے ہی پہچان گیا کہ وہ شخص سوائے اس کے ماموں سیفا کے کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔اسی لیے اس نے آگے بڑھ کر مؤدبانہ اور شائستہ لہجے میں جواب دیا۔

''میں ابوطیس کے کاہن ایمنت کا بیٹا ہوں اور آپ کے لیے اپنے باپ کے کچھ خطوط لایا ہوں۔''

''اے مقدس باپ کے عالیشان بیٹے ہرمقس۔'' سیفا نے سنجیدگی مگر پُرجوش لہجے میں کہا۔''میں تمہیں انوع رع میں خوش آمدید کہتا ہوں، آؤ میرے ساتھ اندر چلو۔''

ہرمقس بلا عذر و تکلف اپنے ماموں کے ساتھ انوع رع کے معبد میں داخل ہو گیا۔

✪

جولیس سیزر کی خواب گاہ کی کشادہ بالکونی کے ابرقی پتھر سے بنے فرش پر ڈوبتے سورج کی نارنجی کرنیں الوداعی بوسہ دیتی رخصت ہو رہی تھیں، نرم وملائم کرنوں کے نازک پرتو سے فرش کے ابرقی پتھر تاروں کی طرح جھلملاتے دکھائی دے رہے تھے۔

بالکونی کے سامنے والی دیوار ڈیڑھ فٹ اونچے مرمر کے پایوں سے ایک خاص ترتیب سے بنائی گئی تھی، جس کی منڈیر پر پیتل کی گرل لگی تھی۔ گرل کے دمکتے کلسوں سے روشنی منعکس ہوتی تو ایک چکاچوند کی سی کیفیت جاگتی، جو سب ہی کو اپنی جانب متوجہ کر لیتی۔مگر اس وقت یہ ضوفشاں منظر جولیس سیزر کی توجہ حاصل کرنے میں ناکام رہا تھا۔

جولیس سے چند قدموں کے فاصلے پر وہ لمبا تڑنگا غلام کھڑا تھا، جو ابھی چند لمحوں قبل اپنے کندھے پر ایک قالین لادے ہوئے اس بالکونی میں وارد ہوا تھا۔اس نے وہ قالین زمین پر ڈال دیا تھا۔

سیزر کے لیے یہ بات حیرت انگیز تھی کہ سخت پہرے کے باوجود ایک شخص کندھے پر قالین اٹھائے یہاں تک کیسے پہنچا؟ پھر اس نے نہایت اطمینان سے قالین کو فرش پر رکھ کر اُسے ایک جھٹکے سے کھول دیا تھا اور اپنا کام ختم کر کے وہ سیزر کے سامنے تعظیماً جھکا اور آہستگی سے چلتا راہداری میں مڑ گیا۔

سیزر کو اُسے روکنے یا کچھ پوچھنے کا موقع ہی نہیں ملا کیونکہ اس کی تمام تر توجہ اس وقت قالین سے نکلنے والے انسانی پیکر نے اپنی جانب مبذول کر لی تھی۔

وہ ایک دوشیزہ تھی۔اُس نے اپنے چہرے اور جسم کے گرد لپٹی سیاہ چادر کھینچ کر خود سے الگ کی اور قالین پر پھینک دی۔

اس کے وجود سے سیاہ چادر کے ہٹتے ہی یوں محسوس ہوا کہ جیسے یکا یک ہر سمت اُجالا پھیل گیا ہو۔یوں لگا جیسے مغرب کی اوٹ میں غروب ہوتا آفتاب، اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ اس لڑکی کے پیکر میں ڈھل کر اس بالکونی میں آ کھڑا ہوا تھا۔کندھے تک تراشیدہ اس کے سرخی مائل سنہرے گیسو، ڈوبتے سورج کی بے جان کرنوں میں سونے کے نرم تاروں کی طرح جگمگا رہے تھے۔اس کی صبیح پیشانی چودھویں کے چاند کی مانند دمک رہی تھی۔کمان کی طرح تنے ابرو اور گھنی پلکوں سے سجی جھیل جیسی گہری نیلگوں آنکھیں، جن سے ایک عجب سا خمار پھوٹتا محسوس ہو رہا تھا۔گلاب کے سے نرم ارغوانی رخسار چھوٹی سی ستواں ناک، نازک کلیوں سے شنگرفی لب، صراحی دار گردن اور چہرہ مہتاب کی طرح دمک رہا تھا..... سانچے میں ڈھلا ہوا گداز جسم تھا، سراسر آفتاب تھا کہ گرم گرم لپٹیں سی اُٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔

وہ لڑکی تھی یا دست قدرت کا ایک نادر شاہکار، سر سے پاؤں تک قیامت ہی قیامت تھی، سراپا نور تھی، رشکِ حور تھی وہ۔

وہ اپنی ساحرانہ آنکھوں سے سیزر کو نہایت غور سے دیکھ رہی تھی۔سیزر کی پتھرائی ہوئی آنکھیں بھی اس پیکرِ حسن پر جمی ہوئی تھیں۔اس نے اپنی

allurdupdfnovels.blogspot.com

اس باون سالہ زندگی میں بے شمار حسین عورتیں دیکھی تھیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک شعلہ جوالہ چہرہ اس کی نظروں سے گزرا تھا۔ کتنی گل بدن دوشیزاؤں سے اس کا سابقہ پڑا تھا اور اس نے کتنے ہی گلستاں جسموں کی سیر کی تھی..... مگر آج اس نے جو چہرہ دیکھا تھا، ایسا چاند چہرہ اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا، وہ تو چاند سے بھی زیادہ حسین تھی۔

وہ پوری آنکھیں پھیلائے ہونقوں کی طرح منہ کھولے اس ناقابلِ فراموش منظر کو تکے جا رہا تھا۔

اس کی حیرت اور محویت دیکھ کر دوشیزہ کے لبوں پر تکبر بھری دلکش مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ وہ کسی پھولوں بھری لچکتی شاخ کی مانند سیزر کی طرف بڑھی۔ اس کی شاہانہ چال میں عجیب سا وقار اور جلال تھا۔ انداز میں بے خوفی اور بے تکلفی تھی۔ وہ چند قدم چل کر سیزر کے عین سامنے آ کر ٹھہر گئی۔

صنفِ نازک کے معاملے میں سیزر انتہائی بے باک اور شوریدہ سر واقع ہوا تھا۔ وہ اپنی عمر کے تمام جرنیلوں سے زیادہ وجیہ و شکیل اور زیادہ جواں مرد واقع ہوا تھا۔ گزشتہ کئی ماہ سے جولیس سیزر میدان جنگ کی صعوبتوں اور مشکل مراحل سے دوچار تھا۔ اب کامیابی کا تاج سر پر پہننے کے بعد اپنے تھکن سے چُور جسم و ذہن کو سکون اور راحت دینے کا خواہش مند تھا۔

چنانچہ اس خیال سے بے پروا ہو کر کہ یہ آنے والی پری وش کون ہے۔ اس نے اپنی عادت کے مطابق اپنے بازو پھیلا دیئے۔

اس کے مقابل کھڑی لڑکی نے ایسی شعلہ بار اور طلسماتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا کہ اس کا مضبوط کسرتی جسم سرتاپا لرز کر رہ گیا اور اس کے کھلے بازو، کٹے ہوئے شہتیروں کی طرح گر گئے۔

سیزر حواس باختہ سا یہ سوچے بِنا نہ رہ سکا۔ یہ کوئی عام لڑکی نہیں ہے، اس میں کوئی ایسی طلسماتی کشش ہے جس نے اُسے بے خود کر کے رکھ دیا ہے۔

''تم کون ہو؟'' سیزر نے خشک لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے دھیمی آواز میں سوال کیا۔ ''اور یہاں کیوں آئی ہو؟''

جانے کیوں وہ اس ماہ لقا کے سامنے خود کو بہت حقیر اور کمتر محسوس کر رہا تھا۔ لڑکی کے دلکش لب ایک بار پھر دلنشیں انداز میں مسکرائے۔ سیزر نے ایک بار پھر خود کو بے بس اور کمزور محسوس کیا اور اپنی اس کیفیت پر بے ساختہ اسے غصہ آ گیا۔ اس نے جنون میں آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھامنا چاہا لیکن لڑکی ایک انداز دلربائی سے بل کھا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ پھر اس نے اپنی جادو بھری آنکھوں سے سیزر کی مدہوش آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

''کیا تم نہیں جانتے کہ میں کون ہوں؟''

جولیس سیزر کو ایسا لگا کہ خاموش فضا میں یکبارگی اَن گنت نقرئی گھنٹیاں بج اٹھی ہوں۔

''نہیں۔'' سیزر نے خود کو سنبھالا اور قدرے طمطراق بھرے لہجے میں بولا۔ ''میں نے تمہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ میں جس عورت کو ایک بار دیکھ لیتا ہوں، اسے کبھی نہیں بھولتا یا یوں کہہ لو کہ مجھ سے ملنے والی خوبصورت عورت مجھے مرتے دم تک نہیں بھول پاتی۔''

لڑکی نے کمالِ تجاہل اور انتہائی کج ادائی سے جواب دیا۔ ''مگر میں عورت نہیں ہوں۔''

''عورت نہیں ہو..... تو پھر کون ہو؟'' سیزر کے سوال میں حیرت کے ساتھ دلچسپی بھی نمایاں تھی۔

''میں دیوتاؤں کی اوتار ہوں۔ میں حسن و نزاکت کی دیوی ہوں۔'' اس نے سر اونچا کر کے متکبرانہ انداز میں جواب دیا۔ پھر قدرے طنزیہ نظروں سے سیزر کی طرف دیکھ کر بولی ''تم نے پوچھا کہ میں کون ہوں، تو سنو..... وہ بطلیموس خاندان، جو گزشتہ تین صدیوں سے مصر پر حکمرانی کر رہا ہے، میں اسی خاندان کی ساتویں حکمران ہوں۔''

''تت..... تم.....؟'' سیزر نے بے یقین نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

''ہاں میں۔'' لڑکی نے زور دے کر کہا۔ ''کیا میرے انداز و اطوار اور لب و لہجے میں تمہیں کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی کہ جس سے تم یہ سمجھ سکتے کہ میں مصر کی ملکہ اور فرمانروا ہوں۔''

لڑکی کا چہرہ متغیر ہو گیا تھا۔ اس کی کمان کی سی تنی بھویں قدرے سمٹ گئی تھیں اور غصے کی ایک ہلکی سی لہر اس کی جھیل سی گہری آنکھوں میں اٹھتی محسوس ہوئی۔ وہ پھر گویا ہوئی۔ ''میرا خیال ہے میں غلط جگہ پر آ گئی ہوں، اگر تم سلطنت روما کے جنرل جولیس سیزر ہوتے تو تم نے مجھے پہلی ہی نظر میں پہچان لیا ہوتا۔''

سیزر ایک دم چونک کر سیدھا ہوتا ہوا قدرے معذرت خواہانہ لہجے میں بولا۔ ''اوہ قلوپطرہ، مجھے افسوس ہے..... سچ تو یہ ہے کہ میں تمہیں قصر میں بلوانے کی کوئی ترکیب سوچ رہا تھا۔ تمہارا انداز اور تمہاری گفتگو بے شک بڑی باوقار، سحر انگیز اور شاہانہ ہے۔ تم نے مجھے پہچاننے میں قطعی غلطی نہیں کی

allurdupdfnovels.blogspot.com

مگر میں تمہاری آمد کے اس انوکھے انداز سے دھوکا کھا گیا۔"

"یہ انوکھا انداز نہیں، میری جرأت اور ذہانت ہے کہ میں ہزاروں سپاہیوں کے درمیان خود کو نکال لائی اور قصر کے اندر تمہاری خواب گاہ کی اس بالکونی میں تمہارے سامنے موجود ہوں۔"

سیزر نے سر کو ایک خاص انداز میں جنبش دے کر اس کی جرأت اور ذہانت کو داد دی اور آگے کی جانب جھک کر دوبارہ معذرت خواہانہ لہجے میں بولا۔ "جنرل جولیس سیزر تمہیں پہلی نظر میں نہ پہنچاننے پر دوبارہ معذرت چاہتا ہے۔"

"اگر تم واقعی سلطنتِ روما کے مختارِ کل ہو تو میں تمہارے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرنے آئی ہوں۔ میری خواہش ہے کہ میرے باپ کی وصیت کے مطابق میرا حق مجھے دلایا جائے۔" قلوپطرہ نے اصل معاملے پر آتے ہوئے اپنا مدعا بیان کیا۔

جولیس سیزر اب کسی قدر سنبھل چکا تھا۔ چنانچہ اس نے باوقار لہجے میں کہا۔ "اس مسئلے پر ہم بیٹھ کر تفصیلی گفتگو کریں گے..... چلو اندر چلو۔"

"اے فرمانروائے روم۔" قلوپطرہ نے دوٹوک لہجے میں کہا۔ "کل صبح طلوعِ آفتاب سے قبل مجھے یہاں سے واپس جانا ہے، وقت بہت کم ہے اور مجھے تم سے مصری حکومت اور سیاسی امور پر بہت سی باتیں کرنی ہیں۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ۔"

"صبر سے کام لو قلوپطرہ۔" سیزر بولا تو اس کی آواز میں شاہانہ تمکنت اور ایک زور آور جنرل والی گھن گرج تھی۔ "تمہاری ہر بات سنی جائے گی لیکن دوسرے فریق کی موجودگی میں۔"

پھر وہ باوقار انداز میں چلتا ہوا راہداری میں مڑ گیا۔ قلوپطرہ نے لحظہ بھر کو کچھ سوچا اور تیزی سے اس کے پیچھے چل دی۔

اپنی مخصوص نشست گاہ میں پہنچ کر سیزر نے قلوپطرہ کو ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اس کے مقابلے دھری اپنی پُرشکوہ نشست پر بیٹھ گیا۔

اس کے بیٹھتے ہی قلوپطرہ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر گفتگو شروع کری۔ "اے روما کے مختارِ کل..... آپ جانتے ہیں، میرا بھائی فیطس بطلیموس پورٹ سعید کے قریب پیلوتیم کے قلعہ میں مقیم ہے۔ آپ کے بلانے پر اگر وہ یہاں نہ آیا تو کیا آپ فریق ثانی کے انتظار میں بیٹھے رہیں گے اور میری بات نہیں سنیں گے۔"

"اگر میں یہ کہوں کہ فیطس بطلیموس بھی اس وقت تمہاری ہی طرح اس محل میں موجود ہے تو.....؟" سیزر نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

"تو میں سمجھوں گی، روما کا فرمانروا ایک مظلوم اور مجبور شاہی فرد سے مذاق کر رہا ہے۔"

"قلوپطرہ!" اس کے لہجے کی ہلکی سی تلخی اور کرب کو محسوس کرتے ہوئے سیزر نے نہایت سنجیدہ آواز میں جواب دیا۔ "تمہارے بھائی کا اس محل میں موجود ہونا اتنا ہی یقینی ہے، جتنا کہ ہم سب کی ایک دن موت یقینی ہے۔"

"آپ کہتے ہیں تو یقین کر لیتی ہوں۔" قلوپطرہ نے تذبذب بھرے لہجے میں کہا۔ "اگرچہ یہ بات مجھے ناممکن لگتی ہے۔"

"قلوپطرہ۔" جولیس سیزر کے لبوں پر دلکش مسکراہٹ بکھری۔ "میں اس بات کا ثبوت پیش کروں گا کہ فیطس بطلیموس اور وزیرِ اعظم پوتھی نوس اس وقت میرے قبضے میں اور اسی قصر میں موجود ہیں..... مگر اس سے پہلے میں چاہوں گا کہ تم میری ایک حیرانی دور کر دو۔"

قلوپطرہ نے اپنی دراز گھنی پلکوں کو جھپک کر سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"میں پریشان نہیں بلکہ اس بات پر حیران ہوں کہ مصری لشکر کے بیس ہزار سے زیادہ سپاہیوں کی آنکھوں میں تم دھول جھونک کر مجھ تک کیسے پہنچ گئیں؟"

قلوپطرہ نے بے نیازی سے مسکرا کر سر جھکا لیا۔ پھر چند لمحوں بعد گویا ہوئی۔ "اے فرمانروائے روما! مجھے یقین تھا کہ مصر کے تخت و تاج پر میرا حق اسی صورت میں ثابت ہو سکتا ہے جب میں خود آپ کی خدمت میں پیش ہو کر اپنا مقدمہ پیش کروں۔ ابھی میں اسی دھیڑ بن میں گرفتار تھی کہ پتہ چلا کہ مصری لشکر قلعہ پیلوتیم چھوڑ کر اسکندریہ چلا گیا ہے..... تو میری تشویش اور بھی بڑھ گئی کیونکہ یہ بات میرے علم میں آ چکی تھی کہ وزیرِ اعظم پوتھی نوس نے جنرل پومپی کو فریب دے کر بلوایا اور راستے میں ہی اُسے قتل کر دیا۔ مجھے یہ خوف تھا کہ اگر ان مکار لوگوں نے آپ کو بھی دھوکا دے کر قتل کر دیا تو مجھے عمر بھر مصر کا تخت و تاج حاصل نہ ہو سکے گا۔ ان باتوں پر غور کرنے کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے ایک انتہائی قدم اٹھانا چاہیے اور کسی بھی طرح آپ کے حضور پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے..... بس اتنا ہی قصہ ہے میرے یہاں آنے کا۔"

جولیس سیزر نے تحسین بھری نظروں سے قلوپطرہ کی طرف دیکھا۔ وہ پہلی ہی نظر میں اس کے حسن کا معترف ہو چکا تھا۔ اس کی جرأت اور تدبر کا بھی قائل ہو گیا۔

"پورٹ سعید سے اسکندریہ تک تمہیں راستے میں کسی نے نہیں پہچانا؟ اور محل کے اندر داخل ہونے پر بھی کسی نے نہیں ٹوکا؟"

allurdupdfnovels.blogspot.com

''میں اپنے ایک وفادار غلام اپالوڈورس کے ساتھ ایک تیز رفتار کشتی میں صحیح سلامت محل کی دیوار کے نیچے پہنچ گئی۔'' قلوپطرہ نے دور خلا میں دیکھتے ہوئے واقعات کی کڑیاں ملاتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں نے خود کو سیاہ چادر میں اچھی طرح چھپایا ہوا تھا..... ہم دوپہر ڈھلنے تک وہیں بیٹھے رہے۔ پھر جب سورج مغرب کی طرف جھکا اور سائے لمبے ہونے لگے تو میں نے خود کو قالین میں لپیٹا اور اپالو کو حکم دیا کہ وہ مجھے اپنے کاندھے پر رکھ کر کسی بھی دروازے سے محل کے اندر داخل ہو جائے..... اس نے ایسا ہی کیا۔'' قلوپطرہ نے مسکراتی نظروں سے سیزر کی طرف دیکھا۔

جنرل سیزر گم صم سا اس کی بات سن رہا تھا۔ وہ جس قدر حسین تھی، اس کی آواز بھی اسی قدر مدھر تھی اور بات کرنے کا انداز بھی بے حد دلآویز و دلنشیں تھا۔ ''میں نے سلطنت روما کے مختار کل کا تجسس دور کر دیا..... چونکہ وقت کم ہے، اس لیے اب میں چاہتی ہوں کہ آپ میرے حق میں فیصلہ کر دیں۔''

قلوپطرہ کی بات سن کر سیزر نے گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ جواباً قلوپطرہ نے ایسی قیامت خیز بھرپور نظروں سے دیکھا کہ جولیس سیزر جیسے تجربہ کار اور جہاندیدہ جنرل کا دل دھڑک کر رہ گیا۔ وہ ایک باوقار اور پُرجلال مرد تھا۔ اس کے انداز و اطوار اور شخصیت سے تمکنت اور رکھ رکھاؤ کا اظہار ہوتا تھا۔ اسی لیے اس نے بڑی مشکل سے خود کو اس کی نظروں کے تیر سے گھائل ہونے سے روکا۔ پھر وہ سنبھل کر بولا۔ ''قلوپطرہ! جیسا کہ میں نے بتایا۔ تمہارا بھائی فیطس بطلیموس اور اس کا چالاک وزیر پوتھی نوس..... دونوں اسی محل میں موجود ہیں۔ اطمینان رکھو، کل صبح ہوتے ہی فیصلہ ہو جائے گا۔''

''فیصلہ، کیا مطلب؟'' قلوپطرہ نے چونک کر سیزر کی طرف دیکھا۔ ''مجھے اپنا تخت و تاج واپس چاہیے۔'' پھر اس نے اسی التجا آمیز نظروں سے جولیس سیزر کو دیکھا کہ وہ بے خود سا ہو اٹھا اور اسی عالم بے خودی میں بولا۔ ''قلوپطرہ! مصر کا تخت تمہارا تھا اور تمہارا ہی رہے گا۔''

جنرل کے اس اعلان کے بعد قلوپطرہ کی حسین آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے۔ اس نے بھیگی پلکوں اور مسکراتے لبوں سے تشکر بھرے انداز میں سیزر کی طرف دیکھا۔ وہ اب تک اُسے اسی وارفتگی سے تکے جا رہا تھا۔

❁✪❁

چند گھنٹوں بعد جوں ہی صبح طلوع ہوئی اور اسکندریہ کے نیلے آکاش پر خاورِ شعلہ بار نے سر اُبھارا، جولیس سیزر نے فیطس بطلیموس کو بلوا بھیجا۔

فیطس بطلیموس جسے قصر کے ایک چھوٹے سے کمرے میں رومی خدام کی سخت نگرانی میں رکھا گیا تھا، جنرل کا پیغام ملتے ہی پریشان ہو اٹھا۔ گو کہ اس کے ساتھ اس کا مشیر اور وزیر اعظم پوتھی نوس بھی قید تھا۔ مگر وہ اب اس سے کم ہی بات کرتا تھا۔ دونوں منہ لٹکائے آنکھیں بند کیے، اپنی اپنی جگہ سوچوں میں گم بیٹھے رہتے تھے۔

فیطس بطلیموس کو اپنی حکومت اور اپنے تخت و تاج کی فکر تھی، تو پوتھی نوس اس فکر میں سرگرداں تھا کہ کسی طرح سپہ سالار ایکیلاس سے رابطہ کر کے قصر پر حملے کا منصوبہ تیار کرے۔

رومی خادم نے جونہی پیغام دیا..... فیطس بطلیموس فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی پوتھی نوس بھی کھڑا ہو گیا۔

''آپ کو جانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' رومی خادم نے قدرے رکھائی سے پوتھی نوس کو مخاطب کر کے کہا۔ ''صرف شہزادے فیطس بطلیموس کو طلب کیا گیا ہے۔''

اس بات نے شہزادے کو کچھ اور پریشان کر دیا تھا..... کچھ بھی تھا..... پوتھی نوس کی سنگت میں اُسے خاصی تقویت رہتی تھی۔ مگر اب کیا کیا جا سکتا تھا۔ جنرل کے حکم سے سرتابی ممکن نہ تھی۔ سو وہ گھبرائے ہوئے انداز میں خادم کے پیچھے کمرے سے باہر کی طرف چل دیا۔

مختلف غلام گردشوں سے گزرنے کے بعد آخر وہ جنرل سیزر کی مخصوص نشست گاہ کے سامنے پہنچ گیا۔ فیطس بطلیموس کو کئی لمحوں تک دروازے پر ٹھہر کر جنرل کی اجازت کا انتظار کرنا پڑا۔ پھر ایک خادم نے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔

وہ سہما سہما سا جونہی کمرے میں داخل ہوا تو سب سے پہلے اس کی نظر قلوپطرہ پر پڑی، جو سامنے کوچ پر ایک اندازِ دلربائی اور شاہانہ وقار کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔ فیطس بطلیموس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی..... وہاں کا تہاں کھڑا رہ گیا۔

تب ہی جولیس سیزر کی گرجدار آواز نے اسے دہلا دیا۔ ''بطلیموس! تمہارا وزیر کہتا ہے کہ معاہدے کی خلاف ورزی قلوپطرہ نے کی تھی لیکن قلوپطرہ کا مؤقف سننے کے بعد یہ بات سامنے آئی ہے کہ تمہارے وزیر کا بیان سراسر جھوٹ پر مبنی ہے..... اصل خلاف ورزی تو تمہاری طرف سے ہوئی ہے۔ تمہارے باپ نے قلوپطرہ کے ساتھ تمہیں بھی حکومت کرنے کی سفارش کی تھی حالانکہ مصری قانون کے مطابق تخت و تاج کی وارث پہلوٹھی کی بیٹی ہوتی ہے۔ اگر قلوپطرہ چاہے تو تمہارے باپ کی سفارش کو رد کر سکتی ہے۔'' لحظہ بھر رک کر جولیس سیزر نے شہزادے کے متغیر چہرے کی

allurdupdfnovels.blogspot.com

طرف دیکھا، پھر دوٹوک لہجے میں اس نے اپنا فیصلہ سنایا۔ ''تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم اپنی بہن سے فوراً صلح کرلو۔''

شہزادے فیطس بطلیموس کا جسم کانپنے لگا۔ وہ بچوں کی طرح چیختا، چلاتا اور روتا ہوا کمرے سے باہر نکل کر راہداری میں آ گیا۔

''دیکھو..... دیکھو..... مجھے تباہ کر دیا گیا..... میرے ساتھ کھلا فریب کیا گیا۔'' وہ بری طرح پاؤں پٹختے ہوئے روتا جا رہا تھا اور چیختا چلاتا تھا۔ اسی دوران اس نے اپنے سر سے تاج اتار کر زمین پر پٹخ دیا۔ شور وغل سن کر پورا محل اس کے گرد اکٹھا ہو گیا..... سب ہی لوگ حیرت اور تجسس سے شہزادے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

لمحوں میں یہ خبر محل سے باہر جا پہنچی کہ شاہ بطلیموس کو رومی جنرل سیزر نے بری طرح زدوکوب کیا ہے اور وہ محل کی راہداریوں میں پیر پٹختا اور روتا پھرتا رہا ہے۔ کسی نے یہ خبر مصری فوج کے سپہ سالار ایکیلاس تک بھی جا پہنچائی۔

مصری فوج نے اگرچہ شاہی محل کو گھیر رکھا تھا مگر ایکیلاس محل پر قبضہ کرتے گھبرا رہا تھا۔ گو کہ پوتھی نوس نے اسے اطلاع پہنچادی تھی کہ قصر میں رومی فوج چار ہزار سے زیادہ نہیں مگر ایکیلاس کو پوتھی نوس کی بات پر اعتبار نہ تھا۔ اس ہنگامے کی خبر پاتے ہی ایکیلاس نے اس سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ ایک طرف تو وہ تیزی سے فوجیں آگے بڑھا کر شاہی محل کے بالکل سامنے آ گیا اور دوسری طرف اس نے ڈھنڈورچیوں سے پورے شہر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا۔

''اے اہل اسکندریہ! تمہاری غیرت اور حمیت کو کیا ہوا؟ تمہارے شاہ بطلیموس کو باہر سے آیا ہوا ایک وحشی جنرل ذلیل وخوار کر رہا ہے اور تم اپنے گھروں کے دروازے بند کیے کانوں میں انگلیاں دیئے خاموش تماشائی بنے ہوئے ہو۔''

اس اعلان نے مصریوں کی غیرت کو جگا دیا۔ دھڑا دھڑ دروازے کھلنے لگے اور لوگ جوق در جوق قصر شاہی کی جانب بڑھنے لگے۔

جنرل جولیس سیزر کی زندگی میں اس طرح کے بہت سے واقعات پیش آ چکے تھے، اس لیے وہ اس صورت حال سے بالکل ہراساں نہ ہوا۔ وہ ایک شان بے نیازی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور ٹہلتا ہوا اس مقام پر پہنچا، جہاں سے مصر کے حکمران اپنی رعیت کو مخاطب کرتے اور انہیں اپنا دیدار کرواتے تھے۔

اسکندریہ کی پوری آبادی سمٹ کر محل کی دیواروں تک آ گئی تھی۔ وہ آنکھوں میں حیرت اور سوال لیے رومی جرنیل کی طرف دیکھ رہے تھے۔ سیزر کی باوقار وجیہ اور سنجیدہ شخصیت پر نظر پڑتے ہی مجمع میں ایک خاموشی سی چھا گئی۔

چند لمحوں تک جھروکے سے اسکندریہ کی رعیت کی طرف خاموش نگاہوں سے دیکھتے رہنے کے بعد جولیس سیزر نے پورے شاہانہ وقار مگر نرمی کے ساتھ انہیں مخاطب کیا۔

''اے مصر کے غیور باشندو! ہمیں آپ کے جذبات کا علم ہے اور ہم ان جذبات کا احترام کرتے ہیں، ہم کوئی ایسا قدم نہیں اٹھانا چاہتے جو آپ کے مفاد کے خلاف ہو یا جس سے آپ کی دل آزاری ہو۔ ہمارا آپ کے ملک میں چند روز قیام ہے، جو محض مسلسل جنگوں کی تھکن اور کسل مندی دور کرنے کے لیے ہے۔ قابل احترام فرعونوں کی اس سرزمین سے ہمیں دلچسپی ضرور ہے مگر صرف اس حد تک کہ یہ ملک ہمیشہ پھلتا پھولتا رہے اور یہاں کی رعیت خوشحال اور پرامن رہے۔''

جولیس سیزر کے مصلحت آمیز جملوں، نرم لہجے کی صداقت اور اس کی شاندار شخصیت کا ایسا اثر ہوا کہ عوام کے باغیانہ جذبات جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ اب وہ اس بات کو ماننے کے لیے آمادہ نہیں تھے کہ ایسا مہذب، شائستہ اور باوقار انسان شاہ بطلیموس کو بھلا کس طرح ذلیل وخوار کر سکتا ہے۔ پس سب اطمینان سے سر ہلاتے ہوئے واپسی کے لیے پلٹ گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے مجمع چھٹ گیا۔

دوسرا اقدم جولیس سیزر نے یہ اٹھایا کہ اس نے فیطس بطلیموس اور ملکہ قلوپطرہ کو حکم دیا کہ وہ اپنے مشیروں اور ہمدردوں کو طلب کریں تاکہ ایک مشترکہ اجلاس میں مصر کی وراثت اور بادشاہت کا مسئلہ حل کیا جا سکے۔ عوام تک یہ بات پہنچی تو وہ سیزر کے تدبر اور نیک نیتی کے قائل ہو گئے۔

دوسرے دن شاہی محل کے بڑے ہال میں جولیس سیزر کی صدارت میں مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔ شہزادے فیطس نے شہر کے سات معززین کی فہرست دی تھی جبکہ ملکہ قلوپطرہ کی مدد کے لیے صرف اپنی اتالیق اور استاد عظیم کاہنہ طوطیا کلیدس تھی۔ شاہی دستاویزات کے محفوظ ذخیرے سے فیطس بطلیموس کے والد کی وصیت کی نقل منگوائی گئی تھی۔

جولیس سیزر نے باآواز بلند حاضرین کے سامنے وصیت نامہ پڑھا، جس میں واضح لفظوں میں درج تھا کہ دونوں بہن بھائی مل کر مصر پر حکومت کریں گے۔

وصیت نامہ پڑھنے کے بعد جولیس سیزر نے باوقار اور تمکنت بھرے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ''آپ لوگ جانتے ہیں، صدیوں پرانے

allurdupdfnovels.blogspot.com

معاہدے کے مطابق سلطنت روما کو مصر کا سرپرست تسلیم کیا گیا ہے اور مصر کے تمام قضیوں کو طے کرنے کی ذمے داری سونپی گئی ہے۔ اس ناتے سلطنت روما کا مختار کل ہونے کی حیثیت سے میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں اس قضیے کا کوئی حل تلاش کروں..... میں اپنا حق استعمال کرتے ہوئے دونوں میں سے کسی ایک کو مصر کے جائز حکمران ہونے کا حق دے سکتا ہوں۔''

جولیس سیزر دم بھر کو دم لینے کو رکا۔ پھر دم بخود بیٹھے حاضرین پر ایک نگاہ ڈال کر وہ دوبارہ گویا ہوا۔

''لیکن میں نے اپنا فیصلہ مسلط کرنے کے بجائے مجلس مشاورت طلب کی ہے تاکہ میرے یہاں سے رخصت ہونے کے بعد کسی کو میرے فیصلے پر اعتراض نہ ہو..... اب میں فیطس، بطلیموس اور ملکہ قلوپطرہ کو حکم دیتا ہوں کہ وہ فوراً آپس میں صلح کر کے ملک کو جنگ کے عذاب سے نجات دیں..... اور اگر ان دونوں نے میرے اس حکم کی تعمیل میں تامل کیا تو پھر میں خود ہی کوئی فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں گا..... اور اس کی پابندی دونوں پر لازم ہوگی۔''

گو کہ شہزادہ فیطس بطلیموس نوعمر تھا مگر اس قدر نادان بھی نہ تھا کہ کروٹ بدلتے حالات کی کیفیت کو محسوس نہ کر سکتا۔ جولیس سیزر کی گفتگو کے تیور اور ملکہ قلوپطرہ کی خود اعتمادی اور شان بے نیازی سے اسے اندازہ کرنے میں دیر نہ لگی کہ اس کی حسین بہن نے سلطنت روما کے اس مطلق العنان حکمران کو اپنی زلف گرہ گیر کا اسیر کر لیا ہے۔

اس وقت اس مجلس مشاورت میں بطلیموس اور قلوپطرہ کی چھوٹی بہن آرمینو بھی موجود تھی۔ بڑی بڑی شاطر آنکھوں والا اس کا اتالیق گینی میڈ اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ آرمینو شروع سے ہی اس قصر میں موجود تھی۔ ملکہ کے جان بچا کر نکل جانے کے بعد جب فیطس بطلیموس اپنی فوجیں لے کر پورٹ سعید کی طرف روانہ ہوا، تب بھی شہزادی آرمینو قصر میں موجود تھی اور جب جولیس سیزر نے قصر پر قبضہ کیا اور اسے بتایا کہ محل میں قلوپطرہ اور فیطس بطلیموس کی بہن آرمینو موجود ہے تو اس نے کوئی تعرض نہ کیا تھا۔

شہزادی آرمینو ایک خاموش طبع اور اپنے آپ میں گم رہنے والی لڑکی تھی۔ اسے اس بات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کہ اس کے بہن بھائی میں سے کون فتح یاب ہو کر تخت و تاج کا مالک بنتا ہے۔ وہ تو ہر دم اپنے ہی خیالوں میں کھوئی رہتی تھی۔ مگر پچھلے کچھ دنوں سے اس کے شاطر اور عیار اتالیق گینی میڈ نے ایک نئے انداز سے سوچنا شروع کر دیا تھا۔ کئی دنوں کی سوچ بچار اور اس نکتے کے ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد آخر ایک دن اس نے ایک منصوبے سے شہزادی آرمینو کو بھی آگاہ کر دیا۔

''کیا کہہ رہے ہیں استاد محترم؟'' آرمینو کی اداس آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ ''بھلا یہ خیال آپ کے دماغ میں کیونکر آیا؟''

''اس لیے کہ وہ دونوں تو تاہمی جنگ و جدال میں مبتلا ہیں۔'' گینی میڈ نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ ''ہمیں ان کی اس باہمی چپقلش سے فائدہ اٹھانا چاہیے..... آخر آپ بھی فیطس بطلیموس کی اولاد ہیں..... کیا ہوا اگر وصیت میں آپ کا نام نہیں ہے..... مگر حکومت کرنے کا حق تو آپ کو بھی ہے۔''

''ہاں مگر۔'' آرمینو اب تک حیرت میں گرفتار تھی۔ ''مگر قلوپطرہ جیسی چالاک اور بطلیموس جیسے چالاک شہزادے کے ہوتے مجھے حکومت کا یہ حق کیونکر مل سکتا ہے۔'' آرمینو کی باریک اور دھیمی آواز میں مایوسی کھل گئی تھی۔ ''آپ غلط سوچ رہے ہیں..... یہ ممکن ہی نہیں۔''

''ممکن ہے کہ نہیں، یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔'' گینی میڈ نے پُر جوش لہجے میں کہا۔ ''آپ بس اتنا بتائیے کہ آپ کا دل حکومت کرنے کو چاہتا ہے کہ نہیں؟''

''میں نے کبھی اس انداز سے نہیں سوچا۔'' آرمینو نے سچائی سے اعتراف کیا۔

''تو اب سوچیے۔'' گینی میڈ نے زور دیتے ہوئے کہا۔ ''حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں انا پرست اور لڑاکا بہن بھائی کی نسبت آپ سلطنت مصر کے لیے موزوں ترین حکمران ہیں۔ آپ کا یہ وقار سنجیدگی اور کم آمیزی آپ کو ایک کامیاب ملکہ بننے میں بھرپور مدد دے گا۔ آپ ہی ہیں، جو مصر کی اس ڈوبتی نیا کو پار لگا سکتی ہیں۔''

جوں جوں گینی میڈ بول رہا تھا، آرمینو کے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے دو قدم چل کر قریب دھری کرسی پر گر سی گئی۔ گینی میڈ نے آج اس کے لیے سوچ کے نئے دروازے کھول دیئے تھے اور جوں جوں وہ سوچتی جا رہی تھی، اسے کچھ بھی انوکھا اور ناممکن نہیں لگ رہا تھا۔ وہ بھی بطلیموس خاندان کی شہزادی تھی اور مصر پر حکومت کرنے کا اتنا ہی حق رکھتی تھی جتنا کہ اس کی بہن قلوپطرہ اور بھائی فیطس بطلیموس۔

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔'' چند لمحوں کی سوچ کے بعد ہی وہ فیصلہ کرنے کی حیثیت میں آ گئی تھی۔ ''آپ مجھے بتائیے، آپ کے ذہن میں کیا

allurdupdfnovels.blogspot.com

منصوبہ ہے۔"

اور اتالیق گینی میڈ شہزادی کے قریب کھسک کر سرگوشی بھرے لہجے میں اپنے منصوبے کے چند بڑے بڑے نکات سمجھانے لگا۔ اس کے بعد آئندہ کئی روز تک وہ شہزادی کے کانوں میں یہی بات انڈیلتا رہا کہ اس وقت سرزمین مصر کے لیے اس سے بڑھ کر اہل، قابل حکمران کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔

اور آج اس مجلس مشاورت میں ان دونوں کی شرکت ان کے اس منصوبے کا ہی حصہ تھی۔ وہ دونوں فریقوں کے نمائندوں کی باتیں اور سیزر کا فیصلہ سننا چاہتے تھے۔

آج کتنے ہی مہینوں بعد قلوپطرہ نے آرمینو کو دیکھا تھا۔ اس کی آنکھوں کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ اپنے آپ میں کوئی رہنے والی سہمی سہمی سی آرمینو کے چہرے پر آج ایک عجیب سی خود اعتمادی جھلک رہی تھی۔ قلوپطرہ کئی لمحوں تک اس گہری سرمئی آنکھوں کی طرف غور سے دیکھتی رہی تھی اور جب کارروائی کا آغاز ہوا تو وہ مقدمے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ جولیس سیزر کی بات سن کر شہزادہ فیطس بطلیموس خاموش رہا تھا مگر ملکہ قلوپطرہ قدرے چہکتی آواز میں گویا ہوئی۔ "میں خود بھی مصر میں خانہ جنگی کی آرزومند نہیں ہوں..... اور جہاں تک چھوٹے بھائی فیطس کو حکومت میں شامل کرنے کا سوال ہے، تو اس کے لیے میں فراخدلی سے یہ پیشکش کرتی ہوں کہ سلطنت مصر کے بڑے عہدے مثلاً وزیراعظم اور دوسرے وزراء اور مشیر میں مقرر کروں گی، باقی دیگر امور میں شہزادے کی مشاورت کو اوّلیت دی جائے گی۔"

شہزادہ فیطس بطلیموس نے اس پیشکش پر شدید احتجاج کیا۔ "یہ کیسی شراکت ہے؟ جب تمام وزراء اور مشیر اور حتیٰ کہ وزیراعظم بھی ملکہ قلوپطرہ کے ہوں گے تو پھر میرا حکم کون مانے گا۔"

"شہزادے، حکم مانا نہیں جاتا بلکہ منوایا جاتا ہے۔" قلوپطرہ نے باوقار انداز میں کہا۔ "اپنے اندر اتنی اہلیت اور لیاقت پیدا کرو کہ تمہارے حکم کی تعمیل میں کسی کو تکلف اور عذر نہ ہو۔"

ملکہ کے جواب سے وہ ایک دم چراغ پا ہوا تھا اور حسب عادت لگا چیخنے چلّانے، تب شہزادے کے ایک مشیر نے اسے سمجھایا۔

"شہزادے! آپ کو معلوم ہے کہ حکومت کرنے کا حق صرف بڑی بیٹی کا ہوتا ہے، اب اگر وصیت کی رو سے آپ کو بھی شرکت کا موقع دیا جا رہا ہے تو آپ اصل وارث کے برابر حق نہیں بانٹ سکتے، جو مل رہا ہے اُسے غنیمت جانیے اور جنرل سیزر کے سامنے اپنی رضامندی ظاہر کر کے اس قضیے کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیجیے۔"

سو بادل ناخواستہ شہزادے فیطس بطلیموس کو ملکہ قلوپطرہ کی پیشکش قبول کرنی پڑی تھی اور اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے قلوپطرہ کا دست نگر ہو گیا۔

مجلس برخاست کر دی گئی۔ تمام افراد رخصت ہو گئے۔ اب کمرے میں صرف جولیس سیزر، ملکہ قلوپطرہ اور اس کی اتالیق کاہنہ طوطیا کلیدس رہ گئے تھے۔

"میں ملکہ مصر کو از سر نو حکومت حاصل کرنے پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔" کاہنہ نے مسکراتی نظروں سے قلوپطرہ کو دیکھتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس کامیابی کا سہرا عظیم فرمانروائے روما جنرل سیزر کے سر جاتا ہے۔" ملکہ نے نہایت سچائی سے حقیقت کا اعتراف کیا۔ "اگر مہربان جنرل ہمارے درمیان نہ ہوتے تو ہم یہ کامیابی کبھی بھی حاصل نہ کر سکتے تھے۔"

جولیس سیزر اپنی مخصوص نشست پر گہری نظروں سے قلوپطرہ کی جانب دیکھ رہا تھا۔ خوشی و کامرانی کے رنگوں نے قلوپطرہ کے حسین چہرے کو کچھ اور قیامت خیز بنا دیا تھا۔

"تو آپ کو عظیم جنرل کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔" کاہنہ نے مسکراتے ہوئے مشورہ دیا۔

"ہاں، ہم ان کا شکریہ ضرور ادا کریں گے مگر اس وقت نہیں۔" ملکہ قلوپطرہ نے ایک خاص ادا سے پلٹ کر جنرل سیزر کی طرف دیکھا۔ "جب آسمان کی نیلی جھیل میں چاند کا سنہری کنول ہلکورے لے رہا ہوگا اور نقرئی تارے پلکیں جھپک رہے ہوں گے اور ہواؤں کے نرم جھونکے رات کو کھلنے والے پھولوں کی خوشبو سے بوجھل ہوں گے، تب..... ہم جنرل کا شکریہ ادا کرنے ان تک پہنچیں گے۔" یہ کہہ کر قلوپطرہ مسکراتی ہوئی تیزی سے کمرے سے نکل گئی۔

اب وہ مصر کی مستند ملکہ تھی، سو وہ نہایت وقار سے اپنی خواب گاہ کی طرف چل دی۔ وہ رات بھر کی جاگی ہوئی تھی۔ کچھ دیر آرام کرنا چاہتی تھی۔ اس کی اتالیق کاہنہ بھی اس کے ساتھ تھی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

قلوپطرہ کی بات سن کر بے ساختہ جنرل سیزر کا دل دھڑک اٹھا تھا۔ قلوپطرہ کی بات کا مفہوم واضح تھا۔ اس کی دھڑکنوں میں امنگیں جاگ اٹھی تھیں، اسے ابھی سے آفتاب کے ڈھلنے اور مہتاب کے نکلنے کا انتظار شروع ہو گیا تھا۔ وہ اپنی خواب گاہ کی طرف چل دیا۔ اس خواب گاہ کا تمام ساز و سامان اور فرنیچر اس کے آنے کے بعد اس کی مرضی کے مطابق تبدیل کیا گیا تھا۔ دروازوں اور دریچوں پر ارغوانی مخملیں پردے لہرا رہے تھے اور فرش پر نرم گداز قالین بچھا تھا۔

سیزر نے چند خاص رومی خدّام کو طلب کیا اور خواب گاہ کو از سرِ نو تازہ پھولوں سے سجانے کا حکم دیا۔ اس کے علاوہ بھی اس نے کچھ انتظامات کیے۔ وہ چاہتا تھا قلوپطرہ اس کی خواب گاہ میں آئے تو اس کا اس کے شایانِ شان استقبال کیا جائے۔ وہ روپ کی رانی ملکہ مصر اپنا آپ اس کے حضور پیش کرنے آ رہی تھی۔ سو وہ چاہتا تھا کہ اس کا ایسا سواگت ہو کہ وہ خوشی و انبساط سے جھوم اٹھے۔

دوسری طرف قلوپطرہ سو کر اٹھی تو اس نے تیاری کا اہتمام شروع کیا۔ درجنوں رومی اور مصری خادمائیں، مشاطائیں اور ماہر حسن کاہنہ طوطیا کلیدس اسے سجانے سنوارنے کے لیے موجود تھیں۔

اس کے وسیع و عریض حمام میں، ہر سمت چھت تا فرش آئینے آویزاں تھے۔ درمیان میں ایک تالاب تھا، جس کے ایک جانب سانپ کے کھلے منہ کا شاور تھا، جس کے کھلے منہ سے پانی کی موٹی اور تیز دھار نکلتی تھی..... خادماؤں نے خوشبودار سفوف مل مل کر قلوپطرہ کو غسل دلوایا تھا۔ اس کے سرخی مائل سنہری بال دھل کر بے حد چمکدار اور نرم ہو گئے تھے۔ آج طوطیا نے اس کی زلفوں کو سنوارنے کے لیے کچھ خاص گہنے تیار کروائے تھے۔

خادماؤں اور مشاطاؤں کی گھنٹوں کی محنت و مشقت کے بعد آخر رات گئے کہیں جا کر قلوپطرہ تیار ہوئی۔ کاہنہ طوطیا نے نگاہ بھر کر اُسے ماہرانہ نظروں سے دیکھا۔ اس کی سنہری زلفوں میں سامنے کی جانب مانگ کے ساتھ سنہرا ایک سنپولیا سا لگا تھا۔ اس طلائی سنپولیے کا پھن قلوپطرہ کی کشادہ دمکتی پیشانی کے بیچ ٹِکا ہوا تھا۔ جس سے اس کی صندلی پیشانی کی دلکشی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا تھا۔ اس کے تراشیدہ بالوں کے دونوں جانب اور پیچھے کی طرف طلائی زنجیریں لٹک رہی تھیں، جن کے آخر میں سونے کے گول گھنگھرو تھے جو ذرا سی جنبش پر مدھر آواز میں گنگنا اٹھتے تھے۔

اس کی صراحی دار گردن میں ایک بڑا طلائی گلوبند تھا، جس میں جواہرات و سچے موتی جڑے تھے۔ اس کے سڈول بازوؤں میں سانپ کے سے انداز کے طلائی بازو بند تھے اور کلائیوں میں زمرد پکھراج سے جڑی چوڑیاں تھیں۔ اس کی مخروطی انگلیوں میں بیش قیمت پتھروں کی انگوٹھیاں جگمگا رہی تھیں۔ کاہنہ کی تیار کردہ مصر کے قدیم جنگلوں سے حاصل کردہ پھولوں کی خوشبو، لباس پر چھڑکنے کے بعد قلوپطرہ جنرل کی خوابگاہ میں جانے کے لیے تیار ہو چکی تھی۔

خوشبو، غازہ، سرخی، کاجل، گہنوں اور قیامت خیز اداؤں نے اسے پہلے سے بھی ہزار گنا دلآویز اور دل فریب بنا دیا تھا۔

''اتنی بے شمار جنگوں سے تو وہ خود کو صحیح سلامت بچا لایا۔'' کاہنہ نے قلوپطرہ کے کان میں سرگوشی کی۔ ''مگر مجھے یقین ہے کہ آج وہ ضرور قتل ہو جائے گا۔''

قلوپطرہ شرم سے سمٹ گئی، پھر اس نے سوالیہ نگاہوں سے کاہنہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''اے عظیم کاہنہ، اے استاد محترم! تو سچ کہنا، کیا میرا یہ قدم درست ہے؟''

''ہاں کیوں نہیں۔'' کاہنہ نے بغیر کسی پس و پیش کے دوٹوک لہجے میں جواب دیا۔ ''اے حسین و رعنا دوشیزہ..... اے ملکہ مصر..... جس طرح حکومتوں کی حفاظت کی خاطر حکمران اور حکمرانوں کی کامیابی کے لیے طاقتور فوج کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح حسین و دل نواز جوانی کے لیے بھی مضبوط بازوؤں کی نگہبانی ضروری ہے۔ دل کے بھی کچھ تقاضے ہوتے ہیں اور ان تقاضوں کا پورا کرنا بے حد ضروری ہوتا ہے۔ اے چاند سے زیادہ حسین قلوپطرہ تیرا مستقبل جنرل سیزر کی بانہوں میں ہی ہے..... جا تو اس کی الفت کی ٹھنڈی اور جاوداں چھاؤں میں پناہ گزیں ہو جا۔''

کاہنہ کی دانائی بھری باتوں نے ملکہ کے دل سے وہ ہلکا سا غبار بھی دور کر دیا، جو اسے یہ احساس دلا رہا تھا کہ کہیں وہ کوئی غلطی تو نہیں کرنے جا رہی۔ اب وہ پورے اطمینان اور تمام تر خود سپردگی کے احساس کے ساتھ جنرل سیزر کی خوابگاہ کی طرف رواں دواں تھی۔

خواب گاہ کی سامنے والی راہداری میں ستونوں پر تیز مشعلیں روشن تھیں اور زرنگار لباس میں موجود رومی خادمائیں عطر اور پھول لیے ملکہ کا سواگت کرنے کو موجود تھیں۔ اس کے ہر قدم پر پھول نچھاور کیے جا رہے تھے۔ خوشبو لٹائی جا رہی تھی۔ خوابگاہ کے دروازے پر خود بہ نفس نفیس جنرل سیزر موجود تھا۔ اس کی بڑی بڑی روشن آنکھوں میں قلوپطرہ کو دیکھتے ہی کچھ اور روشنی بھر گئی تھی۔ آج وہ سراپا قیامت بنی ہوئی تھی۔ خادمائیں اسے سہارا دے کر اندر لے گئیں اور وہ اپنے مخصوص انداز میں ایک کوچ پر نیم دراز ہو گئی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

خادماؤں کو رخصت کر کے جنرل سیزر خوابگاہ میں داخل ہوا۔ تازہ پھولوں سے خوابگاہ کی گلستان کا منظر پیش کر رہی تھی۔ سیزر نے آنکھوں میں جہاں بھر کا پیار سمیٹ کر اپنے بازو وا کر دیئے.....اور قلوپطرہ ایک عالم بے خودی میں کوچ سے اٹھ کر اس کے کھلے بازوؤں میں سما گئی۔
سلطنت روما اور سلطنت مصر باہم ہم آغوش ہو گئی تھیں۔

❀✪❀

یہ ایک چوکور، کشادہ اور صاف ستھرا کمرہ تھا۔ درمیان میں چند بید کی کرسیاں اور ان کے بیچ پتھر کی ایک میز رکھی ہوئی تھی۔
ہرمقس نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اپنے لباس کی اندرونی جیب سے خطوط کا ایک چھوٹا سا بنڈل نکال کر سیفا کی خدمت میں پیش کر دیا۔
''عالی مقام ماموں سیفا۔'' ہرمقس نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔ ''یہ خطوط مجھے میرے باپ ایمنت نے اس لیے دیئے تھے تاکہ میں آپ کی خدمت اقدس میں پیش کر دوں۔''
ہرمقس کو نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے سیفا بے چینی سے خطوط کا بنڈل لے کر پتھر کی میز کی طرف بڑھا اور اس نے جلدی جلدی سارے خطوط میز پر رکھ دیئے اور ایک ایک خط کو باری باری پڑھنا شروع کیا۔ سیفا خط پڑھنے کے دوران نظریں گھما کر بار بار ہرمقس کو بھی دیکھتا جاتا تھا۔ اس کے چہرے پر پھیلی مسرت بھری مسکراہٹ اور آنکھوں سے پھوٹتی روشنی میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔
خطوط پڑھنے کے بعد سیفا اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور بازو پھیلا کر بے تابانہ ہرمقس کی طرف بڑھا۔
''اے مقدس باپ کے عالیشان بیٹے! تو ہرمقس ہے، جس کو دیکھنے اور گلے لگانے کی مجھے ایک مدت سے آرزو تھی.....آ میرے سینے سے لگ جا، تو میری عظیم بہن ازطونیا کا لخت جگر ہے، تو میرا پیارا بھانجا ہے۔''
ہرمقس نشست سے کھڑا ہو کر تیزی سے سیفا کی طرف بڑھا اور اس کے سینے سے لگ گیا۔ اس کا دل بے تابی سے دھڑک رہا تھا۔
''میں نے آسمانی خداؤں سے دعا مانگی تھی۔'' اسے اپنے سینے کے ساتھ بھینچتے ہوئے سیفا نے سرگوشی کی۔ ''کہ وہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھیں، جب تک میں مصر کے نجات دہندہ اور ارضِ مصر کے فرعون کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لوں۔''
کچھ دیر اسی طرح بغل گیر رہنے کے بعد وہ جدا ہو کر آمنے سامنے نشستوں پر بیٹھ گئے اور دھیمے لہجے میں باتیں کرنے لگے۔
''میرے باپ نے بتایا ہے کہ میری ماں ازطونیا کی مرتے وقت یہ خواہش تھی کہ وہ اپنے بھائی سیفا.....یعنی آپ سے مل سکتی۔'' ہرمقس نے سیفا کو بتایا۔
''میں جانتا ہوں۔'' سیفا نے افسردہ انداز میں سر ہلایا۔ ''مگر افسوس ایسا ممکن نہیں تھا.....میں اپنا کام چھوڑ کر نہیں آ سکتا تھا۔''
اس دوران ناٹے قد اور گھٹے ہوئے جسم کے کاہن نے، جو ہرمقس کے ساتھ یہاں تک پہنچا تھا۔ ان دونوں کے سامنے پتھر کی میز پر ارغوانی رنگ کے مشروب سے بھرے پتھر کے پیالے لا دھرے تھے، ساتھ ہی کچھ اشیائے خورد بھی تھیں۔
''باتوں کے ساتھ تم کھانا بھی شروع کر دو۔'' سیفا نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ ''تم بہت تھکے ہوئے ہو۔ میں چاہتا ہوں، آج تم جلد سو جاؤ تاکہ کل صبح سورج کی پہلی کرن کے ساتھ بیدار ہو سکو۔'' کھانا کھانے اور ارغوانی مشروب پینے کے بعد سیفا سونے کے لیے اندرونی کمرے میں چلا گیا اور بستر پر لیٹتے ہی وہ گہری نیند سو گیا۔
اگلے دن صبح دم اس کی آنکھ کھلی تو اس نے دیکھا کہ سیفا اس کے مقابل ایک کرسی پر بیٹھا، اسے گہری نظروں سے دیکھ رہا ہے۔ ہرمقس ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔
''ہرمقس واقعی تو ایک شاندار اور وجیہ جوان ہے۔'' سیفا نے مسکراتے ہوئے تحسین بھرے لہجے میں کہا۔ ''مگر یاد رکھ کہ تیری کامیابی کا دارومدار تیرے صبر و ضبط اور نفسیاتی جذبات پر قابو پانے پر ہی ہے۔ اگر تو نے اپنی نفسیاتی خواہشات کو قابو میں رکھا اور اس ساحرہ کے حسن قیامت کی چکاچوند سے خود کو اندھا ہونے سے روکے رکھا، کامیابی تیرا مقدر ہو گی.....اور اگر تو اس کے حسن کے مقابلے میں شکست کھا گیا تو یاد رکھ کہ تجھ پر ایسی لعنتوں کی مار پڑے گی، جس کا اثر تیری موت کے بعد بھی زائل نہ ہو سکے گا۔''
ہرمقس کو اپنے پورے وجود میں اس لعنت کے تصور سے ہی جھرجھری سی محسوس ہوئی، وہ پراعتماد لہجے میں بولا۔ ''عظیم ماموں سیفا۔ دیوتاؤں نے اگر چاہا تو آپ دیکھیں گے کہ کوئی بھی چیز میرے فرض کی راہ میں حائل نہ ہونے پائے گی۔ آپ مجھ پر بھروسہ رکھیے۔ میں ہر حال میں ثابت قدم رہوں گا۔''
''تجھ سے مجھے یہی امید ہے۔'' سیفا نے بے قرار لہجے میں جواب دیا۔ ''مگر میں اس کے حسن کے فتنے سے بھی واقف ہوں۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''آپ کس کی بات کر رہے ہیں؟'' ہرمقس نے سرسری سے لہجے میں سوال کیا۔

سیفا نے چونک کر ہرمقس کی طرف دیکھا اور چند لمحوں تک اس کے چہرے کی طرف ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھا اور سوچتا رہا کہ آیا اسے اس فتنہ کا نام بتائے یا نہ بتائے، آخر اس نے اسے اس راز میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

''آ میرے لائق اور عظیم بھانجے، میں تجھے اس کے بارے میں بتاتا ہوں۔'' وہ ہرمقس کی گردن میں بازو ڈال کر اسے خوابگاہ سے باہر لے جاتے ہوئے بولا۔ باہر ہر سمت صبح صادق کا اجالا بکھرے ہوا تھا۔ پرندے بیدار ہو کر اپنے آشیانوں سے نکل کر تلاشِ رزق میں محوِ پرواز تھے۔ سیفا، ہرمقس کو ساتھ لیے خانقاہ کے بڑے دروازوں میں آ کھڑا ہوا۔

''وہ فتنہ گر عورت، موجودہ غاصب حکمران خاندان بطلیموس کی ملکہ قلوپطرہ ہے..... اگر تو اس کے قیامت خیز حسن کے فتنے سے بچ گیا تو سمجھ لے کامیاب ہو گیا۔''

''قلوپطرہ۔'' ہرمقس نے زیرلب دہرایا۔ اس کا ماموں سیفا جانے کیا کچھ کہے جا رہا تھا۔ مگر وہ کچھ نہیں سن رہا تھا۔ اس کے دل و دماغ میں بس ایک ہی نام گردش کر رہا تھا..... ''قلوپطرہ۔''

❀✪❀

کوئی خوش گلو پرندہ چہکا تھا یا کوئی خوش انداز غنچہ چٹخا تھا کہ بے ساختہ قلوپطرہ کی آنکھ کھل گئی۔ لحظہ بھر کو سوچتی رہی کہ وہ کہاں ہے؟ پھر اگلے ہی لمحے اس کو سب کچھ یاد آ گیا۔

ایک میٹھی سی کسک پورے وجود میں جاگ اٹھی اور گزرے ہوئے لمحوں کا احساس نشہ بن کر آنکھوں سے چھلکنے لگا۔ وہ ایک بھرپور انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھی۔ جولیس سیزر ابھی تک بے خبر سو رہا تھا۔ قلوپطرہ کے اشارے پر دروازے پر ایستادہ خادمہ نے آگے بڑھ کر دریچوں سے پردے سرکا دیئے۔ ہوا کے نٹ کھٹ جھونکوں نے کمرے میں داخل ہو کر خوابناک فضا کو گدگدا کر جگا دیا۔ وہ شاخ گل کی طرح لچکتی ہوئی بالکونی میں جا کھڑی ہوئی۔

تب ہی سیزر جاگ اٹھا۔ اپنے پہلو میں قلوپطرہ کو نہ پا کر اس نے گردن گھما کر بالکونی کی طرف دیکھا اور بستر سے اٹھ کر خود بھی بالکونی کی طرف بڑھ گیا۔

دور مشرقی پہاڑوں کی اوٹ سے نارنجی اور ارغوانی کرنیں پھوٹ رہی تھیں اور صبح صادق کے ان رنگوں نے نیلگوں آسمان کو اپنے ہی رنگوں میں رنگ لیا تھا۔ ہوا میں موجود سرشاری اور خوشی قلوپطرہ کو اپنے وجود میں اُترتی محسوس ہو رہی تھی۔ سیزر اس کے عین پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

''نئی زندگی کی نئی صبح مبارک ہو۔'' اس نے اس کے کان کے قریب منہ لا کر سرگوشی کی۔ ''میں نے اپنی زندگی میں اس سے زیادہ خوبصورت صبح نہیں دیکھی۔''

''اوہ سلطنت روما کے عظیم حکمران! کیا آپ بھی ویسا ہی محسوس کر رہے ہیں جیسا میں۔'' قلوپطرہ نے چونک کر پلٹتے ہوئے اسی سرگوشی میں سوال کیا۔

''آپ مت کہو۔'' سیزر نے اپنائیت بھرے لہجے میں کہا۔

''آپ سے غیریت کا احساس ہوتا ہے..... اب ہم ایک دوسرے کے لیے غیر تو نہیں ہیں۔ تم مجھے تم کہہ کر مخاطب کرو۔''

''مگر فرمانروائے جمہوریہ روم کا احترام بھی لازم ہے۔'' قلوپطرہ نے پلٹ کر جنرل سیزر کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے جواب دیا۔

''احترام نہیں، مجھے صرف تمہاری محبت چاہیے۔'' سیزر نے اُسے شانوں سے تھام کر چاہت بھرے لہجے میں کہا۔ ''میں تمہارے لیے صرف ''سیزر'' ہوں..... تمہارا دیوانہ، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔''

قلوپطرہ کے شنگرفی لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ بکھر گئی اور بارِ حیا سے اس کی پلکوں کی جھالر گلنار رخساروں پر جھک گئی۔ حیا سے گلنار عارض پر لرزتے پلکوں کے سائے اس قدر حسین منظر پیش کر رہے تھے کہ سیزر بے خود سا اُسے دیکھتا گیا۔

''آج باقاعدہ جشن تاج پوشی منعقد کروانا ہے۔'' قلوپطرہ نے موضوع بدلا۔

''ہاں، میرا خیال ہے کہ محل کے بڑے ہال میں اس تقریب کا انعقاد کیا جائے اور صرف چیدہ چیدہ شخصیات کے ساتھ تمہارے بھائی فیطس بطلیموس اور بہن آرمینو کو مدعو کیا جائے۔''

''ہاں، کل مجھے بڑی حیرت ہوئی۔'' قلوپطرہ نے چونکتے ہوئے کہا۔ ''کل کی مجلس مشاورت میں آرمینو بھی شریک ہوئی تھی ورنہ اس سے پہلے

allurdupdfnovels.blogspot.com

اُسے اس طرح کے اجلاس سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

''ہاں وہ تم سے بہت مختلف ہے۔'' سیزر نے برسبیل تذکرہ کہا۔ ''سیرت کے علاوہ صورت میں بھی تم اپنے بھائی اور بہن دونوں سے بالکل الگ ہو.....ایسا کیوں ہے؟''

''یہ میری اتالیق، عظیم کاہنہ طوطیا کلیپدس کی دعاؤں کا اثر ہے۔'' قلوپطرہ قدرے فخریہ لہجے میں بولی۔ ''میری پرورش انہی کے زیرِ سایہ ہوئی ہے .....جانتے ہو کل رات یہاں آنے سے قبل میں نے ان سے مشورہ کیا تھا اور انہوں نے کہا کہ تھا کہ تمہاری منزل جنرل سیزر کے علاوہ کوئی نہیں۔''

''اور تو پھر مجھے اس قابلِ احترام ہستی کا بے حد شکر گزار ہونا چاہیے۔'' سیزر خوش ہوتے ہوئے تشکر بھرے لہجے میں بولا۔ قلوپطرہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئی تھی۔

''کیا سوچنے لگیں؟'' سیزر نے اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر چہرہ اُٹھاتے ہوئے پوچھا۔

''میں آرمینو کے بارے میں سوچ رہی تھی.....کل میں نے اس کی آنکھوں میں بغاوت کی چنگاریاں دیکھی تھیں۔''

''کیا کہہ رہی ہو؟'' سیزر حیران ہوا۔

''میں سچ کہہ رہی ہوں، اُس کی آنکھوں میں بغاوت تھی۔ وہ ایک دن ضرور تخت و تاج کا دعویٰ کرے گی۔''

''اس خوبصورت صبح میں ایسا بدصورت تذکرہ نہ کرو۔'' سیزر نے مذاق میں بات ٹال کر کمرے کی طرف قدم بڑھا دیئے۔ ملکہ اس کے ساتھ ہی کمرے میں چلی گئی مگر اس کے حسین چہرے پر اب بھی سوچ کا گہرا پرتو تھا۔

''قلوپطرہ، اول تو ایسا کچھ نہیں ہوگا۔'' سیزر نے اسے مخاطب کرتے ہوئے رسان بھرے لہجے میں کہا۔ ''اور اگر مان لو کبھی ایسا ہوا بھی تو تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم اکیلی نہیں ہو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔''

''اوہ.....شکریہ۔'' قلوپطرہ نے بے ساختہ سیزر کے ہاتھ پکڑتے ہوئے تشکر بھرے لہجے میں کہا۔

''جانتے ہو، میری سب سے بڑی کامیابی کیا ہے؟.....یہی کہ میں نے تمہیں پالیا ہے۔''

وقت اپنی مخصوص رفتار سے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے چار مہینے بیت گئے مگر قلوپطرہ اور سیزر کو یوں لگتا تھا، جیسے وقت تھم گیا ہو، لمحے ٹھہر گئے ہوں۔ وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہوتے تو گزرتے سمے کی چاپ ان کی سماعتوں سے کہیں دور بہت دور چلی جاتی تھی۔ وہ ایک دوسرے میں گم رہتے۔ انہیں صبح و شام کا ہوش ہی کیا تھا۔

حالات پوری طرح قلوپطرہ اور جنرل سیزر کی دسترس میں تھے۔ شہزادہ فیطس نے ہمیشہ کے لیے ہتھیار ڈال کر سمجھوتہ کر لیا تھا۔ ملکی حالات بھی امن و امان کے ساتھ پُرسکون انداز سے چل رہے تھے۔

دوسری طرف روم میں جولیس سیزر کے نائب انطونی نے حالات پر قابو پا لیا تھا اور وہ سیزر کو روم بلانے کے لیے پیغام پر پیغام بھیجے جا رہا تھا۔ انطونی کی طرف سے کوئی پیغام آتا تو قلوپطرہ کا دل دھڑک اٹھتا۔ وسوسے اور خدشات اُسے چاروں طرف سے گھیر لیتے۔ وہ جانتی تھی کہ مصر کی یہ حکومت، یہ تخت و تاج سب سیزر کی وجہ سے اُسے حاصل ہوا تھا.....اور اب تک وہ جس سکون، شان اور مطلق العنانی کے ساتھ حکومت کر رہی تھی، وہ بھی سیزر کی ہی مرہونِ منت تھی۔ گو کہ بظاہر سب کچھ ٹھیک نظر آتا تھا۔ ملکہ کی حکومت دن بہ دن مستحکم اور مضبوط ہوتی جا رہی تھی مگر درپردہ کچھ سازشی طاقتیں اب بھی اپنے کھیل کھیلنے میں مصروف تھیں۔ ان میں سے ایک وزیرِ اعظم پوتھی نوس تھا۔ اگرچہ وہ قصر کے ایک کمرے میں قید تھا۔ مگر اپنے سازشی اور شریر دماغ کے زیرِ اثر آئے دن، کوئی نہ کوئی شرارت کرنے میں مصروف رہتا تھا۔ دوسرا سپہ سالار ایکیلاس تھا، جو اب تک فوج کا سپہ سالار تھا اور شہزادہ فیطس بطلیموس کا وفادار تھا۔ سیزر اپنے طور پر ان دونوں پر نظر رکھتا تھا اور ان کی چھوٹی موٹی حرکتوں کو اپنے تدبر سے دبا دیا کرتا اور قلوپطرہ تک کوئی بات پہنچنے نہ دیتا تھا۔

انہی باتوں کی وجہ سے قلوپطرہ جنرل سیزر کی عادی سی ہو گئی تھی۔ اس کی مہربانیاں، تدبر اور صلاحیت اپنی جگہ مگر سب سے اہم ترین چیز اس کا ساتھ اور اس کی چاہت تھی۔ قلوپطرہ نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ اس کے دل میں سیزر کے لیے اس قدر محبت پیدا ہو جائے گی کہ وہ اس کی جدائی کے تصور سے ہی کانپ اٹھے گی۔

اسی دوران سلطنت روما سے جولیس سیزر کو انطونی نے نوید بھیجی کہ سیزر کو باقاعدہ، آئندہ سال کے لیے روم کا مطلق العنان حکمران نامزد کر دیا گیا ہے۔ اس خبر سے پورے مصر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ مصریوں کے لیے یہ بات باعثِ فخر و مسرت تھی کہ عظیم سلطنتِ روما کا حکمران ان کے ملک میں ان کی ملکہ کے ساتھ رہا تھا۔ اب اسے وہ اپنا ہی سمجھنے لگے تھے۔ گو کہ قلوپطرہ اور سیزر کی اب تک شادی نہیں ہوئی تھی مگر اہلِ مصر نے قربت کے اس

allurdupdfnovels.blogspot.com

رشتے کو قبول کر لیا تھا اور وہ سیزر کی اس خوشی میں برابر کے شریک تھے۔ پورے مصر میں جشن منایا گیا۔ بحر روم کے ساحلوں پر چراغاں کیا گیا اور مٹھائیاں تقسیم کی گئیں۔

ملکہ قلوپطرہ سیزر کی کامیابی پر خوش تو تھی مگر اُسے یہ خوف ستانے لگا تھا کہ کہیں سیزر واپسی کے لیے کمر بستہ نہ ہو جائے مگر سیزر تو اس کی زلف گرہ گیر کا ایسا اسیر ہوا تھا کہ محبت کے اس خود ساختہ قفس سے نکلنے کو آمادہ ہی نہ تھا۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ جب تک قلوپطرہ مصر پر پوری طرح قابض نہیں ہو جاتی، اس کے تخت و تاج کو درپیش تمام خطرات ختم نہیں ہو جاتے اور وہ ایک طاقتور ترین ملکہ نہیں بن جاتی، وہ اس وقت تک روم کا رخ نہیں کرے گا۔

سیزر کے اس فیصلے سے قلوپطرہ کو قدرے اطمینان ہوا تھا اور اس کے حسین چہرے پر تسکین آمیز مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔

یوں تو مصر کے حالات پوری طرح سیزر کے ہاتھوں میں تھے مگر زیرک سیاست وزیر اعظم پوتھی نوس آئے دن کوئی نہ کوئی ایسی حرکت کر گزرتا تھا، جس کی وجہ سے سیزر الجھن کا شکار ہو جاتا تھا۔ وہ پوتھی نوس کو نہایت آسانی سے قتل کروا سکتا تھا مگر اس سلسلے میں وہ مصلحتاً تاخیر سے کام لے رہا تھا۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ پوتھی نوس اور سپہ سالار ایکیلاس کے مابین خط کتابت کے ذریعے رابطہ ہے اور وہ کسی سازش کا جال بُننے میں مصروف ہیں۔ سیزر نے ان دونوں کے کئی خطوط پکڑے تھے مگر وہ درگزر سے کام لیتا رہا تھا۔ وہ ان دونوں کی کسی بھی حرکت کا قلوپطرہ سے ذکر نہ کرتا تھا۔ اسے کسی اور ذریعے سے خبر ہوتی تو وہ سیزر پر بگڑتی۔ ''آخر تم اس نمک حرام پوتھی نوس کو قتل کروا کر یہ قصہ ہمیشہ کے لیے پاک کیوں نہیں کر دیتے؟''

''ایسے ناہنجار سازشی لوگوں کا انجام آخر کار عبرتناک موت ہی ہوتا ہے۔'' سیزر رسان بھرے لہجے میں جواب دیتا۔ ''مگر میں انہیں ڈھیل دینا چاہتا ہوں۔ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان کے گندے دماغوں میں کتنی غلاظت بھری ہوئی ہے۔''

قلوپطرہ کے پھول سے رخسار غصے سے تمتمانے لگے اور چودھویں کے چاند کی سی دمکتی پیشانی پر لکیریں سمٹ آئیں۔

''قلوپطرہ! تم جانتی ہو، جب تم بگڑتی ہو تو کچھ اور سنور جاتی ہو۔ دیکھو غصے سے تمتمایا ہوا تمہارا یہ دلکش چہرہ کسی قیامت سے کم نہیں۔'' سیزر کی بات سن کر وہ ٹھٹک کر پلٹ گئی۔ سیزر اس کے قریب ہو کر سمجھانے والے انداز میں بولا۔ ''قلوپطرہ! دشمن کو اس وقت تک برداشت کرو، جب تک تم میں قوت برداشت ہے۔ ایک اچھی دشمنی کا یہی اصول ہے۔''

بات آئی گئی ہو گئی۔ چند ہفتے اور بیت گئے۔ اس شام ایک قدیم مصری تہوار کی تیاری ہو رہی تھی۔ پورے قصر کی تزئین و آرائش کا کام جاری تھا۔ ایسے میں سیزر کے محکمہ سراغ رسانی کے اعلیٰ افسر نے ایک قدرے وحشت خیز خبر دی۔

''عالی مقام فرمانروائے روم! آج خاندان بطلیموس کی چھوٹی شہزادی آرمینو فرار ہو گئی ہے۔''

''کیا.....؟'' سیزر بری طرح چونک اٹھا۔ ''کیسے فرار ہو گئی؟ وہ تو اس محل میں ہماری خاص نگرانی میں تھی۔''

''جی! وہ خاص نگرانی میں تھی مگر اس کے کہیں آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں تھی چنانچہ آج سہ پہر وہ اپنے اتالیق گینی میڈ کے ساتھ ٹہلتی ہوئی محل سے باہر نکلی اور مصری فوج کے پاس جا پہنچی۔''

سیزر سوچ میں ڈوبتا ہوا خود کلامی کے انداز میں بولا۔ ''قلوپطرہ نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ آرمینو کی آنکھوں سے بغاوت ٹپکتی ہے۔ وہ ایک دن ضرور تخت و تاج کا دعویٰ کرے گی۔''

سیزر کی خود کلامی کی آواز افسر کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ تائید بھرے انداز میں گویا ہوا۔

''ملکہ قلوپطرہ کا اندازہ صحیح ہے عالی جاہ! شہزادی آرمینو کا کچھ ایسا ہی ارادہ ہے۔''

''میرا خیال ہے یہ سازش وزیر اعظم پوتھی نوس نے تیار کی ہو گی۔'' چند لمحوں بعد سیزر نے سوچتی ہوئی نظروں سے افسر کی طرف دیکھتے ہوئے اظہار خیال کیا۔ ''ایسی باتوں میں اس کا دماغ خوب چلتا ہے۔''

''نہیں عالی جاہ!'' افسر نے جھجکتے ہوئے سیزر کی بات کی تردید کی۔ ''پوتھی نوس سخت نگرانی میں ہے، اگر اس نے یہ سازش تیار کی ہوتی تو ہمیں فوراً پتہ چل جاتا۔'' پھر لمحہ بھر کو وہ خاموش رہ کر دوبارہ گویا ہوا۔ ''دراصل اس سازش کا سرغنہ شہزادی آرمینو کا اتالیق گینی میڈ ہے۔ یہ سب کیا دھرا اسی کا ہے۔''

''تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔'' سیزر نے پُرخیال انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''بطلیموس خاندان کے افراد پر اتالیقوں کا بہت زیادہ اثر معلوم ہوتا ہے۔ شہزادہ فیطس بطلیموس کے اتالیق تھیوڈوٹس نے بھی جنرل پومپی کو قتل کیا تھا مگر خود اس کا انجام بھی کچھ اچھا نہیں ہوا۔''

''کیا آپ نے اس اتالیق کو قتل کروا دیا تھا؟'' افسر نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

''نہیں، وہ خود اپنے ہاتھوں مارا گیا۔ اسے مکافاتِ عمل کہتے ہیں۔'' سیزر نے ایک جذب کی سی کیفیت میں جواب دیا۔

چند لمحوں تک دونوں کے درمیان سکوت طاری رہا۔ پھر سیزر نے ہاتھ کے اشارے سے افسر کو جانے کی اجازت دی اور خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔

اگلے دن اس کے جاسوسوں نے پوتھی نوس کا ایک خط پکڑ کر اسے پہنچایا، جو اس نے سپہ سالار ایکیلاس کو لکھا تھا، جس میں سیزر کے حفاظتی دستے کی تمام تفصیلات درج تھیں۔ ساتھ ہی ایکلاس سے کہا گیا تھا کہ وہ اپنا مشاق دستہ لے کر مقررہ تاریخ کو محل کے جنوبی دروازے پر آ جائے۔ محل کے دربانوں سے مل کر پہلے ہی یہ انتظام کیا جا چکا ہے کہ مصری دستے کی آمد پر دروازہ کھول دیا جائے گا..... اور یہ دستہ اندر جا کر بڑی آسانی اور اطمینان سے جنرل سیزر کا کام تمام کر دے گا۔ باقی قلوپطرہ سے بعد میں نپٹ لیا جائے گا۔'' سیزر نے وہ خط قلوپطرہ کے سامنے رکھ دیا۔

''غدار..... کمینہ..... بدقماش۔'' قلوپطرہ برافروختہ ہو اُٹھی، کوئی اس کے محبوب کی جان لینے کے بارے میں سوچے، یہ احساس ہی اُسے چراغ پا کر گیا تھا۔ ''میں حکم دیتی ہوں، اس بدبخت کو فوری طور پر، ابھی اسی وقت قتل کر دیا جائے۔ آخر اس نے یہ منصوبہ بنانے کی جرأت کس طرح کی۔''

اس کا یہ جنوں خیز انداز اس کی سیزر کے لیے بے تحاشا محبت کا غماز تھا۔ قلوپطرہ کی یہ بے لوث اور بے پناہ محبت دیکھ کر سیزر کا دل مسرت و انبساط کے احساس سے لبریز ہو گیا اور لبوں پر محبت بھری مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔

''ملکہ قلوپطرہ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔'' اس نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔ ''اور آج ہی ہو گی۔''

''آج نہیں..... ابھی..... اسی وقت۔'' قلوپطرہ نے ضدی لہجے میں کہا۔ ''میں اس بدبخت کا شام تک بھی زندہ رہنا برداشت نہیں کر سکتی۔''

''ٹھیک ہے۔'' سیزر مسکرایا۔ ''مگر میری گزارش ہے کہ تم شام تک انتظار کر لو تو اچھا ہے۔ دراصل شام کو میں ایک دعوت کا اہتمام کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں پوتھی نوس کی موت کی بات کر رہی ہوں۔'' ملکہ نے قدرے ناخوش لہجے میں کہا۔ ''اور تم دعوت کے اہتمام کا ذکر لے بیٹھے ہو۔''

''اطمینان رکھو قلوپطرہ۔'' سیزر نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔ ''یہ دعوت اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ اس دعوت میں پوتھی نوس کے علاوہ شہزادہ فیطس بطلیموس بھی شریک ہو گا اور عمائدین شہر بھی تاکہ سب اپنی آنکھوں سے ایک بدطینت غدار کا انجام دیکھ لیں۔''

شام کو دعوت کا شاندار انتظام کیا گیا۔ محل کی خصوصی طعام گاہ کو نہایت دلکش انداز میں آراستہ کیا گیا تھا۔ انواع و اقسام کے کھانوں کا اہتمام تھا۔ اطلس و کمخواب کے جھلملاتے ملبوسات میں حسین خادمائیں ہاتھوں میں بلوری جام تھامے مہمانوں کے سامنے مشروب پیش کرتی پھر رہی تھیں۔ سیاہ چمڑے کی جیکٹوں اور سفید و ارغوانی رنگوں کے امتزاج سے تیار شدہ نفیس وردیوں میں ملبوس چاق و چوبند خدّام کھانوں کے طشت اور رقابیں میزوں پر لگا رہے تھے۔

کھانا شروع ہونے سے قبل سیزر نے تمام مہمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ''میرے معزز اور قابل احترام مہمانو، میں آپ کے سامنے وزیراعظم پوتھی نوس کا ایک خط پیش کرنا چاہتا ہوں، جس سے آپ لوگ اس بدطینت شخص کی سوچ سے واقف ہو سکیں گے۔'' پھر اس نے وہ خط مہمانوں کے سامنے پیش کر دیا۔

خط کے منظر عام پر آتے ہی پوتھی نوس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ جن افراد کی نظروں سے وہ خط گزرتا جا رہا تھا..... اُن سب کی کیفیت بھی پوتھی نوس سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔ فرق اتنا تھا پوتھی نوس خوفزدہ تھا جبکہ عمائدین شہر، وزراء اور امراء سخت برافروختہ اور خاموش تھے۔ اپنے ملک میں مہمان کے طور پر رہنے والے سلطنت روما کے عظیم فرمانروا کو قتل کرنے کی اس سازش نے ان سب کے سر شرم سے جھکا دیئے تھے۔

''اب آپ لوگ خود ہی فیصلہ دیجئے کہ اس سازشی انسان سے کس طرح کا سلوک کیا جائے؟''

سیزر کی آواز سن کر لوگ دیوانہ وار چیخنے لگے۔ ''اس نمک حرام اور بدقماش شخص کا سر قلم کر دیا جائے۔''

''میں آپ سب کے احساسات و جذبات دیکھ کر بے حد خوش ہوا ہوں۔'' سیزر نے مسکراتے ہوئے مسرت آمیز لہجے میں کہا۔ ''بے شک آپ لوگ مہمان کی عزت افزائی اور احترام سے سرشار ہیں..... مگر میں اس سازشی نابکار شخص کا فیصلہ ملکہ قلوپطرہ کے اختیار میں دیتا ہوں۔''

ملکہ کئی لمحوں تک پوتھی نوس کو گھورتی رہی۔ اُس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے کچا ہی چبا جاتی۔ پوتھی نوس خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ شہزادے فیطس بطلیموس کے چہرے کا رنگ بھی فق تھا۔ اس سازش کی اسے بالکل خبر نہ تھی۔ مگر اب وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں اسے بھی اس سازش کا حصہ نہ سمجھ لیا جائے۔

''اس بدبخت کے ناپاک وجود سے زمین مصر کو پاک کر دیا جائے۔'' قلوپطرہ نے دروازے کے قریب موجود جلاد کو اشارہ کرتے ہوئے سرد اور

allurdupdfnovels.blogspot.com

خونخوار لہجے میں حکم دیا۔

اور اگلے ہی لمحے دو خدام آگے بڑھے۔ انہوں نے پوتھی نوس کو اپنے مضبوط بازوؤں میں جکڑ لیا اور جلاد نے آگے بڑھ کر اس کے تن کو سر کے بوجھ سے آزاد کر دیا۔

پوتھی نوس کے عبرتناک انجام نے ان تمام لوگوں کو بھی خاموش اور خوفزدہ کر دیا تھا جو کسی نہ کسی صورت بغاوت کی سازش میں ملوث تھے..... یا ایسا کچھ سوچ رہے تھے۔

اس طرف سے مطمئن ہو کر اب جولیس سیزر نے شہزادی آرمینو کے مسئلے پر توجہ دینے کا فیصلہ کیا۔

شہزادی آرمینو اپنے اتالیق گینی میڈ کے ساتھ محل کے جنوبی دروازوں کے دربانوں کو بھاری رشوت دے کر، عام دیہاتیوں کے لباس میں محل سے نکل کر ایکیلاس کے لشکر میں پہنچ گئی تھی۔

گینی میڈ نے پہلے ہی ایکیلاس کو پیغام بھجوا دیا تھا کہ وہ تخت مصر کے اصل وارث کو لے کر اس کے پاس پہنچ رہا ہے۔ اس پیغام سے اس نے یہ مطلب لیا تھا کہ گینی میڈ شاید شہزادے فیطس بطلیموس کو لے کر آنے والا ہے۔ ایکیلاس کی تمام تر ہمدردیاں اور وفاداریاں فیطس بطلیموس کے ساتھ تھیں۔ اس لیے اس خبر سے وہ خوش ہو گیا تھا مگر جب گینی میڈ، شہزادے کے بجائے شہزادی آرمینو کو لے کر اس کے پاس پہنچا تو اسے سخت مایوسی ہوئی اور وہ گینی میڈ کی اس غلط بیانی پر خاصا خفا اور ناخوش دکھائی دے رہا تھا۔ اسی لیے اس نے نہ صرف گینی میڈ کو کوئی اہمیت دی بلکہ شہزادی کے ساتھ بھی اس کا رویہ کچھ زیادہ اچھا نہ تھا۔ اب آرمینو نے یہ چاہا کہ گینی میڈ جلد از جلد ایکیلاس سے تنہائی میں ملاقات کر کے اصل منصوبے سے اُسے آگاہ کر دے مگر ایکیلاس، گینی میڈ سے ملاقات کے لیے آمادہ دکھائی نہ دیتا تھا۔

''آپ آخر اس سے ملنا کیوں نہیں چاہتے؟'' شہزادی نے سوال کیا۔

''کیونکہ میں جانتا ہوں کہ گینی میڈ صرف معذرت اور عذر کے لیے مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔''

''کیسا عذر؟ کس بات کی معذرت؟'' شہزادی حیران ہو گئی۔

''معذرت اس بات کی کہ وہ شہزادہ بطلیموس کو اپنے ساتھ کیوں نہ لا سکا۔ اس کے لیے وہ ہزار بہانے تراشے گا۔'' سپہ سالار کے لہجے میں مایوسی کے ساتھ غصہ بھی تھا۔ ''اگر وہ کوشش کرتا تو آپ کے ساتھ شہزادے کو بھی محل سے نکال کر لا سکتا تھا۔''

''بہادر سپہ سالار۔'' شہزادی آرمینو نے اپنے اتالیق کے مشورے کے تحت پتا پھینکا۔ ''شہزادہ فیطس بطلیموس کے مزاج کو آپ کی نسبت میں اور میرے اتالیق بہتر طور پر جانتے ہیں۔ شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ شہزادے نے قلوپطرہ اور جولیس سیزر سے صلح کر لی ہے اور اپنی تقدیر پر قانع ہو بیٹھے ہیں۔ میں اپنے اتالیق کی آپ سے ملاقات اس لیے ضروری سمجھتی ہوں کہ شاید اس ملاقات میں وہ آپ کے سامنے کوئی ایسا منصوبہ پیش کر سکیں، جو ہم سب کے لیے مفید اور حالات کے عین مطابق ہو۔''

''ٹھیک ہے'' ایکیلاس نے شہزادی کے اصرار کے پیش نظر، بے دلی سے کہا۔ ''اگر شہزادی کی یہی خواہش ہے تو میں گینی میڈ سے ملاقات کر لوں گا..... مگر ایک ہفتے کے بعد اس وقت میں فوج کی تنظیم نو میں بہت مصروف ہوں۔''

شہزادی نے مزید اصرار نہ کیا اور خاموشی سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔

مگر جب اس نے یہ بات گینی میڈ کو بتائی تو وہ خوشی سے کھل اٹھا۔ شہزادی کو گینی میڈ کا اس طرح خوش ہونا ناگوار گزرا تھا۔ کڑوے لہجے میں بولی۔ ''محترم استاد! آپ کس بات پر خوش ہو رہے ہیں، ایکیلاس نے میرا حکم نہ مان کر میری توہین کی ہے۔ آخر وہ ہمارا ملازم ہی تو ہے۔''

''ناراض ہونے کی ضرورت نہیں شہزادی۔'' گینی میڈ نے رسان بھرے لہجے میں اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ ''اس وقت ایکیلاس آپ کا ملازم نہیں بلکہ آپ کا محسن ہے..... ذرا سوچیے اگر وہ ہمیں قبول نہ کرتا تو ہم کہاں جاتے؟ ہمیں اپنے محسن کے اس رویے پر خاموش رہنا ہوگا، اس وقت تک، جب تک ہمارے ہاتھ میں اقتدار نہیں آ جاتا۔''

شہزادی آرمینو اس بات پر کُڑھ رہی تھی کہ ایکیلاس نے گینی میڈ کو ملاقات کے لیے ہفتے بھر بعد کا وقت دیا تھا جبکہ گینی میڈ اسی بات پر خوش تھا۔ وہ جانتا تھا فوج، شہزادی آرمینو کا نام تو جانتی ہے مگر اسے جتنی ہمدردی فیطس بطلیموس سے تھی، شہزادی سے نہیں تھی۔ گینی میڈ اپنے ساتھ محل سے خاصی بڑی مقدار میں جواہرات بھی لانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اب اس کا منصوبہ یہ تھا کہ فوج کے سرداروں کو وہ جواہرات دے کر ان کی رائے شہزادی کے حق میں ہموار کی جائے۔

''آسمانی دیوتا تمہارا ساتھ دیں۔'' اس کا منصوبہ سن کر شہزادی نے قدرے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''لیکن استاد محترم! مجھے ڈر ہے کہ ایکیلاس کو

allurdupdfnovels.blogspot.com

آپ کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو شاید وہ اس بات کو اپنے خلاف سمجھے اور ہم دونوں کا دشمن بن جائے۔"

"آپ بے فکر رہیں۔" گینی میڈ نے تسلی دیتے ہوئے کہا..... "اور خاموشی سے دیکھتی جائیں کہ میں کیا کرتا ہوں۔"

گو شہزادی کو گینی میڈ کی ذہنی صلاحیتوں کا صحیح اندازہ نہ تھا لیکن شاہی محل سے ان دونوں کا اس طرح بچ کر نکل بھاگنا، اس کے ذہن رسا کا کارنامہ تھا۔ اس لیے اس کی بات سن کر شہزادی کسی قدر مطمئن ہوگئی تھی اور دوبارہ تخت و تاج کے سپنوں میں کھو گئی۔

شہزادی آرمینو کا مصر کے تخت و تاج سے اگرچہ کوئی علاقہ نہ تھا۔ اس کی بہن قلوپطرہ اور بھائی فیطس بطلیموس ہی صحیح معنوں میں تخت و تاج کے مستند وارث تھے مگر عوام، شاہی خاندان کے ہر فرد سے اندھی محبت اور عقیدت رکھتے تھے۔ ان کے دماغوں میں یہ بات اتار دی گئی تھی کہ ملک کا بادشاہ دراصل آسمانی دیوتاؤں کا نمائندہ ہوتا ہے اور اس کی نسل قابل احترام ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ عام آدمی، بادشاہ اور اس کی اولاد کی دیوتاؤں کی طرح پرستش کرتے تھے۔ اسی لیے جب مصری لشکر میں یہ خبر پھیلی کہ شاہ بطلیموس کی چھوٹی بیٹی شہزادی آرمینو شاہی قصر سے فرار ہو کر شاہی لشکر میں پہنچ چکی ہے، تو تمام لشکر میں شوق و اشتیاق کی ایک لہر دوڑ گئی۔ ہر سپاہی شہزادی کے دیدار کا مشتاق تھا۔ چنانچہ انہوں نے چند سرداروں کو ایکیلاس کے پاس اس خواہش کے اظہار کے لیے بھیجا لیکن ایکیلاس کو سپاہیوں اور سرداروں کی یہ بات پسند نہیں آئی اور اس نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "ہم سب صرف شہزادے فیطس بطلیموس کے وفادار ہیں، کسی اور شہزادے یا شہزادی سے ہمیں کیا سروکار؟"

سرداروں کو سپہ سالار کا جواب پسند نہ آیا۔ وہ سب فطرتاً شاہ پرست تھے۔ ان کے نزدیک شہزادی آرمینو کیونکہ شاہ زادی تھی، اس لیے وہ بھی اتنی ہی قابل احترام اور محبت کے لائق تھی۔ چنانچہ پورے لشکر میں آرمینو کے حوالے سے چہ مگوئیاں شروع ہوگئیں۔ سارا لشکر شہزادی کو دیکھنے کی شدید خواہش رکھتا تھا اور اس خواہش کی عدم تکمیل کی وجہ سے ہر سمت ایک عجیب سی بے چینی کی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔

ایکیلاس نے جب یہ عالم دیکھا تو شہزادی کی کسی سے بھی ملاقات پر پابندی لگا دی۔ اہل لشکر کے نزدیک یہ حرکت ایک بادشاہ زادی کی شان کے خلاف تھی۔ چنانچہ لشکریوں کے جذبات ایک دم سے بھڑک اٹھے اور ایسے میں گینی میڈ نے یہ افواہ پھیلا دی کہ ایکیلاس نے شہزادی آرمینو کو قتل کروانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ یہ بات اس طرح پھیلی کہ کچھ لوگ تو یہ سمجھ بیٹھے کہ سچ مچ سپہ سالار نے شہزادی کا قتل کروا دیا ہے۔

سپہ سالار نے بہت سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ محض افواہ ہے۔ شہزادی کو کسی نے قتل نہیں کروایا اور وہ زندہ سلامت ہے..... مگر لشکری یہ بات ماننے کو تیار نہ تھے اور جوق در جوق آ کر جمع ہوتے جا رہے تھے۔ سپہ سالار کے گرد سپاہیوں کا مجمع بڑھتا جا رہا تھا۔ آخر وہ اس جم غفیر سے گھبرا اٹھا۔

"ٹھیک ہے میں ابھی شہزادی کو تمہارے سامنے پیش کیے دیتا ہوں۔ اسے دیکھ کر تم لوگ تشفی کر لو کہ وہ ہنوز زندہ ہے۔"

پھر وہ اندر گیا اور چند لمحوں بعد ہی شہزادی آرمینو کو لے کر باہر آ گیا۔ اس کے ساتھ اس کا اتالیق گینی میڈ بھی تھا۔ سپاہی اور سردار شہزادی کو اپنے سامنے پا کر بے حد خوش ہوئے اور ان لوگوں نے شہزادی کے حق میں نعرے لگائے۔

چالاک اور عیار گینی میڈ نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ وہ فوراً کھڑا ہو گیا اور بلند آواز میں بولا۔ "اے مصر کے بہادر اور شاہ زادی آرمینو سے محبت کرنیوالے سپاہیو! تم دیکھ سکتے ہو تمہاری یہ وفادار شہزادی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر تم لوگوں کے پاس چلی آئی ہے جب کہ قصر شاہی میں شہزادی آرمینو کی بہن قلوپطرہ اور بھائی شہزادہ فیطس بطلیموس نے ملک و قوم سے غداری کی ہے۔ انہوں نے رومی جنرل جولیس سیزر سے اپنی جان بچانے کی خاطر صلح کر لی اور سلطنت مصر کا ایک بڑا حصہ اسے دینے کا وعدہ کر لیا ہے۔"

سپاہیوں کی آنکھیں حیرت اور بے یقینی سے پھیل گئیں۔

"یہ بالکل جھوٹ ہے۔" سپہ سالار ایکیلاس نے چیخ کر کہا۔ "شہزادہ فیطس بطلیموس مصر کا وفادار ہے اور ہم سب شہزادے کے وفادار ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ شہزادی آرمینو اپنے بھائی شہزادے فیطس بطلیموس کے بجائے خود مصر کے تخت و تاج پر قابض ہونے کے خواب دیکھ رہی ہے۔"

"ہاں ایسا ہی ہے" گینی میڈ نے جارحانہ انداز میں کہا۔ "قلوپطرہ اور فیطس بطلیموس نے وطن سے غداری کر کے رومی جنرل کا ہاتھ تھام لیا ہے۔ ہمیں ان غدار وطن سے اس رومی جنرل کے قبضے سے مصر کو آزاد کروانا ہے..... اور وہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے، جب شہزادی آرمینو کو تخت مصر کا حقدار تسلیم کیا جائے اور اس کی ماتحتی میں مصری فوجیں جولیس سیزر سے جنگ کر کے قصر شاہی سے اُسے نکال باہر کریں۔"

مجمع لحظہ بھر کو خاموشی کے ساگر میں ڈوب گیا۔ عیار اتالیق نے دوسرا پتا پھینکا۔ "میں شہزادی کا اتالیق ہوں اور اپنی جان پر کھیل کر اسے یہاں تک تو لے آیا ہوں مگر اب اس سے آگے میں نہیں سمجھتا کہ شہزادی کی حفاظت کر سکوں گا، اس لیے میں آپ کی شہزادی کو آپ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ اب آپ ہی شہزادی کی زندگی کے محافظ اور ذمے دار ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی اس نے شہزادی کو اشارہ کیا اور شہزادی ایکیلاس کے پاس سے ہٹ کر آہستہ روی سے چلتی سپاہیوں کے مجمع میں جا پہنچی۔ گینی

allurdupdfnovels.blogspot.com

میڈ بھی اس کے پیچھے لپکتا ہوا پہنچ گیا۔ ایکیلاس نے محفل کا یہ رنگ دیکھا تو اس نے یہاں سے چلے جانے میں ہی عافیت جانی اور اپنے چند وفادار سرداروں کے ساتھ اپنے خیمے کی طرف چلا گیا۔

سپاہیوں نے ایکیلاس کے جانے کے بعد میدان خالی پایا، تو ان کے جذبات ایک دم سے بھڑک کر سامنے آ گئے اور وہ سینہ تان کر آگے بڑھے اور نعرے کی صورت میں اعلان کیا۔ ''ہم شہزادی آرمینو کی جان کی حفاظت کریں گے۔ ہم شہزادی کو مصر کا حکمران بنا کر دم لیں گے۔''

کچھ سپاہی چلاّ چلاّ کر غدار قلوپطرہ اور شہزادہ فیطس بطلیموس کے ساتھ جنرل سیزر سے بھی انتقام لینے کے عزم کا اظہار کر رہے تھے۔ گینی میڈ کے منصوبے کے مطابق ہر بات شہزادی آرمینو کے حق میں جا رہی تھی۔ سو اس نے اپنے منصوبے کو مزید آگے بڑھانے کا فیصلہ کیا اور چند جوشیلے سرداروں کو اشارے سے قریب بلایا۔ پھر اگلے ہی لمحے انہیں ساتھ لے کر اپنے خیمے کی طرف روانہ ہو گیا۔ آگے آگے شہزادی آرمینو سر اونچا کیے باوقار انداز میں چل رہی تھی۔

گینی میڈ ان سرداروں کو ساتھ لیے اپنے خیمے میں داخل ہوا اور کافی دیر تک ان کے ساتھ سر جوڑے صلاح مشوروں میں مصروف رہا۔

❀✪❀

رات دبے پاؤں گزر رہی تھی۔ اس کا سفر اپنے اختتام کے قریب تھا۔ دور مشرقی خاکستری پہاڑوں کی اوٹ سے صبح کاذب کا دھندلا سا اُجالا پھوٹنے کو تھا۔ ایسے میں دو افراد اپنے خیمے سے برآمد ہوئے تھے۔ انہوں نے سیاہ لبادے میں خود کو چھپایا ہوا تھا اور آخر شب کے ملگجے اندھیرے میں وہ رات کا حصہ ہی دکھائی دے رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چمکتے ہوئے زہر میں بجھے تیز دھار خنجر تھے، جنہیں انہوں نے اپنے سیاہ لبادے میں چھپا رکھا تھا۔ وہ لمبے قد، کسرتی جسم کے پھرتیلے انسان محسوس ہو رہے تھے۔ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتے بڑے محتاط انداز میں چاروں طرف کا چوکنا نظروں سے جائزہ لیتے تیزی سے بڑھے چلے جا رہے تھے۔ ان کا رخ سپہ سالار ایکیلاس کے خیمے کی طرف تھا۔

خیمے کے دروازے پر دو نیزہ بردار غلام مستعد و چوکنا کھڑے تھے۔ آہٹ پر انہوں نے چونک کر آنے والے افراد کی طرف دیکھا۔

''سردار فیس، کیا یہ آپ ہی ہیں؟'' ایک نیزہ بردار نے سامنے والے سیاہ پوش کے کان کے قریب منہ لا کر بے حد دھیمی آواز میں تصدیق چاہی۔

''ہاں۔'' سردار فیس نے اسی دھیمی آواز میں جواب دیا۔ ''راستہ چھوڑو۔'' اور اگلے ہی لمحے دونوں نیزہ بردار دروازے کے سامنے سے ہٹ کر دائیں جانب خیمے کی دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔

سردار فیس اپنے ساتھی سردار کے ساتھ خیمے کے دروازے کا پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔ اندر سکوت کا عالم طاری تھا۔ خیمے کے کونے میں بانس کے ساتھ لٹکتی چمنی میں ٹمٹماتی شمع تقریباً پگھل چکی تھی۔ خیمے میں ملگجا اندھیرا پھیلا ہوا تھا اور سامنے ہی گداز بستر پر سپہ سالار ایکیلاس پڑا سو رہا تھا۔

کل شام کے واقعے کے بعد وہ خاصا فکرمند ہو گیا تھا۔ تقریباً ساری رات اس کی آنکھوں میں کٹ گئی تھی۔ کبھی وہ ٹہلنے لگتا تو کبھی تھک کر سامنے دھری کرسی پر ٹک جاتا۔ ایک آدھ بار بستر پر لیٹ کر اس نے سونے کی کوشش کی تھی مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ مسلسل لشکریوں کی بدلتی ہوئی کیفیت اور صورت حال کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ اس کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی اور بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ وہ صبح تک اسی عالم میں ٹہلتا رہا تھا اور ابھی کچھ ہی دیر قبل جب مشرقی کنارے سے صبح کاذب کا سنہری غبار کا سا اجالا پھوٹنے کو تھا، وہ تھک کر بستر پر دراز ہو گیا تھا اور اس کی بے قرار آنکھیں بوجھل ہو کر بند ہو گئی تھیں۔

دونوں سردار دبے پاؤں ایکیلاس کی طرف بڑھے۔ آہٹ پا کر ایکلاس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اس سے قبل کہ وہ کچھ سمجھ پاتا اور بستر سے اُٹھ کر اپنے دفاع کے لیے کوئی عملی قدم اٹھاتا، سردار فیس چیتے کی سی پھرتی سے اچھل کر اس کے سینے پر سوار ہو گیا۔ لبادے میں چھپا اس کا خنجر بردار ہاتھ بلند ہوا اور اگلے ہی لمحے زہر میں بجھا خنجر سپہ سالار ایکیلاس کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ اس کے لبوں سے نکلنے والی فلک شگاف چیخ کو دوسرے سردار نے اپنے آہنی پنجے کے پیچھے دبا دیا تھا۔ چند لمحوں تک وہ مرغ بسمل کی طرح تڑپتا رہا اور آخر کار ہلکی سی ہچکی کے ساتھ ٹھنڈا ہو گیا۔

وہ دونوں سردار اس کی نعش گھسیٹ کر خیمے سے باہر لے آئے۔ اس کے قتل کی خبر لشکریوں نے حیرت بھی مسرت کے ساتھ سنی..... اور سب اس کی لاش کے گرد جمع ہو گئے۔ کچھ منچلے نوجوان گھیرا ڈال کر رقص کرنے لگے تھے۔

شہزادی آرمینو جو کہ کل رات تک سپہ سالار ایکیلاس کے رحم و کرم پر تھی، آج صبح کا اجالا پھیلتے ہی مصری لشکر نے اسے اپنا حکمران یعنی مصر کا بادشاہ چن لیا تھا اور آرمینو نے سر پر تاج رکھتے ہی اپنے اتالیق گینی میڈ کو فوج کا سپہ سالار نامزد کر دیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی اور چشم زدن میں ہوا کہ کسی کو کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہ مل سکا۔

گو کہ گینی میڈ جیسے محدود سوچ رکھنے والے انسان سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ مصری فوج کی سپہ سالاری کے فرائض خوش اسلوبی اور پیشہ

allurdupdfnovels.blogspot.com

وارانہ مہارت کے ساتھ انجام دے سکے گا جبکہ اس کے مقابل جولیس سیزر جیسا کہنہ مشق اور تجربہ کار رومی جنرل تھا۔ مگر گینی میڈ نے انتہائی سمجھ داری اور دور اندیشی کے ساتھ اپنی اس نئی ذمہ داری کو نبھانے کا کام شروع کیا۔ سب سے پہلے اس نے مصری لشکر کو از سر نو اپنی سمجھ اور ترتیب کے مطابق منظم کیا اور چند سن رسیدہ اور زمانے کے سرد و گرم چشیدہ سرداروں کے ساتھ دو دن اور دو راتوں تک وہ نہایت توجہ، انہماک اور باریک بینی کے ساتھ اپنی نئی حکمت عملی تیار کرتا رہا۔

اور دو روز بعد اس نے بڑی جھیل کے اس حصے پر قبضہ کر لیا، جس سے شاہی محل کو پینے کا پانی مہیا ہوتا تھا۔ اس جھیل سے زمین دوز نہریں نکالی گئی تھیں جن کے ذریعے شاہی محل اور اس کے پچھلی جانب موجود آبادیوں کو پانی پہنچایا جاتا تھا۔

گینی میڈ نے جھیل کے اس حصے پر قبضہ کر کے دونوں نہروں کو بند کر دیا۔ جس سے شاہی محل بلکہ اس کے گرد کے علاقوں میں پانی کی سپلائی بند ہوگئی اور پوری بستی میں ہاہا کار مچ گئی۔

جنرل سیزر ایک ذہین اور عالی دماغ سپہ سالار تھا۔ مگر اس نے یہ کبھی بھی نہ سوچا تھا کہ گینی میڈ اس طرح کی چال بھی چل سکتا ہے۔ گو کہ اس نے پانی کے اس مسئلے کو کسی طور پر حل کر لیا تھا مگر اب وہ گینی میڈ کی طرف سے چوکنا ہو گیا تھا۔ گینی میڈ جس قدر بے وقوف دکھائی دیتا تھا، وہ اس قدر بے وقوف اور احمق نہیں تھا۔ چنانچہ جنرل سیزر نے اس کی ذہنی سطح کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا لائحہ عمل تیار کرنا شروع کیا۔ اسے خدشہ تھا کہ گینی میڈ شمال کی طرف سے حملہ آور ہونے کی کوشش کرے گا۔ اس لیے اس نے فوراً شمال کی جانب فوجیں روانہ کر دیں اور اپنے بحری جہازوں کو بھی چوکنا رہنے کا حکم صادر کر دیا۔

سیزر کے زیر تسلط مصری علاقے ابھی پوری طرح پانی کی پریشانی سے نجات نہ پا سکے تھے کہ گینی میڈ نے سیزر کے اندازے کے عین مطابق شمال کی طرف سے زبردست یلغار کر دی۔

❀✪❀

باہر ہر سمت نرم گلابی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ ہوا کے نرم جھونکوں میں خانقاہ کے احاطے میں کھلے سفیدے کے پھولوں کی مدھر خوشبو رچی ہوئی تھی۔ خواب گاہ کے سامنے واقع چھت والے برآمدے کے دائیں جانب ایستادہ شہتوت کے گھنے پیڑ پر چڑیوں اور میناؤں نے اُدھم مچا رکھا تھا۔ ان کی نقرئی چہچہاہٹ سے پورا احاطہ گونج رہا تھا۔

اندر خواب گاہ میں ہرمقس اور سیفا آمنے سامنے کھڑے تھے۔ ابھی ابھی سیفا نے اسے قلوپطرہ کی طرف سے ہوشیار اور خبردار رہنے کی تاکید کی تھی اور ہرمقس آنکھوں میں حیرت اور تجسس لیے ماموں کے سامنے ساکت و جامد کھڑا تھا اور کسی دامن کوہ میں گونجتی آواز کی طرح قلوپطرہ کے نام کی اس کے دل و دماغ میں بازگشت ہو رہی تھی۔

''قلوپطرہ۔'' اس نے اسی کیفیت میں زیر لب یہ نام دہرایا۔

''ہاں میرے عزیز بھانجے..... قلوپطرہ۔'' سیفا نے ایک بار پھر نام پر زور دیا لیکن اس بار اس کے لہجے میں قدرے بے بسی جھلک رہی تھی۔

''وہ ایک ساحرہ ہے۔ کسی کو بھی اپنے حسن کے سحر میں جکڑنے کی زبردست صلاحیت رکھتی ہے۔ کسی عیار مکڑی کی طرح وہ اپنے پرکشش جسم کے جالے میں پھنسا کر کسی کو بھی مکھی کی طرح شکار کر لیتی ہے۔ وہ حسین جادوگرنی ہوس کی دیوی ہے۔ تجھے خود کو اس کے حسن کے سحر اور ہوس کے جال سے بچا کر رکھنا ہوگا..... ورنہ تیرے عظیم باپ ایمنت اور تیرے اس ماموں سیفا اور خود تیری برسوں کی ریاضت لمحوں میں اکارت چلی جائے گی۔''

ہرمقس سر جھکائے ماموں کی باتوں کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرتا رہا، پھر اس نے اس طرح سر ہلایا، جیسے ہر بات اس کی سمجھ میں آ گئی ہو اور اپنی گہری آنکھوں سے پرعزم انداز میں سیفا کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمے مگر مضبوط اور صادق لہجے میں بولا۔ ''اے میرے مدبر اور مقدس ماموں، آپ مجھ پر اعتماد کیجئے، میں ہر حال میں خود پر قابو رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہوں، میں نے اگرچہ ملکہ قلوپطرہ کو دیکھا نہیں لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ایک نہیں، ایک ہزار قلوپطرائیں بھی مجھے اپنے دام میں پھانسنے کی کوشش کریں، تو وہ کبھی کامیاب نہ ہو سکیں گی۔''

سیفا کے چہرے پر تحسین آمیز سائے بکھر گئے۔ اس کی دمکتی آنکھوں کی روشنی میں ایک دم سے بے تحاشا اضافہ ہو گیا تھا۔

''اے عظیم باپ کے بخت آور بیٹے، مجھے تجھ سے یہی توقع تھی۔'' اس نے اطمینان بھرے لہجے میں ہرمقس کو ستائشی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اب تو میرے ساتھ میری درس گاہ میں چل تاکہ میں فوراً درس و تدریس کا آغاز کر دوں۔''

ہرمقس بنا ایک لفظ کہے بغیر کسی پس و پیش کے، سیفا کے ساتھ چل پڑا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

درس گاہ کا یہ گول مختصر سا کمرہ خانقاہ کی پچھلی جانب قدرے بلندی پر واقع تھا۔ کمرے میں چاروں طرف پتھر کی الماریوں میں کتابیں، نسخے اور دیگر اشیاء بھری ہوئی تھیں۔ ہر الماری کے بیچ میں ایک دریچہ تھا، جس سے آتی روشنی اور ہوا نے درس گاہ کو خوب روشن اور ہوادار بنا دیا تھا۔ مشرقی دیوار کے ساتھ ایک چوکیدار پتھر کی میز اور اس کے دائیں جانب بید کی دو کرسیاں رکھی تھیں، جبکہ دروازے کے بالکل سامنے فرش پر ایک خاکستری رنگ کا اونی غالیچہ بچھا تھا اور درمیان میں کچھ کتابیں دھری تھیں۔

سیفا نے میز کی جانب جانے کے بجائے غالیچے کی طرف قدم بڑھائے اور دروازے کی دائیں جانب جوتے اتار کر غالیچے پر جا بیٹھا۔ ہرمقس نے بھی اس کی تقلید کی۔ جوتے دروازے کی آڑ میں اتار کر وہ سیفا کے سامنے سمٹ کر بیٹھ گیا۔

''تو میری نیک اور جنت نشین بہن کا بیٹا ہے۔ دیوتا اس کی روح کو سکون دیں۔'' سیفا نے ہاتھ اٹھا کر اپنی مرحومہ بہن کے حق میں دعا کی، پھر ہرمقس کی طرف متوجہ ہوتا ہوا بولا۔ ''اس ناتے تو میرا بھانجا ہے..... مگر آج سے مجھے تیرے استاد ہونے کا بھی شرف حاصل ہونے جا رہا ہے۔''

''اے محبت کرنے والے قابل احترام ماموں'' ہرمقس نے ہاتھ بڑھا کر سیفا کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔ ''آپ جیسے عالم اور دانا انسان کو اپنا استاد بناتے ہوئے مجھے فخر محسوس ہو رہا ہے۔''

''یہ بات میرے لیے بھی قابل مسرت ہے۔'' سیفا نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''کہ مصر کا آخری فرعون میرے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر رہا ہے۔''

سیفا نے ہرمقس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا اور پھر اسی دوپہر سے ہرمقس کی خصوصی تعلیم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

سیفا نہایت محنت اور جانفشانی سے اپنے ذہن میں محفوظ علم و دانائی کے خزانے ہرمقس کے ذہن میں منتقل کرتا جا رہا تھا۔ قدیم تاریخ، فراعنہ مصر یعنی ہرمقس کے اجداد کا احوال اور کچھ ایسے قدیم علوم بھی وہ اسے پڑھا رہا تھا، جن کے اس نے اس سے قبل نام تک نہ سنے تھے۔ وہ قدیم فراعنہ کے اقوال و افعال اور ان کی حیات کے رموز سے بھی ہرمقس کو واقف کرواتا جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ دنیا میں موجود ساتوں مملکتوں کے حالات، پس منظر، طرز حکومت اور دیگر ضروری معلومات بھی ہرمقس کو بہم پہنچاتا جا رہا تھا۔

ہرمقس بھی پوری توجہ، انہماک اور محنت سے حصول علم کی تگ و دو میں مصروف تھا۔ ہر گزرتا لمحہ اس کے علم کے خزانوں میں اضافہ کرتا جا رہا تھا اور ہرمقس کو اپنی سوچ اور انداز میں غیر محسوس سی تبدیلیاں رونما ہوتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ پہلے ہی سنجیدہ اور کم گو نوجوان تھا، مگر جوں جوں وہ علم کے دریا اپنے کوزۂ دل میں سمیٹتا تھا، اس میں مزید تدبر، شائستگی اور سنجیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ سیفا کی طرح، اس کی بڑی بڑی گہری آنکھوں کی روشنی اور تابناکی میں اضافہ ہو رہا تھا۔

اسی طرح چھ مہینے بیت گئے اور اس تمام عرصے میں پہلی بار اسے اپنے باپ ایمنت کی طرف سے خط موصول ہوا۔ اس نے بہت بے قراری سے خط پڑھا اور فوراً ہی جواب لکھنے بیٹھ گیا۔ اس نے جوابی خط میں باپ اور سبیتا سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا اور یہ سوال بھی کیا کہ تعلیم کا یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا.....؟ اس کا خیال تھا کہ ایمنت فوراً ہی جواب ارسال کرے گا۔ مگر اس کا خیال غلط ثابت ہوا۔ اس کے اس خط کا جواب آئندہ چھ مہینوں کے بعد موصول ہوا۔

ایمنت نے لکھا۔ ''میرے عظیم بیٹے، فکر و تردد کی کوئی بات نہیں ہے۔ تم کوئی عام طالب علم نہیں ہو، تم آنے والے وقت میں مصر پر حکومت کرو گے۔ یہ ذمے داری جس قدر بڑی ہے، تعلیم کا معیار بھی اسی قدر اعلیٰ ہوگا۔ مجھے پوری توقع ہے کہ تم جلد ہی سیفا کے سینے میں دفن علم کے خزانوں سے اپنے دامن دل و ذہن کو مالا مال کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے..... اور ایک عظیم اور لافانی فرعون بننے کی تمام تر صلاحیتوں اور لیاقتوں سے مزین ہو کر آخر کار..... تم تخت شاہی تک رسائی حاصل کر لو گے اور اس بدبخت ساحرہ قلوپطرہ کو اس کے منطقی انجام تک پہنچاؤ گے۔''

ہرمقس نے اس خط کو بار بار پڑھا۔ ہر بار اس کی نظریں قلوپطرہ کے نام پر آ کر تھم جاتی تھیں۔ آج تک اس نے کسی عورت کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔ اس کی تربیت و پرورش ہی اسی طرح کی گئی تھی کہ اسے صنف نازک سے کوئی دلچسپی نہ رہے..... مگر اب اس کے سامنے قلوپطرہ کا ذکر جس تواتر اور تسلسل کے ساتھ آ رہا تھا، تو انسانی فطرت کے تقاضے کے تحت، ایک عجب سا تجسس اس کے اندر انگڑائی لے کر بیدار ہوتا جا رہا تھا..... یہ تو وہ جان چکا تھا کہ آج کل مصر کے تخت و تاج پر ملکہ قلوپطرہ براجمان ہے..... مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ دیکھنے میں کیسی ہے؟ ہر طرف اس کے حسن و شباب کے قصے کیوں مشہور ہیں؟ اس کے ماموں نے اسے ہوس کی دیوی کا خطاب دیا تھا جبکہ اس کے باپ ایمنت کے نزدیک وہ حسین ساحرہ تھی؟

کیا ہوتا ہے عورت کا حسن؟

وصل کی طلب اگر مرد کرے تو اسے اس کا حق سمجھا جاتا ہے لیکن اگر یہی طلب چنگاری بن کر کسی عورت کے لہو کے ساتھ گردش کرے تو اس

allurdupdfnovels.blogspot.com

عورت کو ہوس کی دیوی کا نام دے دیا جاتا ہے؟

کتنی ہی دیر تک اسی طرح کے لاحاصل سوال اس کے ذہن میں گردش کرتے رہے۔ پھر وہ سر جھٹک کر ایمنت کے خط کا جواب لکھنے بیٹھ گیا۔

❀✪❀

اسکندریہ کا نیلا آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ گو کہ دوپہر ابھی پوری طرح ڈھلی نہ تھی مگر کالے بادلوں کے پرتو سے سرمئی وسانولی شام کا سا گماں ہو رہا تھا۔ فضا میں ایک عجیب سا وحشت انگیز سناٹا رچا ہوا تھا۔ کبھی جو بادل باہم ٹکراتے اور ایک گڑگڑاہٹ جنم لیتی تو ذرا سی دیر کو فضا میں تنا سناٹا ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ گڑگڑاہٹ دم توڑتی تو طوفان سے قبل کا وہی سکوت پھر ہر سو مسلط ہو جاتا۔

جنرل سیزر اپنی خواب گاہ کے کھلے دریچے میں کھڑا، ساحل سے ذرا فاصلے پر اپنے چھوٹے جنگی جہازوں کو متحرک دیکھ رہا تھا۔ قصر میں موجود سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد اس نے شمال کی طرف روانہ کر دی تھی، جہاں سے اسے گینی میڈ کے حملے کا خدشہ تھا۔

قصر اور قصر کے پچھلی اطراف کے علاقوں میں پانی کی کمی اور قلت کا مسئلہ ابھی پوری طرح حل نہ ہو سکا تھا کہ جنگ کے اس خطرے نے سیزر کو پریشان کر دیا تھا۔ اس وقت اس کے چہرے سے فکر و پریشانی کا اظہار ہو رہا تھا۔ پیشانی پر سوچ کی سلوٹیں تھیں اور نشے میں ہر دم ڈوبی رہنے والی آنکھوں سے اس وقت وحشت ٹپک رہی تھی۔ گو کہ اس نے اپنے نائب انطونی کو کمک کے لیے نامہ ارسال کر دیا تھا..... مگر آنے والی کمک کے بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کب تک پہنچے گی اور یہ کہ پہنچے گی بھی کہ نہیں؟

خواب گاہ کی مغربی دیوار کے ساتھ مخملیں غالیچے پر دھرے دیدہ زیب کاؤچ پر قلوپطرہ اپنے مخصوص انداز میں نیم دراز تھی۔ جب سے گینی میڈ نے نہروں پر قبضہ کر کے محل اور اس کے قرب و جوار کے علاقے کا پانی بند کیا تھا۔ سیزر ہر بات بھول کر انہی مسائل کے حل میں ڈوب گیا تھا۔ کچھ سپاہیوں کو شمال کی جانب روانہ کر کے سمندر میں موجود چھوٹے جہازوں کو مستعد رہنے کا حکم صادر کر چکا تھا اور اس نے اپنے لیے مخصوص تیز رفتار چھوٹے جہاز کو بھی قصر کی سیڑھیوں کے قریب ہمہ تن تیار رہنے کا حکم دے دیا تھا۔ کسی بھی وقت، اسے خود فوج کی کمان کے لیے سمندر میں اترنا پڑ سکتا تھا۔

انہی مصروفیات میں کھو کر وہ قلوپطرہ کو بالکل ہی فراموش کر بیٹھا تھا۔

گو کہ قلوپطرہ ان حالات سے خود بھی کسی قدر فکر مند تھی مگر اسے سیزر پر اس قدر اندھا اعتماد تھا کہ وہ جانتی تھی کہ سیزر کسی نہ کسی طرح اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا..... پھر بھلا اسے پریشان ہونے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اس کی اتالیق کاہنہ طوطیا کلیدس کا کہنا تھا کہ پریشانی، حسن و جوانی کی دشمن ہے..... اگر ہمیشہ حسین و جوان رہنا چاہتے ہو تو پریشانی کو اپنے پاس ہی نہ بھٹکنے دو..... اور قلوپطرہ کو اپنے حسن سے بے پناہ محبت تھی۔ وہ جانتی تھی حسن و شباب کے شعلوں کو فروزاں رکھنے کے لیے قرب کے ایندھن کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لیے وہ قربت کے کسی بھی لمحے کو ضائع ہوتے دیکھ کر برداشت نہ کر سکتی تھی۔

سیزر اس کے پاس ہوتا تو وہ چاہتی کہ وہ صرف اور صرف اسے دیکھے، اسے سوچے اور اسی کی طرف ملتفت رہے۔

اس کی ہمہ وقت توجہ اور التفات کے حصول کی خاطر وہ نت نئے انداز و اطوار اپنایا کرتی۔ سولہ سنگھار کر کے خوشبوؤں میں بس کے اور نت نئی طرز کے ملبوسات زیب تن کر کے وہ اس کے سامنے آتی اور سیزر اس کے یہ نئے اور انوکھے انداز دیکھ کر بے خود ہو اٹھتا تھا اور مصر و روم کی حکومتوں کو بھول کر اس کے وجود کی حسین جنت میں گم ہو جاتا۔ اپنا مقام، اپنا وقار، اپنا جاہ جلال بھول کر اس کے قدموں میں جھک جاتا تھا۔

چاہتوں کے یہ انداز قلوپطرہ کو بے حد بھاتے تھے۔ وہ دنیا کی ہر فکر اور ہر پریشانی بھلا کر بس ہر دم سیزر کے آہنی بازوؤں میں ہی سمائی رہنا چاہتی تھی اور سیزر نے بھی کبھی اس کی خواہشوں کے احترام میں پس و پیش کا مظاہرہ نہ کیا تھا۔ وہ جب بھی آنکھوں میں طلب لیے اس کی جانب بڑھی تھی، اس نے ہمیشہ ہی اپنی محبتوں کی بارشوں سے اسے شرابور کر دیا تھا۔

پر کل رات سے اب یہ وقت آ گیا تھا مگر اس نے ایک بار بھی قلوپطرہ کی خمار لٹاتی آنکھوں کا مفہوم سمجھنے کی کوشش نہ کی تھی۔ اس کی بے نیازی اور کج ادائی قلوپطرہ کو بری طرح کھل رہی تھی۔ طلب کی شوریدہ سر لہروں نے اس کے پورے وجود میں طغیانی بپا کر رکھی تھی مگر سیزر تھا کہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔ کبھی وہ پشت پر ہاتھ باندھے کمرے میں ٹہلتا، کبھی بالکونی میں جا کھڑا ہوتا یا پھر دریچے سے سمندر کی بسیط سطح پر ڈولتے جہازوں کو دیکھنے لگتا۔

''سیزر! آخر تم اس قدر متفکر کیوں ہو؟'' بے کلی سے پہلو بدلتے ہوئے آخر اس نے نرم اور شیریں آواز میں سیزر کو مخاطب کیا۔ ''میں آرمینو کو بھی جانتی ہوں اور گینی میڈ کو بھی، دونوں احمق اور نااہل ہیں، ان کے لیے ہمیں اپنے ان انمول لمحوں کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''اوہ قلوپطرہ۔'' سیزر بے ساختہ قلوپطرہ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ وہ سامنے کاؤچ پر بڑے دلکش انداز میں نیم دراز تھی۔ وہ اس وقت ایک دہکتا انگارہ بنی ہوئی تھی اور سیزر چاہتے ہوئے بھی اس انگارے کی تمازت سے خود کو محفوظ رکھنے پر قادر نہ تھا۔ سو وہ کسی کچے دھاگے سے بندھا سر پر منڈلاتی جنگ کو فراموش کر کے اس کی جانب کھنچا چلا گیا۔

❀✪❀

سپہ سالار گینی میڈ، جنرل سیزر کی فوج کی نقل و حرکت کا گہری نظروں سے جائزہ لے رہا تھا۔ اسے سیزر کے سپاہیوں کی کل تعداد کا اچھی طرح علم تھا، اس لیے اس کا اندازہ تھا کہ وہ دو ہزار سے زیادہ سپاہی شمال کی جانب روانہ نہیں کر سکتا اور اس کے پاس بیس ہزار سے زائد کا لشکر موجود تھا، اس لیے اس نے پہلے حملے کو بھرپور بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔

ابھی سیزر کے سپاہیوں نے پوری طرح مورچے بھی نہیں سنبھالے تھے کہ گینی میڈ نے آندھی طوفان کی طرح ہلّہ بول دیا۔ یہ حملہ اتنا شدید تھا کہ سیزر کے سپاہی بوکھلا گئے، لڑنا ایک طرف، انہیں تو بھاگنے کا بھی رستہ نہ مل رہا تھا۔ گینی میڈ نے اس کے سپاہیوں کو گھیرے میں لے کر قتل عام شروع کر دیا۔ سیزر کے سپاہی جنگ و جدال کے سارے گر اور ہنر بھول کر جان بچانے کی خاطر اُدھر بھاگنے لگے۔ ان کی سراسیمگی اور گھبراہٹ کا یہ عالم تھا کہ بعض سپاہی جان بچانے کی خاطر بھاگتے ہوئے خود گینی میڈ کے لشکریوں میں جا گھسے اور گاجر مولی کی طرح کاٹ کے ڈال دیئے گئے۔ سامنے کی جانب ہر سمت گینی میڈ کے لشکر کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جو پچھلی جانب بحیرہ روم کا سرد اور بیکراں پانی..... وہ اپنی جان بچانے کی خاطر دھڑ دھڑ بحیرہ روم میں کودنے لگے۔

پانی میں کودنے والے زیادہ تر سپاہی ڈوب کر مر گئے اور بہت کم سیزر کے چھوٹے جہازوں پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔ یہ بڑا ہولناک منظر تھا۔

جنرل سیزر کے سپاہی اندھا دھند پانی میں کود رہے تھے اور گینی میڈ کے فوجی انہیں رگید رگید کے مار رہے تھے۔ سمندر میں گرچہ سیزر کے کئی چھوٹے بڑے جہاز موجود تھے مگر وہ ڈوبنے والوں کو بچانے کی کوئی کوشش نہیں کر رہے تھے، صرف اِکا دُکا سپاہیوں کو سوار کر لیتے تھے جو موت سے لڑتے ہوئے کسی طور تیرتے ہوئے جہازوں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کی خودغرضی اور بے التفاتی کا یہ عالم تھا کہ جب وہ زیادہ سپاہیوں کو اپنی جانب بڑھتے دیکھتے تو جہاز کو گہرے سمندر کی طرف کُوچ کا حکم دے دیتے اور تیزی سے مخالف سمت میں روانہ ہو جاتے اور مدد کی امید میں آنے والے سپاہی بے رحم لہروں میں ہاتھ پاؤں مارتے رہ جاتے۔

گینی میڈ جو اس وقت اپنے لشکر کی قیادت کر رہا تھا، جب اس نے یہ دیکھا کہ سیزر کے سپاہی کسی طور جان بچا کر ساحل تک پہنچتے ہیں اور سمندر میں چھلانگ لگا دیتے ہیں تو اس نے اپنے بحری دستوں کو پانی میں اتار دیا۔ گینی میڈ کے یہ سپاہی چھوٹی مگر نہایت تیز رفتار کشتیوں میں سوار تھے اور ان کے ہاتھوں میں تیر کمان کے علاوہ بڑے بڑے پتھر بھی تھے۔ یہ کشتیاں غوطے کھاتے سپاہیوں کا شکار کر رہی تھیں۔ تیر انداز صرف اس وقت تیر چلاتے جب سیزر کے جہازوں پر انہیں لوگ کھڑے نظر آتے۔ ان کے تیر جہازوں کے عرشے پر کھڑے سپاہیوں کے سینے میں اس ہولناکی اور تیز رفتاری سے جا کر پیوست ہوتے کہ دیکھنے والے ہکا بکا رہ جاتے۔ بالآخر سیزر کے بحری جہاز مقابلے کے لیے آگے بڑھنے کے بجائے دور گہرے سمندر میں بھاگ کھڑے ہوئے۔

ادھر کارزارِ جنگ کا یہ نقشہ تھا تو دوسری طرف کیڑے مکوڑوں اور حشرات الارض کی طرح مارے جانے والے سپاہیوں کا سپہ سالار، جنرل سیزر ملکہ قلوپطرہ کے ملائم مشکبار گیسوؤں کی چھاؤں میں لیٹا اس کی جھیل سی گہری خمار آلود آنکھوں سے لطف و نشاط کے جوعے پی رہا تھا۔ اس کے گداز، پرکشش گلستانِ تن سے انبساط کی کلیاں چن رہا تھا۔ تب ہی دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔

''ہونھ..... کون ہے یہ گستاخ؟'' قلوپطرہ کو یہ بے وقت کی دخل در معقولات سخت ناگوار گزری تھی مگر آنے والے نے دوبارہ دروازہ دھڑ دھڑایا۔

''کون بے ادب ہے؟'' قلوپطرہ کے لیے کسی کی یہ مداخلت سخت غصے کا باعث تھی۔

''عالی مقام جنرل۔'' باہر سے ایک اعلیٰ فوجی افسر کی آواز سنائی دی۔ ''دیوتاؤں کے لیے باہر نکلیے اور ذرا میدان جنگ کی طرف دیکھیے۔ ہمارے زیادہ تر سپاہی موت کا شکار ہو چکے ہیں اور جو بچے ہیں، وہ سمندر میں ڈبکیاں کھا رہے ہیں۔''

اسی پل بادل زور سے گڑگڑائے تھے۔

اور جنرل سیزر پوری جان سے لرز اٹھا تھا۔ وہ قلوپطرہ کو پرے دھکیلتا ہوا اٹھا اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ فوجی افسر کا ہاتھ تھامے اسے بالکونی کی طرف لے گیا۔

گو کہ شام اتر آئی تھی۔ بادلوں کے سیاہ رنگ نے شام کے سرمئی رنگ کو کچھ اور سیاہی مائل کر دیا تھا۔ ہواؤں کے تیز جھونکوں میں نمی کے ساتھ خنکی

allurdupdfnovels.blogspot.com

کا احساس بھی نمایاں تھا۔

ملگجے اندھیرے میں سامنے ساحل سمندر کا منظر انتہائی ہولناک تھا۔ سیزر کے بچے کھچے سپاہی جان بچانے کی خاطر کچھ اِدھر اُدھر بھاگ رہے تھے، کچھ سمندر میں چھلانگیں لگا رہے تھے اور گینی میڈ کے فوجی انہیں عبرتناک طریقے سے موت کے گھاٹ اتار رہے تھے اور تیز رفتار کشتیاں سمندر میں ڈبکیاں کھاتے سیزر کے سپاہیوں کو سنگسار کر رہی تھیں جبکہ اس کے جنگی جہاز کھلے سمندر میں دُور نظر آ رہے تھے۔

''الفراڈ۔'' سیزر نے وحشت زدہ لہجے میں فوجی افسر کو مخاطب کیا۔ ''مجھے پہلے خبر کیوں نہیں کی گئی؟''

''عالی جناب، کئی چھوٹے افسر آئے، پر آپ خواب گاہ میں تھے، اس لیے وہ دروازے پر دستک دینے کی جرأت نہ کر سکے۔'' الفراڈ نے سر جھکا کر دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ ''آخر کار میدان جنگ چھوڑ کر مجھے آنا پڑا۔''

''اوہ۔'' سیزر کی نگاہ، بارِ شرم سے جھک گئی۔ چند لمحوں تک وہ سر جھکائے کچھ سوچتا رہا، پھر بولا۔ ''ایک تیز رفتار کشتی کو داہنی جانب قصر کی سیڑھیوں کی طرف بھیجو، میں ابھی اپنے جہاز پر جانا چاہتا ہوں۔''

''اس وقت ساحل کی جو صورتحال ہے'' الفراڈ نے ساحل کی طرف نگاہ کرتے ہوئے جھجکتے لہجے میں کہا۔ ''آپ کا کشتی کے ذریعے جہاز تک پہنچنا خطرے سے خالی نہیں اور جہاز بھی محفوظ نہیں، سب گینی میڈ کی فوج کے نرغے میں ہیں۔''

''نہیں الفراڈ۔'' سیزر نے دوٹوک اور فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''میں اپنی کوتاہی پر پہلے ہی بہت شرمندگی محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے اس وقت ہر حال میں اپنے بحری جہاز پر پہنچنا ہوگا..... رہا خطرے کا سوال..... تو تم جانتے ہو، میں ایک فوجی ہوں، میری زندگی ہمیشہ خطروں سے کھیلتے ہی گزری ہے۔''

''جیسی آپ کی مرضی۔'' الفراڈ نے جھک کر تعظیم پیش کی اور واپسی کے لیے مڑ گیا۔ جنرل سیزر بھی اسی کے ساتھ روانہ ہو گیا تھا۔

قلوپطرہ کو جب سیزر کی روانگی کا پتہ چلا تو اسے سخت کوفت ہوئی مگر جب اسے جنگ کی صورت حال کا علم ہوا تو وہ خاموش ہو گئی تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو شاید وہ اس خطرناک صورت حال سے بے حد ہراساں و پریشان ہو جاتی مگر سیزر کو پانے کے بعد وہ ہر فکر اور ہر پریشانی سے آزاد ہو چکی تھی۔ اب آٹھوں پہر اس کے دل و دماغ پر ایک سرخوشی، ایک سرور کی سی کیفیت طاری رہتی تھی۔ فراق میں قربت میں گزارے لمحے نشہ بن کر اس کی رگوں میں لہو کے ساتھ محو گردش رہتے اور وصل کی گھڑیوں میں اسے دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ ہوتی۔ لذت و نشاط کا ایک بیکراں سمندر تھا جس میں وہ مستغرق رہتی، لطف و انبساط کا ایک وسیع و عریض آسماں تھا، جس میں وہ محو پرواز رہتی۔ اسے اپنے محبوب سیزر کے سوا کچھ دکھائی دیتا تھا، نہ سنائی۔ وہ سیزر کے قرب کی رعنائیوں میں سرتاپا گم ہو چکی تھی۔

جنرل سیزر کا اس مار دھاڑ کے دوران ساحل سے ایک کشتی کے ذریعے سفر کر کے اپنے مخصوص جنگی جہاز تک پہنچ جانا گو کہ اتنا آسان نہ تھا مگر سیزر اس خطرے کو مول لینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ یوں اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہ تھا۔

وہ کسی طرح بچتا بچاتا جہاز پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گیا مگر شاید اسے بہت دیر ہو چکی تھی۔ جہاز پر موجود زیادہ تر سپاہی مارے جا چکے تھے اور جو زندہ تھے، ان کے حوصلے جواب دے چکے تھے اور ان کا اصرار تھا کہ جہاز کو کھلے سمندر کی طرف گامزن کر دیا جائے۔

''ہمیں اپنے ڈوبتے ہوئے سپاہیوں کی جان بچانی ہے۔'' جنرل سیزر نے فیصلہ سنایا۔

''مگر عالی جاہ.....! اس کوشش میں ہم اپنی جان گنوا دیں گے۔ آپ سامنے کا منظر دیکھ رہے ہیں۔'' جہاز کے کپتان نے سہمے ہوئے لہجے میں مسئلے کی نشاندہی کی۔

''کچھ بھی ہو..... ہمیں یہ کرنا ہی ہوگا۔'' سیزر نے دوٹوک لہجے میں کہا۔ ''ہم اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے سپاہیوں کو اس طرح ڈوبتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے۔ تم جہاز کو ساحل کی طرف لے چلو۔''

حکم حاکم مگر مفاجات کے مصداق، کپتان نہ چاہتے ہوئے بھی جہاز کو ساحل کی طرف موڑنے پر مجبور ہو گیا۔ ابھی وہ ذرا ہی آگے بڑھے تھے کہ گینی میڈ کی کئی تیز رفتار کشتیوں نے جہاز کو اپنے نرغے میں لے کر تیروں اور پتھروں سے حملہ کر دیا۔ سیزر کے ڈوبتے ہوئے سپاہیوں نے جب اپنے ہی ایک جہاز کو اپنے اتنے قریب پایا تو وہ تیزی سے جہاز پر چڑھنے لگے۔

سیزر اپنے سپاہیوں کی مدد کے لیے آیا تھا مگر آناً فاناً خود مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ اب وہ سپاہیوں کو بے سہارا چھوڑ کر جا سکتا تھا اور نہ ہی رک سکتا تھا، رکتا تو اس کے جہاز کے غرق ہونے کا خطرہ تھا۔ عجیب تذبذب کا عالم تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں سیزر کو اندازہ ہو گیا کہ زیادہ لوگوں کے چڑھ جانے کے باعث جہاز وزن نہیں سنبھال پائے گا اور جلد یا بدیر ڈوب جائے گا۔ ابھی وہ اسی نہج پر غور کر رہا تھا کہ جہاز نے ڈوبنا شروع کر دیا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

سیزر نے جہاز کو گینی میڈ کی حملہ آور کشتیوں سے تو کسی طرح بچا لیا مگر اب وہ کسی بھی تدبیر سے جہاز کو ڈوبنے سے نہیں بچا سکتا تھا۔ اب جان بچانے کا ایک ہی راستہ تھا کہ فوراً اس جہاز کو چھوڑ دیا جائے۔ سیزر کے اپنے کیبن میں سلطنتِ روم اور سلطنتِ مصر کے کچھ ضروری کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ وہ سرخ لبادہ بھی وہیں تھا، جو اس کے فوجی منصب کا نشان تھا۔ وہ افراتفری میں قصر سے نکل کر چھوٹی کشتی سے جب جہاز پر پہنچا تھا تو اس قدر آپا دھاپی کا عالم تھا کہ اسے کیبن میں جا کر اپنا سرخ لبادہ پہننے کا موقع نہ ملا تھا۔ اب جب اس نے محسوس کیا کہ جہاز محض کچھ ہی دیر تک سطحِ آب پر ٹھہر سکے گا، سو وہ جہاز کے غرقاب ہونے سے پہلے ہی اپنی وہ تمام ضروری اشیاء اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا، سو وہ عرشے سے تیزی سے اپنے کیبن کی طرف لپکا۔

اس نے تمام کاغذات نکال کر فرش پر پھیلا دیئے اور جلدی جلدی ان میں سے اہم اور ضروری کاغذات چھانٹ کر الگ کیے اور ایک پلندہ سا بنا لیا اور اس پلندے کو اس نے اپنے سرخ لبادے میں لپیٹ کر بغل میں دبا لیا تھا۔

یہ سرخ لبادہ اگر اس کے ساتھ نہ ہوتا تو اس کی شناخت ناممکن ہو جاتی۔ اسی لیے وہ اپنا نشان ساتھ لے جانا ضروری سمجھتا تھا۔ سو وہ کیبن سے نکل کر باہر آیا۔ اب وہ وقت آ چکا تھا کہ اسے جان بچانے کی خاطر سمندر میں چھلانگ لگانی تھی..... یہ منظر بڑا حیران کن اور عبرت انگیز تھا۔

جولیس سیزر جو آدھی دنیا کا مالک تھا، اس کی اس وقت یہ کیفیت تھی کہ وہ اپنے ایک ہاتھ میں کاغذات کا پلندہ جس پر سرخ لبادہ لپٹا ہوا تھا۔ لبادے کو سنبھالنے کی خاطر اس نے اس کا ایک حصہ دانتوں میں دبا لیا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے وہ تیرنے اور جان بچانے کی کوشش میں غوطے کھا رہا تھا۔ اس کی کوشش میں اس کا سر کئی بار پانی کے اندر گیا مگر اس نے جلدی سے خود کو سنبھال لیا اور ہاتھ پیر مارنے لگا۔

شام گہری ہو چکی تھی۔ سیاہ بادلوں کے باعث ہر سمت تاریکی پھیلتی محسوس ہو رہی تھی اور اس اندھیرے کا سب سے زیادہ فائدہ سیزر کو ہی پہنچا تھا ورنہ اگر گینی میڈ کے کسی سپاہی کی نگاہ اس کے سرخ لبادے پر پڑ جاتی تو وہ فوراً ہی اسے پہچان کر پتھروں اور تیروں سے اس پر حملہ آور ہو جاتا مگر کچھ شام ہو جانے اور کچھ لمحوں کی کامیاب جنگ کے بعد اب گینی میڈ کے سپاہی خاصے ڈھیلے پڑ چکے تھے اور ساحل پر ادھر اُدھر بیٹھے ستا رہے تھے۔

سیزر کا سر جہاز سے کودتے وقت کسی پتھر سے ٹکرایا تھا یا کسی شکتی کا کون لگا تھا، اس وقت تو اسے پتہ نہ چلا تھا مگر اب اسے تکلیف محسوس ہو رہی تھی اور کنپٹی سے لہو بہتا محسوس ہو رہا تھا۔ گو کہ پانی کی وجہ سے خون بہنے کی بجائے نکلتے ہی صاف ہو جاتا تھا مگر سیزر کو نقاہت کا احساس ہونے لگا تھا۔

اس نے بے بس نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا تب ہی خوش نصیبی سے اس کے اپنے ایک جہاز نے اسے دیکھ لیا۔ اس کے دانتوں میں دبے سرخ لبادے سے کپتان نے اسے دور سے ہی شناخت کر لیا۔ اسی جہاز پر فوجی افسر الفراڈ بھی موجود تھا۔ اس نے جب سیزر کو اس طرح پانی میں غوطے کھاتے دیکھا تو فوراً کپتان کو حکم دیا کہ وہ جہاز کو سیزر کے قریب لے چلے۔

''آپ کا مطلب ہے کہ میں جہاز ساحل کی طرف لے چلوں؟'' کپتان نے سوال کیا۔

''ہاں، فوراً۔'' الفراڈ نے سیزر کی طرف بے چین نظروں سے دیکھتے ہوئے بیتابانہ کہا۔ ''تم دیکھ نہیں رہے، سامنے کون ہے؟''

''جی میں نے سرخ لبادے کے باعث انہیں پہچان لیا ہے۔'' کپتان نے دھیمی آواز میں جواب دیا اور ساحل کا جائزہ لینے لگا۔ گو کہ اب وہ پہلے والی کیفیت نہیں تھی، پھر بھی خطرہ بہر حال موجود تھا مگر اپنے جنرل کو یوں بے یار و مددگار سمندر کی لہروں کے حوالے بھی تو نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ کپتان نہایت محتاط انداز میں جہاز کو سیزر کے قریب لے گیا اور الفراڈ نے اسے جہاز پر سوار کر لیا۔

سیزر زخمی تھا اور بے حد شکستہ دل اور مایوس..... اس نے اس طرح کی جنگ اور جنگ کے اس طرح کے نتائج کے بارے میں کبھی سوچا نہ تھا۔ وہ ایک تجربہ کار اور بہادر جنرل تھا۔ وہ موت سے نہیں ڈرتا تھا مگر اس وقت اپنے کیبن میں نرم بستر پر لیٹا وہ سوچ رہا تھا کہ آج اگر وہ مارا جاتا تو مصر اور روم والے اسے کس قدر ذلت آمیز لفظوں سے یاد کرتے۔ وہ یہی کہتے کہ ایک معمولی اتالیق نے سیزر کو شکست دے کر اسکندریہ کے سمندر میں غرق کر دیا۔

رات کے پچھلے پہر وہ ایک چھوٹی کشتی میں سوار ہو کر قصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ قلوپطرہ بے چینی سے اس کی واپسی کی راہ تک رہی تھی۔ اسے زخمی حالت میں دیکھ کر وہ پریشان ہو گئی۔

''سیزر! تمہیں کیا ہوا..... میرے محبوب۔'' وہ بے تابانہ اس کے کنپٹی کے زخم کو ٹٹول رہی تھی اور پریشان لہجے میں سوال کیے جا رہی تھی۔

''اندر چلو بتاتا ہوں۔'' سیزر نے دھیمے لہجے میں جواب دیا اور اپنی خواب گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ قلوپطرہ تیزی سے اس کے پیچھے لپکتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

''اب بتاؤ..... یہ سب کیسے ہوا؟'' کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے سوال کیا اور سیزر نے شروع سے آخر تک تمام کہانی کہہ سنائی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

''میں سوچ رہا ہوں کہ اگر اسی حال میں مجھے موت آجاتی تو۔'' سیزر نے اپنے سمندر میں ہاتھ پاؤں مارتے اور ڈبکیاں کھاتے منظر کو یاد کرتے ہوئے، جھرجھری سی لے کر کہا۔ ''تو روم اور مصر کی تاریخ میں بھلا مجھے کس نام سے پکارا جاتا.....؟''

''تم تاریخ کی بات کر رہے ہو۔'' قلوپطرہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بے کل لہجے میں کہا۔ ''دیوتاؤں نے کرم کیا کہ تم موت کے منہ سے بچ کر نکل آئے.....اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو.....سوچو میں کیونکر زندہ رہتی.....؟''

''قلوپطرہ۔'' سیزر نے گہری نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ''کسی کے چلے جانے سے کبھی محفلیں سونی نہیں ہوتیں اور کسی کے نہ ہونے سے اس دنیا میں کوئی فرق نہیں پڑتا.....رہا سوال کہ تم میرے بغیر کس طرح جیتیں تو مجھے یقین ہے میرے بعد بھی نہ صرف تم زندہ رہو گی بلکہ اسی طرح خوش و خرم اور شاداب بھی رہو گی۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تمہیں میری محبت پر یقین نہیں ہے'' قلوپطرہ نے ہلکی سی خفگی سے سیزر کی طرف دیکھا۔

''میں نے یہ کب کہا۔'' سیزر نے جلدی سے جواب دیا۔ ''میں جانتا ہوں تم مجھ سے محبت کرتی ہو کیونکہ محبت تمہاری ضرورت ہے۔''

''اچھا ہٹاؤ اس ذکر کو۔'' قلوپطرہ نے بیزار لہجے میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''دیوتاؤں نے تمہیں نئی زندگی دی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اس خوشی میں ایک شاندار جشن منایا جائے۔''

''کس خوشی میں جشن منانا چاہتی ہو قلوپطرہ؟'' سیزر نے سنجیدگی سے قدرے افسردہ لہجے میں پوچھا۔ ''کیا تم اہل مصر کو یہ بتانا چاہتی ہو کہ رومی جنرل سیزر کہ جس نے بڑے بڑے سپہ سالاروں سے کبھی شکست نہ کھائی، وہ ایک معمولی مدرس نما اتالیق کے بحری دستوں کے ہاتھوں مارے جانے سے اتفاقیہ طور پر بچ گیا۔ میرے لیے یہ باعث مسرت نہیں بلکہ باعث ذلت بات ہے۔''

قلوپطرہ نے اپنا سر اس کے کاندھے پر ٹکاتے ہوئے تشفی دینے والے لہجے میں کہا۔ ''نہیں سیزر! میں کیوں یہ بتانے لگی؟ میں تو مصریوں کو یہ دکھانا چاہتی ہوں کہ روم کے عظیم جنرل نے کس طرح اپنی جان پر کھیل کر خود سمندر میں کود کر اپنے ڈوبتے ہوئے ساتھیوں کو بحر روم کی سرکش لہروں کی نذر ہونے سے بچایا.....اپنی جان کی پروا کیے بغیر اپنے سپاہیوں کی جانیں بچائیں۔''

''یہ سب فضول باتیں ہیں۔'' سیزر نے بیزاری سے قلوپطرہ کا سر اپنے کاندھے سے ہٹاتے ہوئے ناخوشگوار لہجے میں جواب دیا۔ ''مصریوں کی نظر میں تم یعنی قلوپطرہ اپنی قوم کی غدار ہے اور میں یعنی رومی جنرل جولیس سیزر ایک غاصب، وہ ہمارے بارے میں کوئی اچھی بات سوچ بھی نہیں سکتے۔''

سیزر پر حد درجہ مایوسی کا غلبہ تھا۔ اس لیے قلوپطرہ نے جشن منانے کا ارادہ ترک کر دیا۔

گو کہ ابھی سیزر کے سر کا زخم پوری طرح مندمل نہ ہوا تھا مگر وہ پوری توجہ اور انہماک سے ایک نئی جنگ کے لیے حکمت عملی تیار کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے کئی تیز رفتار پیغام رساں اپنے نائب انطونی کے پاس روم روانہ کر دیئے اور قصر میں موجود بچی کھچی فوج کو مدنظر رکھ کر وہ کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کرنا چاہتا تھا جس سے گینی میڈ کی جسارت کی اسے سزا دی جا سکے۔

اب اس کا زیادہ تر وقت اپنے کچھ تجربہ کار سرداروں کے ساتھ اپنے خصوصی کمرے میں گزرتا تھا۔ اسی طرح دو ہفتے بیت گئے۔ ان دو ہفتوں کے دوران ایک بار بھی وہ قلوپطرہ کی طرف ملتفت نہ ہوا تھا۔

قلوپطرہ کی بے کلی اور بے قراری دیدنی تھی۔

اس کے شب و روز جنرل سیزر کی رفاقت کے بغیر بے رنگ تھے۔

ایسے اضطراب بھرے لمحوں میں اس کی اتالیق عظیم کاہنہ طوطیا کلیدس کی عقل و دانائی سے لبریز اقوال اسے بہت سکون دیتے تھے مگر پچھلے کئی دنوں سے طوطیا کلیدس اپنی کسی ذاتی مصروفیت میں مشغول تھی۔ وہ قلوپطرہ سے ملنے نہیں آئی تھی چنانچہ قلوپطرہ نے اسے فوراً اپنے پاس بلانے کا ارادہ کیا مگر اس سے قبل کہ وہ اسے بلواتی، وہ خود قلوپطرہ کے پاس آ گئی۔

''اوہ مقدس ماں۔'' قلوپطرہ، طوطیا کو دیکھ کر پُرمسرت لہجے میں بولی۔ ''میں ابھی آپ کو بلوانے والی ہی تھی کہ آپ تشریف لے آئیں۔ میں سخت پریشان ہوں۔ مجھے آپ کے مشوروں کی از حد ضرورت ہے۔''

طوطیا کلیدس نے گہری نظروں سے قلوپطرہ کے حسین مگر افسردہ چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کی سمندر سے گہری سبزی مائل نیلگوں آنکھوں سے ایک بے نام سے ملال اور حزن کا اظہار ہو رہا تھا۔ اس کے ریشم سے مشکبار گیسو بے ترتیبی سے اس کے سڈول شانوں پر بکھرے ہوئے تھے۔ محبوب کی بے التفاتی اور کج ادائی نے اسے خود سے بیگانہ کر دیا تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

''قلوپطرہ!'' طوطیا نے اس کے بالوں کو ہاتھوں سے سمیٹ کر ایک ترتیب میں لاتے ہوئے نرم مگر تنبیہی لہجے میں کہا۔ ''میں نے تم سے بارہا کہا ہے کہ فکر و تردد حسن و صحت کا بدترین دشمن ہے مگر تمہارا یہ افسردہ چہرہ اور اداس آنکھیں اس بات کی غماز ہیں کہ تم میری بات کو درخور اعتنا نہیں سمجھتیں۔''

''نہیں مقدس ماں۔'' قلوپطرہ جلدی سے بولی۔ ''ایسا ہرگز نہیں ہے۔ میں جانتی ہوں آپ مجھ سے بے پناہ محبت کرتی ہیں اور ہمیشہ میرے بھلے کے لیے ہی سوچتی ہیں۔ پھر بھلا میں آپ کی باتوں کو کس طرح نظر انداز کر سکتی ہوں۔''

''جانتی ہو۔'' طوطیا کلیدس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔ ''میں نے تمہاری ماں ملکہ تھروسیا سے وعدہ کیا تھا کہ تمہارے حسن کو رہتی دنیا تک حسن کا ایک استعارہ بنا دوں گی مگر سچ یہ ہے کہ کوئی بھی استاد اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا، جب تک اس کا شاگرد پوری طرح اس سے تعاون نہ کرے۔''

قلوپطرہ نے بے بسی سے سر جھکا لیا۔ ''میں کیا کروں مقدس ماں، سیزر کے بغیر مجھے ایک پل بھی چین نہیں آتا..... جانے یہ محبت ہے یا جنون؟''

''نہ یہ محبت ہے نہ جنون۔'' طوطیا کلیدس نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا۔ ''یہ دو افراد کے مابین کشش اور طلب ہے اور بس..... مرد عورت کو دلبستگی کا سامان سمجھتا ہے اور طلب پوری ہونے پر بھول جاتا ہے مگر عورت ایسا نہیں کرتی..... وہ اس مرد کو ہمیشہ کے لیے اپنا دیوانہ بنا کر رکھنا چاہتی ہے..... یہ حماقت اور بے وقوفی ہے..... کوئی بھی کھیل ہمیشہ نہیں چل سکتا..... تو جب تک وقت مہلت دے، کھیل سے لطف اندوز ہو اور جب وقت اپنی طنابیں کھینچ لے، تم بھی کھیل سے ہاتھ اٹھا کر کسی اور طرف متوجہ ہو جاؤ۔''

''مگر مقدس ماں۔'' قلوپطرہ نے احتجاج بھرے انداز میں کچھ کہنا چاہا۔

''قلوپطرہ۔'' طوطیا کلیدس نے ہاتھ اٹھا کر اسے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ''اس روئے زمین پر سیزر جیسے ہزاروں مرد ہوں گے لیکن قلوپطرہ جیسی ماہ ولقا صرف ایک ہی ہے..... تمہیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنے حسن کی یہ بیش بہا دولت تم ایک 52 سالہ مرد کی بے رخی اور بے اعتنائی کے غم میں گھل کر ضائع کر دو..... اور دیکھا جائے تو سیزر کچھ غلط بھی نہیں ہے۔ وہ تمہاری حکومت اور تمہارے ملک کے لیے ہی سوچ بچار میں مصروف ہے۔''

''تو پھر تم ہی بتاؤ مقدس ماں کہ میں کیا کروں؟'' قلوپطرہ نے مجبور لہجے میں سوال کیا۔

''تم جانتی ہو، میں پچھلے ہفتے سے کس کام میں لگی ہوئی تھی؟'' طوطیا نے مسکراتے ہوئے سوال کیا پھر خود ہی اپنے سوال کے جواب میں گویا ہوئی۔ ''میں تمہارے لیے ایک خصوصی حمام کی تعمیر میں مصروف تھی۔''

''حمام؟'' قلوپطرہ نے حیرانی سے سوال کیا۔

''ہاں، آؤ میرے ساتھ..... میں تمہیں دکھاتی ہوں۔'' طوطیا کلیدس نے قلوپطرہ کا ہاتھ تھام لیا اور اسے ساتھ لیے قصر کے شمالی حصے میں جہاں قلوپطرہ کی خواب گاہ تھی، کی طرف چل دی۔

خواب گاہ کے دائیں جانب ایک بیضوی کشادہ غسل خانہ تعمیر کروایا گیا تھا۔ دیوار پر چھت سے زمین تک آئینے آویزاں تھے، درمیان میں ایک بیضوی تالاب تھا، تالاب کے ایک جانب گرگٹ کی شکل کا پتھر کا مجسمہ نصب تھا جس کے ایک لیور کو متحرک کرنے سے مجسمے کے کھلے منہ سے پانی کی ایک موٹی دھار نکلتی تھی، جو سیدھی تالاب میں گرتی تھی۔ پانی میں حسن افزاء جڑی بوٹیوں کا سفوف شامل کیا گیا تھا۔

''یہ کیا ہے مقدس ماں؟'' قلوپطرہ نے دلچسپ نگاہوں سے شاور کی طرف دیکھتے ہوئے حیران سے لہجے میں سوال کیا۔

''اس پانی کی بوچھار چہرے پر پڑنے سے چہرے کی جلد شاداب ہو گی۔ خون کی روانی میں اضافے کے باعث چہرے پر چمک اور رعنائی پیدا ہو گی۔ جھریوں اور داغ دھبوں سے تحفظ ملے گا اور جب اس بوچھاڑ کو تم ریڑھ کی ہڈی پر لو گی تو ریڑھ کی ہڈی سے گزرنے والے اعصابی دھاگوں کو تقویت ملے گی۔ اعصاب مضبوط اور قوت فیصلہ میں اضافہ ہو گا، قوت ارادی بڑھے گی اور جو حسن و صحت کا رشتہ دماغ سے قائم رکھتے ہیں، وہ دھاگے بھی ریڑھ کی ہڈی سے گزرتے ہیں۔ یہ فسوں انگیز دھاران دھاگوں پر اس انداز سے اثر انداز ہو گی کہ تمہارا حسن تادیر قائم رہے گا اور تم طویل عمر تک نوعمر اور نوخیز دکھائی دو گی۔''

''یہ تو واقعی حیرت انگیز بات ہے۔'' قلوپطرہ نے خوش ہو کر حیران اور تحسین بھرے لہجے میں کہا۔ ''آپ واقعی ایک قابل تعظیم کاہنہ اور صاحب علم انسان ہیں..... اے مقدس ماں، آپ سیزر کی پریشانی دور کرنے کے لیے بھی کوئی سحر پھونکئے۔ یہ حسن و شباب اور دلکشی و رعنائی آخر اس کی رفاقت

allurdupdfnovels.blogspot.com

کے بغیر بے معنی اور بے وقعت ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔" طوطیا کلیدس مدبرانہ انداز میں مسکرائی۔ "تم ہر فکر سے بے نیاز ہو کر غسل کرو۔ میں سیزر کے لیے بھی ایک عمل کر رہی ہوں اور شام تک اس عمل کا نتیجہ سامنے آ جائے گا۔"

"اوہ مقدس ماں۔" قلوپطرہ نے بے اختیار فرطِ مسرت سے مغلوب ہو کر طوطیا کے ہاتھ تھام لیے۔ "دیوتا ہمیشہ آپ پر مہربان رہیں اور آپ کا یہ عقل و دانائی اور علم و تدبر والا سایہ تا دیر ہمارے سروں پر قائم رہے۔"

اور اسی شام ایک تیز رفتار کشتی شاہی محل کے ساحل سے آ لگی۔ اس میں سے ایک بحری سپاہی جو رومی وردی میں ملبوس تھا، ساحل پر اترا۔ ساحلی پہریداروں نے اسے عزت و احترام کے ساتھ جنرل سیزر کی خدمت میں پیش کر دیا۔

"محترم جنرل۔" رومی سپاہی نے جھک کر پُرتعظیم لہجے میں بات کا آغاز کیا۔ "37واں بحری بیڑہ ساحل سے صرف چند میل کے فاصلے پر موجود ہے اور آپ کے حکم کا منتظر ہے۔"

جنرل سیزر کا چہرہ فرطِ مسرت سے دمکنے لگا۔ پھر اس نے اپنے ساتھ موجود سردار الفراڈ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے اپنے روم کے بہادر سپاہیوں سے ایسی ہی امید تھی، وہ اپنے جنرل کو کبھی نہیں بھولتے۔" پھر وہ بیڑے کی تفصیلات معلوم کرنے لگا۔

سلطنت روما کا 37واں بیڑہ سب سے طاقتور بیڑہ تھا۔ بیڑے کے جہازوں پر برسوں کے لیے سامانِ رسد بار کیا ہوا تھا۔ اسلحے کے انبار لگے ہوئے تھے اور یہ بیڑہ قلعہ شکن توپوں سے لیس تھا اور بڑے سے بڑے قلعے کو ایک ہفتے کے اندر زمین بوس کرنے کی طاقت اور صلاحیت رکھتا تھا۔

جولیس سیزر یہ تفصیلات سن رہا تھا اور اس کا دماغ تیزی سے تانے بانے بُننے میں مصروف تھا۔ دو ہفتے قبل گینی میڈ کی بحری کشتیوں نے اس کے سپاہیوں اور اس کی جو درگت بنائی تھی، وہ زخم ابھی تازہ تھا اور زخم سے اٹھتی ٹیسیں اس کے وجود کو جھلساتی رہتی تھیں۔ اب وہ اپنے سینے میں سلگتی غصے اور انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کر سکتا تھا۔

"بیڑے کے کپتان کو حکم دیا جاتا ہے۔" سیزر نے شاہانہ وقار سے حکم صادر کیا۔ "کہ وہ بیڑے کو شاہی محل کے ساحل پر لے آئے۔ اگر کسی طرف سے مزاحمت ہو تو اسے سختی سے کچل دیا جائے۔"

سیزر ایک نڈر، بے باک اور تجربہ کار جنرل تھا۔ یہ اسی کا حوصلہ تھا کہ محض چند سو فوجیوں کے ساتھ وہ قلعہ نما شاہی محل پر قابض تھا۔ گو کہ اس کے ساتھ ایک چھوٹا بحری بیڑہ بھی تھا مگر مصر کے شاہی محل پر قبضہ جمائے رکھنے کے لیے یہ سب چیزیں بہت ناکافی تھیں۔ اگرچہ پورا مصر اس کے خلاف ہو چکا تھا، اس کی حکومت اور عملداری صرف شاہی محل کے دروازوں تک محدود تھی۔ ان دروازوں سے چند سو گز کے فاصلے پر مصریوں کی آبادی شروع ہو جاتی تھی اور شاہی محل کا کوئی فرد اس آبادی تک جانے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔

37ویں بحری بیڑے کے آ جانے سے سیزر کے حوصلے جواں ہو گئے تھے اور جذبوں میں پختگی اور استقامت آ گئی تھی۔ وہ یہ بات خوب اچھی طرح سمجھتا تھا کہ قصر پر اگرچہ وہ قابض تھا لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ خود قصر کی حدوں میں قید ہو کر رہ گیا تھا مگر اب وہ اس مقید زندگی سے نجات چاہتا تھا اور اس نے فیصلہ کیا تھا قصر میں بند ہو کر بیٹھنے سے بہتر ہے کہ کھلے میدان میں نکل کر مصر کے باغی لشکر سے دو دو ہاتھ کرے۔

اس سلسلے میں وہ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر جنگی حکمت عملی تیار کر رہا تھا۔ فیطس اور شہزادی آرمینو کے ذکر پر ہی سیزر کے منہ کا ذائقہ خراب ہو جاتا تھا۔ گو کہ ان دونوں کی بڑی بہن قلوپطرہ اس کے دل کی ملکہ تھی اور اس کی صحبت اور رفاقت میں وہ خود کو بھی بھول جاتا تھا مگر شہزادہ فیطس بطلیموس اور شہزادی آرمینو نے اس کے لیے مشکلات کھڑی کی تھیں۔ شہزادہ اگرچہ قصر میں ایک طرح سے سیزر کی قید میں تھا مگر سیزر کا دل اس کی طرف سے صاف نہ تھا۔ وہ مصر کے شاہی خاندان کے تخت و تاج کا دعویدار تھا اور مصری فوج ہی نہیں مصری عوام بھی اس کے ساتھ ہمدردی رکھتی تھی۔ ایسی صورت میں شہزادے کا وجود سیزر کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔

دوسری طرف قلوپطرہ کی بہن شہزادی آرمینو، جس نے اپنے اتالیق گینی میڈ کے بہکاوے پر اس کے ساتھ برسرِ پیکار تھی اور اس کی فوج نے دو ہفتے قبل شمال سے ایسا سخت حملہ کیا تھا کہ سیزر کو جان کے لالے پڑ گئے تھے۔ شہزادی کا خیال آتے ہی سیزر کا دل نفرت اور جذبۂ انتقام سے لبریز ہو جاتا تھا۔

تب ہی شہزادہ فیطس بطلیموس آہستگی سے چلتا کمرے میں داخل ہوا۔ سیزر نے اس کی طرف کچھ اس طرح دیکھا کہ اسے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد سی لہر اترتی محسوس ہوئی۔

"ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ تم کو آزاد کر دیا جائے۔" سیزر نے چند لمحوں تک سرد نظروں سے اسے گھورنے کے بعد سپاٹ لہجے میں اپنا فیصلہ سنایا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

''رومی جنرل۔'' شہزادے نے تھوک نگلتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''میں قید میں تب تھا کہ آپ مجھے آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ قلوپطرہ سے صلح کے بعد میرے قصر میں کسی بھی جگہ آنے جانے اور کسی سے بھی بات کرنے پر کوئی پابندی نہیں..... کیا آپ مجھے اپنا قیدی سمجھتے ہیں؟''

''خوش فہمی کی بات الگ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تم ہماری حراست میں ہو۔'' جنرل نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔ ''تمہاری مصری فوج ہمارے خلاف جنگ کر رہی ہے، اس کے باوجود ہم نے تمہیں ہر طرح کی آسائشیں اور سہولتیں فراہم کیں..... مگر اب نہیں۔''

''رومی جنرل! آپ کا روّیہ اور گفتگو میری سمجھ سے بالاتر ہے۔'' شہزادہ بھی حالات سے تنگ آ چکا تھا، اس لیے تلخ لہجے میں بولا۔ ''کبھی آپ شیریں لہجے میں باتیں کرتے ہیں اور کبھی طنز کے تیر چلاتے ہیں..... آخر آپ یہ کون سا کھیل کھیل رہے ہیں؟''

''خاموش گستاخ شہزادے۔'' جولیس سیزر غضبناک لہجے میں دھاڑا۔ ''میرا نام جولیس سیزر ہے اور جولیس سیزر چوہے بلی کے کھیل کو قطعی پسند نہیں کرتا..... میں تمہارے پاگل عوام اور گنوار، اجڈ فوجیوں سے جنگ کو اپنی توہین سمجھتا ہوں، اسی لیے میں تمہیں آزاد کر کے تمہارے لشکر میں بھیج رہا ہوں تاکہ کھلے میدان میں جنگ ہو تو کم از کم مجھے اور میرے لشکر کو یہ طمانیت تو رہے کہ ہمارے مقابلے میں مصر کا شہزادہ ہے۔''

سیزر نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا تھا۔ وہ مصری فوج سے ایک بھرپور جنگ کر کے ان کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتا تھا۔ شہزادے کے قصر میں قیام کے سبب اس کے مقابل دو محاذ تھے، اسے ہر دم یہ خطرہ لاحق رہتا تھا کہ شہزادہ فیطس کسی وقت بھی مصر کے دروازے کھول کر مصری فوج کو اندر بلا سکتا ہے۔

دوسری طرف شہزادی آرمینو کی طاقت کو اگر فوری طور پر ختم نہ کیا جاتا تو وہ سیزر کے لیے ایک سخت جان حریف ثابت ہو سکتی تھی۔ سو آرمینو کی طاقت کو توڑنے کی خاطر پہلے قدم کے طور پر سیزر نے شہزادے کو لشکر میں بھیجنے کا فیصلہ کیا تھا کیونکہ آرمینو مصر کے تخت و تاج کی خواہشمند تھی جبکہ فیطس بطلیموس کو لشکر والے تخت و تاج کا حقیقی وارث تصور کرتے تھے۔ ایسی صورت میں لشکر کا دو حصوں میں منقسم ہو جانا لازمی تھا۔ اگر مصری فوج دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تو سیزر کو ان پر قابو پانے میں زیادہ تگ و دو نہ کرنی پڑتی۔ پھر اس بات کا بھی امکان تھا کہ مصری لشکر کے منقسم دھڑے آپس میں ہی برسرِ پیکار ہو جاتے، ایسی صورت میں سیزر کا کام اور بھی آسان ہو جاتا۔

قلوپطرہ کو جب سیزر کے اس فیصلے کا علم ہوا تو وہ قدرے حیران ہوئی۔ اس کا خیال تھا کہ شہزادے فیطس کا لشکر میں جانا خطرناک بھی ہو سکتا ہے کیونکہ آرمینو لشکر میں کوئی خاص اہمیت نہیں تھی مگر جب فیطس بطلیموس لشکر کی کمان سنبھال لیتا تو لشکری شہزادے کی خاطر جان توڑ کر لڑنے کے لیے آمادہ ہو سکتے تھے..... چنانچہ اس نے اپنے خیالات سیزر تک پہنچانے کے لیے اس سے ملاقات کا پیغام بھجوایا۔

''میری حسین دلربا! میں خود تم سے ملنے کے لیے بے تاب ہوں..... کچھ انتہائی ضروری مسائل نمٹانے کی وجہ سے میں ایک ہی قصر میں رہنے کے باوجود تم سے دور تھا مگر اب وقت آ گیا ہے کہ تمام فاصلے اور دوریاں، نزدیکیوں میں بدل جائیں..... میں شام کو آ رہا ہوں..... میرا انتظار کرنا۔''

سیزر کا پیغام ملتے ہی قلوپطرہ خوشی سے جھوم اٹھی۔ آج اس نے طوطیا کلیدس کے تیار کردہ حمام میں خصوصی طور پر غسل کیا تھا۔ درجنوں خادماؤں اور مشاطاؤں نے اسے حسن و زیبائش کے لوازمات سے آراستہ کیا تھا۔ اس کی ساحر آنکھوں کو کاجل کے دنبالوں سے مزید جادو بھری بنا دیا تھا۔ رخساروں کو غازے سے دہکا دیا تھا، سر پر رکھے دمکتے چمکتے تاج نے اس کے حسن کے وقار اور جلال میں اضافہ کر دیا تھا۔ ایک انتہائی نفیس لبادے میں اپنی خواب گاہ میں بڑے پسندیدہ کاؤچ پر اپنے دلنشین انداز میں نیم دراز اپنے محبوب کی منتظر تھی۔

آج کتنے ہی دنوں بعد سیزر اس کی رفاقت میں چند لمحے گزارنے آنے والا تھا۔

اور وہ ان لمحوں کو جاوداں بنا دینا چاہتی تھی۔ ان چند ساعتوں میں اپنی پوری زندگی جی لینا چاہتی تھی۔ ان لمحوں کو یادگار بنا دینا چاہتی تھی۔

سیزر خواب گاہ میں داخل ہوا اور اپنے سامنے اس جوالا مکھی کو دیکھ کر حیرت زدہ اور ششدر رہ گیا۔ آج وہ ہمیشہ سے زیادہ حسین اور قیامت خیز لگ رہی تھی۔

''اے عظیم جنرل۔'' قلوپطرہ نے اپنے وجود پر رینگتی سیزر کی لگتی نظروں کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ''اس سے قبل کہ تم حسین بھول بھلیوں میں کھو جاؤ، میں شہزادے فیطس بطلیموس کے بارے میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتی ہوں۔''

''کوئی سوال مت کرو۔'' سیزر نے دیوانہ وار اس کی طرف بڑھتے ہوئے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ ''بس اتنا سمجھ لو فیطس بطلیموس کا لشکر میں جانا، اس کے لیے نہیں ہمارے لیے مفید ہے۔ ہمیں اب مصری لشکر سے ایک آخری فیصلہ کن جنگ کرنا پڑے گی، جس کے ایک نہیں دو سپہ سالار ہوں گے..... ایک شہزادہ فیطس بطلیموس اور دوسری شہزادی آرمینو۔''

''آپ کو مجھ پر جنگی مہارت کی فوقیت حاصل ہے۔'' قلوپطرہ نے ہتھیار ڈالنے والے انداز میں کہا۔ ''اس لیے میں مخالفت نہیں کروں گی

allurdupdfnovels.blogspot.com

لیکن یہ خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ جنگ کا کچھ بھی نتیجہ نکل سکتا ہے۔

''چلو کچھ بھی نتیجہ ہے۔'' سیزر نے خوابناک نگاہوں سے قلوپطرہ کو تکتے ہوئے دھڑکتے لہجے میں کہا۔ ''لیکن میرے ذہن سے یہ کھٹک تو نکل جائے گی کہ ہماری تنہائیوں میں مخل ہونے والا شہزادہ فیطس بطلیموس اب شاہی محل میں موجود نہیں۔''

سیزر کی بات گلال بن کر قلوپطرہ کے چہرے پر بکھر گئی، گو کہ شرمانا اس کی فطرت کا خاصہ نہ تھا۔ پھر بھی جانے کیوں اس بات پر اس کے رخسار حیا سے گلنار ہو گئے اور اس کی دراز پلکوں کی ریشمی چلمن اس کے دہکتے رخساروں پر جھک آئی تھی۔

رات دبے پاؤں اپنا سفر طے کر رہی تھی اور ان کے بے تاب دلوں کی دھڑکنوں کی آواز میں گزرتے لمحوں کی آہٹیں کہیں گم ہو کر رہ گئی تھیں۔

❀✪❀

کئی دنوں سے چھائے گہرے بادل چھٹ چکے تھے۔ اسکندریہ کا نیلا شفاف آسمان ابھرتے سورج کی ضوفشاں کرنوں میں جگمگاتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ہواؤں کے سبک رفتار جھونکوں میں آفتاب کی نوخیز کرنوں کی تپش تمازت بھی تھی اور ہر سُو پاؤں پسارتی، گلابی دھوپ کی نرماہٹ بھی۔

شاہی قصر سے چند سو گز کے فاصلے پر واقع آبادی میں زندگی کی چہل پہل شروع ہو چکی تھی۔ بحر روم کے شمال میں شہزادی آرمینو اور گینی میڈ کے پڑاؤ انداز لشکر میں بھی معمولات زندگی کا آغاز ہو چکا تھا۔ گو کہ شہزادی آرمینو کی رہائش پورٹ سعید کے قریب واقع قلعہ پیلوتیم میں تھی، مگر گینی میڈ لشکریوں اور اپنے دیگر سرداروں کے ساتھ اسکندریہ کے ساحل پر خیمہ زن تھا۔

اسکندریہ کے عوام اور گینی میڈ کے بحری و بری فوجی معمولات زندگی میں ابھی پوری طرح منہمک بھی نہ ہو پائے تھے کہ بے ساختہ ٹھٹک کر تھم گئے۔ قصبہ سے نزدیک ترین آبادی کے لوگ اور خیموں میں مقیم سپاہی آنکھیں پھاڑے بے یقینی سے ایک عجیب منظر دیکھ رہے تھے۔

قصر شاہی کا شمالی دروازے اچانک ہی کھلا تھا اور شہزادہ فیطس بطلیموس شاہی لباس میں ملبوس دروازے سے برآمد ہوا تھا۔ اس کے باہر نکلتے ہی دروازہ پھر سے بند ہو گیا۔

شہزادے نے محل کے بڑے دروازے سے چند قدم آگے بڑھنے کے بعد یکا یک اپنے قدم روک لیے اور اپنی جگہ ایستادہ ہو کر سر اونچا کر کے آسمان کی طرف دیکھا۔ سامنے ٹھاٹھیں مارتا نیلا سمندر نٹ کھٹ چلبلی لہریں ساحل کو گدگداتیں اور پھر واپس پلٹ جاتیں۔ یہ نیلا آسمان، یہ نیلگوں سمندر تو قصر کے اندر رہتے ہوئے بھی اسے دکھائی دیتا تھا مگر وہاں یہ آزادی اور خودمختاری کا احساس نہ تھا۔ وہاں ہوا کے جھونکے پابجولاں محسوس ہوتے تھے اور بیکراں آسمان و وسیع و عریض سمندر پابند سلاسل لگتے تھے۔

شہزادے نے پلٹ کر قصر کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔

یہ قصر اس کے اجداد کی امانت تھا، اس کی خاندانی وراثت۔

چند ماہ قبل تک وہ اس محل میں ایک تاجدار کی حیثیت سے مالک و مختار تھا لیکن آج اسے اس محل سے بے دخل کر کے اس پر دروازے بند کر دیئے گئے تھے۔ مگر اس امر پر ملال کے بجائے اسے ایک عجیب سی سرشاری و مسرت کا احساس ہو رہا تھا۔ ایک طمانیت اور تقویت محسوس ہو رہی تھی۔

آخر کار اسے بے معنی اور لاحاصل قید سے نجات مل گئی تھی۔ وہ خود بھی اس اسیری سے عاجز آ چکا تھا..... اور قصر سے باہر نکلتے ہی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے لشکر کو منظم کر کے محل پر ایک زبردست حملہ کرے گا۔ فتح کی صورت میں وہ قلوپطرہ اور غاصب سیزر کے سر تن سے جدا کروا کر ان عفریتوں سے ہمیشہ کے لیے نجات حاصل کر لے گا۔ بصورت دیگر بہادری سے لڑتا ہوا اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دے گا..... اس طرح جینے سے وہ موت ہزار درجے بہتر ہو گی۔

تبھی ایک سردار تیزی سے اس کی طرف لپکا اور اس سے چند قدم کے فاصلے پر آ کر ٹھہر گیا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے شہزادے کو تکے جا رہا تھا۔

''کیا دیکھ رہے ہو سردار؟'' شہزادے نے پھیکی ہنسی اور کسی قدر بے بسی بھرے لہجے میں کہا۔ ''یہ میں ہوں، تمہارا حکمران، تمہارا شاہ زادہ..... شاہِ بطلیموس۔''

''شاہ بطلیموس..... ہمارا بادشاہ..... ہمارا..... حکمران۔'' سردار نے چونک کر سر اونچا کیا اور خواب کے سے لہجے میں بولتا ہوا آگے بڑھا اور شاہ زادے کا ہاتھ تھام لیا۔ شاید وہ اسے چھو کر سچائی کی تصدیق کرنا چاہ رہا تھا اور شاہ زادے کو ہاتھ لگاتے ہی جیسے وہ ہوش میں آ گیا۔ اس نے سر جھکا کر اور گھٹنوں کو خم دے کر شاہ زادے کو تعظیم پیش کی اور پلٹ کر چاروں طرف جمع ہو جانے والے سپاہیوں کو مخاطب کر کے اعلان کیا۔

''بہادر سپاہیو! آسمانی دیوتا ہم سب پر مہربان ہو گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیوتاؤں نے ہمیں ہمارا بادشاہ لوٹا دیا ہے..... ہمیں اپنے بادشاہ کی آمد پر آسمانی دیوتاؤں کا شکر ادا کرنا چاہیے اور اس خوشی کے موقع کو نہایت اہتمام اور جوش و خروش سے منانا چاہیے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

سردار کے اس پُر جوش اعلان نے لشکریوں میں ایک جوش وخروش کی لہر پیدا کر دی۔

دیکھتے ہی دیکھتے جنگل کی آگ کی طرح یہ خبر نا صرف پوری فوج میں بلکہ پورے شہر میں بھی پھیل گئی کہ شاہ بطلیموس غدار قلوپطرہ اور غاصب سیزر کے قید و بند سے آزاد ہو کر اپنے لشکر میں پہنچ چکے ہیں.....اور اب وہ غاصب سیزر سے ایک زبردست جنگ کر کے اپنے ملک اور اپنی قوم کو اس ظالم ''گھس بیٹھیے'' سے آزاد کروا کر دم لیں گے.....پورے شہر میں خوشی وانبساط کی ایک لہر سی دوڑ گئی تھی اور پھر پوری آبادی ساحل سمندر پر امڈ آئی۔ لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ گئے اور فضائیں پر جوش نعروں سے گونج اٹھیں۔

شاہِ مصر بطلیموس زندہ باد.....

ہمارا بادشاہ ہمیں سیزر کی چیرہ دستی سے نجات دلائے گا۔

سیزر غاصب ہے۔

قلوپطرہ غدار ہے۔

ان پر جوش نعروں میں اچانک ہی کسی نے نعرہ بلند کیا۔

''آرمینو اور گینی میڈ بھی غدار ہیں۔''

سیزر کو غاصب اور قلوپطرہ کو غدار سمجھنا کسی حد تک درست تھا مگر آرمینو اور گینی میڈ کو غدار کہنا کس طرح درست تھا؟ اس پر اعتراض کون کرتا؟ اتنی فرصت بھی کسے تھی۔ شاہ بطلیموس کے سامنے آنے کے بعد باقی سب ان کی نظروں میں غدار ہو گئے تھے۔

گینی میڈ اپنے خیمے کے دروازے پر کھڑا حیران نظروں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اسے اور آرمینو کو محل سے نکل بھاگنے کے لیے کیا کیا پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔ ایک بھاری رقم دربانوں کی نذر کر کے خدّام کے لباس میں ملبوس ہو کر وہ کس طرح جان خطرے میں ڈال کر لشکر تک پہنچے تھے۔ دوسری طرف یہ شاہ زادہ بطلیموس تھا، جو پورے شاہی لباس میں شان سے سر اونچا کیے باوقار انداز سے محل کے بڑے دروازے سے باہر نکلا تھا اور چشم زدن میں پورا لشکر اور پورا شہر اس کے گرد ایوانوں کی طرح جمع ہو گیا تھا۔

گینی میڈ کا وہ خصوصی دستہ، جو اس کا حفاظتی دستہ کہلاتا تھا۔ وہ بھی غائب تھا۔ سارے سردار، سارے سپاہی، ایک جنبش نگاہ شاہِ بطلیموس کے وفادار بن گئے تھے۔

گینی میڈ خیمے کے دروازے پر اکیلا کھڑا سوچ رہا تھا۔

اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے ''شاہ'' کے وفادار سپہ سالار ایکیلاس کو قتل کروا دیا تھا اور پورے لشکر میں قلوپطرہ کے ساتھ شاہِ بطلیموس کو بھی ''غدار'' مشہور کر دیا تھا۔ یہ جرائم اتنے معمولی نہ تھے کہ فیطس بطلیموس انہیں نظر انداز کر دیتا۔ گو کہ ان جرائم کی وقوع پذیری میں شہزادی آرمینو بھی اس کے ساتھ برابر کی شریک تھی۔ مگر بہر حال وہ شاہ زادی تھی اور فیطس بطلیموس کی بہن.....اس لیے سارا نزلہ اس پر ہی گرنے کا اندیشہ تھا۔

اس کا دل خوف سے لرز رہا تھا اور چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ فوری طور پر یہاں سے بھاگ کھڑے ہونے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔ سو وہ اپنی تیز رفتار کشتی میں سوار ہو کر پورٹ سعید کی طرف روانہ ہو گیا۔

شاہ زادی آرمینو قلعہ پیلوتیم میں مقیم تھی۔ وہاں مصری فوجوں کی ایک چھاؤنی تھی۔ گینی میڈ گرتا پڑتا، لرزتا کانپتا قلعے میں پہنچا۔

آرمینو کو شاہ زادے کی آمد کی خبر مل چکی تھی۔ وہ بھی حیران و ششدر تھی۔

''استادِ محترم، یہ کیونکر ممکن ہوا؟'' گینی میڈ کو دیکھتے ہی اس نے ہراساں لہجے میں سوال کیا؟

''شاہ زادی، جو ہوا، سو ہوا.....اب یہ سوچو کہ آگے کیا ہونے والا ہے؟'' گینی میڈ نے لرزیدہ لہجے میں جواب دیا۔ ''سوچو وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟''

''کیوں؟'' گینی میڈ کو بے حد ہراساں دیکھ کر آرمینو نے ہمت کا دامن تھامتے ہوئے قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ ''ہم نے ایسا کیا ہی کیا ہے جو وہ ہم سے باز پرس کرے گا۔''

گینی میڈ نے پلکیں جھکا کر اپنی نوعمر شاگرد کی طرف دیکھا، جو اس وقت پورے شاہانہ وقار کے ساتھ ہم کلام تھی۔ ''ہم نے مصری لشکر کو یکجا رکھا اور سیزر کو ایک بدترین شکست سے دوچار کیا.....کیا ان کارناموں کو جرم ثابت کیا جا سکتا ہے؟''

آرمینو کی پر جوش اور پر عزم باتوں سے گینی میڈ کو کسی قدر تقویت اور طمانیت کا احساس ہوا۔ اس نے تو اس انداز سے سوچا ہی نہیں تھا۔

''للل.....لیکن.....ہم نے قلوپطرہ کے ساتھ اسے بھی غدار قرار دے دیا تھا۔ اگر اس نے اس بات کی باز پرس کی تو؟''

allurdupdfnovels.blogspot.com

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد گینی میڈ نے دل میں ہلچل مچانے والے سوال کو لفظوں کا پیراہن پہنا کر شاہ زادی کے سامنے پیش کیا تو شاہ زادی نے شانِ بے نیازی اور تجاہل عارفانہ سے کندھے اُچکاتے ہوئے جواب دیا۔ ''جب باز پرس کرے گا تب دیکھا جائے گا..... ابھی تو اسے اپنے استقبال اور پذیرائی سے بھی فرصت نہیں ہے۔ وہ لوگوں کی دیوانگی دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سما رہا ہے۔ ابھی کسی دل شکن خبر کی تصدیق اور باز پرس کی اسے ضرورت نہیں اور اس میں اگر ذرا بھی عقل و دانائی ہے تو وہ ان چھوٹی باتوں میں الجھنے کے بجائے بڑے مسائل پر توجہ دے گا۔''

گینی میڈ نے تحسین آمیز نظروں سے شاہ زادی کی طرف دیکھا۔ چند دنوں کی قیادت اور حکومت نے اسے خاصا باشعور اور دانا بنا دیا تھا۔ گینی میڈ کا دل سنبھل گیا اور وہ مطمئن انداز میں سر ہلاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

❀✪❀

شاہ زادہ بطلیموس نے باوقار مگر محبت اور تشکر بھرے انداز میں ساحل سمندر پر امڈ آنے والے شہریوں کا ہاتھ ہلا ہلا کر شکریہ ادا کیا اور اپنے ملک اور اپنی چاہنے والی رعایا کی خاطر اپنی جان کی بازی لگا دینے کے عزم کا اظہار کیا۔ پھر اپنے بڑے سرداروں کے ساتھ وہ اپنے خصوصی بحری جہاز میں سوار ہو کر پورٹ سعید کی طرف روانہ ہو گیا۔

قلعہ پیلوتیم میں بھی کچھ تجربہ کار سردار موجود تھے۔ شاہ زادہ جلد از جلد تمام سرداروں کے ساتھ مل بیٹھ کر ایک بھرپور اور فیصلہ کن جنگ کی حکمت عملی تیار کرنے کے لیے مضطرب اور بے کل تھا۔

جب اس کا جہاز پورٹ سعید کے ساحل پر لنگر انداز ہوا تو اس کی آمد کی خبر سنتے ہی ساحل پر واقع پیلوتیم کے دروازے کھول دیئے گئے۔ قلعہ کی چھاؤنی میں موجود سارے سردار ''یا ادب، با ملاحظہ'' کی تصویر بنے شاہ زادے کے استقبال کے لیے قلعے کے داخلی دروازے پر موجود تھے۔ خادمائیں ہاتھوں میں پھول لیے کھڑی تھیں اور خدام خوشی کے شادیانے بجا رہے تھے۔

شاہ زادہ شاہانہ انداز میں مسکراتا ہوا بحری جہاز سے ساحل پر قدم رنجہ ہوا اور باوقار انداز میں سر اونچا کیے چلتے ہوا قلعے میں داخل ہو گیا۔

گو کہ کل رات جنرل سیزر سے ملاقات کے بعد وہ بے حد ذہنی دباؤ کا شکار تھا۔ سیزر آخر چاہتا کیا ہے؟ اور آنے والے وقت میں کیا ہونے والا ہے؟ ان اعصاب شکن سوالوں نے اسے رات بھر پلک جھپکنے نہ دی تھی اور صبح دم محل سے باہر نکلنے کے بعد اسے، اب تک وہ مسلسل مصروف رہا تھا لیکن اس وقت وہ ذرا بھی تھکن اور پژمردگی نہیں محسوس کر رہا تھا۔ عوام اور لشکر کی محبت اور شاندار استقبال نے اس کے سارے وسوسے اور اندیشے دور کر دیئے تھے۔ اب وہ خود کو بے حد پُر امید اور با اعتماد محسوس کر رہا تھا۔

''شاہ بطلیموس قلعے میں تشریف لا چکے ہیں۔'' ایک خادمہ نے شاہ زادی آرمینو کو مطلع کیا۔ ''کیا آپ ان کے استقبال اور ملاقات کے لیے نہ جائیں گی؟''

''اس وقت میری طبیعت کچھ ناساز ہے۔'' آرمینو نے خادمہ سے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔ ''اگر میرا پوچھیں تو بتا دینا..... جونہی طبیعت بحال ہوئی، ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گی۔''

''جی بہتر۔'' خادمہ نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے جواب دیا۔

اور دوپہر کے کھانے کے وقت بالکل اچانک بطلیموس نے یہ سوال کیا۔

''شاہ زادی آرمینو اسی قلعے میں موجود ہیں..... کیا انہیں ہماری آمد کی خبر نہیں ہوئی.....؟''

''جی وہ باخبر ہیں۔'' خادمہ نے دست بستہ عرض کیا۔ ''مگر ان کی طبیعت کچھ ناساز ہے، اسی لیے وہ آپ کی پذیرائی کو نہ آسکیں۔''

''اچھا۔'' بطلیموس نے بے نیازانہ انداز میں سر ہلایا۔ انہیں بتا دیا جائے جونہی ان کی طبیعت بحال ہو، وہ ہمارے حضور پیش ہوں، ہم ان سے ملنا چاہتے ہیں۔

شاہ زادی کے لیے فیطس بطلیموس کے گداز لہجے نے گینی میڈ کو بھی تقویت دی تھی اور وہ ڈرتے ڈرتے شاہ زادے کو مبارکباد دینے اور سلام کرنے آحاضر ہوا تھا اور اس وقت مجرم کی طرح سر جھکائے، نگاہ نیچی کیے فیطس بطلیموس کے سامنے کھڑا تھا۔ مصر کے عظیم لشکر کا سپہ سالار بننے کی اس کی دیرینہ آرزو پوری تو ہوئی تھی مگر بے حد مختصر مدت کے لیے..... اس کے گلشن میں آئی چند روز بہار اب خزاں میں تبدیل ہو چکی تھی۔ شاہ زادی آرمینو کی آڑ میں مصر پر حکومت کرنے کا اس کا ازلی خواب، شرمندۂ تعبیر ہونے سے پہلے ہی ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گیا تھا۔

اسی سہ پہر مصری لشکر اور عوام کے چیدہ چیدہ نمائندوں نے فیطس بطلیموس کے سر پر تاج رکھ کر اسے مصری شہنشاہ اور فوج کا سپریم کمانڈر بنا دیا۔

اور اسی شام فیطس بطلیموس نے اپنے تمام قابل، لائق اور ہونہار کمانڈروں کے ساتھ ایک طویل مجلس مشاورت رکھی تا کہ جنگ کی حکمت عملی

allurdupdfnovels.blogspot.com

کے لیے کوئی باقاعدہ لائحہ عمل مرتب کیا جاسکے..... فیطس، قلوپطرہ کی سنگ دلی و بے حسی اور سیزر کی گستاخی و بے ادبی کی سزا، جلد از جلد دینے کے لیے بے قرار تھا اور حملے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کا روادار نہ تھا۔

چنانچہ اگلے ہی دن، سرداروں کے مشوروں کو مدنظر رکھتے ہوئے فیطس بطلیموس اپنا پورا لشکر لے کر قلعہ سے نکلا اور دریائے نیل کی طرف چلا۔

❀✪❀

شاہ زادے بطلیموس کو اپنے حضور طلب کر کے اسے محل سے نکال باہر کرنے کی خبر دے کر جنرل سیزر اپنی محبوبہ قلوپطرہ کی خواب گاہ میں چلا گیا۔

وہ رات شاہ زادہ فیطس بطلیموس نے آنکھوں میں کاٹ دی۔

اُس رات سویا تو جنرل سیزر بھی نہ تھا۔

مگر دونوں کے اندازِ بیداری میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ شاہ زادہ پوری رات کرب و اضطراب میں ٹہلتا رہا تھا جبکہ جنرل تمام شب لطف و نشاط میں ڈوبا رہا تھا۔ آج اس نے قلوپطرہ کی خواہش کے عین مطابق، پل پل صرف اسے دیکھا تھا۔ لمحہ لمحہ فقط اسے سوچا تھا اور لحظہ بہ لحظہ اس کی چاہت پر اپنی چاہتوں کے خزانے لٹا دیئے تھے۔

قلوپطرہ ایک حسین اور نوجوان عورت تھی، جبکہ جنرل سیزر اپنی زندگی کی باون بہاریں دیکھ چکا تھا۔ یہ رات اس کی زندگی کی حسین ترین راتوں میں سے ایک تھی۔

اگلی صبح وہ قلوپطرہ کو الوداع کہہ کر اپنے خصوصی چیمبر میں جا بیٹھا تھا۔

اب وہ لطف و نشاط کے نشے سے نکل کر جنگ و جدال کے ہتھکنڈوں اور فتح و نصرت کے طریقوں پر غور کرنا چاہتا تھا۔

صبح ہوتے ہی شہزادے فیطس بطلیموس کو محل سے باہر بھیج دیا گیا اور محل کے دروازے کے بند ہوتے ہی جنرل سیزر نے اپنی آنکھیں پوری طرح کھول لی تھیں اور وہ شہزادے کے ہر ہر قدم پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔

شاہزادے فیطس کو پُر جوش اور محبت پاش نعروں کے درمیان نہایت عزت و احترام سے قلعہ پیلوتیم پہنچا دیا گیا۔ وہاں فیطس بطلیموس شام ڈھلے سے رات گہری ہونے تک اپنے سرداروں کے ساتھ جنگی حکمت عملی کی ترتیب و تشکیل میں مصروف رہا تھا اور صبح ہوتے ہی وہ اپنے پورے لشکر کے ساتھ دریائے نیل کی طرف چل پڑا تھا۔

جنرل سیزر، فیطس بطلیموس کی پیش قدمی پر پوری چوکسی کے ساتھ گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔ قلعہ پیلوتیم کے خالی ہوتے ہی اس نے آگے بڑھ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ بالکل اسی آسانی سے جس آسانی سے کبھی وہ اسکندریہ کے محل پر قابض ہوا تھا۔

اب اس نے ساحل کے ساتھ ساتھ دریائے نیل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ جہاں فقیطس بطلیموس اپنے پورے لشکر کے ساتھ مزاحمت کے لیے موجود تھا۔

وہاں پہنچ کر سیزر نے ایک ایسی جنگی چال چلی، جس نے جنگ کا پانسہ ہی پلٹ دیا۔ جنرل سیزر شاہ زادے فیطس بطلیموس سے عمر میں ہی بڑا نہ تھا بلکہ جنگجویانہ صلاحیت میں بھی وہ اس سے کہیں آگے تھا۔ وہ ایک لائق اور ان گنت جنگوں کا تجربہ کار جنرل تھا اور پچھلی جنگ کی ذلت آمیز شکست کے زخم نے اس کے دل میں انتقام کی آگ بھڑکا رکھی تھی۔ دنیا میں سب سے بڑی طاقت ''جذبہ'' ہے اور اس جذبے کی طاقت نے سیزر کو شعلہ جوالہ بنا رکھا تھا۔

سیزر کے پاس اس کے زبردست بحری بیڑے کی کمک پہنچ چکی تھی۔

دریائے نیل پر فیطس بطلیموس کا بحری بیڑہ جنگ کے لیے تیار کھڑا تھا اور وہ خود اپنے خصوصی جہاز پر موجود اس بیڑے کی کمان کر رہا تھا مگر اس کی پوری توجہ اپنی بری فوج پر تھی کیونکہ اسے توقع تھی کہ جنگ کا آغاز خشکی سے ہی ہوگا۔

مگر اس سے خاصے فاصلے پر موجود جنرل سیزر اس کے ہر قدم پر نظر رکھے ہوئے تھا اور بہ نظر غائر اس کی ہر سوچ کو پڑھ رہا تھا۔ چنانچہ اس کی توقع کے برعکس سیزر نے خشکی پر اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کے بجائے اپنے زبردست بحری بیڑے سے مصری بحری بیڑے پر حملہ کر دیا۔

اب بجائے بری جنگ کے، بحری جنگ شروع ہو چکی تھی۔

اور دونوں اطراف کی بری فوج، اس بحری جنگ کے نظارے میں محو ہو گئیں۔

یہ بڑی ہیبت ناک اور خوفناک بحری جنگ تھی۔

جنرل سیزر کا بحری بیڑہ انتہائی طاقتور اور تجربہ کار تھا۔ اس نے اپنے تابڑ توڑ حملوں سے مصری بیڑے کو بوکھلا دیا۔ مگر شاہ زادے فیطس بطلیموس کی

allurdupdfnovels.blogspot.com
موجودگی اور حوصلہ افزائی نے انہیں پسپا نہ ہونے دیا۔ دونوں افواج کا انداز جارحانہ تھا اور جنگ میں لمحہ بہ لمحہ شدت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔
صبح دم شروع ہونے والی جنگ کا فیصلہ شام ہونے تک بھی نہ ہو سکا۔
سورج کا دہکتا گولا جب بحرِ روم کے سرد پانیوں میں مستغرق ہو گیا اور سمندر کے نیلگوں پانی کا رنگ سیاہی مائل ملگجا سا دکھائی دینے لگا، تب دونوں حریفوں کو مجبوراً جنگ سے ہاتھ کھینچنا پڑا۔
دونوں بیڑوں نے کچھ فاصلے سے الگ الگ رہ کر رات گزاری۔
شب بھر شاہ زادہ فیطس بطلیموس اپنے کمانڈروں میں اور جنرل سیزر اپنے سرداروں میں گھرا رہا۔ وہ دونوں آنے والی صبح کی جنگ کی حکمت عملی پر غور و خوض کرتے رہے تھے۔
بار بار لائحہ عمل مرتب کر کے تبدیل کرتے جا رہے تھے۔ مگر یہ امر طے تھا کہ اگلی صبح پھر طبل جنگ بجنا ہے اور ایک خونریز جنگ کا آغاز ہونا ہے۔
بحرِ روم کے اس پار مشرقی سمت کی خاکستری پہاڑیوں کی اوٹ سے خاورِ نو کی نرم بنفشی کرنوں نے جوں ہی سر ابھارنا شروع کیا۔ دونوں بیڑوں کے سپاہی ایک دوسرے کا ''بیڑہ غرق'' کرنے کے لیے ہمہ تن تیار ہو گئے۔ جنگ کا آغاز ہوا، آج کی جنگ کل کی جنگ سے زیادہ خونریز ثابت ہوئی۔ نرم گلابی کرنوں کے جلو میں سر ابھارنے والا خورشید نو، دیکھتے ہی دیکھتے دہکتے شعلوں میں لپٹا سورج بن گیا۔ نرم نوخیز کرنیں تیز تپتی دھوپ میں تبدیل ہو گئیں۔ نمی اور تازگی کا احساس لیے ہوا کے نرم جھونکے دوپہر ہونے تک شعلہ فشاں لپٹوں میں بدل چکے تھے۔ سمندر کا پانی کھولتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور سورج کی تیز دہکتی کرنیں سپاہیوں کے جسموں میں ناوکِ نیم کش کی طرح پیوستہ ہو رہی تھیں لیکن وہ جانباز تپتی دھوپ کی تمازت سے بے نیاز ایک انوکھی فتح کی امید میں اپنے سامنے موجود، حریف فوج کو نیست و نابود کرنے کی تگ و دو میں مصروف تھے۔
سلگتی دوپہر، سہ پہر کی آغوش میں جا پڑی ہانپ رہی تھی۔
لیکن صبح دم شروع ہونے والی جنگ کا اب بھی وہی عالم تھا۔
کوئی فریق سر جھکانے یا ہار ماننے کو تیار نہ تھا۔
جنرل سیزر اس جنگ کو مزید طول دینے کے حق میں نہ تھا۔ چنانچہ اس نے شمال کی طرف سے ایک زبردست حملے کا فیصلہ کیا۔
سہ پہر شام کی جانب قدم بڑھا رہی تھی۔ دن بھر کا سفر کر کے تھکا ماندہ سورج مغرب کی اور جھکنے کو بے تاب دکھائی دے رہا تھا۔ جھٹ پٹے کے اس عالم میں سیزر کے بحری بیڑے نے شمال سے ایسا بھرپور حملہ کیا کہ فیطس بطلیموس کو لگا کہ جیسے سیزر نے اپنے تمام جہاز شمال میں بھیج کر یہ فیصلہ کن حملہ کیا ہے۔ اس سوچ کے آتے ہی اس نے اپنے دائیں بائیں کے چند جہازوں کے ساتھ دیگر تمام جہازوں کو بھی شامل کر کے حملے کو روکنے کے لیے لگا دیا۔
اس طرح وہ شمال کے حملے کا زور توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر فوراً ہی اس نے دیکھا کہ دائیں جانب سے کوئی بڑے بحری جہاز اس کے بیڑے کی طرف بڑھ رہا ہیں۔ اس قدم بڑھاتی مصیبت کو روکنے کے لیے اس نے بائیں جانب موجود چند حفاظتی جہازوں کو بھیج دیا۔ ادھر جہازوں کی پہلے ہی کمی تھی، اب وہاں اور کمی ہو گئی..... حفاظتی گھیرا قائم کرنے والے جہاز بھی دائیں جانب کے حملے کی پیش بندی کی خاطر جا چکے تھے۔
سیزر لمحے لمحے کی صورت حال پر نہایت باریک بینی سے نظر رکھے ہوئے تھا۔ بائیں جانب جونہی جہازوں کی تعداد میں کمی ہوئی، اس نے اسی جانب سے بایک بھرپور حملے کا اشارہ دے دیا۔
یہ حملہ اتنا زبردست اور شدید تھا کہ فیطس بطلیموس اور اس کے سپاہی بری طرح گھبرا گئے۔
ان سہ طرفی حملوں نے سپاہیوں سمیت شاہ مصر بطلیموس کو بھی بوکھلا کر رکھ دیا۔ اب انہوں نے حملے روکنے اور مقابلہ کی کرنے کے بجائے جہازوں کو بچانے کے لیے ادھر اُدھر بھگانا شروع کر دیا۔
جنرل سیزر کے حملے میں لمحہ بہ لمحہ شدت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ فیطس بطلیموس کو اپنے بیڑے کی غرقابی اور شکست صاف نظر آنے لگی۔ فتح و نصرت کی امید کے سورج کے غروب ہوتے ہی اسے ہر سمت اپنی موت کے تاریک سائے رقصاں نظر آنے لگے۔ اب اس کو مقابلے اور کامرانی کے خوابوں پر لعنت بھیج کر اپنی جان بچانے کی فکر لاحق ہو گئی تھی۔ اس نے ایسے ہی کسی برے وقت کے لیے ایک کشتی دریائے نیل کے دہانے پر تیار رکھی تھی۔
وہ فوراً ایک چھوٹے جہاز پر سوار ہو کر اسی کشتی کی جانب روانہ ہو گیا۔
دن بھر آگ برساتا سورج کا دہکتا گولا کب کا بحرِ روم کے سرد پانیوں میں ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اب اسکندریہ کے نیلے شفاف آسمان پر اوائل

allurdupdfnovels.blogspot.com

تاریخوں کا نوخیز ہلال چاندنی کے مختصر سے غبار میں لپٹا جھلملا رہا تھا اور آکاش کے نیلے دامن میں ہر سمت ٹنکے نقرئی تارے پلکیں جھپک جھپک کر آج کے معرکے کے انجام کو دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

نوخیز چاند کی مدھم چاندنی اور ٹمٹماتے تاروں کے روپہلے اجالے میں فیطس بطلیموس چھوٹے جہاز کے ذریعے اپنے لیے مخصوص کشتی میں اتر گیا۔ وہ بظاہر محفوظ ہو گیا تھا کیونکہ اس طرف کسی کا دھیان نہیں جا سکتا تھا۔

لیکن شاید فیطس بطلیموس کی بدنصیبی اس کے ہم رکاب تھی۔

جس جہاز سے وہ یہاں تک پہنچا تھا، اس کے پلٹتے ہی اس جہاز پر سیزر کے ایک جہاز نے ہلّہ بول دیا۔ جہاز غرقاب ہونے لگا تو اس کے شکست خوردہ سپاہیوں نے اپنی جانیں بچانے کے لیے اس کشتی میں کودنا شروع کر دیا، جس میں فیطس بطلیموس پناہ گزیں تھا۔

فیطس بطلیموس نے انہیں خبردار کرنا چاہا کہ کشتی زیادہ وزن نہیں سنبھال سکتی..... مگر اس کی وارننگ نقار خانے میں طوطی کی آواز ثابت ہوئی..... وہاں شاہ کی کس کو پروا تھی، ہر سپاہی اپنی جان بچانے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔

اس دھما چوکڑی، آپا دھاپی اور خودغرضی کا نتیجہ یہ نکلا کہ کشتی زیادہ بوجھ کی وجہ سے الٹ گئی اور سب دریا کی سرد لہروں میں ہاتھ پیر مارتے ڈبکیاں کھانے لگے۔

کچھ خوش نصیب موت کا مقابلہ کرتے ہوئے زندہ سلامت ساحل پر پہنچنے میں کامیاب ہوئے مگر زیادہ تر لہروں میں ڈوبتے ابھرتے نیل کے سرد پانیوں میں زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ زندگی اور موت کی اس کشمکش میں کسی ایک سپاہی کو بھی اپنے اس شاہ زادے کا خیال تک نہ آیا، جسے دو روز قبل وہ اپنے کاندھوں پر بٹھا کر پیلوتیم جانے والے جہاز تک لائے تھے۔ زندہ باد کے نعروں اور جاں نثار کر دینے والے وعدوں کے ساتھ اس کے سر پر مصر کا تاج سجایا تھا..... آج وہی تخت مصر کا دعویدار، تاج شاہی کا طلب گاہ شاہ زادہ فیطس بطلیموس، دریا کی بے رحم اور سنگ دل لہروں میں ہاتھ پیر مار رہا تھا۔ دریائے نیل کا نیلگوں پانی اتنا بے حس، سفاک اور ناشناس تھا کہ اسے ایک عام سپاہی اور شاہ مصر میں فرق کرنا بھی نہ آیا اور عام سپاہیوں کی طرح اس نے شاہ زادہ فیطس بطلیموس کو بھی اپنی گہرائیوں میں اتار لیا..... اور وہ سلطنت مصر پر فرمانروائی کی آرزو لیے دریائے نیل میں غرق ہو گیا۔ اس کے سنہری شاہی زرہ بکتر نے اپنے وزن کے باعث اسے تیرنے کا موقع ہی نہ دیا اور وہ محض چودہ سال کی عمر میں دریا برد ہو گیا۔

مصری بحری بیڑے کی شکست، تباہی اور شاہ زادے کی عبرتناک موت کی خبر عام ہوتے ہی ایسا خوف و ہراس پھیلا کہ بری فوج نے فوراً ہی ہتھیار ڈال دیئے اور جنرل سیزر کی فتح و نصرت کے نقارے بجنے لگے۔ سیزر کے سپاہیوں کے پرجوش نعروں سے پورا اسکندریہ لرز اٹھا۔

شہر پر ایک سکوت طاری تھا۔

لوگ دم بخود اپنے اپنے گھروں میں دبکے ہوئے تھے۔

سلطنت روم کا حکمران، اب مصر کا بھی فاتح اور حکمران بننے کا حق دار تھا۔ اب وہ سلطنت مصر کا بھی تاجدار تھا۔ شاہ زادہ فیطس بطلیموس موت کی گمنام وادیوں میں روپوش ہو گیا تھا جبکہ زندگی نے فتح و کامرانی کا تاج جنرل سیزر کے سر پر رکھ دیا تھا۔ اب سیزر ہی مصر کا مالک و مختار تھا۔

اس حقیقت سے نظریں چرانے کا مطلب موت سے آنکھیں چار کرنا تھا اور اہل مصر اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور وہ آمادہ تھے۔ شکست و نارسائی کو تسلیم کرنے کے اظہار کے لیے شہریوں نے سیاہ ماتمی لباس پہن لیا۔

شہر کے بزرگ اور برسر آور لوگوں کا ایک وفد فاتح رومی جنرل کے حضور اطاعت و فرماں برداری کے اظہار کے طور پر بھیجا گیا۔ اس وفد کے ساتھ ان کے بڑے دیوتاؤں کے قد آدم بت بھی تھے، جو اس بات کا غماز تھے کہ اہل مصر نے صدق دل سے سیزر کی اطاعت قبول کر لی ہے..... کیونکہ اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ شاہ زادہ فیطس بطلیموس مر چکا تھا۔ شاہ زادی آرمینو کو اس کے اتالیق گینی میڈ سمیت گرفتار کر لیا گیا تھا اور قلوپطرہ تو پہلے ہی سیزر کے دام الفت کی اسیر تھی۔

جنرل سیزر نے شان بے نیازی سے شہریوں کی معافی و اطاعت قبول کر لی تھی۔ اگلی صبح وہ ایک نئی شان اور انوکھے کروفر کے ساتھ شاہی محل کی طرف چلا۔ اس کے جلوس کے آگے آگے مصری فوج کے مفتوح سردار پابجولا اور پاپیادہ چل رہے تھے۔ مصری خواتین فاتح جرنیل پر پھولوں کی بارش کر رہی تھیں اور عطر و پھلیل چھڑک رہی تھیں۔ ڈھول تاشوں کی پرشور آوازوں پر لوگ اظہار مسرت کے طور پر محو رقص تھے۔ لوگ ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے اور مٹھائیاں تقسیم کی جا رہی تھیں۔

بظاہر ایک جوش ولولہ اور اظہار مسرت و انبساط تھا۔ مگر اندر کہیں ایک بے چہرہ ملال بھی تھا۔ مصری عوام یہ جان چکے تھے کہ بطلیموس خاندان کی شہنشاہیت کا آفتاب غروب ہو چکا ہے۔ اب لے دے کر ایک قلوپطرہ رہ گئی تھی۔ خاندانِ بطلیموس کی آخری باقیات میں سے..... وہ اس سے

allurdupdfnovels.blogspot.com

امیدیں وابستہ کر سکتے تھے.....لیکن وہ تو خود روی جنرل کے رحم و کرم پر تھی۔

فاتح جنرل سیزر کا جلوس جب شاہی محل کے قریب پہنچا تو اس کے لیے محل کے دروازے وا کر دیئے گئے۔اس کی فوج کے سردار، جو اس کے ہم رکاب تھے، وہ دروازے کی ایک جانب ہو گئے اور انہوں نے جنرل کو اندر جانے کا راستہ دیا۔

جنرل فتح و کامرانی کے نشے میں چُور، تکبر سے سر اونچا کیے، اپنی سواری میں تنا ہوا بیٹھا تھا۔جوں ہی اس کی سواری محل کے دروازے سے اندر داخل ہوئی، حسین خادماؤں نے خوش آمدیدی گیت الاپتے ہوئے اس پر پھول نچھاور کیے اور گلاب پاشی کی۔

وہ اک شانِ بے نیازی سے مسکراتا جوں ہی آگے بڑھا تو اس نے دیکھا کہ محل کی سنگی سیڑھیوں پر مصری ساحرہ قلوپطرہ اپنے حسن کی تمام تر تجلیوں اور رعنائیوں کے ساتھ اپنے محبوب کے لیے آغوشِ شوق وا کیے کھڑی ہے۔جولیس سیزر کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو گیا اور لبوں پر بکھری مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔

اس کی شاہی سواری عین قلوپطرہ کے مقابل جا ٹھہری، اس نے سواری سے اترنے کے لیے قدم بڑھائے اور قلوپطرہ نے آگے بڑھ کر اسے اپنے سیمیں بازوؤں کا سہارا دیا اور یوں دونوں ایک دوسرے کی بانہوں میں بانہیں ڈالے ہنستے مسکراتے شاہی قصر کی سیڑھیاں چڑھنے لگے۔

اب جنرل سیزر کی حیثیت تبدیل ہو چکی تھی۔کل تک وہ ایک قابض اور غاصب تھا مگر آج وہ ایک محل میں فاتح اور حقدار کی حیثیت سے داخل ہوا تھا۔گو کہ قلوپطرہ نے اسے پہلے ہی ایک طاقتور حلیف کے طور پر قبول کر لیا تھا مگر آج اس کی نگاہ میں بھی سیزر کی وقعت اور اہمیت دو چند ہو گئی تھی۔

اس کا محبوب اس کے جسم و جان کا مالک کوئی عام آدمی نہ تھا۔وہ رومتہ الکبریٰ کا حکمران اور سلطنت مصر کا فاتح تھا اور اس کی سلطنتِ قلب کا شہنشاہ تھا۔قلوپطرہ پہلی ہی ملاقات میں جنرل سیزر کی متاثر کن شخصیت سے متاثر ہو گئی تھی۔اسے کسی ایسے ہی طاقتور اور زور آور شخص کی ضرورت تھی، جو نا صرف اس کو تحفظ دے بلکہ اس کی حکمرانی کی بھی حفاظت کرے۔

اور سیزر کی صورت میں اسے یہ محافظ مل گیا۔اب وہ اسے کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتی تھی۔وہ عوام الناس میں بھی اس کی اہمیت اور ہیبت اجاگر کرنا چاہتی تھی۔اسی لیے اس نے پورے اسکندریہ میں مشہور کروا دیا تھا کہ جولیس سیزر دراصل مشتری دیوتا کا انسانی روپ ہے۔وہ عام انسانوں سے بلند اور مافوق الفطرت ہستی ہے اور کیونکہ وہ بھی ایک ملکہ ہے، اس حوالے سے وہ بھی دیوی کا پرتو ہے۔آسمانی دیوتاؤں کی خواہش ہے کہ اس کی اور سیزر کی شادی ہو جائے۔اس شادی کے بعد قلوپطرہ اور مشتری دیوتا کے اوتار جولیس سیزر کے ملاپ سے جو اولاد جنم لے گی.....وہ بھی دیوتاؤں کا سایہ اور اوتار ہو گی۔

نا صرف مصری عوام نے قلوپطرہ کی اس بات کو سچ تسلیم کر لیا تھا بلکہ خود سیزر نے بھی خود کو عام آدمی سے بالاتر اور کوئی مافوق الفطرت دیوتا سمجھنا شروع کر دیا تھا۔

سیزر کو اسکندریہ میں وارد ہوئے آٹھ ماہ سے زیادہ گزر چکے تھے۔قلوپطرہ کی خود ساختہ حکومت کو لاحق تمام خطرات دم توڑ چکے تھے۔سیزر کا بیڑہ فتح و نصرت کے شادیانے بجانے کے بعد واپس جانے کے لیے تیار کھڑا تھا اور سیزر کے نائب انطونی کی خواہش تھی کہ اس بیڑے کے ساتھ سیزر بھی اپنی راجدھانی کی طرف لوٹ آئے مگر سیزر ملکہ قلوپطرہ کی موجودہ حالت کی وجہ سے ابھی اسے چھوڑ کر جانے کے لیے آمادہ نہ تھا۔

قلوپطرہ امید سے تھی اور ہفتے عشرے میں سیزر کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔اب قلوپطرہ مصر کے ساتھ روم کے بارے میں بھی سوچنے لگی تھی۔جب سے وہ امید سے ہوئی تھی، اسی وقت سے ایک نئے خیال نے اس کے دل و دماغ میں کروٹیں لینا شروع کر دی تھیں۔اب وہ اس نہج پر سوچنے لگی تھی کہ اگر سلطنت روما کو جمہوری سلطنت کے بجائے ایک مطلق العنان شہنشاہ کے زیر تسلط کر دیا جائے.....اور ظاہر ہے وہ مطلق العنان حکمران جولیس سیزر کے سوا اور کون ہو سکتا ہے.....تو ایسی صورت میں اس کے بطن سے جنم لینے والا بچہ روم اور مصر کی مشترکہ سلطنتوں کا وارث ہو گا اور یہ سلطنت حقیقت میں دنیا کی سب سے شاندار اور وسیع سلطنت ہو گی۔

اپنی اس سوچ کے سلسلے میں وہ سب سے پہلے جولیس سیزر کو اپنا ہم خیال بنانا چاہتی تھی۔قلوپطرہ کی کوششوں سے وہ خود کو مشتری دیوتا کا اوتار اور مصر کا شہنشاہ تو سمجھنے لگا تھا مگر حقیقت میں وہ خود کو جمہوریہ روم کا ایک عام سا جنرل ہی تصور کرتا تھا۔اب قلوپطرہ اسے یہ باور کروانے کی کوشش میں مشغول تھی کہ وہ نا صرف مصر کا بادشاہ ہے بلکہ وہ روم پر بھی مطلق العنان حکمران کی حیثیت سے حکمرانی کرنے کی اہلیت رکھتا ہے۔وہ کوئی عام سا جنرل نہیں بلکہ وہ دیوتاؤں کا انسانی روپ ہے۔وہ پرستش کے قابل ہے۔

اس شام جب سیزر قلوپطرہ کے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا وہ اپنے مخصوص انداز میں اپنے پسندیدہ کاؤچ پر نیم دراز تھی۔ماں بننے کی خوشی نے اس کے دلکش و دل نواز چہرے کو ایک انوکھی رعنائی عطا کر دی تھی۔سیزر کو اب وہ پہلے سے زیادہ حسین اور پرکشش لگتی تھی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اس کے پہلے بچے کی ماں بننے والی تھی۔

سیزر اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ گزار چکا تھا۔ 19 سال کی عمر میں اس کی پہلی شادی ہوئی تھی۔ پھر یکے بعد دیگرے اس نے تین اور شادیاں کی تھیں۔ مگر وہ اولاد کی نعمت سے محروم رہا تھا۔ تین سال قبل ایک شاہی جشن کے دوران اس کی ملاقات ایک انتہائی حسین دوشیزہ پلورنیا سے ہوئی تھی۔ پہلی ہی ملاقات میں پلورنیا سیزر کے عشق میں گرفتار ہوگئی تھی اور بڑی شدت سے اس کی شریک حیات بننے کی آرزومند تھی۔ مگر سیزر چار شادیوں کے بعد اب مزید کوئی شادی نہیں کرنا چاہتا تھا تاہم پلورنیا کی محبت کے سامنے وہ مجبور ہوگیا تھا اور رفتہ رفتہ وہ خود بھی اس ریشم جیسی نرم و گداز دوشیزہ کے عشق میں گرفتار ہوگیا تھا اور پھر جلد ہی، وہ وقت آ گیا جب اس نے پلورنیا سے شادی کر لی اور اس شادی میں کہیں نہ کہیں اس امید اور آس کا بھی دخل تھا کہ شاید پلورنیا اسے کوئی وارث دے سکے..... مگر شادی کے تین سال بعد بھی ہنوز اس کی یہ امید تشنہ تھی۔ وہ شدید آرزو اور انتہائی خواہش رکھنے کے باوجود اب تک باپ نہیں بن سکا تھا۔ ہنوز اس کا یہ خواب تشنۂ تعبیر تھا۔

لیکن سرزمینِ مصر اس کے لیے کس قدر بھاگوان اور مبارک ثابت ہوئی تھی۔ اسے یہاں پناہ ملی تھی، فتح ملی تھی، وہ ایک غاصب کی حیثیت سے آیا تھا، اب ایک مالک مختار کی حیثیت سے حکومت کر رہا تھا۔ یہاں اسے قلوپطرہ جیسی دلکش عورت کی محبت ملی تھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قلوپطرہ اس کی دیرینہ آرزو کی تکمیل کا باعث بننے جا رہی تھی۔ بہت جلد وہ اسے اولاد کی خوشی دینے والی تھی۔ یہ خوشی ایسی تھی کہ جس کے تصور سے ہی اس کا چہرہ ماہ کامل کی طرح دمکنے لگتا تھا۔

''قلوپطرہ۔'' سیزر، محبت پاش نظروں سے قلوپطرہ کو دیکھتا ہوا اس کی جانب بڑھا۔ ''تمہیں دیکھتا ہوں تو مجھے لگتا ہے دیوتاؤں نے میری کسی نیکی کے بدلے تمہیں عطا کیا۔''

قلوپطرہ دلنشیں انداز میں مسکرا کر سیزر کی طرف دیکھنے لگی۔

''تم نہیں جانتیں، مجھے اپنے وارث کی کس قدر شدت سے آرزو اور خواہش تھی۔'' سیزر نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اور یہ تمہارا مجھ پر کتنا بڑا احسان ہے کہ تم مجھے وارث دو گی..... مجھے یقین ہے بہت جلد مجھے یہ خوشی ملے گی۔''

''اگر دیوتاؤں نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا۔'' قلوپطرہ نے مسکراتے ہوئے پُریقین لہجے میں کہا۔

اور ٹھیک دس دن بعد جو کیس سیزر کی آرزو بر آئی اور اس کی آنکھوں میں بسا برسوں پرانا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگیا۔

اس شام وہ اپنے چند قابل اعتبار، وفادار اور قریبی سرداروں کے ساتھ اپنی خصوصی نشست گاہ میں موجود تھا۔ اس کے سامنے چاندی کی ایک منقش تپائی پر ساغر و مینا دھرے تھے۔ پیالا و صراحی خالص سونے سے ڈھالے گئے تھے، جن پر یاقوت و زمرد جڑے تھے۔

سیزر طلائی پیمانے سے گھونٹ گھونٹ مے سرخ کو حلق سے اتار رہا تھا۔ مگر اس کی منتظر نگاہیں دروازے پر جمی تھیں اور اس کے کان خوش خبری سننے کے لیے بے کل تھے۔

تب ہی نیم وا دروازے سے ایک خوش شکل خادمہ نمودار ہوئی۔ اس کا بے ترتیب تنفس اور سینے کا تموج اس بات کا غماز تھا کہ وہ دوڑتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہے۔

خبر ایسی تھی کہ وہ تاخیر کی سزاوار ہو ہی نہ سکتی تھی۔ وہ مصر کی عظیم ملکہ قلوپطرہ کے بیٹے کی ولادت کی خبر قلوپطرہ کے سرتاج، مصر کے حکمران جنرل سیزر کو دینے جا رہی تھی جو کہ مصر کے مستقبل کے اس نومولود حکمران کا باپ تھا۔

''مبارک ہو، اے عظیم فاتح۔'' خادمہ نے سینے پر ہاتھ رکھ کر دل کو سنبھالتے ہوئے، مسرور آواز میں کہا۔ ''آپ ایک چاند سے بیٹے کے باپ بن گئے ہیں۔''

یہ خبر سننے کے لیے برسوں سے سیزر کے کان ترس رہے تھے۔

19 سال کی عمر سے 53 سال کی عمر کے درمیانی 34 سالوں تک وہ پل پل اسی خوش خبری کے سننے کا منتظر رہا تھا۔ اس خوشی کو پانے کے لیے اس نے دیوتاؤں کے سامنے ماتھا بھی رگڑا تھا اور دامن بھی پھیلایا تھا اور شادیوں پر شادیاں بھی کی تھیں۔ مگر یہ خوشی اسے اس کی شریکِ زندگی قلوپطرہ نے دی تھی۔

آخر کار آج اس کی یہ دیرینہ آرزو پایہ تکمیل کو پہنچ گئی تھی۔

آج اس کا برسوں پرانا خواب شرمندۂ تعبیر ہوگیا تھا۔

آج وقت نے اسے وہ رشتہ عطا کر دیا تھا، جس کے لیے وہ لمحہ لمحہ تڑپتا رہا تھا۔ وہ ایک فاتح، ایک جنرل، ایک حکمران، ایک دوست، ایک شوہر اور

allurdupdfnovels.blogspot.com

ایک محبوب تھا..... مگر آج وہ باپ بھی بن گیا تھا۔

اور اس رشتے کے سامنے ہر حیثیت ہیچ لگ رہی تھی۔ ہر رشتہ بے وقعت ہو کر رہ گیا تھا۔

''کیا کہا تو نے، ایک بار پھر تو کہنا۔'' خادمہ کی بات واضح طور پر سننے اور سمجھنے کے باوجود اسے یوں لگا کہ وہ خادمہ کی بات سن اور سمجھ نہیں سکا۔

''جہاں پناہ؟ دیوتاؤں نے سرزمینِ مصر اور مصر کے عظیم فاتح جنرل سیزر کو ایک چاند سا وارث عطا کیا ہے۔''

خادمہ کی وضاحت پر سیزر کا چہرہ فرطِ مسرت سے دمکنے لگا اور دل کی بے تاب دھڑکنوں میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

''اوہ اے نیک بخت خادمہ۔'' سیزر مسرت سے لرزتے لہجے میں خادمہ سے مخاطب ہوا۔ ''تو نے مجھے میری زندگی کی سب سے اچھی خبر دی ہے، اسی لیے آج میں تجھے تیری زندگی کا سب سے قیمتی انعام دوں گا۔'' یہ کہہ کر سیزر نے سامنے تپائی پر دھری صراحی اور پیالہ اٹھا کر خادمہ کی طرف بڑھایا۔

''یہ طلائی ساغر و مینا تجھے یاد دلاتے رہیں گے کہ تو نے سیزر کو، اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوش خبری دی تھی۔''

خادمہ نے لپک کر صراحی و پیالا تھام لیا اور تقریباً دہری ہو کر شکریہ ادا کیا۔ کمرے میں موجود سرداروں نے یک زبان ہو کر سیزر کو بیٹے کی مبارکباد پیش کی۔

''فاتح حکمران کو وارث مبارک ہو۔''

''آپ سب کا بے حد شکریہ۔'' سیزر اپنی جگہ سے اٹھتا ہوا ممنون و مسرور لہجے میں بولا۔ پھر اس نے خادمہ کی طرف رُخ کر کے سوالیہ لہجے میں دریافت کیا۔ ''کیا ہم اپنے لختِ جگر اور نورِ نظر کو ایک نظر دیکھ سکتے ہیں۔''

''کیوں نہیں جناب عالی۔'' خادمہ نے مؤدبانہ لہجے میں برجستہ جواب دیا۔ ''ملکہ عالیہ کو ان کی خواب گاہ میں پہنچا دیا گیا ہے۔ آپ تشریف لے چلیے۔''

سیزر بے تاب قدموں، دھڑکتے دل اور بے چین نظروں سے قلوپطرہ کی خواب گاہ کی طرف چل دیا۔ اس کے ساتھ اس کے سردار، خدّام اور خادمائیں بھی تھیں۔

قلوپطرہ کو اس کی خواب گاہ میں پہنچا دیا گیا تھا اور نومولود کو نہلا کر ایک ریشمیں لبادے میں لپیٹ کر قلوپطرہ کے پہلو میں لٹا دیا گیا تھا۔

جب قلوپطرہ پیدا ہوئی تھی، اس وقت اس کی ماں تھروسیا کے پاس کاہنہ طوطیا کلیدس موجود تھی، برسوں بعد جب آج قلوپطرہ تخلیق کے اس عمل سے گزر رہی تھی تو آج بھی کاہنہ طوطیا اس کے پاس موجود تھی اور حسب سابق منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر ننھے نومولود کے چہرے پر دم کیے جا رہی تھی۔

قلوپطرہ آنکھیں بند کیے لیٹی تھی۔ اس کے چہرے پر پُرسکون مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ بیٹے کی ولادت نے اس کے خوابوں کو شرمندۂ تعبیر ہونے کی نوید دی تھی۔ اس نے مصر کے ہی نہیں عظیم سلطنت روم کے وارث کو بھی جنم دیا تھا اور وہ اپنے اس کارنامے پر بے حد شاداں و فرحاں تھی۔

خواب گاہ کے دروازے پر دیگر لوگ رُک گئے اور جنرل سیزر آہستگی سے قدم اٹھاتا اندر داخل ہوا۔ قدموں کی آہٹ پر قلوپطرہ نے آنکھیں کھول کر دروازے کی طرف دیکھا۔ سامنے سیزر کو دیکھ کر اس کے چہرے پر محبت بھری فاتحانہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

''آپ کو اپنا ولی مبارک ہو۔'' اس نے شیریں لہجے میں اسے مبارکباد دی۔

''اوہ قلوپطرہ!'' سیزر نے آگے بڑھ کر بے تابانہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے، مسرور لہجے میں کہا۔ ''میری ہر فتح، ہر کامیابی، یہ مقام، یہ زندگی..... اور میری زندگی کی یہ سب سے بڑی خوشی صرف اور صرف تمہاری مرہون منت ہے۔''

''روم و مصر کے تاج اور میرے سرتاج'' قلوپطرہ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے محبت پاش لہجے میں جواب دیا۔ ''یہ تمہارا بڑا پن ہے، جو تم یہ بات مانتے ہو ورنہ حقیقت یہ ہے کہ تم زمین پر دیوتاؤں کا روپ ہو اور کامیابیاں و خوشیاں تمہارے قدموں پر نثار ہونے کے لیے ہی بنائی گئی ہیں۔ تم روم و مصر کے حکمران ہو، تم ملکہ قلوپطرہ کے دل کے حکمران ہو۔''

تب ہی ننھے سے بچے نے مچل کر اپنی موجودگی کا احساس دلایا اور کاہنہ طوطیا نے نومولود کو آغوش میں سمیٹ کر جنرل کی طرف بڑھایا۔

''اوہ..... میرا لختِ جگر..... میرے دل کا ٹکڑا۔'' جنرل سیزر بے تابانہ بچے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

نومولود کی شکل و شباہت ہو بہو سیزر جیسی تھی۔ ویسی ہی کشادہ پیشانی، بڑی بڑی خمار آلود آنکھیں، مضبوط اور جفاکشی کا اظہار کرتی رخساروں کی اُبھری ہوئی ہڈیاں اور باریک گلابی ہونٹ..... سیزر کئی لمحوں تک یک ٹک ننھے بچے کو تکتے گیا۔ یہ مماثلت اور مشابہت اس کے لیے حیرت انگیز ہونے کے ساتھ مسرت آمیز بھی تھی۔ وہ بیٹے کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہوا تھا۔ اس کے انگ انگ سے مسرت و انبساط کے سوتے پھوٹتے محسوس

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہو رہے تھے۔

''تم نے دیکھا سرتاج۔'' قلوپطرہ نے عوام الناس میں جب سے اپنی اور سیزر کی شادی کی خود ساختہ خبر پھیلائی تھی۔ اس کے بعد سے اسے سرتاج کہنا شروع کر دیا تھا۔

''ہاں، ہاں جانِ سیزر۔'' سیزر نے مسرت سے لرزتے لہجے میں جواب دیا۔ ''یہ بچہ میری زندگی کی میراث ہے، یہ میرے دل کا ٹکڑا ہے، یہ مجھ سے کس قدر مشابہ ہے۔''

''کیونکہ یہ تمہارا خون ہے، تمہارے وجود کا حصہ ہے، اسی لیے یہ تم سے اس قدر مشابہ ہے۔'' قلوپطرہ نے پُر یقین لہجے میں جواب دیا۔ ''اور اسی لیے میں نے سوچا ہے کہ اس کا نام ''سیزرین'' (Caesarion) رکھا جائے۔ سیزرین یعنی چھوٹا سیزر۔'' یہ کہہ کر قلوپطرہ نے تائید طلب نگاہوں سے کاہنہ طوطیا کلیدس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔ ''آپ کیا کہتی ہیں مقدس ماں۔''

''نام عمدہ، مبارک اور قابل تعریف ہے۔'' طوطیا نے مسکرا کر جواب دیا۔ ''باقی جو شاہِ مصر سیزر کی مرضی۔''

''میری ہر مرضی اور ہر خوشی قلوپطرہ کی رضا کی تابع ہے۔'' سیزر نے ننھے سیزرین کو سینے سے لگاتے ہوئے ایک جذب کے سے لہجے میں جواب دیا۔ ''میرے دل کی ملکہ قلوپطرہ نے میرا ہم شکل بیٹا اور میرے نام سے نسبت رکھتا، یہ پیارا نام دے کر مجھے ہمیشہ کے لیے خرید لیا ہے۔''

ملکہ قلوپطرہ کے حسین چہرے پر دلنشین مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس کی سبزی مائل نیلگوں آنکھوں سے ایک عجب سا فاتحانہ غرور ٹپک رہا تھا۔ سیزرین دے کر اس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سیزر کو جیت لیا تھا۔ نا صرف سیزر کو بلکہ اس کے وطن روم کو بھی..... اب اس کی آنکھوں میں صرف ایک ہی خواب بسا تھا کہ سیزر کو روم کا مطلق العنان حکمران مان کر، سیزرین کو بھی مصر اور روم کا ولی عہد تسلیم کر لیا جائے۔

❀✪❀

اسکندریہ کے ساحل پر واقع شاہی قصر دلہن کی طرح سجا ہوا تھا۔ اس کی فصیلوں، دریچوں، منڈیروں اور چوباروں پر ہزاروں چراغ جھلملا رہے تھے..... اور یہ چراغ شاہی قصر میں ہی نہیں پورے اسکندریہ بلکہ پورے مصر میں ہو رہا تھا۔ ہر گلی کوچہ سجا ہوا تھا۔ کہیں ڈھول تاشے بجائے جا رہے تھے، تو کہیں خوشی کے شادیانے گونج رہے تھے۔ پُر مسرت دھنوں پر لوگ محو رقص تھے۔ ہر چہرہ دمک رہا تھا۔ ہر لب پر تبسم تھا تو ہر دل مسرور شاد ماں۔

اہل مصر اس خوشی و مسرت کا اظہار آخر کیوں نہ کرتے؟ آج مصر کی حسین ملکہ جو خاندان بطلیموس کی وارث تھی اور مشتری دیوتا کے انسانی روپ جولیس سیزر کے سنجوگ سے جو سلطنت مصر کا وارث پیدا ہوا تھا، وہ اسے سلطنت روم کے تخت و تاج کا وارث بھی مانتے ہوئے بے حد خوشی محسوس کر رہے تھے۔

سیزر نے بھی خزانوں کے منہ کھول دیئے تھے۔ پورے مصر میں جشن کا سا سماں تھا۔ ہر شہر، ہر دیہات، ہر کوچہ و بازار میں خوشیاں رقصاں تھیں اور مسرت بھرے گیت گونج رہے تھے۔ سلطنت مصر کے طول و عرض میں جہاں جہاں تقریبات منائی جا رہی تھیں، ان تقریبات اور جشن کے تمام اخراجات شاہی خزانے کی طرف سے ادا کیے گئے تھے اور پوری سلطنت میں سیزرین کی پیدائش کے بعد یہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ ولی عہد کی ولادت کی خوشی میں پورے ملک کی آبادی کو ایک ماہ تک مصری حکومت کی طرف سے تیار شدہ کھانا مہیا جائے گا۔

قلوپطرہ اور جنرل سیزر کی طرف سے عوام پر نوازشات کی بارش اور ایک ماہ کی اس طویل ضیافت کے بہترین نتائج حاصل ہوئے تھے۔ اہل مصر ملکہ کے ساتھ جنرل کے بھی دلدادہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے اسے دل سے قلوپطرہ کا شریکِ حیات اور سلطنتِ مصر کا حکمران تسلیم کر لیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پورے مصر پر چھا گیا تھا۔

جولیس سیزر اپنی چند ہزار فوج کے ساتھ جنرل پومپی کے تعاقب میں جب اسکندریہ میں داخل ہوا تھا، تو اس نے کب سوچا تھا کہ یہ شہر اس کے لیے محبت و مسرت کا گہوارہ بن جائے گا، جس قصر میں وہ ایک غاصب کی حیثیت سے داخل ہوا تھا، اسی قصر کا وہ مالک و مختار بن جائے گا اور اس قصر کی ملکہ، ملکہ قلوپطرہ اس کے دل کی ملکہ بن جائے گی۔

وہ قلوپطرہ کو دل کی گہرائیوں اور تمام تر سچائیوں سے چاہتا تھا۔ وہ اس کے دل نواز چہرے اور دل آویز وجود کا مداح تھا بلکہ اس کا بے حد ممنون اور مشکور بھی تھا۔ قلوپطرہ جیسی ساحرہ نے اس 52 سالہ ادھیڑ عمر مرد کو نا صرف اپنے دل میں جگہ دی تھی بلکہ مصر کے عوام الناس کی نگاہوں میں اسے جگہ دلوانے کے لیے بھی ایک اہم رول ادا کیا تھا۔

اس نے سیزر کو مشتری دیوتا کا اوتار مشہور کر کے لوگوں کی نگاہوں میں معتبر اور محترم بنا دیا تھا۔ وہ جب پُر یقین لہجے میں اسے سلطنت مصر کا بادشاہ

allurdupdfnovels.blogspot.com

اور اپنے دل کے نگر کا شہنشاہ کہتی تھی، تو سیزر کا پورا وجود احساسِ ممنونیت سے سرابور ہو جاتا۔

''اے جانِ سیزر۔'' وہ قلوپطرہ کو اپنی پناہوں میں سمیٹتے ہوئے تشکر بھرے لہجے میں کہتا۔ ''اگر تمہاری محبت اور تعاون ساتھ نہ ہوتا تو میں شاید مصر تو فتح کر لیتا مگر اہل مصر کے دل جیتنے میں ناکام رہتا۔ اگر آج مصری مجھے رومی کے بجائے اپنا حکمران تسلیم کرتے ہیں تو یہ سب کچھ تمہاری رفاقت کا ہی کرشمہ ہے۔ ورنہ سیزر تو ایک کھردرا جنرل تھا اور وہ ایک جنرل کی طرح ہی اسکندریہ میں داخل ہوا تھا۔''

''اے مصر کے تاج اور قلوپطرہ کے سرتاج۔'' قلوپطرہ نے محبت پاش نظروں سے اس کیآ نکھوں میں جھانکتے ہوئے، الفت بھرے پُر یقین لہجے میں کہا۔ ''اپنے ذہن سے اس خیال کو کھرچ ڈالو کہ تم محض ایک جنرل تھے اور اب بھی محض ایک جنرل ہو۔ مصر میں آنے اور میرے روح میں سمانے کے بعد تمہارا انسانی پیکر دیوتا مشتری کے قالب میں ڈھل گیا تھا۔ اب تم دنیا کے تمام انسانوں سے بلند اور بالاتر ہو، جس طرح اہل مصر مجھے دیوی سمجھتے ہیں، اسی طرح تم بھی ان کے لیے مافوق الفطرت اور قابل پرستش ہو گئے ہو۔''

''جانِ سیزر۔'' سیزر نے قلوپطرہ کی صندلی پیشانی پر مہر محبت ثبت کرتے ہوئے بے حد ممنونیت بھرے لہجے میں کہا۔ ''تم نے ایک اکھڑ جنرل کو ایک اوتار کا روپ دے دیا ہے۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم دیوتاؤں کی طلسمی طاقت سے مصری عوام کے دلوں پر حکومت کرتی ہو۔''

''اور میں اپنی انہی طلسماتی طاقتوں کے زیر اثر کچھ اور بھی دیکھ رہی ہوں۔'' قلوپطرہ نے ایک غیر مرئی نقطے پر نظریں مرتکز کرتے ہوئے، کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔ ''میں خود کو مصری عوام کی طرح رومی عوام پر بھی حکومت کرتے دیکھ رہی ہوں۔''

یہ کہہ کر قلوپطرہ نے سرور بھرے انداز میں آنکھیں بند کر لیں اور دھیرے سے بولی۔ ''میں اپنی بند آنکھوں سے دیکھ رہی ہوں کہ رومتہ الکبریٰ کے زرنگار تختِ شاہی پر تم ایک مطلق العنان شہنشاہ اور قیصر روم کی حیثیت سے براجمان ہو اور تمہارے پہلو میں، میں ملکہ روم کی حیثیت سے جلوہ افروز ہوں۔'' قلوپطرہ نے آنکھیں کھول کر نیم باز آنکھوں سے سیزر کی طرف دیکھا، اس کی خمار آلود نظروں سے چھلکتی شراب کی سی مستی نے سیزر کو بن پیئے ہی مدہوش کر دیا تھا۔ وہ مسحور و بے خود سا اسے تکے جا رہا تھا۔

''اے دیوتاؤں کی طلسمی تجلیات کی حامل حسین ساحرہ۔'' چند لمحوں بعد اس نے خواب کے سے لہجے میں جواب دیا۔ ''مجھے یقین ہے تم جو کچھ کہتی ہو..... آخر کار تمہاری وہ پیش گوئی سچ ثابت ہوتی ہے۔ تم نے میرے وارث کی پیدائش کی پیش گوئی کی تھی جس کے ثبوت کے طور پر آج میں سیزرین کا باپ ہوں۔ اب اگر تم یہ کہتی ہو کہ مجھے روم کے تخت و تاج پر اپنا تسلط قائم کرنا چاہیے..... تو، یقیناً تم درست ہی کہتی ہو گی۔ یہ سچ ہے کہ میں ایک عظیم فاتح ہوں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مجھ میں اتنی طاقت اور لیاقت ہے کہ اپنے لشکر کے ساتھ، میں تمام علاقوں اور حکومتوں پر قبضہ کر سکتا ہوں لیکن ان تمام طاقتوں اور فتوحات کے باوجود میں روم تخت و تاج کا وارث نہیں بن سکتا کیونکہ دستور کے مطابق میں کتنا ہی بڑا جنرل کیوں نہ ہو جاؤں، ایک معمولی شاہ زادے کا ہم پلہ نہیں ہو سکتا اور تختِ شاہی کے دعویٰ دار کے لیے ضروری ہے کہ اس کی رگوں میں شاہی خون دوڑتا ہو اور اس کا تعلق کسی شاہی خانوادے سے ہو۔ اس ناتے میں خود کو روم کے تخت پر بیٹھنے اور عوام پر حکومت کرنے کا اہل نہیں پاتا۔''

قلوپطرہ کو اس کا اعتراف پسند نہیں آیا تھا، سو اس نے اس کی طرف برق پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے تنبیہی لہجے میں کہا۔ ''تم یہ بات کیوں نہیں بھول جاتے کہ تم صرف ایک جنرل ہو، تم ایک فوق البشر اور مشتری دیوتا کا انسانی روپ ہو اور تم نے مصر کی ملکہ قلوپطرہ سے رشتہ ازدواج جوڑ کر شاہ زادوں جیسے حقوق حاصل کر لیے ہیں۔ اب تم بلا خوف و خطر سلطنت روم کے تاجدار ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہو۔ اہل مصر کی طرح اہل روم بھی تمہیں بلا پس و پیش اپنا حکمران تسلیم کر لیں گے۔ پھر ہمارا لاڈلا بیٹا سیزرین مصر کے ساتھ روم کی حکومت کا بھی وارث بن جائے گا۔''

❀✪❀

سیزر کو اب مصر میں مزید قیام کی ضرورت نہ تھی۔

قلوپطرہ کو اہل مصر دل کی تمام تر گہرائیوں اور سچائیوں کے ساتھ اپنی ملکہ تسلیم کر چکے تھے اور ولی عہد سیزرین کی ولادت کے بعد سے اس کی نگاہوں میں قلوپطرہ کا مقام و احترام اور بھی بڑھ گیا تھا۔

اب قلوپطرہ کی حکومت کو کسی جانب سے کوئی خطرہ لاحق نہ تھا۔ چنانچہ ہر طرف سے مطمئن ہو کر سیزر نے روم جانے کا فیصلہ کر لیا۔

سیزر کے اس فیصلے میں قلوپطرہ کی رضا اور خوشی بھی شامل تھی۔

کہاں تو وہ سیزر کی شب بھر کی جدائی بھی برداشت نہ کر پاتی تھی، کہاں وہ اسے مہینے بھر کے لیے روم بھیجنے کے لیے بخوشی آمادہ ہو گئی تھی۔ مصر کے ساتھ روم کی ملکہ بننے اور اپنے بیٹے کو روم کا بھی ولی عہد بنانے کے شوق میں اس نے جدائی کا یہ زہر پینے کے لیے خود کو تیار کر لیا تھا۔

سیزر کی روانگی کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

وہ رات اسکندریہ کے قصر میں سیزر کی آخری رات تھی۔ اگلی صبح اسے روم کی طرف کوچ کر جانا تھا۔ گو کہ یہ طے تھا کہ وہ مہینے بھر بعد قلوپطرہ اور سیزرین کو روم بلا لے گا..... مگر مہینے بھر کی یہ جدائی، اسے بے حد شاق گزر رہی تھی۔ جدائی کی وہ آخری رات اس نے قلوپطرہ کی گھنی زلفوں کی مشکبار چھاؤں میں گزاری تھی اور اگلی صبح خاورِ نو کے طلوع ہوتے ہی وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

''اے میرے دل کی ملکہ، اے میرے لختِ جگر کی ماں، اب تم مجھے روم جانے کی اجازت دو تا کہ میں وہاں پہنچ کر وہ منصب حاصل کر سکوں جس کا میں اہل ہوں۔''

''بے شک تم سلطنت روما کے مطلق العنان حکمران بننے کے اہل ہو۔'' قلوپطرہ نے پُر یقین لہجے میں جواب دیا۔ ''تم جاؤ..... اہل روم تمہارے قدم چومیں گے، کیونکہ تم تمام رومیوں سے افضل و برتر ہو، دیوی قلوپطرہ کے سرتاج ہو، اسی ناتے روم کے تخت و تاج پر تمہارا حق بنتا ہے۔''

''مجھے تمہاری ہر بات پر پورا یقین ہے۔'' سیزر نے آنکھیں بند کرتے ہوئے جذباتی لہجے میں کہا۔ ''مگر تمہاری محبت میرے رگ و پے میں اس طرح سرایت کر گئی ہے کہ تم سے جدائی کا تصور بھی میرے لیے سوہانِ روح ہے..... مگر۔''

''مگر۔'' قلوپطرہ نے اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھتے ہوئے سرگوشی کی۔ ''مگر تمہیں مجھ سے جدا ہو کر روم جانا ہی ہوگا کیونکہ تمہارے روم جانے سے ہی میری اور ننھے سیزرین کی تقدیریں جڑی ہوئی ہیں۔''

''ہاں جانِ سیزر۔'' وہ کرب بھرے لہجے میں بولا۔ ''مجھے تمہاری جدائی کا زہر پینا ہی ہوگا۔ سیزرین کو چھوڑ کر جانا ہی میرے لیے کوئی آسان بات نہیں ہے۔ اس کے مستقبل اور تمہاری خوشی کی خاطر میرا جانا ضروری ہے۔ وہاں کے حالات پر قابو پاتے ہی میں تمہیں بلا بھیجوں گا اور تم لمحہ بھر کی تاخیر کیے بغیر سیزرین کو ساتھ لے کر میری دنیا میں چلی آنا۔''

''میرے محبوب، میری دنیا تم ہو..... میری ہر خوشی اور ہر تمنا تم ہو..... میں لمحہ لمحہ تمہارے بلاوے کا انتظار کروں گی اور تمہارا پیغام ملتے ہی ہوا کے دوش پر سوار تمہارے قدموں میں پہنچ جاؤں گی۔''

''مگر جدائی کے یہ تیس دن کس طرح گزریں گے؟''

سیزر کے لہجے میں کرب و اضمحلال کو محسوس کرتے ہوئے قلوپطرہ نے تاج زریں سے آراستہ اپنا خوبصورت سر اس کے مضبوط کاندھے پر رکھتے ہوئے قدرے افسردہ لہجے میں کہا۔

''وہ تمہارا وطن ہے۔ تمہارا گھر ہے۔ تمہارے دوست ہیں اور وہاں تمہاری بے حد حسین و جواں سال بیوی پلورنیا بھی ہے، جو تم سے بے پناہ محبت کرتی ہے۔ ذرا میری طرف دیکھو اور میرے بارے میں سوچو..... تمہارے سوا، اس بھری دنیا میں، میرا تو کوئی بھی نہیں ہے، نہ کوئی اپنا نہ پرایا، نہ کوئی دوست نہ چاہنے والا..... سوچو تمہارے جانے کے بعد میں کس قدر تنہا ہو جاؤں گی..... اس لیے میرے محبوب..... تم روم جا کر مجھے فراموش نہ کر دینا اور حالات کو زیرِ نگیں کرتے ہی مجھے اپنے پاس بلا لینا..... تمہاری جدائی کا ایک ایک لمحہ میرے لیے صدیوں پر محیط ہوگا اور یہ جدائی زہر بن کر میری رگوں میں اترتی رہے گی اور میرے حسن و شباب کو مسموم کرتی رہے گی۔''

''جانِ سیزر اپنا خیال رکھنا۔'' قلوپطرہ کے اظہارِ محبت نے سیزر کو خاصی طمانیت اور تقویت دی تھی۔ سو وہ دل کو مضبوط کر کے بولا۔ ''اگر دیوتاؤں نے چاہا تو جدائی کے یہ دن جلد ہی ختم ہو جائیں گے اور ہم ایک بار پھر مل جائیں گے۔ پھر کبھی جدا نہ ہونے کے لیے۔''

شدتِ جذبات سے سیزر کی آواز بھرّا گئی تھی۔ خود قلوپطرہ کے آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر رخساروں پر بہہ نکلنے کو بے تاب تھے۔ مگر اس نے بصد مشکل خود کو اظہارِ گریہ سے روکا ہوا تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے ذرا سی بھی کمزوری دکھائی تو سیزر اپنا سفر ملتوی کر دے گا اور اس طرح اس کا اور اس کے بچے کا مستقبل تاریک ہو جائے گا اور مصر کے ساتھ سلطنت روم کی ملکہ کہلوانے اور سیزرین کو مصر و روم کی مشترکہ حکومت کا وارث بنانے کا اس کا خواب زریں تشنۂ تعبیر رہ جائے گا۔

❀✪❀

سیزر کی روانگی کی خبر پورے مصر میں پھیل چکی تھی۔

اب وہ کوئی غیر ملکی فاتح اور غاصب نہ تھا بلکہ مصریوں نے اسے بطلیموس خاندان کی ملکہ قلوپطرہ کا شوہر، مشتری دیوتا کا انسانی روپ اور سلطنتِ مصر کے ولی عہد سیزرین کا باپ تسلیم کر لیا تھا۔ جس طرح قلوپطرہ ان کی اپنی حکمران تھی، بالکل اسی طرح وہ سیزر کو بھی اپنا بادشاہ ماننے لگے تھے اور قلوپطرہ اور سیزرین کی طرح وہ بھی انہیں اپنا اپنا اور عزیز لگنے لگا تھا۔

جب انہیں سیزر کی روانگی کی خبر ملی تو وہ اپنی ملکہ کے سرتاج کو رخصت کرنے کے لیے ساحل پر امڈ آئے۔ دوپہر تک ساحل پر میلوں دور تک

allurdupdfnovels.blogspot.com

صرف انسانی سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے۔لگتا تھا پورا شہر اپنے فاتح جنرل کو الوداع کہنے جمع ہو گیا ہے۔

سیزر ایک چھوٹے مصری بیڑے کے ساتھ روم جا رہا تھا۔مصری جہاز پر مصر کے ساتھ روم کے جھنڈے بھی لہرا رہے تھے۔

سیزر کی رخصتی کا منظر بڑا رقت آمیز تھا۔مصر میں وہ تقریباً ایک سال قیام کے بعد اور مصریوں کو ان کے تخت و تاج کا وارث دے کر اپنے ملک روم واپس جا رہا تھا۔مصری اسے آہ و گریہ کے ساتھ رخصت کر رہے تھے اور ساتھ ہی دعا گو تھے کہ روم کا یہ مردِ آہن جلد واپس آئے اور مصر کو خوشحال و پُرامن بنائے۔

سیزر نے جہاز پر سوار ہونے سے قبل ایک ماہ کے ننھے سیزرین کو آغوش میں بھر کر اپنے سینے میں چھپا لیا اور کتنی ہی دیر اسے اپنے سینے سے لگائے اس کے وجود کی حدت کو محسوس کرتا رہا۔ننھا سیزرین گہری نیند میں تھا۔دباؤ محسوس کر کے وہ بیدار ہو کر منہ بسورنے لگا تھا۔

قلوپطرہ نے مسکراتے ہوئے پُرمزاح انداز میں کہا۔"سیزرین،تمہارے جانے پر منہ بسور رہا ہے۔"

"کاش میں سیزرین اور تمہیں اپنے ساتھ لے جا سکتا۔"سیزر نے کرب بھرے لہجے میں کہا۔

قلوپطرہ نے فوراً اسے تشفی دی۔"سیزر،کیسی بات کرتے ہو،تم ایک بہادر اور جی دار مرد ہو۔حوصلے پست کرنے والی ایسی باتیں تمہیں زیب نہیں دیتیں۔میری طرف دیکھو۔میں کس قدر پُرسکون ہوں۔تم دیوتاؤں کے حکم سے روم جا رہے ہو،وہاں کے حالات درست ہوتے ہی تم مجھے اطلاع دینا،میں سیزرین کو لے کر فوری طور پر تمہارے پاس پہنچ جاؤں گی۔"

"اچھا جانِ سیزر"سیزر نے بچے کو قلوپطرہ کی آغوش میں دیتے ہوئے کہا۔"اب مجھے خود سے یعنی اپنی جان سے جدا ہونے کی اجازت دو۔"اتنا کہہ کر وہ تیزی سے جہاز پر سوار ہو گیا۔

قلوپطرہ بے حد مضبوط دل و دماغ اور فولادی اعصاب کی مالک تھی مگر جدائی و فرقت کے اس لمحے نے اسے موم کی طرح پگھلا دیا تھا اور اس کی آنکھوں کی گہری جھیلیں گرم پانیوں سے بھر گئی تھیں۔مبادا کوئی اس کے آنسو نہ دیکھ لے،اس نے جلدی سے اپنی پلکوں کی جھالر آنکھوں پر گرا لی۔

دخانی جہاز نے ایک پُرشور بھونپو کے ساتھ سفر کا آغاز کیا اور بحرِ روم کا سینہ چیرتا آگے بڑھا۔سیزر عرشے پر کھڑا تھا۔اس کی نگاہیں پری چہرہ قلوپطرہ پر جمی ہوئی تھیں۔

ساحل پر موجود مصریوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر میں ایک ہلچل کی سی کیفیت تھی۔سب لوگ پرزور انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر اپنے محبوب بادشاہ کو الوداع کہہ رہے تھے۔قلوپطرہ کے آہنی وجود میں ایک غیر محسوس سی شکست و ریخت کی سی کیفیت طاری تھی۔اس کا دل پگھل کر آنکھوں سے بہہ نکلنے کو بے تاب تھا مگر وہ بصد مشکل خود کو مضبوط ثابت کرنے کی کوشش میں لگی ہوئی تھی۔"

دیکھتے ہی دیکھتے سیزر کے جہاز نظروں سے دور چلے گئے تھے۔

سیزر کے رخصت ہوتے ہی،اسے رخصت کرنے کے لیے آنے والے شہری بھی دھیرے دھیرے روانہ ہونے لگے.....مگر قلوپطرہ جس جگہ کھڑی تھی،کھڑی رہی،گویا پتھر کی ہو گئی تھی۔اس کی بے تاب نگاہیں نظروں سے دور جاتے جہازوں پر جمی ہوئی تھیں اور دل کی دھڑکن اس قدر مدھم ہو گئی تھی،جانو دل تھمنے کو ہے۔اسی کیفیت میں گھنٹہ بیت گیا مگر اس کی مضطرب نگاہیں اب بھی سمندر کے بسیط سینے پر سیزر کے نظروں سے اوجھل ہونے والے جہازوں کے سیاہ دھبوں کو تلاش کر رہی تھیں۔

سیزرین اس کے سینے سے لگا سو رہا تھا اور اس کے حفاظتی دستے کے سپاہی اور شاہی محل کے خدام و خادمائیں اس کے پیچھے خاموش و مؤدب کھڑے اس کے انہماک ٹوٹنے کا انتظار کر رہے تھے۔وہ اسی کیفیت میں جانے ابھی اور کتنی دیر تک رہتی کہ اچانک ننھے سیزرین نے نیند سے بیدار ہو کر رونا شروع کر دیا۔

بچے کے رونے سے وہ یوں چونکی،جیسے اب تک گہری نیند میں ڈوبی رہی ہو۔

"قلوپطرہ میری بچی،اب واپس چلو۔"عظیم کاہنہ طوطیا کلیدس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا اور آنکھ کے اشارے سے آیا کو بچے کو اپنے گود میں لینے کا حکم دیا۔

آیا نے لپک کر ننھے سیزرین کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ہاتھ خالی ہوتے ہی قلوپطرہ کی جانب پلٹ گئی اور بے ساختہ اس نے اپنے بازو طوطیا کے گرد حمائل کر کے اس کے سینے پر سر رکھ دیا تھا۔اس کی دراز گھنی پلکیں آپ ہی آپ بھیگتی چلی گئی تھیں۔جانے کب کے رُکے آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر بہہ نکلے تھے اور طوطیا کا لباس بھگونے لگے تھے۔

"قلوپطرہ!تم کوئی عام عورت نہیں ہو۔"چند لمحوں بعد طوطیا کلیدس نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔"تم مصر کی ملکہ اور آسمانی دیوی ہو۔اس طرح

allurdupdfnovels.blogspot.com

سب کے سامنے آنسو بہانا تمہیں زیب نہیں دیتا.....اور ویسے بھی تم جانتی ہو، یہ دکھ اور یہ آنسو حسن و شباب کو تباہ کرنے کے مؤثر ترین ہتھیار ہیں۔ تمہیں خود کو ان سے بچا کر رکھنا ہے تاکہ آخری لمحوں تک تمہارا یہ حسن بے مثال رہے اور رہتی دنیا تک تمہارے حسن کی مثال دی جاتی رہے۔"

قلوپطرہ نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں پونچھ ڈالیں اور سیدھی ہوگئی۔ اسے طوطیا کلیدس کی بات سمجھ آ گئی تھی۔ اسے دنیا میں سب سے زیادہ اپنا حسن و شباب عزیز تھا۔ پھر اسے اپنی حکومت بہت پیاری تھی اور وہ مصر کے ساتھ روم کی ملکہ بن کر حکومت کرنے کی خواہاں تھی، اسی لیے تو اس نے سیزر کو خود سے دور جانے کی اجازت دے دی تھی۔ چاہت کی اس گنتی میں سیزر کا تیسرا نمبر تھا، اس لیے قلوپطرہ کو اس کے فراق میں یوں آنسو بہانے کی چنداں حاجت نہ تھی۔ وہ اپنی اس جذباتی کیفیت پر قدرے شرمسار ہوتے ہوئے قصر کی طرف چل دی۔

اسکے دل و ذہن سے دکھ کا وقتی بادل چھٹ چکا تھا۔ اب وہ خود کو پہلے کی طرح پرسکون اور مضبوط محسوس کر رہی تھی۔

❀✪❀

اُبھرتے سورج کی سنہری کرنوں نے روم کے آسمان کی نیلاہٹوں میں سنہرا پن گھول دیا تھا۔ ہوا کے نرم جھونکے نوخیز کرنوں کی پھوار میں بھیگے اپنے اندر نوشگفتہ غنچوں کی مہکار سموئے دریائے ٹائبر کے اس پار روم کی کشادہ سڑکوں اور عالیشان محلوں میں خراماں خراماں سرگرداں تھے۔

چھتنار درختوں سے گھرے اس عالیشان بلند و بالا مکان میں سیزر کی سب سے چھوٹی بیوی پلورنیا رہتی تھی۔ اس کی باقی چار بیویوں میں سے دو کا انتقال ہو چکا تھا اور دو اس کے بھائی کے ساتھ سرحدی شہر میں رہتی تھیں۔

پلورنیا صبح خیز واقع ہوئی تھی۔ صبح کاذب کی پہلی کرن کے ساتھ بیدار ہو جاتی تھی۔ پھر وہ مکان کے ایک گوشے میں قائم عبادت خانے میں چلی جاتی تھی، جہاں ایک کارنس پر کئی چھوٹے بڑے بت نصب تھے۔ ان میں سے ایک گیدڑ کے سر والا انوبس دیوتا کا بھی بت تھا، جس کے بارے میں عام تصور یہی تھا کہ وہ ہر سو سال کے بعد ایک وجیہ و شکیل طاقتور اور شاندار نوجوان کے روپ میں دنیا میں وارد ہوتا ہے۔

پلورنیا سر جھکا کر اور ہاتھ جوڑ کر انوبس دیوتا کے گیدڑ نما سر والے بت کے سامنے مؤدبانہ بیٹھ گئی تھی اور اس نے منہ ہی منہ میں حسب معمول دعا کا آغاز کر دیا۔

"اے آسمانی دیوتا، میں تجھ سے یہ نہیں کہتی کہ تم انسانی روپ دھار کر میرے پاس چلے آؤ۔ میں صرف یہ گزارش کرتی ہوں کہ کسی بھی طرح میرے خاوند جولیس سیزر کو مصر کی اس جادوگردی کے سحر سے نکال کر میرے پاس لے آؤ۔ اس کی یاد میں تڑپتے اس کا انتظار کرتے، ایک سال پورا ہونے کو ہے۔ آخر میری مراد کب پوری ہوگی آسمانی دیوتا؟"

دعا مانگتے مانگتے پلورنیا پر رقت طاری ہوگئی اور اس کی دراز ریشمی پلکیں بھیگتی چلی گئی تھیں۔

عبادت اور دعا سے فارغ ہو کر وہ مکان کے بیرونی دالان میں چلی آئی۔ دالان کے کھلے دروازے کے بیچوں بیچ بانس کی تیلیوں سے بنا ایک چھوٹا پنجرہ لٹکا ہوا تھا، جس میں سرخ چونچ اور سبز پروں والا ایک طوطا بند تھا۔ پلورنیا نے بے حد محنت اور کوشش سے اس طوطے کو باتیں کرنا سکھا دی تھیں۔ اب وہ تنہائی میں، کرب کے لمحوں میں طوطے سے باتیں کیا کرتی تھی۔ اسے دیکھتے ہی طوطا خوشی سے ہمکنے لگا.....اور زور زور سے پھڑ پھڑا کر چلّانے لگا۔

"جنرل سیزر کی حسین بیوی، آج کوئی خوشی کی خبر آنے والی ہے۔"

"چھوڑو بھی۔" پلورنیا بے دلی سے مسکرائی۔ "تم روز صبح صبح یہ خوش خبری دیتے ہو، مگر کوئی اچھی خبر کے بجائے ہمیشہ ہی بری خبریں ملتی ہیں۔ جنرل سیزر نے مصر کی شاہ زادی قلوپطرہ سے شادی کر لی۔ پھر وہ اس کے بیٹے کا باپ بھی بن گیا۔ یہ ساری خبریں مجھے اس دن ملیں، جب تم نے مجھے صبح ہی صبح کسی خوش خبری کی نوید دی۔"

طوطا، پلورنیا کی باتوں کا مفہوم نہیں سمجھ سکا تھا، اس لیے وہ اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر پنجرے میں رکھے سبز امرود کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پلورنیا آہستگی سے چلتی مکان کے احاطے میں ایستادہ اونچے تناور درختوں میں سے ایک کے نیچے رکھے کین کے کاؤچ پر جا بیٹھی۔ اس کے حسین چہرے سے ملال اور کرب کا اظہار ہو رہا تھا اور حسین جھیل سی گہری آنکھوں سے افسردگی جھانک رہی تھی۔ سیزر کی بے وفائی نے اسے جیتے جی مار دیا تھا۔

چار سال قبل سیزر سے اس کی پہلی ملاقات ایک شاہی تقریب میں ہوئی تھی۔ والدین کے انتقال کے بعد وہ ان دنوں تنہائی اور عدم تحفظ کا شکار تھی۔ جانے کیوں سیزر کو دیکھتے ہی اسے یوں محسوس ہوا کہ یہی وہ شخص ہے، جو اس کی ویران زندگی میں بہار کے رنگ بھر سکتا ہے۔ پہلی ہی نظر میں وہ سیزر پر فریفتہ ہوگئی۔ سیزر بھی اس کے حسن اور رعنائی سے متاثر ہوا۔ وہ حسین عورتوں کا ہمیشہ سے رسیا رہا تھا مگر جب اسے پتہ چلا کہ پلورنیا

allurdupdfnovels.blogspot.com

اس سے شادی کی آرزومند ہے تو وہ ایک دم سے پیچھے ہٹ گیا۔ مگر پلورنیا اس کے عشق میں اتنی آگے جا چکی تھی کہ اس کا واپس پلٹنا ممکن ہی نہ تھا۔

اور کرب و بلا اونارسائی کے ان اذیت ناک لمحوں میں اس نے سیزر کے انتہائی عزیز اور قریبی دوست بروٹس سے مدد کی درخواست کی۔

جنرل سیزر ایک لائق، قابل اور تجربہ کار فوجی ہونے کے ساتھ ایک اچھا دوست نواز انسان بھی تھا۔ وہ اچھے اور پُرخلوص دوستوں کا ایک بڑا حلقہ رکھتا تھا۔ مگر ان دوستوں کے جم غفیر میں دوست اس کے بے حد قریب تھے۔ ایک اس کا نائب انطونی، جو سیزر کی بے حد عزت کرتا تھا اور اس کی صلاحیتوں کا دل سے معترف تھا۔ دونوں میں پرخلوص دوستی بھی تھی۔ انطونی، سیزر کا وفادار اور خیر خواہ دوست تھا۔ اسی کوشش کی وجہ سے سیزر کو روم کا حکمران تسلیم کیا گیا تھا۔ وہ سیزر سے کبھی لاتعلق اور بے خبر نہیں رہتا تھا۔ نائب ہونے کے ناتے وہ ہمیشہ ہی سیزر سے رابطے میں رہتا تھا۔

اور سیزر کا دوسرا قریب ترین دوست بروٹس تھا۔

بروٹس، انطونی سے کہیں زیادہ سیزر کا عزیز دوست تھا۔ بروٹس اور سیزر کا بچپن ایک ساتھ کھیل کر اور ایک ساتھ تعلیمی مدارج طے کرتے گزرا تھا۔ پھر ان دونوں نے اوائل جوانی میں ایک ساتھ ہی فوج کی ملازمت اختیار کی تھی اور سیزر اپنی اہلیت اور لیاقت کی بنا پر جنرل کے عہدے پر پہنچ گیا تھا۔

بروٹس سینٹ کا ممبر تھا۔ وہ ایک نیک، صاف گو اور پرخلوص انسان تھا۔ خاص طور پر سیزر کے لیے اس کے دل میں بے پناہ محبت تھی۔ سیزر بھی اس پر بے پناہ بھروسہ کرتا تھا۔ ہر مشکل وقت اور بگڑے مقدر کے دور میں بروٹس نے تمام تر محبتوں اور پرخلوص وفاؤں کے ساتھ سیزر کا ساتھ دیا تھا۔ اس کے ہر دکھ سکھ میں لمحہ بہ لمحہ بروٹس شریک رہا تھا۔ سیزر اس کی محبت اور دوستی کو بے حد قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ کسی بھی آڑے وقت میں وہ مدد طلب نگاہوں سے بروٹس کی طرف ہی دیکھتا تھا اور بروٹس نے اپنی محبتوں اور وفاؤں سے سیزر کو زندگی کے کسی ایک پل میں بھی مایوس نہیں کیا تھا۔

جنرل سیزر جب پومپی کے تعاقب میں روانہ ہوا تو بروٹس نے ہی بصد اصرار اس کے ساتھ چار ہزار فوج روانہ کر دی تھی ورنہ سیزر محض چند سو سپاہیوں کے ساتھ ہی جانا چاہ رہا تھا۔ اسی طرح جب وہ گینی میڈ کے حملے میں زخمی ہو کر اسکندریہ کے محل میں ایک طرح سے مقید زندگی گزار رہا تھا، تب اس کے حالات سے واقف ہوتے ہی 37 پلٹن کے طاقتور بحری بیڑے کو سیزر کی مدد کے لیے روانہ کرنے کی سفارش بروٹس نے ہی کی تھی۔

سیزر مہینوں سے روم سے باہر تھا۔ بروٹس اس کو دیکھنے کو ترس گیا تھا۔ اسی لیے اس کی خواہش تھی کہ بحری بیڑے کے ساتھ وہ خود بھی مصر کے لیے سفر کرے مگر انطونی نے اسے روک دیا تھا۔

''بروٹس میں جانتا ہوں تم سیزر سے بے حد محبت کرتے ہو، مگر اتنا سوچو تم کوئی جنرل نہیں ہو بلکہ اسمبلی کے ممبر ہو۔ میدان جنگ سے زیادہ اسمبلی میں تمہاری ضرورت ہے..... اور جہاں تک اس جنگ کا تعلق ہے تو یقین رکھو ہمارے دوست جنرل سیزر نے ہارنا نہیں سیکھا۔''

پلورنیا، سیزر اور بروٹس کی دیرینہ اور گاڑھی دوستی سے واقف تھی۔ سو جب سیزر نے شادی کرنے سے معذرت کر لی تو وہ مدد کی درخواست لے کر بروٹس کے پاس جا پہنچی تھی۔

''لیکن اگر وہ شادی کے لیے آمادہ نہیں تو۔'' بروٹس نے حیران نظروں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''آخر تم اسی سے شادی کے لیے مُصر کیوں ہو؟ تم ایک نوجوان اور حسین لڑکی ہو۔ تمہارے لیے رشتوں کی کمی نہیں۔''

''ہاں یہ درست ہے۔'' پلورنیا نے آہ بھرتے ہوئے جواب دیا۔ ''کئی اچھے گھرانوں کے لائق اور دولت مند مرد مجھ سے شادی کے آرزومند ہیں مگر میں اس دل کا کیا کروں، جس میں پہلی ہی نظر میں سیزر سما گیا ہے۔ اب یہ دل اس کے سوا کسی اور کے سامنے جھکنے کو تیار ہی نہیں۔''

بروٹس نے چونک کر پلوریا کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے مترشح افسردگی اور چہرے پر چھائی پژمردگی، اس کے جذبے کی سچائی کی گواہ تھی۔ سو اس نے اس کی مدد کا وعدہ کر لیا۔ پلورنیا کی دیوانہ وار محبت اور بروٹس کی شبانہ روز کوششیں آخر رنگ لے ہی آئیں۔ سیزر، پلورنیا سے شادی پر رضامند ہو گیا کیونکہ اسے اس شادی سے ایک موہوم سی یہ امید تھی کہ شاید اس کی یہ نوجوان بیوی پلورنیا اسے اولاد کی دولت سے مالا مال کر سکے۔

مگر شادی کے تین برس بعد بھی سیزر کی دوسری بیویوں کی طرح پلورنیا کی گود بھی خالی کی خالی رہی..... پھر سیزر خانہ جنگی کا شکار ہو گیا۔ جنرل پومپی سے مقابلے میں کامیابی کے بعد وہ بھگوڑے پومپی کی تلاش میں مصر جا پہنچا تھا اور مصر کی سرزمین نے گویا اس کے پیر جکڑ لیے تھے۔

اس کے جانے کے کچھ ہی عرصے بعد انطونی کے ذریعے پلورنیا کو یہ اندوہناک خبر ملی کہ سیزر مصر کی حسین ساحرہ شاہ زادی قلوپطرہ کی زلف گیر کا اسیر ہو گیا ہے۔

پھر فتح مصر کے بعد سننے میں آیا کہ اس نے قلوپطرہ سے شادی کر لی۔ اپنی ان دونوں کامیابیوں کے بارے میں اس نے اپنے عزیز ترین

allurdupdfnovels.blogspot.com

دوست بروٹس کو تین لفظوں میں اس طرح خبر دی۔

''آیا، دیکھا اور فتح کر لیا۔''

اور سیزر کی اس فتح نے پلورنیا کے دل کو شکست و کرب کے ایک اَن دیکھے اور انجانے گرداب میں پھنسا دیا تھا۔ اسے کسی پل قرار نہ تھا۔ وہ شب و روز اپنے عبادت خانے میں دیوتاؤں کے بتوں کے سامنے دامن پھیلائے کھڑی رہتی اور دعا کیے جاتی۔ ''آسمانی دیوتاؤ! مجھے میرا خاوند واپس لوٹا دو۔ اس حسین ساحرہ قلوپطرہ کے سحر سے نکال کر میرے سیزر کو میرے پاس پہنچا دو۔''

اور اس صبح بانس کی تیلیوں سے بنے پنجرے میں مقید سرخ چونچ والے سبز طوطے نے اسے کسی خوشخبری کی نوید دی تھی اور اسی دوپہر اسے پتہ چلا کہ قلوپطرہ نے سیزر کے بیٹے کو جنم دیا ہے، جو ہو بہو سیزر کا ہم شکل ہے، اسی لیے اس کا نام سیزرین رکھا گیا۔

سیزرین کی پیدائش کے بعد سے پلورنیا، سیزر کی واپسی سے قدرے مایوس ہو گئی تھی مگر مایوسی اور اداسی کے ان لمحوں میں سیزر کے خیر خواہ دوست انطونی اور بروٹس ہمیشہ ہی اس کی آس بندھاتے اور امید دلاتے تھے۔

''سیزر جمہوریہ روم کا منتخب حکمران ہے۔ بھلا وہ اپنی سلطنت سے کتنے عرصے دور رہ سکے گا۔ تم یقین رکھو، جلد یا بدیر، وہ ضرور لوٹ آئے گا۔''

اور آج پورے ایک سال بعد صبح دم یہ خبر آئی کہ جولیس سیزر بالآخر وطن لوٹ رہا ہے۔ پلورنیا کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔

''کیا میں وہی سن رہی ہوں جو تم کہہ رہے ہو؟'' اس نے حیرت اور بے یقینی سے پلکیں جھپکاتے ہوئے انطونی کی طرف دیکھا۔

''ہاں پیاری بہن پلورنیا۔'' انطونی نے مسرت سے لرزتے لہجے میں جواب دیا۔ ''تم بالکل ٹھیک سن رہی ہو۔ میں نے تمہیں یہی خوش خبری سنائی ہے کہ ہمارا پیارا سیزر مصر سے روم کے لیے روانہ ہو چکا ہے اور کسی بھی ساعت روم پہنچنے والا ہے۔''

دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے روم میں پھیل گئی اور اس خبر کے پھیلتے ہی ہر سمت ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ سب ہی کو اپنے بہادر، فاتح جنرل کا انتظار تھا۔

اور جس شام جنرل سیزر کا چھوٹا سفری بیڑہ روم کے ساحل پر لنگر انداز ہوا، اس شام لگتا تھا پورا شہر ساحل پر اُمڈ آیا ہے۔

جولیس سیزر مصر و یونان اور شمال کے کئی علاقے فتح کر کے روم پہنچا تھا۔ اس لیے اس کا شاندار استقبال کیا گیا۔ تمام بڑے رومی جنرل، سردار اور سینٹ کے ممبرز اسے خوش آمدید کہنے کے لیے ساحل پر موجود تھے۔ جن میں بروٹس اور انطونی کے علاوہ لیشیس، ٹرپی لنز، اور میٹلس بروغیرہ شامل تھے۔

اہل روم تک یہ خبر بھی پہنچ چکی تھی کہ سیزر نے اپنے مصر کے قیام کے دوران دنیا کی حسین ترین دوشیزہ اور بطلیموس خاندان کی شاہ زادی قلوپطرہ سے شادی کر لی ہے اور قلوپطرہ کے بطن سے سیزر کا ایک بیٹا سیزرین بھی ہے۔ اس بات کا عوام نے قطعاً برا نہیں منایا تھا بلکہ وہ خوش ہوئے تھے کہ چلو سیزر کو آخر کسی عورت نے اس کا وارث تو دیا۔

اپنے تمام ساتھیوں اور ہم منصب لوگوں سے ملنے کے بعد وہ اپنے دونوں نزدیکی دوستوں، بروٹس اور انطونی کے ساتھ اپنے گھر کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔

پلورنیا کو جس وقت سے سیزر کی آمد کی خبر ملی تھی، اسی وقت سے اس نے گھر کو سجانا سنوارنا شروع کر دیا تھا۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ گزشتہ ایک سال سے ایک شاہی قصر میں ایک ملکہ کے ساتھ رہ کر واپس لوٹ رہا ہے۔

جب سیزر اپنے گھر میں داخل ہوا تو اونچے گھنے درختوں سے گھرا اس کا خوبصورت گھر دلہن کی طرح سجا ہوا تھا اور خادمائیں آنے والے عزیز از جان مہمانوں پر گل پاشی کر رہی تھیں۔ داخلی دالان کی سیڑھیوں پر پلورنیا کسی نو بیاہتا دلہن کی طرح سجی سنوری کھڑی تھی۔ اس کی سیاہ دراز زلفوں میں پھول پروئے ہوئے تھے اور اس کے شاہانہ لباس سے خوشبوؤں کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں۔

سیزر اس کے قریب پہنچ کر اپنی جگہ پر تھم گیا۔ اس کی نظریں پلورنیا کے دلکش چہرے اور پُرکشش سراپے کا جائزہ لے رہی تھیں۔ آج وہ پورے ایک سال بعد اپنی اس چاہنے والی بیوی کو دیکھ رہا تھا۔ جدائی کے کربناک لمحوں نے پلورنیا کو بہت تڑپایا تھا اور وہ پہلے کی نسبت خاصی دبلی ہو گئی تھی مگر اس کی دلکشی اور رعنائی میں کوئی کمی نہ آئی تھی۔

''میرے عظیم فاتح! میرے محبوب شوہر، تمہاری یہ محبت کرنے والی اور باوفا بیوی، تمہاری واپسی پر تمہیں خوش آمدید کہتی ہے۔'' پلورنیا کی آواز پر سیزر چونک کر ایک دم سے سیدھا ہوتے ہوئے ناز بھرے انداز میں مسکرایا۔ اس کا خیال تھا کہ قلوپطرہ اور سیزرین کی خبریں پا کر پلورنیا اس سے سخت خفا ہو گی اور شاید سیدھے منہ بات بھی نہ کرے..... مگر یہاں تو ہر چیز اس کی توقع کے برعکس ہو رہی تھی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

''میں اپنے عظیم فاتح کو وارث کی پیدائش کی مبارکباد پیش کرتی ہوں۔'' پلورنیا نے مسکراتے ہوئے سیزر کے ساتھ اندر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے مزید بات آگے بڑھائی۔ ''ہمارا ننھا سیزرین کیسا ہے؟''

پلورنیا کے لہجے میں ممتا جھلک رہی تھی۔ سیزر نے حیران اور ممنون نظروں سے پلورنیا کی طرف دیکھا۔ اس کے لاڈلے بیٹے سیزرین کے لیے پلورنیا کا محبت بھرا لہجہ سیزر کے دل میں گھر کر گیا تھا۔

''اوہ پیاری پلورنیا۔'' اس نے بے ساختہ بازو پھیلا کر اسے اپنی مضبوط پناہ میں لیتے ہوئے تشکر بھرے لہجے میں کہا۔ ''وہ ہو بہو میری تصویر ہے اور اس کے لیے تمہارا یہ محبت بھرا لہجہ جہاں میرے لیے حیران کن ہے، وہیں تسکین آمیز بھی ہے۔''

''بے شک وہ کسی اور عورت کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔'' پلورنیا نے اپنا چہرہ سیزر کے سامنے پر ٹکاتے ہوئے خمار آلود لہجے میں کہا۔ ''اے تو وہ تمہارا بیٹا..... تمہارا..... یعنی میرے سیزر کا بیٹا۔ اس حوالے سے وہ مجھے بھی اتنا ہی پیارا ہے، جتنا کہ تمہیں..... تم ان دونوں کو ساتھ کیوں نہیں لائے؟''

سیزر اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت جو ایک بے نام سا خوف اور اجنبیت اور پرایا پن محسوس کر رہا تھا، اب اس کا نام و نشان بھی باقی نہ تھا۔ پلورنیا نے اپنی ذہانت اور محبت سے سارے فاصلے لمحوں میں مٹا دیئے تھے۔

اور وہ حسین ساحرہ قلوپطرہ جو بڑے ناز بھرے انداز میں سوچتی رہی تھی کہ سیزر اس کی رفاقت میں ایک سال گزارنے کے بعد بھلا اپنی چھوٹی بیوی پلورنیا سے کوئی تعلق کیونکر بنا سکتا ہے؟ قلوپطرہ کی یہ سوچ، آغاز ملاقات میں ہی غلط ثابت ہوگئی تھی اور سیزر قلوپطرہ کی خمار آلود یادوں کو فراموش کر کے، پلورنیا کی محبت بھری آغوش میں گم ہو چکا تھا۔

دو راتیں پلورنیا کے پاس گزار کر وہ اپنے آبائی شہر اپولونیا کے لیے روانہ ہوگیا۔ اپولونیا میں اس کے اجداد کا قدیمی گھر تھا، جس میں اس کی بڑی بہن اپنے دو بیٹوں اور سیزر کی دو بیویوں کے ساتھ رہتی تھی۔ سیزر کی ماں کے انتقال کے بعد اس کی بڑی بہن نے ہی اسے ماں بن کر پالا تھا۔ وہ اس سے بے حد محبت کرتی تھی اور جب اس کے شوہر کا انتقال ہوگیا تو سیزر نے ہی اسے سہارا دیا تھا اور اسے بے حد محبت اور احترام سے اپنے آبائی گھر میں رکھا تھا اور اس کے بچوں کا باپ بن کر کے پرورش کی تھی۔ خاص طور پر اسے اپنے بڑے بھانجے آکٹوین سے بے حد محبت تھی۔

ابھی سیزر اپنے آبائی شہر میں ہی تھا کہ اسے خبر ملی کہ کچھ سرحدی علاقوں میں بغاوت پھوٹ پڑی ہے۔ سرحدی علاقے کے گورنر آرگیٹو نے یہ علم بغاوت بلند کیا تھا اور اس یورش میں اتنی شدت تھی کہ سیزر کو فوری طور پر اس طرف توجہ دینی پڑی اور وہ اپنی بہن، بھانجوں اور بیویوں کو الوداع کہتا اپنا لشکر لے کر سرحدی علاقوں کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوگیا۔

اس کی آمد کی خبر سنتے ہی باغیوں کے حوصلے پست ہوگئے۔ سیزر نے بھرپور طریقے سے یلغار کی اور باغیوں کے سر قلم کر کے بغاوت کا سر کچل دیا۔ ابھی وہ اس طرف سے پوری طرح فارغ نہیں ہوا تھا کہ روم کی شمالی سرحد کے باہر گلوسیا کے علاقے سے سرکشی کی خبر آئی اور سیزر اس جانب روانہ ہوگیا۔

جنرل سیزر کو روم سے نکلے پورا ایک مہینہ بیت گیا تھا مگر وہ اب تک بغاوتوں پر قابو نہ پا سکا تھا۔ وہ قلوپطرہ سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ روم پہنچنے کے بعد ایک مہینے کے اندر اندر وہ قلوپطرہ اور سیزرین کو اپنے پاس بلا لے گا..... مگر حالات کچھ اس نہج پر آ گئے تھے کہ قلوپطرہ کو روم بلانا تو درکنار، خود سیزر کو روم میں رہنے کی مہلت اور فرصت نہ ملی تھی..... دیکھتے ہی دیکھتے، چھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا۔ ادھر اس کی عدم موجودگی میں شمالی افریقہ کے بعض مقبوضہ علاقے اس کے خلاف ہوگئے تھے۔ ہر نیا دن کوئی نئی مصیبت لے کر آتا تھا اور سیزر ان مصائب و مسائل کو دور کرنے میں اس قدر منہمک ہوگیا کہ قلوپطرہ اور ننھے سیزرین کے لیے رات دن تڑپنے کے باوجود انہیں اپنے پاس بلانے سے قاصر تھا۔

❀✪❀

اسکندریہ کے پُرشکوہ قصر کی اونچی فصیلوں کے سائے لمبے ہوگئے تھے۔ تپتی دوپہر سہ پہر کے دامن میں پناہ گزین ہو چکی تھی۔ ہواؤں میں نرمی اور قدرے ٹھنڈک گھل گئی تھی۔ خادماؤں نے سمندر کے رخ کے دریچے وا کر دیئے اور حبس زدہ کمرے روشنی اور تازہ ہوا سے بھر گئے مگر قلوپطرہ کو اس تبدیلی کا احساس تک نہ ہوا۔

وہ اپنی خواب گاہ میں اپنے نرم گداز بستر پر دراز بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی۔ سیزر اس سے مہینے بھر کا وعدہ کر کے گیا تھا مگر اب تو کئی مہینے بیت چکے تھے۔ وہ اس کے حالات سے واقف تھی۔ وہ اتنے مسائل میں گھرا ہوا تھا کہ چاہتے ہوئے بھی اسے اور سیزرین کو اپنے پاس نہیں بلا سکتا تھا۔ یہ سب کچھ جاننے اور سیزر کی مجبوریوں کو جاننے کے باوجود وہ اپنے دل کا کیا کرتی.....؟ جو کسی کروٹ چین نہ پاتا تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

فرقت کے ان شب و روز نے اُسے اَدھ موا کر دیا تھا۔ رات کے سائے گہرے ہوتے ہی اس کے وجود میں چنگاریاں سی چٹخنے لگتی تھیں۔ بستر پر جیسے کانٹے سے اگ آتے۔ سینزر کی یاد اس شدت سے آتی کہ اس کے دل کے نازک دھاگے ٹوٹنے سے لگتے اور وہ تکیے میں چہرہ چھپا کر سسک اٹھتی۔

اس کرب و الم کے عالم میں اس کی ہمدرد اور خیر خواہ کاہنہ طوطیا کلیدس بھی اس کے پاس نہیں تھی۔ وہ چھ مہینوں کے لیے یاترا پر گئی ہوئی تھی.....اور ایسا لگتا تھا کہ وقت نے قلوپطرہ کے نصیب میں فقط انتظار ہی لکھ دیا ہے.....کبھی وہ سینزر کی راہ تکتی اور کبھی طوطیا کی واپسی کے دن گنتی۔

آخر کار دن گننے کا یہ سلسلہ اختتام پذیر ہوا اور طوطیا کلیدس مصر کے شمالی پہاڑوں کے انتہائی دور افتادہ تاریک غاروں میں عبادت و ریاضت کے بعد واپس لوٹ آئی۔ اس وقت قلوپطرہ اپنے کمرے میں بستر پر آڑی ترچھی پڑی تھی۔ طوطیا نے نیم تاریک کمرے میں داخل ہو کر حیران نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''قلوپطرہ! کیا یہ تم ہی ہو؟'' اس کی آواز میں حیرت بے حد نمایاں تھی۔

قلوپطرہ نے پوری آنکھیں کھول کر طوطیا کلیدس کی طرف دیکھا۔ کاہنہ بھی آنکھیں پھیلائے حیرت اور بے یقینی سے اسے تکے جا رہی تھی۔ روکھے بالوں، پھیکے چہرے اور خشک جلد والی یہ عورت.....وہ قلوپطرہ لگ ہی نہیں رہی تھی، جس کی حسن و رعنائی کی حفاظت کا طوطیا نے ذمہ اٹھایا تھا۔

''یہ تم نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟'' طوطیا نے قدرے خفا لہجے میں کہا۔ ''اب فوراً اٹھ کھڑی ہو اور اپنی طرف توجہ دو.....تم اپنا خیال رکھو گی تو کسی کو تمہارا خیال آئے گا۔''

پھر وہ قلوپطرہ کے قریب بیٹھ گئی اور اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ ''دیکھو تمہارے ہاتھ کی جلد کتنی خشک اور کھردری لگ رہی ہے۔ ناخن بھی کیسے بے ترتیب ہو رہے ہیں۔ لگتا ہے تم نے مہینوں سے اپنے ہار سنگھار پر توجہ ہی نہیں دی۔''

طوطیا کلیدس اسے ساتھ لیے، اس خصوصی حمام کی جانب روانہ ہو گئی، جس کے ایک گوشے میں قلوپطرہ کے سنگھار کا سامان آراستہ تھا۔ آبنوس کی ایک لمبی میز پر سنگ مرمر کے بے شمار جار اور بوتلیں رکھی ہوئی تھیں، جن میں سولہ سنگھار کے انواع اقسام کے لوازمات بھرے تھے۔

آبنوس کے برادے، شاہ بلوط کی گوند اور سم الفار کے سفوف سے تیار کردہ گاڑھا مادہ پلکوں کو سخت اور دراز رکھنے کے لیے لگایا جاتا تھا۔ مصر کے شمالی پہاڑوں کے دامن میں پائے جانے والی انتہائی خوشبودار سفید پھولوں کے تیل میں موم شامل کر کے بالوں میں لگایا جاتا تو بال نا صرف نرم ہو جاتے بلکہ بالکل سیدھے رہتے اور ان میں سے خوشبو کی لپٹیں سی اٹھتیں۔ ایک جار میں ہلکے بادامی رنگ کا گیرو رکھا تھا، جس میں طلائی برادہ شامل تھا، جو رخساروں کو جاذبیت اور رنگت بخشنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ شہتوت اور انار کے رس سے تیار شدہ آمیزہ ہونٹوں کو رنگنے کے کام آتا تھا اور ایک بڑے مرمر کے جار میں وہ ملغوبہ دھرا تھا، جس میں گھریلو چوہوں کی راکھ، ہرن کے سینگ اور دانتوں کا سفوف، ریچھ کی چربی اور ہرن و بارہ سنگھوں کی ہڈیوں کا گودا شامل تھا۔ اس ملغوبے میں خالص شہد شامل کر کے اسے جسمانی شباب کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔

اس کے علاوہ قلوپطرہ کے ذاتی اور خصوصی فارم میں ڈھائی سو گدھیاں پلی ہوئی تھیں، جن کے خالص دودھ سے وہ ہفتے میں ایک بار غسل کرتی تھی، جس کے باعث اس کا جسم سڈول اور جلد دلکش رہتی تھی۔

مگر پچھلے کئی مہینوں سے اس نے اپنی زیبائش کے ان انواع و اقسام کے لوازمات کی طرف پلٹ کر بھی نہ دیکھا تھا۔ وہ سوچتی تھی کہ اب وہ خود کو کس کے لیے سجائے سنوارے، حسن کی قیمت دیکھنے اور سراہنے سے بڑھتی ہے۔ مگر اس کے قرب و جوار میں اب ایسا کوئی بھی نہ تھا.....تنہائی کے کربناک زہر نے اس کی سوچوں تک کو مسموم کر دیا تھا۔

''خادمائیں گدھیوں کا دودھ لا رہی ہیں۔'' طوطیا نے حمام کے دروازے پر رک کر قلوپطرہ کو ہدایت دی۔ ''غسل کے بعد پورے اہتمام اور توجہ سے تیار ہو جانا، کیونکہ آج شام تم سے ملنے مسٹر ایگزوٹیشم آ رہے ہیں۔ وہ ایک وجیہ و شکیل اور شاندار نوجوان ہیں، تمہیں ان کے سامنے اس سے زیادہ خوبصورت دکھائی دینا ہے.....سمجھیں۔''

ایگزوٹیشم کے نام پر قلوپطرہ نے چونک کر کاہنہ طوطیا کلیدس کی طرف دیکھا۔ ایگزوٹیشم کے وجیہ و شکیل اور جوان و رعنا ہونے کی خبر سنتے ہی اس کی بجھی ہوئی آنکھوں میں ایک دم سے قندیلیں سی جل اٹھی تھیں۔

❀✪❀

آکاش کی نیلی جھیل میں ماہِ کامل کا سنہری کنول ہلکورے لے رہا تھا۔ چاندنی کے سنہرے غبار میں لپٹا سنگِ ابرق اور سنگ مرمر کے امتزاج سے تعمیر شدہ قصر شاہی خواب کی سی کیفیت میں اونگھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ قصر کے اَدھ کھلے دریچوں سے داخل ہونیوالے سمندری ہوا کے نرم جھونکوں

allurdupdfnovels.blogspot.com

میں نمی اور خشکی کے ساتھ تازگی کا احساس بھی رچا ہوا تھا۔ دریچوں سے دَر آنے والی چاندنی نے کمرے کی فضا میں ایک عجیب سا خوابناک ماحول بنا دیا تھا۔

یہ کوئی بہت وسیع و کشادہ کمرہ نہ تھا۔ یہ مستطیل نما، ایک چھوٹا مگر پُر آسائش کمرہ تھا۔ دریچوں پر بیش قیمت حریری پردے آویزاں تھے۔ دیواروں پر اعلیٰ درجے کی تصاویر نصب تھیں، جن میں سے اکثر کے فریم خالص سونے کے تھے۔ فرش پر نرم گداز، خوش رنگ دبیز قالین بچھا تھا، جس پر نرم مخملیں صوفے رکھے تھے۔ صوفوں کے دائیں بائیں، چاندی کی تپائیاں تھیں۔ ان پر رکھے بلوری پیالوں میں خوش رنگ و خوشبودار پھول سجے تھے، جن کی مہکار نے کمرے کو معطر کر رکھا تھا۔ درمیان کی میز پر سونے کی صراحی و جام رکھے تھے۔ سامنے کی جانب ایک انتہائی جاذب نظر کاؤچ تھا، جس کا فریم چاندی کا تھا اور پشت خالص سونے سے ڈھالی گئی تھی، اس پر منک کی نرم کھال منڈھی ہوئی تھی اور دونوں جانب پرندوں کے نرم پروں سے بھرے مخملیں تکیے رکھے تھے۔ یہ قلوپطرہ کا خاص کاؤچ تھا، جس پر وہ بڑے تمکنت بھرے انداز میں بیٹھا کرتی تھی۔

یہ قلوپطرہ کی خصوصی نشست گاہ تھی۔ داخلی دروازوں پر تنومند خدّام بے نیام تلواریں لیے ایستادہ تھے اور نشست گاہ میں خوش شکل و خوش لباس خادمائیں دست بستہ کھڑی تھیں۔ خادماؤں کے علاوہ اس وقت کمرے میں صرف وہ لوگ موجود تھے۔

اپنے حسن کی تمام تر تجلیوں اور رعنائیوں سمیت، اپنے خصوصی کاؤچ پر نیم دراز قلوپطرہ اور اس کے سامنے والی نشست پر وجیہ و شکیل سینیٹر ایگزوٹیشم موجود تھا۔ 32 سالہ یہ خوبرو جوان اپنے باپ ایگزوسٹم کی موت کے بعد، اس کی جگہ سینیٹ کا ممبر منتخب ہوا تھا۔

سینیٹ کے اجلاسوں میں عموماً ملکہ بھی شریک ہوتی تھی، مگر وہ پچھلے کئی ماہ سے اپنے ہی دکھ کے تانوں بانوں میں الجھی ہوئی تھی، اس لیے کسی بھی اجلاس میں شریک نہ ہو سکی تھی۔ اس لیے اپنی مجلس مشاورت کے اس نو وارد ممبر سے ملنے سے محروم رہی تھی، مگر طوطیا کلیدس کی دُور رس نگاہوں نے ایگزوٹیشم کو منتخب کر لیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے آج شام ملکہ سے ملاقات کے لیے طلب کر لیا تھا اور ایگزوٹیشم دھڑکتے دل اور لرزتے قدموں سے شاہی قصر میں داخل ہوا تھا۔

قلوپطرہ کی خصوصی نشست گاہ کے سامنے کاہنہ طوطیا کلیدس نے اس گھبرائے اور سہمے ہوئے نوجوان کا استقبال کیا۔

''میں سینیٹر کو قصر شاہی میں خوش آمدید کہتی ہوں۔'' طوطیا نے اس کا تنقیدی نظروں سے جائزہ لیتے ہوئے میٹھے لہجے میں کہا۔

''اوہ عظیم کاہنہ! یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں آج آپ کو، اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔'' ایگزوٹیشم نے کاہنہ کے ساتھ کی پشت پر بوسہ ثبت کرتے ہوئے بے حد احترام بھرے لہجے میں کہا۔

اپنے علم و فضل کی وجہ سے کاہنہ طوطیا کی شہرت پورے مصر میں پھیلی ہوئی تھی، ہر مصری اسے بے حد عزت و احترام کی نظر سے دیکھنے کا عادی تھا۔

''شکریہ نیک بخت لڑکے۔'' طوطیا نے شفقت بھرے لہجے میں جواب دیا۔ ''اب آپ اندر تشریف لے چلیں، ملکہ قلوپطرہ آپ کی منتظر ہیں۔''

نوجوان سینیٹر نشست گاہ میں داخل ہوا تو لحظہ بھر کو اس کو یوں لگا، جیسے وہ کسی جنت میں داخل ہو گیا ہے۔ بھیگی بھیگی چاندنی، مشکبار ہوائیں، حریری پردے، مخملیں قالین، بیش قیمت فرنیچر، خوش شکل و خوش لباس جواں سال خادمائیں اور سامنے کاؤچ پر نیم دراز دلکش ملکہ مصر قلوپطرہ۔

ایگزوٹیشم کو کافی فاصلے پر قومی تہواروں کے موقعہ پر ایک آدھ بار قلوپطرہ کے دیدار کا موقع ملا تھا۔ مگر آج، حسن کی اس دیوی اور چاند سے زیادہ حسین اس چہرے کو اپنے روبرو دیکھ کر وہ حیران و ششدر رہ گیا تھا۔

اسے اپنی جگہ پر ساکت و جامد ہوتے دیکھ کر ملکہ کے شنگرفی لبوں پر طلسماتی مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے گردن کو ہلکا سا خم دے کر ترچھی نظروں سے نو وارد کا جائزہ لیا اور اس کا دل بے ساختہ دھڑک اٹھا اور اس کی چمکتی آنکھوں کی دمک میں ایک دم بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

''اصولاً جب تمہارا انتخاب ہوا تھا، تم کو ملاقات کے لیے اسی وقت طلب کرنا چاہیے تھا..... مگر ان دنوں ہماری طبیعت کچھ ناساز تھی۔'' قلوپطرہ نے باوقار انداز میں حیرت زدہ ایگزوٹیشم کو بلانے کا جواز پیش کیا۔ وہ اسے باور کرانا چاہ رہی تھی کہ یہ ملاقات ''سرکاری'' ہے۔

قلوپطرہ کی نقرئی گھنٹیوں جیسی کھنکتی آواز جب ایگزوٹیشم کی سماعت سے ٹکرائی تو وہ چوک کر سیدھا ہوا اور دھیمے مگر مؤدبانہ لہجے میں گویا ہوا۔

''اصولاً تو مجھے خود ہی ملکہ عالیہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے تھا۔ میں اپنی اس کوتاہی پر معافی کا خواستگار ہوں۔''

''ہم تمہاری معذرت قبول کرتے ہیں۔'' قلوپطرہ نے مسکرا کر اپنا دایاں ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔ دستور کے مطابق ایگزوٹیشم نے بجلی کی سرعت سے زمین پر ایک گھٹنا ٹیک کر بیٹھتے ہوئے ملکہ کے بڑھے ہوئے ہاتھ کی پشت پر اپنے لب رکھ دیئے۔

ایک لمحے کو اسے یوں محسوس ہوا کہ جیسے اس نے کسی انگارے پر ہونٹ رکھ دیئے ہوں۔ قلوپطرہ کے دہکتے وجود کی تپش اسے اپنے رگ و پے میں سرایت کرتی محسوس ہوئی اور اس نے بے ساختہ اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

allurdubooks.blogspot.com

قلوپطرہ گہری نظروں سے اس کی بدلتی کیفیتوں کا جائزہ لے رہی تھی اور اس کے لبوں پر گہری مسکراہٹ اور گہری ہوتی جا رہی تھی۔

❀✪❀

جولیس سیزر سرحدی بغاوت کو فرو کرنے کے لیے جب اپنی بہن کے گھر سے اپنے لشکر کے ساتھ نکلا تھا، تو اس وقت اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایک چھوٹی سی بغاوت، بغاوتوں کے پے در پے سلسلے میں بدل جائے گی اور اس کا چند ہفتوں کا یہ سفر پورے سال پر محیط ہو جائے گا۔

گو کہ وہ انطونی کے ذریعے قلوپطرہ کو مسلسل پیغامات بھجواتا رہا تھا۔ قلوپطرہ کی طرف سے بھی تواتر سے جوابات موصول ہوتے رہے تھے۔ شروع میں وہ بے حد مضطرب و بے کل تھی، پر پچھلے چھ مہینوں سے گویا اس کی بے قراری کو قرار آ گیا تھا۔ شاید اس نے سیزر کی دوری اور فرقت سے سمجھوتہ کر لیا تھا یا حالات کی مجبوری اور ستم ظریفی کا اسے ادراک ہو گیا تھا۔ جو بھی تھا، اب وہ خاصی خوش اور مطمئن دکھائی دیتی تھی اور اپنے ہر جوابی پیغام میں اسے دشمنوں کے قلع قمع کرنے تک ان کے مقابلے ڈٹے رہنے کا مشورہ دیتی تھی۔

سیزر اس کی بہادری اور مضبوط سوچ پر فخریہ مسکرا دیا کرتا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ قلوپطرہ کی اس بے نیازی اور تجاہل عارفانہ کے پیچھے کوئی مرد بھی ہو سکتا ہے۔ وہ تو خواب میں بھی یہ بات نہیں سوچ سکتا تھا کہ قلوپطرہ کی زندگی میں اس کے سوا بھی کوئی مرد آ سکتا ہے۔ جب کہ سچائی یہی تھی کہ قلوپطرہ کی زندگی میں سیزر کی جگہ ایگزوٹیشم لے چکا تھا۔

سیزر محاذ جنگ پر تھا اور یکے بعد دیگرے سر اٹھاتی بغاوتوں کو کچلنے میں مصروف، اس کی واپسی کے بارے میں کوئی بات قطعی اور حتمی طور پر نہیں کہی جا سکتی تھی۔ قلوپطرہ جانتی تھی، ان بغاوتوں نے سیزر جیسے جنرل کے اندر بھڑکتی جنگجویانہ آگ کو قدرے تسکین دی ہو گی کیونکہ سیزر سکندر اعظم کی طرح دنیا کے فتح کرنے کی آرزو رکھتا تھا۔ اس کی دیرینہ خواہش تھی کہ وہ ایک لشکر جرار لے کر اٹھے اور سکندر اعظم کی طرح بلادِ مشرق کی فتوحات پر روانہ ہو جائے اور تمام علاقوں پر اپنی کامیابی و کامرانی کے جھنڈے گاڑتا ایک بار پھر سرزمین روم میں وارد ہو۔

فطری طور پر سیزر بزم کے بجائے رزم کو زیادہ پسند کرتا تھا۔ اسے چہچہاتے پرندوں اور خوشبو لٹاتے غنچوں کے چٹکنے سے زیادہ دم توڑتے اور سسک سسک کر مرتے تڑپتے سپاہیوں کا نظارہ زیادہ پسند تھا اور بغاوتوں کو کچلنے کا بہانہ ثابت ہونے والی یہ جنگیں اس کے جنگی جنون کے لیے طمانیت اور تسکین کا باعث تھیں۔

اور پھر ایک شام قلوپطرہ کے پاس سیزر کا ایک محبت بھرا مہکتا سا پیغام پہنچا۔

''ایک سال تک آگ و خون کی ہولی کھیلنے کے بعد تمہارا سیزر روم واپس آ گیا ہے۔ سیزر کے دل و نگاہ اور روم کی سرزمین تمہاری راہ تک رہی ہے۔ میں تمہیں اور اپنے لختِ جگر سیزرین کو اپنی آغوشِ محبت میں لینے کے لیے بے تاب و مضطرب ہوں، فوراً آ جاؤ۔''

یہ پیغام پاتے ہی قلوپطرہ کے دل میں سوئی سیزر کی محبت ایک بار پھر انگڑائی لے کر بیدار ہو گئی۔ اب وہ گھڑی کی چوتھائی میں اپنے محبوب، اپنے بیٹے کے باپ کے پاس پہنچ جانا چاہتی تھی۔ وہ سیزر کے قریب رہ کر ہی اسے بادشاہت کے دعویٰ کے لیے اکسا سکتی تھی۔ سو اس نے روم جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ایگزوٹیشم کو جب پتہ چلا تو اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

''آپ جولیس سیزر کے پاس روم جا رہی ہیں؟'' اس نے بے یقین لہجے میں سوال کیا۔

''ہاں، مجھے جانا ہی ہو گا۔'' قلوپطرہ نے حسبِ عادت شانِ بے نیازی سے جواب دیا۔

''آپ نے کچھ میرے بارے میں بھی سوچا ہے۔'' ایگزوٹیشم نے کرب بھرے لہجے میں سوال کیا۔

قلوپطرہ نے ترچھی نگاہوں سے اس خوبرو جواں سال سینیٹر کی طرف دیکھا، جس کی حسین آنکھوں سے ملال ٹپک رہا تھا اور دلکش چہرے سے کرب ہویدا تھا۔ محبوبہ کے بچھڑ جانے اور اسے کھو دینے کے تصور نے اسے سراپا خشک پتے کی طرح لرزا کر رکھ دیا تھا۔

پچھلے چھ ماہ سے قلوپطرہ اس وجیہ و شکیل نوجوان کی محبت میں پناہ گزین تھی۔ اس کی محبت نے قلوپطرہ کے دل سے سیزر کی جدائی کا غم غلط کر دیا تھا۔ اس کے شکستہ دل اور دل گرفتہ وجود کو ایگزوٹیشم کی رفاقت نے سہارا دیا تھا، سکون بخشا تھا اور اس کے دم توڑتے سسکتے جذبات کو حیاتِ نو دی تھی ..... یہ سب باتیں اپنی جگہ، دراصل وقتی طور پر اس نے ایگزوٹیشم کو سیزر کی جگہ دے دی تھی لیکن اب یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ایک معمولی سینیٹر کو، مصر و روم کے بادشاہ اور ایک قابل اور لائق جنرل کی جگہ مستقل طور پر دے دیتی۔ سیزر اس کے بچے کا باپ تھا اور مستقبل میں اس کے بچے کو روم جیسی بڑی سلطنت کا ولی عہد بنانے والا تھا۔ بھلا معمولی ایگزوٹیشم کا سیزر سے مقابلہ بھی کیا تھا؟

یہ حقیقت تھی، قلوپطرہ کی مجلس مشاورت کا ایک معمولی ممبر سلطنت مصر کی مطلق العنان ملکہ سے بھلا مقابلے کی طاقت کہاں رکھتا تھا؟ مگر اپنی محبت

allurdupdfnovels.blogspot.com

اور جنوں کی نارسائی اور تذلیل پر اس کے اندر کا مرد تڑپ اٹھا۔

''تم کیا سمجھتی ہو قلوپطرہ۔'' وہ عالم جنون میں چیخ اٹھا۔ ''میں کوئی کھلونا ہوں، جس سے کھیل کر ایک طرف پھینک دیا جائے۔ میں ہرگز ایسا نہیں ہونے دوں گا..... میں مصر روم کے ایک ایک فرد کو چیخ چیخ کر بتاؤں گا..... کہ پچھلے چھ ماہ سے تم۔''

''خاموش گستاخ'' قلوپطرہ کے بجائے کاہنہ طوطیا کلیدس نے قہر آلود لہجے میں کہا۔ ''وہ کافی دیر سے دروازے میں کھڑی اس ٹھکرائے ہوئے عاشق کی گستاخانہ گفتگو سن رہی تھی۔ تیری یہ جرأت کو تو آسمانی دیوی اسیس پر بدکاری کا الزام لگائے؟ تیری زبان سے کوئی لفظ نکلنے سے پہلے ہی آسمانی دیوتا تجھ پر موت مسلط کر دیں گے۔ تجھے تیری اس گستاخی کی سزا ملے گی..... ضرور ملے گی۔''

اور اس کے ایک مخصوص اشارے پر دو مستعد غلام دندناتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور انہوں نے ایگزوٹیشم کو دبوچ لیا۔

''اس بدزبان انسان کو قصر کے تہہ خانے میں لے جا کر موت کے گھاٹ اتار دو اور اس کی لاش بحر روم میں بہا دینا۔ ہم اس کا نام و نشان بھی دیکھنا نہیں چاہتے۔''

اور یوں حسن آوارگی اور ہوس بے اختیاری کی کہانی کا یہ باب ہمیشہ کے لیے یہیں بند ہو گیا۔ قلوپطرہ نے حرفِ غلط کی طرح ایگزوٹیشم کا نام اپنے دل و ذہن سے مٹا دیا۔ اب وہ رات دن سیزر سے ملاقات کے خواب دیکھ رہی تھی۔

سیزر، روم کا مستقبل کا بادشاہ تھا اور قلوپطرہ مصر کی موجودہ ملکہ تھی۔ وہ اپنے بادشاہ کے پاس بے حد دھوم دھام اور شان و شوکت سے جانا چاہتی تھی۔ وہ کوئی عام عورت نہیں تھی۔ وہ مصر و روم کی مستقبل کی ملکہ تھی اور ان دونوں مشترکہ سلطنتوں کے ولی عہد اور مستقبل کے شہنشاہ سیزرین کی ماں تھی۔

وہ مصر کے عظیم خزانوں کی مالک تھی۔ وہ روم جانے کے لیے اپنے خزانہ کا منہ کھول دینا چاہتی تھی اور چاہتی تھی کہ اس شان سے روم میں داخل ہو کہ لوگ اس کے کروفر دیکھ کر ششدر رہ جائیں۔

قلوپطرہ کے ایما پر مصر سے روم تک کے اس سفر کے لیے ایک خصوصی بحری جہاز تیار کیا گیا۔ اس جہاز کے چاروں طرف چھوٹے حفاظتی جہازوں کا ایک بیڑہ تعینات تھا۔ سیزرین کی انائیں، آیائیں اور کھلائیاں جو ساتھ جا رہی تھیں، ان کی تعداد ایک سو سے زیادہ تھی۔ قلوپطرہ کی خصوصی خدمت گاروں اور مشاطاؤں کی تعداد لگ بھگ ڈیڑھ سو تھی اور دیگر خدام ملا کر صرف خدام اور خادماؤں کی تعداد 600 تھی، جن میں 50 اعلیٰ درجے کے باورچی بھی شامل تھے، جنہیں قلوپطرہ مصری کھانے پکانے کے لیے اپنے ساتھ لے جا رہی تھی۔

روم میں داخل ہوتے وقت زیب تن کرنے کے لیے اس نے ایک خصوصی شاہانہ لباس تیار کروایا تھا، جس کے ساتھ ایک اونچا سونے کا دمکتا تاج تھا، جس کے درمیان ایک سانپ پھن پھیلائے براجمان تھا۔ زلفوں کے گرد سونے کی جھالر تھی۔ کلائی اور بازو کے لیے جواہر سے جڑے زیورات تھے اور گلے میں بطلیموس خاندان کا قدیمی ہیروں کا نیکلس تھا۔

اسکندریہ کے شہریوں کو جب یہ پتہ چلا کہ ملکہ قلوپطرہ اپنے شوہر سے ملنے روم جا رہی ہے تو سب نے اسے اپنی دعاؤں اور محبت بھرے نعروں کے ساتھ رخصت کیا۔ پورا شہر اسے الوداع کہنے کے لیے ساحل سمندر پر جمع ہو گیا۔

قلوپطرہ کو جس جوش و خروش کے ساتھ اسکندریہ سے رخصت کیا گیا، اتنے ہی جوش و خروش اور محبت کے ساتھ اس کا ساحل روم پر استقبال ہوا۔ اس کے جلو میں سینکڑوں زریں کرد مصری غلام اور زرق برق لباس میں کنیزیں اور شہزادہ سیزرین کی دائیاں، کھلائیاں جہاز سے اتریں تو اہل روم کی آنکھیں حیرت زدہ رہ گئیں۔ قلوپطرہ کے جہاز پر لگی سونے کی پتریاں دھوپ میں جگمگا کر رومیوں کی آنکھوں کو چکا چوند کر رہی تھیں اور قلوپطرہ کا حسن بے مثال اس کا لباس فاخرہ اور خالص سونے کے جواہرات کے امتزاج سے بنے زیورات اور تاج شاہی اس کی شان اور کروفر کو دو چند کر رہے تھے۔ اہل روم پُر اشتیاق نگاہوں سے ننھے سیزرین کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہ معصوم و خوبرو طفل ان کے عظیم فاتح اور محبوب حکمران سیزر کا خون تھا۔ انہوں نے بغیر کسی پس و پیش کے سیزرین کو سیزر کا وارث اور ملکہ قلوپطرہ کو سیزر کی جائز بیوی تسلیم کر لیا تھا۔

ملکہ قلوپطرہ کے اس شاہانہ اور پُر شکوہ جلوس کے آخر میں اس کی باغی بہن آرمینوا اس کا اتالیق گینی میڈ پا بہ زنجیر پاؤں گھسیٹتے چل رہے تھے۔ وہ اپنی سلطنت کے ان دشمنوں کو اپنے پیچھے مصر میں چھوڑ کے جانے کی حماقت نہیں کر سکتی تھی، اس لیے وہ ان دونوں باغیوں کو اپنے ساتھ ہی روم لے آئی تھی۔

روم کے تمام بڑے سردار مجلس مشاورت کے ممبرز، تمام جنرلز اور عمائدین شہر نے ملکہ مصر کو خوش آمدید کہا۔ سیزر اپنے دونوں قریبی عزیز اور عزیز دوستوں مارک انطونی اور بروٹس کے ساتھ ملکہ کے استقبال کے لیے آگے بڑھے۔ اس چاند سے چہرے کو دیکھنے کے لیے اس کی آنکھیں ترس گئی

allurdupdfnovels.blogspot.com

تھیں۔ میدانِ کارزار میں کشتوں کے پشتوں اور خاک و خون کے گردابوں میں اسے یہ دلکش چہرہ دکھائی دیتا۔ دم توڑتے سپاہیوں کی ہچکیوں، تلواروں کی جھنکاروں اور نیزوں و بھالوں کی آوازوں میں اسے قلوپطرہ کی مترنم و مدھر آواز سنائی دیتی تھی۔ آج وہ اس کے سامنے تھی۔

بروٹس اور انطونی کی نگاہیں بھی قلوپطرہ پر جمی ہوئی تھیں۔ خاص طور پر انطونی اس کا حسن و جمال دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا تھا۔ قلوپطرہ کی جھیل سی گہری آنکھیں دراز، نوکیلی پلکیں، ارغوانی رخسار، شنگرفی لب، صراحی دار گردن اور سانچے میں ڈھلا گداز قیامت خیز بدن۔ وہ کسی بھی نوجوان کا دل بے تابانہ دھڑکا سکتی تھی۔

بالکل اچانک اور غیر متوقع طور پر انطونی نے اپنے پہلو میں اپنے دل کو عجیب مضطربانہ انداز میں دھڑکتے ہوئے محسوس کیا۔ پہلی ہی نگاہ میں نظروں کی راہ سے وہ اس کے دل میں اتر گئی۔ مگر اس نے اپنے ان احساسات کو اپنے وجود کے آہنی خول کے اندر کہیں چھپا لیا۔

وہ مصر کے سربراہ اور اس کے وزیر دوست سیزر کی شریک حیات اور اس کے بچے سیزرین کی ماں تھی وہ کسی غریب کی جورو نہیں تھی، جو سب کی بھابی ہوتی ہے..... وہ مصر کی ملکہ تھی اور اپنے حسن کی تجلیوں اور شاہانہ وقار کی بلندیوں سے خوب واقف تھی۔ وہ متکبرانہ انداز میں سر اونچا کیے آگے بڑھی اور اس نے برق پاش نگاہوں سے بروٹس اور انطونی کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں کی تاب نہ لاتے ہوئے وہ دونوں اپنی جگہ تھم گئے۔

سیزر آنکھوں میں انتظار کے اَن کہے فسانے اور چہرے پر الفت کے انگنت قصے سجائے آگے بڑھا اور قلوپطرہ کے عین مقابل جا کر رک گیا۔ دونوں لحظہ بھر کو ایک دوسرے کی آنکھوں میں جھانکتے رہے۔ سال بھر کی مشقت و تفکر بھری معرکہ آرائی نے سیزر کو کچھ کمزور اور بوڑھا کر دیا تھا جبکہ ایگزوٹیشم جیسے جوان رعنا کی رفاقت نے قلوپطرہ کو پہلے سے زیادہ دلکش بنا دیا تھا۔

اگلے ہی لمحے سیزر نے اپنے مضبوط بازو پھیلا دیئے تھے اور قلوپطرہ بغیر کسی ہچکچاہٹ اور پس و پیش کے، اس کے بازوؤں میں سما گئی۔

سیزر نے قلوپطرہ کی رہائش و قیام کے لیے دریائے ٹائبر کے کنارے اپنی دیہاتی اقامت گاہ کا انتخاب کیا تھا۔ گھنے پھل دار اور سرسبز و شاداب باغوں کے درمیان یہ بلند و بالا، وسیع و عریض اور دل افروز محل قلوپطرہ کو بے حد پسند آیا۔ ساتھ آنے والی خادماؤں اور خدام نے بھی اس کھلی فضا اور تازہ ہوا سے بھری اقامت گاہ کو بے حد پسند کیا۔ دراصل سیزر اپنی چہیتی بیوی قلوپطرہ کو شہر کے ہنگاموں سے دور ایسی پُرفضا جگہ پر رکھنا چاہتا تھا، جہاں وہ سکون و اطمینان کے ساتھ اس وقت تک مقیم رہے جب تک کہ وہ اس کے منصوبوں کے مطابق روم کی شہنشاہی کا تاج اپنے سر پر نہیں سجا لیتا۔

سیزر کے روم پہنچتے ہی فتوحات کے سلسلے میں ایک شاندار جشن کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ یہ کسی ایک فتح کا جشن نہ تھا بلکہ اس میں سیزر کی تمام فتوحات کا الگ الگ جشن منانا طے کیا گیا تھا۔ سیزر نے قلوپطرہ کو اس لیے بھی روم بلایا تھا کہ وہ اس کے جشن ہائے فتوحات میں شریک ہو سکے۔

پورے شہر کو دلہن کی طرح سجا دیا گیا۔ جلوس کی گزرگاہوں کی آرائش و زیبائش پر خصوصی توجہ دی گئی تھی۔ سرِ شام ہی بزم چراغاں سج جاتی۔ چراغوں کی تھرتھراتی لوؤں سے ہر کوچہ و بازار، ہر رستہ و رہگزر، ہر منڈیر ہر چوبارہ، ہر محل و پاڑہ چکا چوند تھا۔ مشعلوں، چراغوں اور دیوں سے اس قدر روشنی کی جاتی کہ رات پر دن کا گمان ہوتا اور دن کو کسی بڑے تہوار کا سا سماں ہوتا۔ ہر فرد زرق برق ملبوسات زیب تن کیے، متبسم چہرے اور مسرور دل کے ساتھ جشن میں شریک تھا۔

پہلے دن کا جلوس لائق تعریف و تحسین تھا۔ جلوس کے آگے آگے سیزر کا رتھ تھا۔ رتھ پر سونے اور چاندی کے پتر چڑھے تھے اور قیمتی پتھر جڑے تھے، جو سورج کی روشنی میں جھلملا رہے تھے۔

سیزر شاندار اونچی نشست پر بڑے کروفر سے سر اونچا کیے بیٹھا تھا۔ رتھ کے دائیں بائیں 20,20 ہاتھی چل رہے تھے، جن پر شمع و مشعل بردار غلام بیٹھے تھے جو اندھیرا پھیلتے ہی شمعوں اور مشعلوں کو روشن کر کے رات کو دن کی مانند ضوفشاں کرنے کے منتظر تھے۔

شاہی رتھ کے آگے نیزہ بردار سواروں کا دستہ تھا، جو جلوس کے لیے راستہ بنا رہا تھا۔ رتھ کی پچھلی جانب فاتح فوج کے دو دستے تھے۔ سوار اور پیدل دونوں طرح کے فوجیوں کے سر فخر و غرور سے تنے ہوئے تھے۔ فتح و نصرت کی روشنی سے ان کے چہرے دمک رہے تھے۔ یہ دستے اپنے بھاری فوجی بوٹوں سے زمین کا سینہ ٹھوکتے ہوئے رواں دواں تھے۔

شام ہوتے ہی ہاتھیوں پر شمعیں اور مشعلیں جل اٹھیں اور رات کا سرمئی اندھیرا چکا چوند روشنیوں کے دامن میں سمٹ گیا۔ سیزر کے رتھ کے بالکل سامنے کی جانب جنرل ٹوریکس پابجولاں محوِ سفر تھا۔

ٹوریکس فرانس کا وہ سورما تھا، جس نے 10 سال تک مسلسل رومی فوج سے جنگ کی تھی، مگر پھر اس خیال سے ہتھیار ڈال دیئے کہ اس بے نتیجہ جنگ کے باعث بلاوجہ فرانس کے بے گناہ فوجی موت کی گھاٹ اتار رہے تھے۔ ٹوریکس پچھلے چھ سال سے روم میں قید تھا، جسے جشنِ فتح کے اختتام

allurdupdfnovels.blogspot.com

پر قید حیات سے آزاد کر دیا۔ بھرے مجمع کے سامنے اس کا سر تن سے جدا کر دیا گیا اور اسی حوالے سے آج کے جشن کو ''شکست فرانس'' کا نام دیا گیا۔
دوسرے دن کا جلوس ''فتح مصر'' کی یاد میں نکالا گیا۔
اس دن قلوپطرہ کی بہن باغی شہزادی آرمینو اور اس کا اتالیق اور مشیر گینی میڈ کو ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے ساتھ سڑکوں پر گھمایا گیا۔ اس بے عزتی کے بعد شہزادی آرمینو کو معاف کر دیا گیا جبکہ گینی میڈ کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس جلوس میں مقتول سپہ سالار ایکیلاس اور وزیر اعظم پوتھی نوس کے مجسمے موجود تھے۔ مصر کے سابقہ کچھ سر برآوردہ فرعونوں کے مجسمے جلوس کے ساتھ تھے۔ لوگ ان مجسموں کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ ان کا تمسخر اُڑاتے اور کچھ من چلے ان پر تھوکنے سے بھی گریز نہ کرتے۔ اس طرح وہ اپنے عظیم جنرل کی لیاقت و شجاعت کو داد دے رہے تھے، جس نے اتنی کم فوج سے مصر جیسے عظیم ملک کو فتح کر لیا تھا اور پانچ ہزار سال پرانا فرعونوں کا ملک جو اب تک الیطس خاندان کی میراث تھا، اب ملک روم کے قبضہ اقتدار میں تھا۔
تیسرے دن کے جشن کو ''فتح شمالی افریقہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ یہ وہ علاقے تھے جو سیزر کی عدم موجودگی میں بغاوت کے مرتکب ہوئے تھے اور انہیں سیزر نے اسکندریہ سے واپس آنے کے بعد زیر کیا تھا۔ اس جشن میں دشمنوں سے چھینے گئے ہتھیار اور دیگر مال غنیمت کی نمائش بھی کی گئی۔ اس کے علاوہ کچھ رومی سرداروں کے مجسمے بھی رکھے گئے تھے۔ شاہ نومیڈیا کا مجسمہ بھی تھا، جو رومی جنرل پومپی اعظم کا مددگار اور قریبی دوست تھا۔ ان مجسموں کو دیکھ کر کچھ رومی سردار ناخوش ہوئے تھے، جن میں خاص طور پر جنرل کیٹو تھا، جو مومپی کا نزدیکی دوست تھا۔ پومپی اور دیگر رومیوں کے ان تمسخر آمیز مجسموں کو دیکھ کر اسے سخت طیش آیا تھا اور اس کی دیکھا دیکھی اور بھی کچھ سرداروں نے غم اور غصے کا اظہار کیا تھا۔
جب سیزر کو کیٹو اور دیگر سرداروں کی خفگی کے بارے میں علم ہوا تو وہ ایک دم سے آگ بگولہ ہوا اٹھا اور سرداروں کو بے حد ذلیل کیا..... اور یوں روشنیوں اور قہقہوں سے شروع ہونے والے جشنوں کا یہ سلسلہ ایک بدمزگی پر اختتام پذیر ہوا اور سیزر نے اپنے روّیے سے بہت سے دشمن پیدا کر لیے۔
دراصل قلوپطرہ نے سیزر کے دماغ میں یہ بات راسخ کر دی تھی کو وہ دنیا کے تمام انسانوں سے بالاتر ہے۔ وہ انسان نہیں بلکہ مشتری دیوتا کا انسانی روپ ہے۔ اس خیال نے سیزر کو خود سر اور سرکش بنا دیا تھا۔ وہ بعض ایسی حرکتیں کرنے لگا تھا، جس سے لوگ اس سے بدظن ہونا شروع ہو گئے تھے۔ شمالی افریقہ کی فتح یابی سے لوٹنے کے بعد سیزر کو مرگی کی بیماری لاحق ہو گئی تھی اور اطباء کا خیال تھا کہ وہ لوگوں کے ساتھ ہتک آمیز روّیہ اپنی بیماری کے زیر اثر، روا رکھتا ہے۔ بعض اوقات وہ دیوانوں کی سی حرکتیں کرنے لگتا تھا لیکن قلوپطرہ اس کی ایسی حرکتیں دیکھ کر خوش ہوتی اور اسے سمجھاتی کہ کیونکہ وہ دیوتا مشتری کا اوتار اور دیوی زہرہ کا بیٹا ہے، اسی لیے اس کی تمام غیر معمولی اور بے تکی حرکتیں اس کی روحانیت کا غماز ہیں۔
سیزر کو حکومتی مسائل اور سیاسی جھمیلوں سے گھڑی بھر کو بھی فرصت ملتی تو وہ فوراً دریائے ٹائبر پار کر کے اپنی محبوب بیوی قلوپطرہ کے پاس پہنچ جاتا۔ اس سرسبز باغات سے گھرے شاندار محل میں قلوپطرہ کے ساتھ اس کا اکلوتا اور لاڈلا بیٹا سیزرین بھی تھا۔ سیزرین اب ڈیڑھ برس کا ہونے کو آیا تھا۔ سیزر اسے گود میں لے کر خوب کھلاتا، گدگدیاں کر کے اسے ہنساتا اور خود بھی قہقہے لگاتا۔
سیزر گرچہ جوانی کی حدود سے نکل چکا تھا۔ مسلسل اور جاں گسست جنگوں نے نا صرف اسے مضمحل کر دیا تھا بلکہ اس کا چہرہ بھی مسخ ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے قویٰ مضمحل ہو گئے تھے۔ اب وہ اپنی عمر سے کہیں زیادہ رسیدہ دکھائی دینے لگا تھا۔ مرگی کی بدترین بیماری نے بھی اس کے اعصاب پر برا اثر ڈالا تھا۔ ان تمام اعصابی و جسمانی پژمردگی کے باوجود اس کے دل میں موجود قلوپطرہ کی محبت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا تھا، بلکہ وہ پہلے سے بھی زیادہ ٹوٹ کر قلوپطرہ کو چاہنے لگا تھا۔ اس کا تیزی سے بڑھتا بڑھاپا، کمزوری اور بیماری سب ہی کچھ قلوپطرہ کے سامنے تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنے کسی عمل سے یہ ظاہر نہ ہونے دیتی کہ اس کی نگاہوں میں سیزر کی اہمیت و وقعت کم ہوتی جا رہی ہے کیونکہ وہ اسے اپنی دیرینہ خواہش کی تکمیل کے لیے استعمال کرنا چاہتی تھی۔ وہ سیزر کو مملکت روم کے تخت پر براجمان دیکھنا چاہتی تھی اور اس کی شدید خواہش تھی کہ وہ ملکہ مصر، ملکہ روم کی حیثیت سے اس کے پہلو میں جلوہ افروز ہو اور اس کا چہیتا بیٹا مصر کے ساتھ روم کا بھی ولی عہد نامزد کیا جائے۔
قلوپطرہ نے سیزر کے دل میں بھی بادشاہ بننے کی جوت جگا دی تھی۔ رفتہ رفتہ وہ اس نہج پر سوچنے لگا تھا کہ روم کا بادشاہ بننا گویا اس کا حق ہے کیونکہ وہ کوئی عام آدمی نہیں بلکہ مشتری دیوتا کا انسانی روپ ہے۔
سلطنت روم کو دنیا کی پہلی جمہوریت ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ حکومت کی باگ ڈور ایک منتخب سینیٹ (اسمبلی) کے ہاتھ میں تھی لیکن قلوپطرہ نے اسے اس بات کے لیے آمادہ کر لیا تھا کہ جشن فتح کے بعد کسی مناسب موقع پر وہ شہنشاہِ روم کا تاج اپنے سر پر رکھ کر اپنی مطلق العنان حکومت کا اعلان کر دے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

جوں جوں وقت گزر رہا تھا، سیزر اور بھی قلوپطرہ کے زیر اثر آتا جا رہا تھا۔ وہ کسی مسئلے میں قلوپطرہ سے اختلاف کے بارے میں سوچ نہ سکتا تھا، مگر ایک نکتہ ایسا تھا جس میں قلوپطرہ اور سیزر میں بے حد اختلاف پایا جاتا تھا..... اور وہ نکتہ تھا سیزر کا جنگی جنون، جہاں قلوپطرہ جلد از جلد روم میں سیزر اور اپنی مطلق العنان حکومت کے لیے بے چین تھی، وہاں سیزر کے سر پر ایران و ہند کی فتح کا خیال سوار تھا اور وہ چاہتا تھا کہ کم از کم ایران فتح کرنے کے بعد وہ تاج شاہی سر پر رکھے، جبکہ قلوپطرہ کو اس کی اس احمقانہ سوچ سے ہی الجھن ہونے لگتی تھی اور وہ مُصر تھی کہ سیزر ایران و ہند کی تسخیر سے پہلے روم میں اپنی موروثی حکومت کی داغ بیل ڈال دے تاکہ قلوپطرہ کی روم کی ملکہ بننے کی آرزو اور ننھے سیزرین کو روم کا ولی عہد منتخب کرنے کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے۔

قلوپطرہ کو ایک بے نام سا خوف سیزر کی آخری اور اسے بے حد چاہنے والی بیوی پلورنیا کی طرف سے بھی لاحق تھا کیونکہ اس کی اور سیزر کی باقاعدہ شادی نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے اس کے دل میں نہاں خانوں میں کبھی کبھار وسوسوں اور اندیشوں کے سنپولیے رینگنے لگتے تھے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اہل روم اُسے نظر انداز کر کے سیزر کی مستند بیوی پلورنیا کو ملکہ روم نہ بنا دیں۔ قلوپطرہ کا یہ خوف کسی حد تک درست بھی تھا۔ دوسری طرف اسے سیزر کے سینیٹروں پر بھی پوری طرح اعتبار نہ تھا کیونکہ ممبران میں سے اکثر صرف اور صرف جمہوریت کے حامی تھے اور جب سے انہیں اس بات کا اندازہ ہوا کہ جولیس سیزر آہستہ آہستہ شہنشاہیت کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہ روم کو جمہوریت کی موروثی بادشاہت میں تبدیل کرنا چاہتا ہے تو ان کے مابین چہ مگوئیاں شروع ہو گئی تھیں۔

ان بدلتے حالات نے سیزر کے اعصاب پر برا اثر ڈالا۔ ویسے بھی اب وہ ذہنی اور جسمانی طور پر پہلے جیسا طاقتور نہ رہا تھا۔ وہ کسی بھی طور اپنے ساتھیوں اور دوستوں کو بدظن نہیں کرنا چاہتا تھا اور حقیقت یہ تھی کہ وہ اس بات سے متفق تھا کہ کیونکہ اس کا تعلق کسی شاہی خاندان سے نہیں ہے، اس لیے اسے بادشاہ بننے کا کوئی حق نہیں، نہ ہی وہ کبھی یہ آرزو رکھتا تھا۔ یہ خواب قلوپطرہ نے اس کی آنکھوں میں سجایا تھا اور اسے مجبور کیا تھا کہ وہ اس نہج پر سوچے، وہ قلوپطرہ کی خوشی کی خاطر اس حوالے سے سوچنے لگا تھا۔ وہ قلوپطرہ کی خواہش کو پورا کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ اس کام میں کسی جلد بازی کا مرتکب نہیں ہونا چاہتا تھا۔

وہ قلوپطرہ اور اپنی خوشی کی خاطر اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو ناراض نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ حالات کسی نہج پر آ جائیں کہ مجلس مشاورت کے ممبران اور عوام خود سے اُسے اپنا بادشاہ چن لیں۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر اب اس نے زیادہ سے زیادہ وقت ملکی امور کو حل کرنے کے لیے دینا شروع کر دیا تھا۔ وہ صبح گھر سے نکلتا اور رات گئے تک سینیٹ کے کاموں میں جٹا رہتا اور اکثر جب بہت دیر ہو جاتی تو وہ دریائے ٹائبر کے اس پار قلوپطرہ کے محل جانے کے بجائے، سینیٹ کی عمارت کے پچھلی جانب واقع، اپنی آخری بیوی پلورنیا کی رہائش گاہ پر چلا جاتا۔

پلورنیا اسے دیکھ کر کھل اُٹھتی۔ وہ اسے دل کی گہرائیوں سے چاہتی تھی۔ خود سیزر قلوپطرہ جیسی یکتائے روزگار حسینہ کو حاصل کرنے کے باوجود پلورنیا کی محبت اور وفا کو بھلا نہ سکا تھا اور آج بھی اس کا اسی طرح خیال رکھتا تھا۔

جلد ہی قلوپطرہ کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ دن بہ دن سیزر اس سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ خصوصاً جب کسی رات وہ پلورنیا کے پاس گزار کر آتا تو اس کا موڈ سخت خراب ہوتا تھا۔

''پیارے سیزر۔'' ایک شام اس نے سنجیدہ لہجے میں سیزر کو مخاطب کر کے کہا۔ ''اب کبھی کبھی مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے کہ میں نے مصر سے روم آ کر کوئی غلطی کی ہے اور شاید مجھے اس غلطی کا خمیازہ بھگتنا ہوگا..... اور اگر میں یہ کہوں کہ مجھے اپنی غلطی کی سزا ملنا شروع ہو گئی ہے..... تو غلط نہ ہوگا۔''

سیزر کئی لمحوں تک حیران نظروں سے قلوپطرہ کا سنجیدہ اور کسی قدر رنجیدہ چہرہ تکتا رہا تھا۔ پھر دھیمے لہجے میں یوں گویا ہوا۔ ''جان سیزر! اگر تم یہ بات اس لیے کہہ رہی ہو کہ میں نے تمہیں شہر میں رکھنے کے بجائے دریا کے اس پار رکھا ہے تاکہ میں پلورنیا کے گھر ٹھہر سکوں تو یقین کرو ایسا نہیں ہے۔ میں نے تمہیں اس جگہ اس لیے رکھا ہے کہ تم اور ننھا سیزرین کھلی آب و ہوا میں پرسکون انداز میں رہ سکو اور شہر کے ہنگاموں سے دور رہ سکو۔''

''نہیں سیزر، تم میری بات کا مطلب غلط لے رہے ہو۔'' قلوپطرہ نے اسی سنجیدہ لہجے میں کہا۔ ''نہ میں شہر سے دور اس رہائش گاہ کی وجہ سے خفا ہوں اور نہ ہی پلورنیا کی وجہ سے مجھے کوئی پریشانی ہے..... ایک پلورنیا کیا، تم اگر دس عورتیں اور رکھ لو، تو بھی میں جانتی ہوں تم مجھے اور سیزرین کو ایک لمحے کے لیے بھی اپنے دل سے دور نہیں کر سکتے۔ ہاں اب کبھی کبھی میں یہ ضرور محسوس کرنے لگی ہوں کہ تمہاری محبت میں اب وارفتگی اور گرم جوشی باقی نہیں رہی ہے..... شاید اب تم مجھے اپنی محبوبہ کے بجائے اپنے بچے کی آیا تصور کرنے لگے ہو۔''

''نہیں قلوپطرہ۔'' سیزر اس کی بات سن کر بے اختیار مسکرا اٹھا۔ ''تمہارے دل میں یہ خیال آیا بھی تو کیوں؟ سیزرین صرف میرا ہی نہیں تمہارا بھی

allurdupdfnovels.blogspot.com

تو لختِ جگر ہے۔ وہ ہم دونوں کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ یہ روم کی بادشاہت کا تصور اور دنیائے مشرق کو فتح کرنے کا خیال، یہ سب کچھ سیزرین ہی کے لیے تو ہے۔"

قلوپطرہ نے آگے بڑھ کر بے حد ناز بھرے انداز میں اپنے ریشمیں بازو سیزر کی گردن میں حمائل کرتے ہوئے کہا۔ "پیارے سیزر، تم دنیائے مشرق کی فتح کا خیال فی الحال اپنے ذہن سے نکال دو۔ ابھی تمہیں صرف اور صرف روم کی سلطنت پر اپنی حکومت کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ جس طرح تم نے مصر میں تمام بدخواہوں کا سر جھکا کر، مصر کا تاج میرے سر پر رکھ دیا تھا، بالکل اسی طرح میں چاہتی ہوں تم جلد از جلد، روم کا تاج اپنے سر پر رکھ کر اپنی قلوپطرہ کو ملکہ اور اپنے چہیتے سیزرین کو ولی عہد نامزد کر دو۔"

"جانِ سیزر۔" سیزر نے اسے اپنے مضبوط بازوؤں کے گھیرے میں لیتے ہوئے جواب دیا۔ "تم روم کو مصری نظروں سے دیکھ رہی ہو۔ مصر میں سب ہمارے مخالف تھے اور ہم پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے تھے مگر یہاں سب ہمارے حلیف ہیں، ہمارے اپنے ہیں، اس لیے کوئی بھی قدم اٹھاتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔ دشمن سے مقابلہ کرنا آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ آپ کے سامنے ہوتا ہے مگر دوستوں کی صفوں میں ایسے دشمن بھی پوشیدہ ہوتے ہیں، جو پشت سے خنجر گھونپ دیتے ہیں، جس کا ہمیں گمان بھی نہیں ہوتا۔"

"کیا کہہ رہے ہو سیزر!" قلوپطرہ نے کسمسا کر خود کو اس کے بازوؤں سے نکالتے ہوئے قدرے حیران لہجے میں کہا۔ "روم کے سارے بڑے سردار اور جنرل تمہارے دوست ہمدرد اور وفادار ہیں..... کیا تم بروٹس جیسے دوست پر شبہ کر سکتے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔" سیزر نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا۔ "بروٹس اور میں تو ایک جان دو قالب ہیں، میں اس پر خود سے بھی زیادہ بھروسہ کرتا ہوں۔"

"تو کیا تم انطونی کو اپنا دشمن سمجھتے ہو؟" قلوپطرہ نے قدرے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" سیزر نے پُریقین اور پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "انطونی میرا بے حد وفادار دوست ہے۔ اس نے میری غیر موجودگی میں بھی ہمیشہ ہی میرے مفاد کی حفاظت کی ہے۔ وہ ہمیشہ میرا اچھا دوست رہا ہے اور مجھے یقین ہے وہ مستقبل میں بھی میرا وفادار دوست ہی رہے گا۔"

"تو پھر تمہیں کس کا ڈر ہے؟" قلوپطرہ نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔ "ان دونوں کے علاوہ اور کون اتنا طاقتور اور باحوصلہ ہے جو تمہارے ہاتھ سے روم کا تاج چھیننے کی جرأت کر سکے؟ میں نے دریا کے اس پار بیٹھ کر بھی سینیٹ کی اس اونچی عمارت کی سیاست کو سمجھ لیا ہے مگر تم ہو کہ ان سب کے درمیان رہ کر بھی انہیں اب تک نہیں سمجھ سکے؟"

"میں تمہارے اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔" سیزر نے قریب پڑے صوفے پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ "کیونکہ بعض باتیں ایسی ہیں، جنہیں ایک رومی ہی سمجھ سکتا ہے۔ وہ کسی غیر ملکی یعنی مصری کی سمجھ میں نہیں آ سکتیں۔"

"تمہارا خیال درست ہو سکتا ہے۔" قلوپطرہ نے فراخدلی سے تسلیم کیا۔ "مگر میں چاہتی ہوں تاج روم کو اپنے سر پر رکھنے کی راہ میں تمہیں جو رکاوٹیں حائل نظر آتی ہیں، تم مجھے بھی اس سے آگاہ کرو۔"

"جانِ سیزر۔" سیزر نے اکتائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "فی الحال میں صرف مشرق کی جانب لشکر کشی کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ میرے جانے کے بعد تمہارا کام صرف سیزرین کی پرورش اور دیکھ بھال ہوگا۔ باقی سب کچھ تم مجھ پر چھوڑ دو۔"

"دشمنوں کے درمیان رہ کر میں سیزرین کی کس طرح دیکھ بھال اور حفاظت کر سکوں گی؟"

قلوپطرہ نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "افسوس تو اس بات کا ہے کہ تم اپنے دشمنوں کو پہچانتے ہی نہیں۔"

"تو کیا تم میرے دشمنوں کو جانتی ہو؟" سیزر کے لہجے سے تلخی چھلک رہی تھی۔

"ہاں جانتی ہوں۔" قلوپطرہ نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ "تم کئی قسم کے دشمنوں میں گھرے ہوئے ہو، تمہارے دشمنوں کی پہلی قسم وہ ہے، جس میں ایسے لوگ شامل ہیں، جنہوں نے تم سے ہمیشہ ہی نفرت کی ہے اور وہ عرصہ دراز سے تمہارے دشمن چلے آ رہے ہیں۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے، جو پومپی کے طرف دار ہیں، جو تمہیں پومپی کی موت کا ذمے دار سمجھتے ہیں۔ تیسرے دشمن وہ لوگ ہیں، جو تمہاری بیوی پلورنیا کے ہمدرد اور بہی خواہ ہیں۔ وہ مجھ سے ناخوش ہیں۔ انہیں اس بات کا دکھ ہے کہ تم ایک وفادار اور محبت کرنے والی بیوی کے ہوتے ایک غیر ملکی عورت کو بیاہ کر لے آئے ہو..... اور کچھ تمہاری روحانی طاقتوں کے مخالف ہیں اور تمہیں مشتری دیوتا کا اوتار ماننے کو تیار نہیں۔"

اپنی بات ختم کر کے قلوپطرہ نے سیزر کی طرف دیکھا۔ وہ خاموشی اور سنجیدگی سے بغور اس کی بات سن رہا تھا۔

"تمہاری باتوں میں کہیں نا کہیں سچائی ضرور ہے۔" قلوپطرہ کی باتوں پر کئی لمحوں تک غور کرنے کے بعد سیزر نے تائید بھرے انداز میں سر

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ”مگر میں پوری طرح تمہاری باتوں سے اتفاق نہیں کرسکتا..... ہاں البتہ آج تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ روم کے تخت وتاج پر قبضہ کرنے سے قبل میں دنیائے مشرق کی فتوحات کے بارے میں اب نہیں سوچوں گا۔“

قلوپطرہ کے اداس اور متفکر چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

اب سیزر جلد از جلد روم کی جمہوریت کو موروثی بادشاہت میں بدلنے کا خواہاں تھا اور اس سلسلے میں اس نے پیش رفت کا فیصلہ کرلیا تھا۔ جلد ہی اس نے اشاروں کنایوں میں اپنے سرداروں اور جنرلوں کو یہ سمجھا دیا کہ وہ سلطنت روما کے تخت وتاج کا اہل ہے اور اسے جمہوری سربراہ کے بجائے ایک موروثی بادشاہ تسلیم کرلیا جانا چاہیے۔

اس کے ان اشاروں سے جمہوریت پسند امراء اور سردار، جو اس کے پہلے ہی مخالف تھے اور زیادہ بدظن ہوگئے اور دوسرے لوگوں کو بھی سیزر کے اس اقدام کے بارے میں خبردار کرنے لگے۔

اب سیزر نے ایک اور قدم آگے بڑھایا اور خاندانی بادشاہوں کی طرح اس نے اپنے سرداروں، افسروں اور عوام الناس پر انعام واکرام اور عنایات کی بارش شروع کردی۔ لوگ اس کے اس اقدام سے خوش تو ہوئے، مگر انہیں سیزر کا اس طرح شاہی خزانہ لٹانا کچھ زیادہ اچھا نہیں لگا۔

اس کے بعد سیزر نے عوام کی بھلائی اور ملک کی ترقی کے لیے دیگر راستے اختیار کیے، اس نے عمارتیں، مدارس، شفا خانے اور سڑکیں تعمیر کروائیں۔ غرباء کی امداد کے لیے خصوصی فنڈ قائم کیے اور ان کی تفریح طبع کی خاطر سالانہ میلوں اور نمائشوں کا سرکاری طور پر اہتمام کروایا۔ غرض کہ اس نے عوام وخواص اور دوست ودشمن کی دلداری کا کون سا ایسا طریقہ تھا، جو نہ آزمایا۔ اس کے اس حسن سلوک سے عوام وخواص دونوں ہی اس کے دلدادہ وشیدا ہوگئے۔

مگر اس کی بڑھتی ہوئی شہرت اور عزت دیکھ کر بہت سے لوگ دل ہی دل میں جل رہے تھے۔ انطونی اور بروٹس کے علاوہ باقی تمام سردار سیزر کے مخالف ہو چکے تھے۔ ان کی مخالفت کی الگ الگ وجوہات تھیں لیکن اس بات پر سب متفق تھے کہ روم میں عوامی نمائندوں کی حکومت ہونی چاہیے اور چونکہ سیزر کے قدم تیزی سے بادشاہت کی طرف بڑھ رہے تھے، اس لیے وہ سب سیزر کے مقابل مضبوط دیوار بن کر کھڑے ہوجانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

دربار کے باقی چھوٹے اور بے وقعت امراء گرچہ بادشاہت کے خلاف تھے لیکن سیزر کی بے پناہ نوازشوں کے پیش نظر وہ سیزر کی بادشاہت کا خیر مقدم کرنے کے لیے آمادہ تھے۔ پھر انہی امراء کی طرف سے یہ تحریک ہوئی کہ سیزر کی ان نوازشوں اور عنایات کے شکریہ کے اظہار کے طور پر ہمیں عظیم سیزر کو دس سال کے لیے روم کا قونصل (صدر) منتخب کرلینا چاہیے۔

یہ تجاویز گو کہ ایک غیر معروف سردار کی طرف سے پیش کی گئی تھی مگر اس کے پس پردہ خود جولیس سیزر اور اس کے خاص دوستوں بروٹس اور انطونی کی مرضی بھی شامل تھی۔ چنانچہ اس تجویز کے سامنے آتے ہی انطونی نے فوراً تائید کرتے ہوئے کہا۔ ”عظیم فاتح کی خدمات کے صلے میں اگر ہم سیزر کو تمام عمر کے لیے بھی روم کا قونصل مقرر کردیں، تب بھی یہ صلہ ناکافی ہوگا۔“

بروٹس نے بھی تائید میں زبان کھولی۔ وہ بولا۔ ”بڑی عمدہ اور معقول تجویز ہے، میرا خیال ہے کہ جنرل سیزر کو روم کے قونصل کے دس سالہ عہدے کے ساتھ انہیں افواج روم کا کمانڈر انچیف بھی مقرر ہونا چاہیے۔“

اس وقت دربار میں کیشیس بھی موجود تھا۔ ان سب باتوں کو سنتے ہی اسے اندازہ ہوگیا کہ یہ تمام تجویز سیزر کے اشارے پر پیش کی جارہی ہیں۔ وہ روم میں موروثی بادشاہت کا سخت مخالف تھا، مگر اس وقت بروٹس اور انطونی کی تائید کے بعد وہ کھل کر مخالفت کی جرأت نہ رکھتا تھا، اسی لیے اپنی وفاداری کے اظہار کے طور پر اسے بھی یہ تجویز پیش کرنی پڑی۔ وہ بولا۔ ”ہمارا فاتح جولیس سیزر نا صرف روم کے کمانڈر انچیف کا اہل ہے بلکہ اس کا یہ عہدہ موروثی ہونا چاہیے۔“

درباریوں نے اس تجویز پر خوب تالیاں بجائیں اور سیزر کو نا صرف کمانڈر انچیف بنادیا گیا بلکہ یہ عہدہ موروثی بھی قرار دے دیا گیا یعنی سیزر کے بعد اس کا بیٹا سیزرین، پھر سیزرین کے بعد اس کا بیٹا کمانڈر انچیف ہوگا۔ کیشیس نے سیزر کی ہمدردی حاصل کرنے اور اپنی وفاداری کا فریب دینے کے لیے موروثی عہدہ پیش کیا تھا، مگر یہ اقدام قلوپطرہ کے سوکھے دھانوں میں گویا کہ پانی لگ جانے کے مترادف ثابت ہوا۔ اس کی خزاں رسیدہ امیدوں کے چمن میں ایک بہار کا جھونکا آگیا تھا، کیونکہ واضح الفاظ میں سیزرین کو سیزر کے بعد سلطنت روما کی افواج کا کمانڈر انچیف تسلیم کرلیا گیا تھا۔

سیزر نے مزید پیش رفت کی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

اس نے اس ایوانِ حکومت میں جہاں سات عدد قدیم بادشاہوں کے بت پہلے سے نصب تھے، آٹھواں بت، اپنا بنوا کر نصب کروا دیا، گویا کہ اس نے بغیر کسی اعلان کے، خود کو بادشاہوں کی صف میں شامل کر لیا تھا۔

اب سیزر نے کشیدہ کاری اور طلائی و نقرئی تاروں سے آراستہ بیش قیمت شاہانہ لباس زیب تن کرنا شروع کر دیا تھا۔ نئے ڈھالے جانے والے سکوں پر اپنی شبیہ کا ٹھپا لگوانے کا حکم بھی صادر کر دیا گیا تھا..... اور اب وہ ایوان حکومت میں تخت شاہی پر قدیم بادشاہوں کی طرح بیٹھتا، اس کے ہاتھ میں ہاتھی دانت کا عصا اور سر پر زرتار ٹوپی ہوتی۔ جب کوئی تقریب ہوتی تو سیزر شاہانِ مصر کی طرح مزین رتھ میں بیٹھ کر باہر نکلتا اور عوام کو درشن دیتا۔ اس کے چاروں طرف ارکان حکومت اور امراء ہوتے اور شاہی حفاظتی دستہ تلوار و تیر و تفنگ سے لیس ہوتا تھا۔

سیزر کو قانونی طور پر یہ حق بھی دے دیا گیا کہ جس طرح سکندر اعظم، سکندریہ کی فصیل کے اندر دفن کیا گیا تھا، اسی طرح سیزر کو بھی روم کی فصیل کے اندر دفن کیا جائے۔

اب سیزر نے یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ مقدس اور ملکوتی دیوتا ہونے کی وجہ سے اس کا مجسمہ دوسرے دیوتاؤں کے ساتھ مندر میں رکھا جائے۔

قلوپطرہ نے سیزر کے دل و دماغ میں یہ خیال جاگزین کر دیا تھا کہ وہ مشتری دیوتا کا انسانی روپ ہے۔ چنانچہ اس نے مشتری دیوتا کے نام پر ایک معبد تعمیر کروایا اور اس میں اپنا مجسمہ نصب کروا دیا، جس کے نیچے کندہ تھا۔

''غیر فانی دیوتا''

یہی نہیں بلکہ روم کے تمام بڑے بڑے معبدوں میں اس کے بت نصب کیے گئے او مصری فرعونوں کی طرح، سیزر کے لیے بھی پجاریوں کی ایک خاص جماعت تشکیل دی گئی جس کا کام عوام سے سیزر کے مجسّموں کا احترام و تکریم کروانا تھا۔ تمام حلف ناموں میں جس مقام پر، دیوتاؤں کے نام لے کر قسم کھائی جاتی تھی، وہاں مصر کے فرعونوں کی طرح سیزر کا نام بھی شامل کر دیا گیا۔

اب یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہ رہی تھی کہ سیزر بادشاہ بننا چاہتا ہے۔

عوام اس سلسلے میں فکرمند یا پریشان نہ تھے۔ وہ ذہنی طور پر اسے اپنا بادشاہ تسلیم کر چکے تھے۔ اب صرف رسمی طور پر اعلان کے منتظر تھے۔ کچھ کا خیال تھا کہ سیزر کو مشرقی فتوحات پر روانہ ہونے سے قبل اپنی بادشاہت کا اعلان کر دینا چاہیے اور کچھ توقع کر رہے تھے کہ سیزر مشرقی فتوحات سے واپس لوٹنے پر یہ اعلان کرے۔

سیزر بڑی مشاقی اور باریک بینی سے عوام اور خواص کے تاثرات اور سوچوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ عوام الناس کی طرف سے اسے کوئی خدشہ یا پریشانی نہ تھی۔ البتہ کچھ سرداروں اور جنرلوں کے تیوری کے بل اسے محتاط رہنے پر مجبور کر رہے تھے۔ وہ خود بھی جلد بازی یا غیر محتاط رویہ اختیار کرنے کے حق میں نہ تھا۔ وہ کسی عجلت کا اظہار کر کے روم کے عوام کے سروں پر زبردستی مسلط نہیں ہونا چاہتا تھا بلکہ نہایت دانش مندی، دور اندیشی اور تدبر کے ساتھ وہ قدم بہ قدم تخت شاہی کی جانب بڑھنا چاہتا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ جلد یا بدیر سب کچھ اسی کے ہاتھ میں آنا ہے۔ یہ تخت اس کے قدموں تلے ہوگا اور روم کا تاج شاہی اس کے سر کی زینت بنے گا۔ اس یقین نے اسے بے حد متحمل مزاج بنا دیا تھا۔

اور جب اسے عوام کی اس سوچ کا اندازہ ہوا کہ وہ اسے مشرقی فتوحات سے واپسی پر بادشاہ کے روپ میں دیکھنے کے متمنی ہیں تو ایک بار پھر مشرقی فتوحات کا خیال اس کے دل و ذہن میں جاگ اٹھا۔

❀✪❀

رومی طرز کے کشادہ دریچوں سے ٹھنڈی ہوا کے جھونکے کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔ دریچوں پر جھولتے حریری پردے ریشمی ڈوریوں سے بندھے تھے۔ دریچوں کے نیچے دیوار کے ساتھ ساتھ نیم گولائی والی تپائیوں پر چاندی کے منقش پیالوں میں تازہ پھول سجے تھے۔ جن کی خوشبو ہوا میں شامل ہو کر کمرے کی فضا کو مشکبار بنا رہی تھی۔ کمرے کا ابرقی پتھر سے مزین فرش گہرے نیلے رنگ کے ایرانی مخملیں قالین سے ڈھکا ہوا تھا۔ سامنے کی دیوار پر ایک چھوٹا مخملی غالیچہ ٹنگا تھا، جس پر ایک خونخوار شیر کی شبیہ تھی، جو اپنے خونخوار جبڑے کھولے کمرے میں موجود لوگوں کو گھورتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ کمرے کے وسط میں چھوٹے پایوں والی ایک کشادہ اور طویل میز پڑی تھی اور اس کے اطراف چاندی کی پشت والی کرسیاں رکھی تھیں۔ یہ سیزر کے دریائے ٹائبر کے اس پار واقع محل کا ڈرائنگ روم تھا۔ کھانے کا یہ کمرہ اس نے قلوپطرہ کے لیے خصوصی طور پر آراستہ کروایا تھا۔ میز کے عین اوپر چھت کے درمیان ایک بڑا بلوری فانوس لٹک رہا تھا جبکہ کمرے کے چاروں کونوں پر لمبوترے خوشنما جھاڑ لٹکے ہوئے تھے۔

اس وقت اس طعام گاہ میں سیزر کے ساتھ ملکہ قلوپطرہ بھی موجود تھی۔ وہ دونوں آمنے سامنے والی نشستوں پر بیٹھے خاموشی سے ایک دوسرے کی جانب تک رہے تھے۔ میز پر سونے اور چاندی کے ظروف میں مصری کھانا چنا ہوا تھا۔ میز کے دونوں جانب خدّام دست بستہ حکم کے منتظر تھے مگر

allurdupdfnovels.blogspot.com

سیزر اور قلوپطرہ اس وقت کھانے کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اپنی اپنی سوچوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔

سیزر ہمیشہ سے ہی سکندر اعظم کی طرح پوری دنیا کو فتح کرنے کا خواب دیکھنے کا عادی رہا تھا اور اس سلسلے میں اس نے فیصلہ کیا تھا کہ پہلے وہ مشرقی علاقوں کو فتح کرے گا مگر قلوپطرہ اس کی اس سوچ سے متفق نہ تھی اور بہت مشکل سے اس نے اس کے ذہن سے اس فیصلے کے نقوش معدوم کیے تھے۔

مگر اب جبکہ سیزر کو یہ معلوم ہوا کہ عوام چاہتے ہیں کہ وہ مشرقی فتوحات کے بعد روم واپس آ کر بادشاہت کا اعلان کرے تو اس کے دل میں خوابیدہ فتوحات کا یہ خواب ایک بار پھر انگڑائی لے کر بیدار ہو گیا تھا اور اس نے فوری طور پر یہ فیصلہ کیا کہ بادشاہت کے اعلان کے لیے وہ موقع ہی درست اور سعد ہوگا، جب وہ مشرقی ممالک کی فتح یابی کے بعد روم میں دوبارہ داخل ہوگا، اس کے لشکریوں کے چہرے فتح کی خوشی سے دمک رہے ہوں گے اور مال غنیمت سے ان کی جیبیں بھری ہوئی ہوں گی۔ مشرقی راجے، مہاراجے اور دیگر معزول حکمران اس کے جلو میں پابہ زنجیر چل رہے ہوں گے۔ اہل روم اس کی اس شاندار فتح پر خوشی سے نعرہ زن ہوں گے۔

''فاتح مشرق زندہ باد''

''ہمارا بادشاہ زندہ باد''

اسے یقین تھا کہ اس کی اس عالیشان فتح کے جواب میں روم کے وفادار اور سادہ لوح عوام خود ہی اسے روم کے تخت شاہی پر بٹھا دیں گے۔ خود بڑھ کر جام تھامنے سے یہ تصور کہیں معتبر اور محترم تھا کہ عزت و احترام کے ساتھ ساغر و مینا اس کی خدمت میں پیش کر دیئے جاتے۔ یہ تصور بڑا دلکش اور دل آویز تھا، وہ عوام کے دلوں کو روند کر تخت شاہی پر اپنا تسلط قائم کرنے کے بجائے ان کے دلوں کو مسحور کر کے تخت و تاج تک پہنچنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے عوام کی خواہش کا احترام کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے مشرقی فتوحات پر روانگی کا ارادہ کر لیا۔

ملکہ قلوپطرہ کے لیے اس کا یہ فیصلہ اور ارادہ کسی سانحہ سے کم نہ تھا۔

اس وقت وہ دونوں کھانے کی میز پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ سیزر نے بڑے سرسری سے انداز میں اپنے اس فیصلے کو قلوپطرہ کے گوش گزار کیا تھا۔

''صرف تین چار سال کی بات ہے۔''

''تین چار سال۔'' ملکہ کا کھانے کی جانب بڑھتا ہوا ہاتھ فوراً رک گیا۔ اس نے بے یقین نظروں سے سیزر کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''اور تم کہہ رہے ہو، صرف..... تمہاری نظروں میں تین چار سال کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔''

''اہمیت رکھتے ہیں..... تب ہی تو یہ قیمتی سال میں عوام کی خواہش کی تکمیل کے لیے صرف کرنا چاہتا ہوں۔'' سیزر نے دھیمے اور رسان بھرے لہجے میں جواب دیا۔

''عوام کی خواہش کا تمہیں احساس ہے..... اور میری خواہش کو تم درخور اعتناء ہی نہیں لکھتے۔'' قلوپطرہ کی شفاف پیشانی پر لکیریں سمٹ آئیں۔

''جان! دراصل یہ تمہاری خواہش کی تکمیل کا ہی راستہ ہے۔'' سیزر نے سمجھانا چاہا۔

''میں اتنے طویل راستے پر چل کر ملکہ روم بننے کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی۔'' قلوپطرہ نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''میں پچھلے تین سالوں سے یہاں تمہارے اس محل میں بیٹھی تمہاری بادشاہت کے اعلان کا انتظار کر رہی ہوں..... اور تم ہو کہ اس انتظار میں مزید اضافہ کیے جا رہے ہو۔ اب تم نے مشرقی فتوحات کا قضیہ کھڑا کر دیا ہے۔'' قلوپطرہ نے تنقیدی نظروں سے سیزر کی طرف دیکھا۔ بڑھاپے اور بیماری نے سیزر کا آہنی جسم پگھلا کر رکھ دیا تھا۔ اب وہ پہلے کی طرح توانا اور تنومند نہ رہا تھا۔ اس کے قویٰ بھی مضمحل ہو گئے تھے۔ اکثر اس پر جنوں کے دورے بھی پڑنے لگے تھے۔ ان حالات میں یہ بات یقینی طور پر کس طرح کہی جا سکتی تھی کہ آیا اسے مشرقی فتوحات نصیب بھی ہوں گی یا نہیں..... اگر وہ واپس ہی نہ لوٹ سکا تو.....؟''

قلوپطرہ کسی بھی طرح کا خطرہ مول لینے کے لیے تیار نہ تھی۔ وہ جلد از جلد خود کو روم کی ملکہ اور سیزرین کو روم کے ولی عہد کے روپ میں دیکھنے کی متمنی تھی۔ اب اس کی سیزر سے اسی حد تک دلچسپی رہ گئی تھی کہ وہ بادشاہت کا اعلان کر کے اس کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کر دے..... پھر بے شک مشرقی فتوحات پر روانہ ہو یا مغربی سمندروں میں غرقاب ہو جائے..... اسے اس سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ چنانچہ اس نے ایک بار پھر سیزر کو قائل کرنے کی کوشش کی۔

''پیارے سیزر! شاید تم بھول رہے ہو، تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تم بادشاہت کے اعلان سے پہلے مشرقی علاقوں کی طرف جانے کے بارے

allurdupdfnovels.blogspot.com

میں سوچو گے بھی نہیں۔''

''ہاں!'' سیزر نے سر کھجاتے ہوئے اپنی خفت دور کرنے کی کوشش کی۔ ''اصل میں اس وقت مجھے عوام کی سوچ کا علم نہیں تھا..... لیکن اب دیکھو قلوپطرہ! تم تین سال سے روم میں ہو۔ ہمارا بیٹا چار سال کا ہو چکا ہے۔ کتنی جلدی یہ وقت گزر گیا۔ اسی طرح یہ تین چار سال بھی پلک جھپکنے میں گزر جائیں گے اور ضروری نہیں کہ تین چار سال ہی لگیں۔ ہوسکتا ہے میں جلد لوٹ آؤں۔''

''اور اگر کبھی لوٹے ہی نہیں تو.....؟'' اس سوال کو قلوپطرہ نے بہت مشکل سے لبوں پر آنے سے روکا تھا۔

''میں تمہیں جانے سے نہیں روک رہی۔'' چند ثانیوں تک خود کو سنبھالنے کے بعد قلوپطرہ نے دھیمی اور رسان بھری آواز میں کہا۔ ''میں صرف اتنا چاہتی ہوں کہ تم جانے سے قبل اپنی بادشاہت کا اعلان کر دو۔''

سیزر نے نگاہ اٹھا کر قلوپطرہ کی طرف دیکھا۔ اس کا دلکش چہرہ فکر اور تردّد کی گہری پرچھائیوں میں گھرا ہوا تھا۔ اس کی حسین مخمود آنکھوں سے اس وقت پریشانی چھلک رہی تھی۔ سیزر کو یہ دلکش و رعنا عورت دنیا کی ہر شے سے زیادہ عزیز تھی۔ اس عورت کے ساتھ اس نے اپنی زندگی کے حسین ترین لمحے گزارے تھے اور اسی عورت نے اسے باپ بننے کی خوشی عطا کی تھی۔ وہ اسے متفکر اور پریشان دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ اس کی تشفی کی خاطر لہجہ بدل کر بولا۔ ''چلو ٹھیک ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں کیا کیا جاسکتا ہے۔''

قلوپطرہ کو تسلی نہیں ہوئی تھی مگر وہ خاموش ہوگئی۔ جانتی تھی سیزر سے بحث و مباحثہ لاحاصل ثابت ہوگا۔ چنانچہ اس نے اس حوالے سے خود ہی کوئی قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ سیزر کے دو وفادار ساتھیوں بروٹس اور مارک انطونی کے بارے میں وہ خوب اچھی طرح جانتی تھی۔ چنانچہ اس سلسلے میں اس نے ان دونوں یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے مدد لینے کے حوالے سے سوچنا شروع کیا۔

جہاں تک بروٹس کا تعلق تھا، وہ ایک سچا کھرا اور صاف گو انسان تھا۔ جاننے والے یہ بات جانتے تھے کہ ایک زمانے میں بروٹس کی ماں سیرولیا سے جولیس سیزر کے تعلقات رہ چکے تھے۔ سرولیا، سیزر کے حریف جنرل پومپی کے قریبی دوست کیٹو کی بہن تھی اور کیٹو کی بیٹی بروٹس کی بیوی تھی۔ پومپی کے بعد سیزر نے کیٹو کو بھی انتہائی بے رحمی کے ساتھ قتل کر دیا تھا۔ اس طرح وہ بروٹس کے خسر کا قاتل تھا اور اس کی ماں کا آشنا..... ان تلخ حقائق کے باوجود بروٹس، سیزر کا وفادار اور بہی خواہ تھا۔ سیزر اس پر اپنی ذات کی طرح اعتماد رکھتا تھا۔

مگر قلوپطرہ نے جب باریک بینی کے ساتھ حالات و واقعات کا تجزیہ کیا تو اس نتیجے پر پہنچی کہ سیزر کی تخت نشینی کے بارے میں بروٹس کے بجائے اگر انطونی کو اعتماد میں لیا جائے تو یقیناً نتائج زیادہ بہتر نکل سکتے ہیں۔

یوں بھی بروٹس کی نسبت اسے انطونی زیادہ پسند تھا۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ بروٹس نے کبھی اسے نگاہ بھر کر بھی دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی جبکہ انطونی کی آنکھوں میں اسے دیکھتے ہی قندیلیں جل اٹھتی تھیں۔ ویسے بھی بروٹس کی نسبت انطونی زیادہ خوبرو، تنومند اور کم عمر تھا۔ پہلی ہی نگاہ میں وہ قلوپطرہ کو بے حد اچھا لگا تھا۔ خود انطونی کا بھی یہ عالم تھا کہ قلوپطرہ کو دیکھتے ہی اس کی بے تاب دھڑکنوں میں مزید اضافہ ہو جاتا تھا۔ چنانچہ قلوپطرہ نے اس کی اس پسندیدگی اور وارفتگی سے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا اور اگلی شام اس نے انطونی کو ملاقات کے لیے اپنی دریا کنارے والی قیام گاہ پر بلا بھیجا۔

وہ منگل کا دن تھا اور اس دن عموماً سینیٹ کا اجلاس رات گئے تک چلتا تھا اور سیزر کو ایک لمحے کو سر کھجانے کی بھی فرصت نہ تھی۔ اجلاس کے اختتام تک وہ اس قدر تھک چکا ہوتا کہ دریا پار کر کے قلوپطرہ کی قیام گاہ پر جانے کے بجائے وہ سینیٹ کی عمارت کی پچھلی جانب واقع اپنی بیوی پلورنیا کی رہائش گاہ پر چلا جاتا اور ہفتہ میں ایک دن یعنی منگل کی شب عموماً وہ پلورنیا کے ساتھ اسی کے گھر پر گزارتا۔

اسی لیے انطونی کو بلانے کے لیے قلوپطرہ نے منگل کی شام کا انتخاب کیا تھا۔ انطونی بھی سیزر کے معمولات سے واقف تھا چنانچہ جب اسے قلوپطرہ کے بلاوے کا علم ہوا تو اس کا دل بے ساختہ دھڑک اٹھا اور اس نے اسی پل سے شام ہونے کا انتظار شروع کر دیا اور سہ پہر ڈھلتے ہی وہ ایک تیز رفتار کشتی میں سوار ہو کر دریا کے اس پار قلوپطرہ کے خوبصورت محل کی طرف روانہ ہوگیا۔

قلوپطرہ اپنی خصوصی نشست گاہ میں، اپنی مخصوص کاؤچ، اپنے خاص انداز میں تشریف فرما تھی۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی انطونی کو اپنے رگ و پے میں ایک سنسنی سی جاگتی محسوس ہوئی۔ بصد مشکل اپنے مضطرب دل کو قابو میں کرتے ہوئے اس نے جھک کر سلام پیش کیا اور بولا۔ ''میں ملکہ حسن اور ملکہ روم کی خدمت میں سلام عجز و نیاز پیش کرتا ہوں۔''

ملکہ حسن اور ملکہ روم کے القابات سن کر قلوپطرہ کا چہرہ مسرت و انبساط سے کھل اٹھا۔

''انطونی'' اس نے مسرور لہجے میں کہا۔ ''مشتری دیوتا اور دیوی زہرہ تمہاری زبان مبارک کریں۔ تمہارے منہ سے ملکہ روم کا لقب سن کر مجھے

allurdupdfnovels.blogspot.com

کس قدر خوشی ہوئی ہے، میں بیان نہیں کر سکتی۔"

"مجھے خوشی ہوئی کہ میری بات سے آپ کو خوشی ہوئی۔" انطونی نے مزید جھکتے ہوئے شائستہ لہجے میں جواب دیا۔ "مگر ملکہ روم..... کوئی لقب نہیں، بلکہ یہ میرے دل کی اور پورے روم کی آواز ہے۔"

"میرا بھی یہی کہنا ہے۔" قلوپطرہ نے بے تابانہ جواب دیا۔ "مگر پتہ نہیں سیزر کو یہ آواز کیوں سنائی نہیں دیتی، پتہ نہیں وہ کس بات کا انتظار کر رہا ہے۔ میں کہتی ہوں جب عوام و خواص سب ہی چاہتے ہیں تو پھر وہ اپنی بادشاہت کا اعلان کیوں نہیں کر دیتا؟"

"ملکہ روم درست فرما رہی ہیں۔" انطونی نے خوشامدانہ لہجے میں جواب دیا۔ "خود میں بھی ملکہ عالیہ کا ہم خیال ہوں اور اسی خیال کے زیر اثر کئی بار میں نے سیزر کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ کہتا ہے کہ اتنی جلدی کیا ہے؟ یہ تخت و تاج میرا ہے۔ آج اس پر تسلط قائم کروں یا کل، فرق ہی کیا پڑتا ہے۔ آج بھی ہمارا ہے اور کل بھی۔"

"نہیں انطونی نہیں۔" قلوپطرہ چیخ اٹھی۔ انسان صرف آج پر قادر ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے، جہاں تک کل کا تعلق ہے، اس سے کوئی واقف نہیں، ہمیں جو کرنا ہے آج کرنا ہے، کل کس نے دیکھا ہے؟"

"میں ذی شعور اور عالی دماغ ملکہ کی بات سے پوری طرح متفق ہوں۔" انطونی نے متاثر کن لہجے میں جواب دیا۔ "یقیناً آج ہمارا ہے۔ ملک میں امن و امان ہے۔ دربار پر سکوت طاری ہے۔ عوام سیزر کے حق میں نعرے لگا رہے ہیں۔ ہمیں عوام کے ان نعروں سے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ عوام پر زیادہ عرصے تک اعتبار نہیں کیا جا سکتا، وہ آج جسے سر پر اٹھاتے ہیں، کل اسے قدموں تلے کچل بھی دیتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔" قلوپطرہ جلدی سے بولی۔ "جاؤ اور کوشش کرو کہ فروری کا دوسرا ہفتہ نہ گزرنے پائے کہ سیزر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دے۔"

"مگر ملکہ روم۔" انطونی نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔ پندرہ فروری کو تو اہل روم لوپرکس دیوتا کی نذر دلاتے اور مذہبی تہوار مناتے ہیں۔ اس تہوار سے پہلے کچھ نہیں کیا جا سکتا۔ سیزر کسی طور پر رضامند نہ ہوگا۔"

"اوہ ہاں۔" قلوپطرہ کے لب گولائی میں سمٹ کر کچھ اور پرکشش ہو گئے اور انطونی کو اپنا دل سینے میں تڑپتا ہوا محسوس ہوا۔ "چلو ٹھیک ہے۔" چند لمحوں بعد قلوپطرہ نے مصالحانہ لہجے میں جواب دیا۔ "پندرہ فروری گزر جانے دو..... مگر انطونی یہ خیال رہے فروری کا مہینہ خالی نہیں جانا چاہیے۔"

"آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔" انطونی دہراتا ہوا بولا۔

اور قلوپطرہ نے الوداعی انداز میں اپنا نرم و نازک ہاتھ اس کی جانب بڑھا دیا۔ انطونی نے ایک گھٹنا زمین پر ٹیک کر آگے کی جانب جھک کر بصد احترام قلوپطرہ کے گلابی ہاتھ کو اپنے مضبوط آہنی ہاتھوں میں تھام کر بوسہ عقیدت ثبت کیا اور واپسی کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔

15 فروری کا سورج پوری آب و تاب کے ساتھ روم کے نیلے آسمان پر طلوع ہوا۔ صبح کاذب کے ساتھ ہی اہل روم "لوپرکس" دیوتا کی قربانی اور نذر و نیاز کی تیاری میں لگ گئے۔ بھارت میں مہادیو، مصر میں ایمن اور روم میں لوپرکس تخلیق کے دیوتا مانے جاتے ہیں۔

جب سیزر مصر میں تھا اور پندرہ فروری کو ایمن دیوتا کا تہوار آیا تھا تو قلوپطرہ نے مصری عوام کے سامنے سیزر کو مشتری دیوتا اور خود کو زہرہ دیوی کا انسانی روپ بنا کر پیش کیا تھا اور مصریوں نے بِنا کسی پس و پیش کے ان دونوں کو دیوی اور دیوتا کے روپ میں تسلیم کر لیا تھا۔ اب کے برس قلوپطرہ روم میں تھی اور یہ فروری کا مہینہ اس کے لیے بے حد اہم تھا۔ اس نے انطونی کو یہ ذمے داری سونپی تھی کہ اس مہینے کے اختتام سے قبل ہی روم میں جمہوریت کا خاتمہ کر کے بادشاہت کی بنیاد ڈال دی جائے۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر وہ اس تہوار کو بڑے دھوم دھام اور اہتمام سے منانا چاہتی تھی۔ چنانچہ اس کی تحریک پر سیزر نے لوپرکس کے اس تہوار کو بڑی شان و شوکت سے منایا۔

سیزر کے تعمیر کردہ مشتری کے مندر میں اس تہوار کی تقریبات کے انعقاد کا اہتمام کیا گیا۔ سیزر اونچی مسند پر صدر تقریب کے طور پر موجود تھا جبکہ قلوپطرہ اپنے حسن کی تمام تر رعنائیوں اور تجلیوں کے ساتھ مشتری دیوی کے روپ میں سیزر کے پہلو میں جلوہ افروز تھی۔

لوپرکس کے تہوار کے اس موقع پر رواج تھا کہ دو پجاری ایک بکرا اور ایک کتا قربان گاہ پر بھینٹ چڑھاتے۔ پھر ان کی کھال کھینچ کر دو بڑے بڑے چابک تیار کرتے..... پھر مندر کے دو مستقل پجاری وہ چابک لے کر گلی کوچوں اور محلے بازاروں میں بھاگتے پھرتے، جو عورت انہیں گھر سے باہر نظر آتی، اس پر چابک کی بارش کر دیتے۔ عورت خاموشی سے مار کھاتی اور اظہار اذیت کے بجائے خوشی سے قہقہے لگاتی جاتی..... اس دن صرف وہ عورتیں گھروں سے باہر ہوتی تھیں جو بانجھ ہوتی تھیں۔ شادی کے برسوں بعد بھی جو اولاد کی نعمت سے محروم ہوتی تھیں، ان کا عقیدہ تھا کہ قربانی کے جانوروں کی کھال سے بنے ہوئے چابک جب ان کے جسم پر پڑیں گے تو تخلیق کے دیوتا لوپرکس کے فیض اور نظر کرم سے ان کی گود

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہری ہو جائے گی۔

تہوار کی اہم ترین کارروائی کے بعد سیزر اور قلوپطرہ شاہی رتھ میں بیٹھ کر شہر کے مرکزی چوک کی جانب روانہ ہو گئے، جہاں ایک بڑے جلسے کا اہتمام کیا گیا تھا اور سیزر اور قلوپطرہ کے لیے وہاں ایک عالیشان اور پر شکوہ اونچی مسند تیار کی گئی تھی۔ چوراہے کو رنگ برنگی جھنڈیوں اور دیگر اشیائے آرائش سے آراستہ کیا گیا۔ چوک کے اطراف خوشبودار پھولوں کے لاتعداد گملے رکھے گئے تھے، جن کے باعث ہر سمت ایک دل آویز خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ہر طرف عوام کا جم غفیر تھا۔ لوگ زرق برق لباس میں ملبوس اپنے فاتح، اپنے شاہ کو دیکھنے کے لیے جوق در جوق جمع تھے۔

تب ہی انطونی نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر کی طرف لہراتے ہوئے نعرہ بلند کیا۔

''تخلیق کا دیوتا..... مشتری کا اوتار..... فاتح مصر جولیس سیزر..... زندہ باد۔''

وہاں موجود لوگوں نے انطونی کی آواز میں آواز ملائی اور فضا ''سیزر زندہ باد'' کے نعروں سے گونج اٹھی۔ انطونی اب سیزر اور قلوپطرہ کی طرف مڑا۔ انطونی کی نگاہیں سیزر سے ہوتی ہوئیں قلوپطرہ پر جا ٹھہریں۔ آج وہ دیوی زہرہ کے روپ میں غضب کی لگ رہی تھی۔ وہ اسے مبہوت سا یک ٹک تکے جا رہا تھا۔ اس مہ جبیں کی خاطر کچھ بھی کیا جا سکتا تھا۔ سو اس پل وہ اس کی خوشی کی خاطر ایک انتہائی اہم قدم اٹھانے جا رہا تھا۔

چند لمحوں تک قلوپطرہ کی طرف ٹکٹکی باندھ کے دیکھنے کے بعد انطونی نشست کی سیڑھیوں کی طرف بڑھا اور قدم بہ قدم سیزر کے بالکل قریب جا ٹھہرا۔ پھر اس نے اپنے لبادہ نما لباس سے ایک سنہری دمکتا ہوا تاج نکالا۔ پہلے پلٹ کر اس نے ایک فاتحانہ نگاہ مجمع پر ڈالی، پھر تاج کو لیے سیزر سے مخاطب ہوا۔

''اے آسمانی دیوتا! اس تاج کو شرف قبولیت عطا فرمایئے۔''

انطونی کی زبان سے یہ التماس سنتے ہی وہاں موجود عوام میں ایک ہلچل سی جاگ اٹھی اور کافی لوگ اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور انطونی کی آواز میں آواز ملا کر چلّانے لگے۔

''ہم انطونی کی تائید کرتے ہیں۔''

''دیوتاؤں کے نام پر، اے عظیم فاتح آپ یہ تاج قبول کر لیجیے۔''

سیزر اور قلوپطرہ گہری نظروں سے عوام کی جانب دیکھ کر لوگوں کے تاثرات کا اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ تائید بھری آوازیں بہت زیادہ نہ تھیں اور نہ ہی زیادہ دیر تک سنائی دیتی رہیں..... دراصل انطونی نے اسی مقصد کے لیے کچھ لوگوں کو وہاں اکٹھا کیا تھا۔ ان کے خاموش ہوتے ہی ہر سمت ایک سکوت چھا گیا۔

سیزر کی دور بین نظروں نے فوراً ہی بھانپ لیا کہ عوام انطونی کی تائید کے لیے تیار نہیں یعنی فی الحال وہ اس کو بحیثیت بادشاہ روم (قیصرِ روم) تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔

دانا و دور اندیش سیزر نے مسکرا کر انطونی کی طرف دیکھا اور پھر عوام کی طرف نگاہ کرتے ہوئے بلند آواز میں جواب دیا۔ ''میرے عزیز دوست۔ تم اچھی طرح یہ جانتے ہو کہ مجھے تاج کی تمنا نہیں ہے۔''

سیزر کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ مجمع میں ایک طوفان سا اٹھ کھڑا ہوا۔ عوام نے تحسین و آفرین کے ڈونگرے برسانے شروع کر دیئے، ہر ایک زبان پر بس ایک ہی نعرہ تھا۔

''سیزر زندہ باد۔''

''فاتح مصر زندہ باد۔''

''روم کا قونصل جنرل زندہ باد''

تاج سے سیزر کی بے نیازی و بے اعتنائی نے جہاں عوام کی نگاہوں میں اسے لائق تحسین کیا، وہیں اس کے اِس عمل نے انطونی کو قدرے کھسیانا اور شرمسار کر دیا۔ حالانکہ یہ حقیقت تھی کہ عوام سیزر کو بے حد پسند کرتے تھے، اس کی فیاضی اور فلاحی کاموں کے گن گاتے تھے مگر اس کی بادشاہت کے حق میں ہرگز نہیں تھے۔ سیزر نے تاج پہننے سے انکار کر کے عوام کے دل کی آواز کو پذیرائی دی تھی، مگر انطونی خفت محسوس کر رہا تھا۔ چنانچہ وہ آگے بڑھا اور پہلے سے زیادہ بلند آواز میں بولا۔

''اے آسمانی دیوتا! اس تاج کو قبول فرمایئے۔''

مگر سیزر نے اس بار بھی تاج کو شرفِ قبولیت بخشنے سے انکار کر دیا۔ اس بار انطونی نے کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا اور تاج کو خاموشی کے ساتھ

allurdupdfnovels.blogspot.com

دوبارہ اپنے لبادے میں رکھ لیا۔

15 فروری کے اس واقعہ نے کم از کم قلوپطرہ پر واضح کر دیا تھا کہ وہ سیزر کے بادشاہ بننے کے عمل کو جتنا آسان سمجھ رہی تھی، وہ اتنا آسان نہیں۔ عوام سیزر کو بادشاہ کے روپ میں قبول کرنے کو تیار نہ تھے۔

اب سیزر مشرقی فتوحات کے لیے جانے کے لیے تیاریوں میں مشغول ہو گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید اس کی یہ فقید المثال کامیابی اس کے عوام کے دل میں اس کی وقعت اور اہمیت بڑھا دے اور وہ از خود اس کے سر پر تاج روم رکھ دیں۔

مگر ملکہ قلوپطرہ آج بھی اپنے اسی مؤقف پر ڈٹی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ سیزر کو روم پر جانے سے پہلے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دینا چاہیے۔

لیکن سیزر قلوپطرہ کے خیال سے متفق نہیں تھا۔ قلوپطرہ اس کے اس اقدام سے سخت ناخوش اور بددل تھی۔ سیزر کو قلوپطرہ کی مایوسی اور آزردگی کا احساس تھا۔ اسی لیے وہ ہر دم اس کی دل جوئی اور خوشنودی میں لگا رہتا تھا۔ اس نے اسے بیش قیمت موتیوں اور جواہرات کے زیور تحفتاً پیش کیے اور اس کے لیے چین سے اعلیٰ ترین ریشم کے پارچہ جات منگوائے۔ مگر قلوپطرہ ان تحائف سے بہلنے والی نہیں تھی۔

''قلوپطرہ! تم ایک ذہین اور دور اندیش خاتون ہو۔'' اس شام سیزر قلوپطرہ کی دل بستگی کی خاطر اسے دریائے ٹائبر کی سیر کے لیے لایا تھا۔ وہ دونوں ایک آراستہ اور آرام دہ کشتی میں نیم دراز دریا کی نرم و لطیف نہروں پر ہچکولے کھاتے آگے بڑھ رہے تھے۔ تب ہی سیزر نے قلوپطرہ کا ملائم ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''میرا خیال تھا کہ تم حالات کے تجزیہ اور ادراک کا مجھ سے زیادہ شعور رکھتی ہو۔ تم دیکھ ہی رہی ہو کہ ان حالات میں کس طرح اپنے مطلق العنان حکمران ہونے کا اعلان کر سکتا ہوں۔ تم کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ میں کسی شاہی خانوادے کا فرد نہیں ہوں، حکومت جس کا موروثی حق تصور کیا جاتا ہے۔''

قلوپطرہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

''مجھے فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ کے واپس آنے دو۔ اس وقت یقیناً حالات ہمارے حق میں ہوں گے۔ میرے جانے کے بعد تمہیں کسی فکر اور پریشانی میں مبتلا رہنے کی ضرورت نہیں۔ تم بس ننھے سیزرین کی تعلیم و تربیت پر توجہ دینا۔''

''میں سوچ رہی تھی کہ تمہارے جانے کے بعد، میرا یہاں رہنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں واپس سکندریہ چلی جاؤں۔'' قلوپطرہ نے پژمردہ آواز میں سوال کیا۔

''سوچ تو تمہاری کچھ ایسی غلط نہیں۔'' سیزر نے چند لمحوں تک اس کی بات پر غور کرنے کے بعد، اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اگر تم چاہتی ہو تو بہتر ہے میری عدم موجودگی میں روم کے بجائے اسکندریہ واپس جا کر ہمارے بیٹے سیزرین کی پرورش پر توجہ دو اور اچھے دنوں کی امید میں زندگی گزارو۔''

قلوپطرہ نے بے بس اور مایوس نگاہوں سے سیزر کی طرف دیکھا۔ روم کی ملکہ بننے کی آس میں پچھلے تین سال سے وہ اس ملک میں پڑی تھی۔ مگر آج بھی اس کی آس تشنہ تکمیل تھی۔ مزید یہاں رہ کر وقت برباد کرنے سے اب یہی بہتر تھا کہ وہ سیزرین او اپنے خدّام کی فوج لے کر اپنے ملک کو سدھار جائے۔

فروری کا مہینہ اختتام پذیر ہوا۔ مارچ کے آغاز کے ساتھ ہی روم میں دو افواہیں بڑی زور و شور سے پھیل گئیں۔ ایک افواہ یہ تھی کہ اس ماہ کسی بھی دن سیزر اپنے سر پر روم کے مطلق العنان حکمران کا تاج پہن لے گا اور دوسری افواہ بالکل غیر متوقع اور پریشان کن تھی۔ وہ یہ تھی کہ اس ماہ کے آخر تک سیزر کو قتل کر کے جمہوریت کے اس دشمن کو کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے گا۔

یہ خبریں جب قلوپطرہ تک پہنچیں تو اس نے انطونی کو طلب کر کے ان افواہوں کے بارے میں سوال کیا۔

''انطونی! میں یہ کس طرح کی افواہیں سن رہی ہوں۔''

''اس حوالے سے 15 مارچ بے حد اہم ہے۔'' انطونی نے سرگوشی بھرے لہجے میں جواب دیا۔ ''میں نے بروٹس اور دیگر چند جنرلوں اور سرداروں نے فیصلہ کیا ہے کہ 15 مارچ کو آخر کار اس کار خیر کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا جائے۔ میرا مطلب ہے کہ 15 مارچ کو ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ سیزر کے سر پر تاج رکھ دیا جائے۔''

''کیا واقعی.....؟'' قلوپطرہ کی دھڑکنوں میں یکدم اضافہ ہو گیا۔ وہ سکندریہ واپس جانے کے لیے رختِ سفر باندھ چکی تھی لیکن جب اس نے سنا کہ 15 مارچ کو سیزر کے سر پر تاج رکھ کر اس کے دیرینہ خواب کو پورا کیا جانے والا ہے تو اس نے فوری طور پر سکندریہ جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ ایک بار پھر اس کے مایوس دل میں امیدوں نے ڈیرہ ڈال لیا۔ مصر کے ساتھ روم کی بھی ملکہ بننے کی خواہش پوری ہوتی نظر آ رہی تھی۔ اب اسے

allurdupdfnovels.blogspot.com

انتہائی بے تابی سے 15 تاریخ کا انتظار تھا۔

اسی دوران اس افواہ نے بھی زور پکڑا کہ 15 مارچ کو سیزر کو قتل کر دیا جائے گا۔ قلوپطرہ نے اس افواہ پر قطعاً کان نہیں دھرے۔ بادشاہوں، شہنشاہوں کے بارے میں اس طرح کی خبریں اور افواہیں گردش کرتی ہی رہتی ہیں۔ اس کی پوری توجہ اس خبر پر تھی، جس کی رو سے 15 مارچ کو سیزر کو روم کا بادشاہ چن لیا جانا تھا۔

15 مارچ کو سیزر کے قتل کیے جانے کی افواہ کے پس منظر میں وہ تمام خوفناک چہرے صاف نظر آ رہے تھے جو روم کے تخت پر کسی شہنشاہ کے بجائے سینیٹ یعنی جمہوریت کی حکمرانی چاہتے تھے۔ ان میں سب سے پہلا نام کیٹس کا تھا۔ اس سردار نے سیزر کے خلاف پومپی کی مدد کی تھی مگر جب پومپی کا خاتمہ ہو گیا تو کیٹس نے سیزر سے معافی مانگ لی اور سیزر نے اسے معاف کر کے گویا اپنی آستین میں سانپ پال لیا۔

کیٹس شروع ہی سے مطلق العنان حکومت کے سخت خلاف تھا۔ پچھلے مہینے جب انطونی نے سیزر کو روم کی بادشاہت کا تاج پیش کیا تو کیٹس کے لیے منظر ناقابل برداشت تھا۔ وہ غصے سے آگ بگولا ہو اٹھا۔ مگر سیزر کی طرف سے تاج پہننے سے انکار پر اس کا غصہ کچھ ٹھنڈا ہوا اور اس پر یہ بات عیاں ہو گئی کہ انطونی کے تاج پیش کرنے کے اس کھیل میں اصل کردار سیزر اور اس کی چالاک ملکہ قلوپطرہ نے ادا کیا ہے۔ کیٹس جان چکا تھا کہ سیزر روم کی جمہوریت کو اپنے قدموں تلے کچل کر روم کا شہنشاہ بننا چاہتا ہے جبکہ یہ بادشاہت روم کے جمہوریت پسند عوام کے مزاج کے خلاف تھی۔ پس کیٹس نے اسی دن بادشاہت کے خلاف ایک سازش کی بنیاد رکھی، جس میں سزیر کے سارے مخالف سینیٹرز نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

کیٹس نے ستر کے قریب سینیٹرز کو اپنی سازش میں شامل کر لیا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ جب تک سیزر کے دونوں دوست یعنی بروٹس اور انطونی اس سازشی ٹولے میں شریک نہیں ہوتے، اس وقت تک سیزر کے خلاف سازش کی یہ بیل منڈھے نہیں چڑھ سکتی۔

انطونی ایک ذہین اور دور اندیش انسان تھا۔ اسے سازش میں شامل کرنا کیٹس کے لیے اتنا آسان نہ تھا۔ اس لیے اس نے انطونی سے پہلے بروٹس پر قسمت آزمائی کا فیصلہ کیا اور وہ ایک شام بروٹس کے گھر جا پہنچا۔

''بروٹس! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس ماہ کی 15 تاریخ کو ایوان حکومت میں سیزر کی بادشاہت کا اعلان کیا جائے گا۔''

بروٹس کو کیٹس کی اس احمقانہ اور مضحکہ خیز بات پر ہنسی آ گئی۔

''کیٹس کیسی بچوں جیسی بات کر رہے ہو؟ کیا تم نے نہیں دیکھا، لوپرکس کے موقع پر سیزر نے تاج سر پر رکھنے سے انکار کر دیا تھا؟''

''بے شک سیزر نے انکار کر دیا تھا۔'' کیٹس نے رسان بھرے لہجے میں بات آگے بڑھائی۔ ''مگر یہ بات پچھلے مہینے کی ہے..... اس وقت تک عوام اس کی بادشاہت کے لیے تیار نہ تھے۔ مگر اب حالات تبدیل ہو چکے ہیں۔ سزیر اس ماہ ہر حال میں تاج اپنے سر پر سجا کر رہے گا۔''

''میرا نہیں خیال کہ وہ ایسا کچھ سوچ رہا ہے۔'' بروٹس نے تجاہل عارفانہ سے جواب دیا۔ اس کے باوجود اگر تم اس بات پر مصر ہو تو جب ایسا وقت آئے گا تو دیکھا جائے گا۔''

کیٹس نے بری طرح جز بز ہوتے ہوئے اصرار بھرے لہجے میں کہا۔ ''بروٹس! چاہے تم مانو یا نہ مانو..... مگر سچائی یہی ہے..... وہ بہت عرصے سے اپنے لیے بادشاہت کی راہ ہموار کرتا ہوا تخت و تاج روم کی طرف بڑھتا آ رہا ہے اور 15 مارچ اس کے اس سفر کے اختتام کا دن ہے۔ اس دن وہ تخت پر بیٹھ کر تاج اپنے سر پر رکھ کر مطلق العنان شہنشاہ بن بیٹھے گا۔''

کیٹس کی باتوں پر بروٹس کو اب بھی یقین نہیں تھا مگر اس کے لہجے میں ایسی کوئی بات ضرور تھی جس نے بروٹس کو لحظہ بھر کو متفکر کر دیا تھا۔

پھر اگلے ہی لمحے وہ سر جھٹکتے ہوئے مضبوط لہجے میں گویا ہوا۔ ''جس دن ایسا ہو گا، میں ایوانِ حکومت میں قدم نہیں رکھوں گا۔''

''اور اگر سیزر نے تمہیں ایوانِ حکومت میں طلب کر لیا تو تم کیا کرو گے؟'' کیٹس اسے کسی نہ کسی فیصلے پر پہنچنے کی ترغیب دینا چاہتا تھا اور آخر وہ اس میں کامیاب ہوا۔

''تم بھی سن رکھو کیٹس! اول تو مجھے یقین ہے ایسا کچھ ہونے والا نہیں..... اور اگر ایسا وقت آ ہی گیا تو میں ایوانِ حکومت میں خاموش نہیں رہوں گا۔ سیزر کی بھرپور مخالفت کروں گا اور جمہوریت کی بقا اور تحفظ کے لیے اپنی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔''

کیٹس کے لبوں پر فاتحانہ مسکراہٹ بکھر گئی۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اصول پرست لوگوں کو ایک ذرا چنگاری دکھانے کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی حال بروٹس کا ہوا۔ کیٹس نے اس کے جمہوری خیالات پر تازیانہ لگایا تو بروٹس بلبلا اٹھا اور اس نے سیزر کی دیرینہ دوستی اور برسوں کے نزدیکی تعلقات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس کی مخالفت کا اعلان کر دیا۔

چالاک کیٹس نے بروٹس کو اپنی راہ پر لگا یا تھا۔ اب بس جلتی پر تیل ڈالنے کا کام باقی تھا۔ سو یہ کام اس نے دو ہی دنوں میں کر لیا۔ وہ اسے سیزر

allurdupdfnovels.blogspot.com

کے حوالے سے غلط اور بے بنیاد کہانیاں سناتا اور بروٹس کا دامن تھام کر سوال کرتا۔

''بروٹس! وہ تخت شاہی پر قابض ہونے جا رہا ہے۔ تیری جمہوریت پسندی کہاں گئی؟''

''بروٹس! کیا تم خود میں طاقت پاتے ہو، جو تخت شاہی کی جانب بڑھتے سیزر کے قدم روک سکتے..... بروٹس، فیصلے کی گھڑی آ گئی ہے۔ آنکھیں کھولو اور حق و باطل میں تمیز کرو۔''

ان اشتعال انگیز باتوں سے بروٹس کے جذبات میں ہیجان پیدا ہو گیا اور جو لیس سیزر جو کل تک اس کا عزیز ترین دوست اور قابل احترام ساتھی تھا، آج اس کی نظروں میں وہ قابلِ نفرت اور لائق گردن زدنی شخص بن گیا۔ وہ اس مسئلے پر جوں جوں غور و فکر کرتا، اس کے دل میں سیزر کے لیے نفرت اور غصے کی آگ میں اور اضافہ ہوتا جاتا تھا۔

آخر شب و روز کے غور و فکر اور سوچ بچار کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا۔

''روم سے جمہوریت ختم کر کے اس کے تخت و تاج پر قابض ہونے کی خواہش رکھنے والے سیزر کو ختم کر دینا ہی جمہوریت اور مملکت کے لیے سود مند ہے۔''

کیٹس اور اس کے ہم نواؤں کو جب بروٹس کے فیصلے کا علم ہوا، تو ان سب کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ وہ سب بھی یہی چاہتے تھے مگر بروٹس اور انطونی جیسے وفادار جاں نثاروں کی موجودگی میں سیزر تک پہنچنا اتنا آسان نہ تھا۔ مگر بروٹس کو اپنے حق میں ہموار کرنے کے بعد اب یہ کام ان کے لیے آسان ہو گیا تھا۔ وہ بے خوف ہو چکے تھے اور ان کی سازش کی تکمیل کی راہ میں کوئی چیز مانع نہ تھی۔ ایک ہلکا سا خطرہ انطونی کی طرف سے تھا۔ وہ ایک جوشیلا نوجوان تھا۔ مگر کیٹس اور اس کے ساتھیوں نے انطونی کے خطرے کا یہ حل نکالا تھا کہ کارروائی والے دن انطونی کو ایوان حکومت میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔

5 مارچ کو سازشی ٹولے کی ایک خفیہ میٹنگ ہوئی۔ بروٹس کے علاوہ ستر اور سینیٹرز اس میٹنگ میں شامل تھے۔ کارروائی کی تاریخ اور تمام تر جزئیات پر غور کیا گیا۔ سیزر کو 17 مارچ کو مشرقی ممالک کی فتوحات پر روانہ ہونا تھا۔ اس لیے کارروائی کے لیے حتمی تاریخ 15 مارچ طے کر لی گئی۔

فروری کے اواخر سے ہی یہ افواہ پھیلی ہوئی تھی کہ 15 مارچ کو سیزر کے سر پر مملکت روم کا تاج رکھ کر اسے مطلق العنان حکمران تسلیم کر لیا جائے گا۔ اس خبر کی گھن گرج میں دوسری افواہ کچھ دب کر رہ گئی تھی۔ جس میں یہ باور کرانے کی کوشش کی جا رہی تھی کہ 15 مارچ کا دن سیزر کی زندگی کا آخری دن ثابت ہو گا۔

قلوپطرہ نے تو اس خبر کو بالکل درخور اعتناء نہ سمجھا۔ مگر سیزر کی رومی بیوی پلورنیا تک جب یہ افواہ پہنچی تو اس کی راتوں کی نیندیں حرام ہو کر رہ گئیں۔ وہ اپنے گھر کے گوشے میں قائم معبد میں صبح و شام اپنے دیوتاؤں کے سامنے ہاتھ باندھے، سیزر کی زندگی اور سلامتی کے لیے دعائیں مانگنے جاتی، کبھی سیزر کو محتاط رہنے کی گزارش کرتی اور کبھی بے کل و مضطرب ہو کر زار و قطار رونے لگتی۔

''پلورنیا! آخر تم اتنے چھوٹے دل کی کیوں ہو؟'' سیزر اکثر اسے سمجھانے کی کوشش کرتا۔ ''دیکھو آخر قلوپطرہ بھی تو عورت ہے..... مگر وہ ہمیشہ روشن پہلو ہی دیکھنے کی عادی ہے۔''

جوں جوں مارچ قریب آتا جا رہا تھا، پلورنیا کی بے کلی و بے چینی میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ 14 مارچ بروز منگل سیزر سینیٹ کے اجلاس میں دیر تک مصروف رہنے کے باعث حسب معمول دریائے ٹائبر کے دوسرے کنارے پر واقع قلوپطرہ کے محل جانے کے بجائے پلورنیا کے گھر چلا آیا تھا۔ پلورنیا حسب عادت اسے دیکھ کر خوش ہو گئی تھی مگر آج اس کی ہنسی میں آنسوؤں کی نمی بھی شامل تھی۔ جانے کیوں اس کا دل عجیب اضطراب کے عالم میں دھڑک رہا تھا۔

خواب گاہ میں جانے کے بعد بستر پر لیٹ کر سونے کے بجائے پلورنیا سیزر کے سامنے بیٹھ کر اسے مجنونانہ انداز میں تکنے لگی۔

''یہ کیا کر رہی ہو؟'' سیزر بے ساختہ مسکرا اٹھا۔ ''رات بیتی جا رہی ہے، اب سو جاؤ، مجھے کل صبح جلدی جانا ہو گا۔''

''مگر میں کیا کروں، مجھے نیند نہیں آ رہی۔'' پلورنیا نے بے بس لہجے میں جواب دیا۔

''لیٹ کر آنکھیں بند کرو گی تو نیند خود بخود آ جائے گی۔'' سیزر نے پلورنیا کو کھینچ کر بستر پر لٹا دیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

❀✪❀

نیند تو سیزر کو بھی نہیں آ رہی تھی۔ وہ بستر سے اٹھ کر دریچے میں آ کھڑا ہوا تھا۔ سامنے نیلگوں آکاش کی وسعتوں میں چودھویں کا چاند اپنی تمام تر

allurdupdfnovels.blogspot.com

رعنائیوں کے ساتھ مسکرا رہا تھا۔ چاند کو دیکھتے ہی سیزر کو بے اختیار قلوپطرہ کا خیال آ گیا تھا۔

جانے وہ اس وقت کیا کر رہی ہوگی؟ سیزر نے چاند کی طرف دیکھتے ہوئے سوچا۔ دریا ٹائبر کے اس پار گھنے سرسبز و شاداب باغات سے گھرے اس کشادہ اور پرشکوہ محل کی ایک آرام دو اور پرآسائش خواب گاہ میں موجود قلوپطرہ اس وقت، آنے والے کل کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

اگر کل واقعی سیزر کے سر پر تاج رکھ دیا جاتا ہے تو وہ مصر کے ساتھ روم کی بھی ملکہ بن جائے گی اور اس کا بیٹا سیزرین مصر کے ساتھ روم کا بھی ولی عہد قرار پائے گا۔ یہ تصور بھی اس قدر خوش کن اور فرحت آگیں تھا کہ سرور سے قلوپطرہ کی آنکھیں بند ہونے لگیں اور وہ اپنے تراشیدہ لبوں پر طلسماتی مسکراہٹ لیے نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

تکیے میں سر دیئے خاموش لیٹی پلورنیا اس وقت صرف اور صرف سیزر کے بارے میں سوچ رہی تھی اور جانے کب انہی سوچوں کے دھارے پر بہتی وہ نیند کی ندی میں جا اتری۔ سیزر دریچے کے پاس سے ہٹ کر بستر پر آیا تو اس نے دیکھا پلورنیا گہری نیند سو رہی ہے۔ مگر ذرا بعد اس نے نیند میں بڑبڑانا شروع کر دیا اور ساتھ ہی سسکیاں بھر کر وہ رونے لگی۔

''پلورنیا۔'' سیزر نے اس کا کندھا ہلا کر اسے جگاتے ہوئے پوچھا۔ ''تمہیں کیا ہوا ہے۔ تم سوتے میں رو کیوں رہی ہو؟''

پلورنیا، ایک دم سے اٹھ کر بیٹھ گئی اور حسرت بھری آنکھوں سے سیزر کو دیکھتے ہوئے بولی۔ ''سیزر میں نے خواب میں، ابھی ابھی تمہیں قتل ہوتے دیکھا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ دیوانہ وار سیزر سے لپٹ گئی۔ ''میرے محبوب میرے سرتاج، میں تمہیں آج گھر سے نہیں نکلنے دوں گی۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ کل صبح تمہارا گھر سے نکلنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔''

سیزر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ابھی صبح ہونے میں کافی وقت باقی تھا۔ مگر اس کے بعد وہ دونوں ایک پل کے لیے بھی نہیں سو سکے تھے۔

❀✪❀

مشرقی پہاڑیوں کی اوٹ سے سورج نے سر ابھارنا شروع کیا تو سیزر حسبِ عادت بستر سے اٹھ بیٹھا۔

''سیزر، آج تم گھر سے باہر نہیں نکلو گے'' پلورنیا نے التجا بھرے انداز میں حکم دیا اور ناشتہ کی تیاری کے لیے باورچی خانے کی طرف چلی گئی۔

سیزر نے آج، شاید زندگی میں پہلی بار پلورنیا کی اس التجا کو قبول کر کے گھر سے نہ نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ پلورنیا کو جب اس کے فیصلے کا پتہ چلا تو اس کا مرجھایا ہوا چہرہ پھول کی طرح کِھل اُٹھا تھا۔

دوسری طرف ایوان حکومت میں سیزر کا بڑی بے چینی سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ سازشی ٹولے کے ہر شخص نے اپنی اپنی مخصوص جگہ سنبھال لی تھی اور کچھ ہی دیر بعد دنیا کا وہ عظیم سانحہ پیش آنے والا تھا جس نے اعتبار کے گلے پر چھری پھیر کر دوستی کا بھرم ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا تھا۔

سازشی ارکان بے چینی سے سیزر کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ عملی قدم اٹھانے کا مقررہ وقت تیزی سے قریب آتا جا رہا تھا مگر سیزر کا کچھ پتہ نہ تھا۔

''ایسا تو نہیں کہ ہماری سازش کا راز افشاء ہو گیا ہو اور سیزر نے آج ایوان میں آنے کا ارادہ ہی ترک کر دیا ہو۔ اگر یہ راز کھلا تو پھر ہم سب کی موت تو یقینی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے خاندان بھی تباہ و برباد کر دیئے جائیں گے۔''

سازشی گروہ کا ہر شخص خوفناک خیالوں میں غرق تھا۔ مگر سیزر کے سب سے قابل بھروسہ دوست بروٹس کے چہرے پر اطمینان پھیلا ہوا تھا۔ گو کہ انتظار سے اسے بھی کوفت اٹھانی پڑ رہی تھی مگر جلد ہی اس نے اس کا حل بھی تلاش کر لیا۔

'ڈیسی مس!''..... اس نے اپنے ایک معتبر دوست کو مخاطب کیا۔ ''تم پلورنیا کے گھر جاؤ، آج سیزر وہیں ہوگا۔ اس سے جلد ایوان آنے کا تقاضا کرو..... کہو کہ یہاں سب تمہارے انتظار میں ہیں۔ اس کی تاج پوشی کا وقت نکلا جا رہا ہے۔''

ڈیسی مس فوری طور پر پلورنیا کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں جا کر اس نے دیکھا کہ سیزر، پلورنیا کے ساتھ بیٹھا خوش گپیوں میں مصروف ہے۔ یہ دیکھ کر ڈیسی مس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا۔ مگر وہ اپنے چہرے پر خوشامدانہ مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے عرض گزار ہوا۔

''عالی جاہ! جلد ایوان حکومت میں تشریف لے چلیے، تمام نمائندگان آپ کے منتظر ہیں۔ سب ہی نے متفقہ طور پر آپ کو روم کا شہنشاہ تسلیم کر لیا ہے اور طے کیا گیا ہے کہ آپ کی تاج پوشی کی رسم آج ہی ادا کر دی جائے۔''

''میں جانتا ہوں، ڈیسی مس۔'' سیزر نے بے نیازی سے جواب دیا۔ ''مگر کیا کروں پلورنیا کا حکم ہے کہ میں آج گھر سے نہ نکلوں۔ اس نے خواب دیکھا ہے کہ آج مجھے ایوان حکومت میں قتل کر دیا جائے گا؟''

''کیا.....؟'' ڈیسی مس کا منہ لمحہ بھر کو کھلا رہ گیا۔ اگلے ہی لمحے اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے قدرے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''حضور اگر آج

allurdupdfnovels.blogspot.com

آپ ایوان حکومت نہ گئے تو تمام امراء یہ شکایت کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ سیزر نے محض ایک عورت کے خواب سے خوفزدہ ہو کر اس اہم اجلاس میں شرکت نہ کر کے تمام امراء کی توہین کی ہے۔"

یہ سنتے ہی سیزر کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور وہ پلورنیا سے کیے گئے وعدے کو نظر انداز کرتے ہوئے ایوان حکومت جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ دل میں ایک خیال یہ بھی آیا تھا کہ آخر میں برا ہی کیوں سوچوں؟ ہو سکتا ہے کہ وہ مبارک گھڑی آ گئی ہو جس کا مجھے اور قلوپطرہ کو تین سال سے انتظار تھا۔

"عالی جاہ! آپ دیر مت کیجئے اور فوراً چل پڑیئے۔" ڈیسی مس نے اسے سوچوں میں الجھتے دیکھا تو گڑگڑا کر التجا کی۔ اس نے نگاہ جھکا کر پلورنیا کی طرف دیکھا۔

"سیزر! آج ایوان حکومت مت جانا۔" پلورنیا نے التجا کی۔ "سیزر یہ سارے دغا باز لوگ تمہیں مجھ سے چھین لینا چاہتے ہیں، میں تمہیں کھو کر زندہ نہیں رہ سکتی۔ اس لیے..... دیوتاؤں کی خاطر آج تم گھر سے قدم نہ نکالنا۔"

مگر سیزر کے سر پر تاج پوشی کا خمار چڑھ گیا تھا۔ وہ پلورنیا کی التجا کو نظر انداز کر کے ڈیسی مس کے ساتھ ایوان حکومت کے لیے روانہ ہو گیا۔

ایوانِ حکومت میں اس کے دوست نما دشمن آستینوں میں خنجر اور اپنے لبادوں میں تلواریں چھپائے، انتہائی اضطراب کے عالم میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر ان کا انتظار ختم ہوا اور سیزر مسکراتا ہوا ایوان میں داخل ہوا اور ایک سرخوشی کے عالم میں چلتا اپنے تخت پر جا بیٹھا۔ بروٹس نے ڈیسی مس کو ایوان کے داخلی دروازے پر متعین کر دیا تا کہ اگر انطونی اندر داخل ہونا چاہے تو ڈیسی مس اسے باہر ہی روک لے۔

سیزر کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس کے یہ ساتھی، یہ دوست اس کے سر پر تاج رکھنے کے بجائے اس کا سر قلم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سیزر کے تخت پر بیٹھتے ہی تمام ارکانِ اسمبلی آہستگی سے سیزر کی جانب بڑھنے لگے۔ سب سے پہلا وار کیٹس کو کرنا تھا۔

سیزر نے ارکان کی سمت دیکھتے ہوئے اجلاس کی کارروائی کے بارے میں سوال کیا، مگر کسی نے بھی جواب نہیں دیا، سب بدستور غیر محسوس طریقے سے چلتے سیزر کے گرد گھیرا تنگ کر رہے تھے..... اور اچانک ہی سیزر کو خطرے کا احساس ہوا۔ مگر دشمنوں کے اس غول میں بروٹس جیسے دوست کی موجودگی اس کے لیے قابل اطمینان تھی۔ پھر بھی سب کو اس طرح اپنے جانب بڑھتا دیکھ کر وہ خاصا پریشان ہو گیا تھا۔ مگر اس نے متانت کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

اچانک کیٹس نے آگے بڑھ کر خنجر سے سیزر کے کاندھے پر وار کیا۔ سیزر نے بے ساختہ کیٹس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دوسرے ہی لمحے ایک اور سینیٹر نے تلوار سے سیزر کی ران پر حملہ کیا۔ خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ سیزر نے ایک جھٹکے سے اپنا خنجر نکال لیا اور حملہ آوروں پر پل پڑا۔ اب چاروں طرف سے اس پر وار ہو رہے تھے۔ اس نے مدد طلب نگاہوں سے بروٹس کی طرف دیکھا..... تو اس کی آنکھوں کے سامنے ایک بالکل ناقابل یقین منظر تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت و استعجاب سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ سیزر نے دیکھا کہ اس کا عزیز از جان دوست بروٹس تلوار سونتے اس کی جانب بڑھ رہا ہے۔

اس جگر خراش منظر سے سیزر کا دل ڈوب کر رہ گیا۔

دنیا کی بے وفائی، دوستی کی پامالی، دوست کی منافقت اور کج ادائی کا اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بروٹس سے صرف دو ہی لفظ کہہ سکا.....

"بروٹس..... تم بھی.....؟"

اس کے بعد سیزر کے لبوں سے کوئی الفاظ نہ نکل سکے اور وہ وہیں چکرا کر گر گیا اور اس کے گرتے ہی تمام قاتل اس پر ٹوٹ پڑے اور اس کے نیم جاں جسم کو خنجروں اور تلواروں سے چھلنی کر دیا۔

❀✪❀

ایوان حکومت کے پچھلے دالان کے آخری سرے پر جہاں سیزر کے حریف پومپی کا مجسمہ نصب تھا۔ اس مجسمے کے عین نیچے جولیس سیزر کی دریدہ نعش پڑی تھی اور اس وقت وہاں قاتلوں کے سوا اور کوئی موجود نہ تھا۔ ایوان کے دیگر لوگ سیزر کے قتل کے خونی منظر کو دیکھ کر پہلے ہی بھاگ کھڑے ہوئے تھے اور اب وہاں سیزر کی خون میں ڈوبی لاش اور اس کے قاتلوں کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ بروٹس نے اس موقع کے لیے ایک بڑی پر اثر تقریر تیار کر رکھی تھی۔ مگر اب وہاں اس کی تقریر سننے والا کوئی نہ تھا۔

قاتلوں نے جب میدان اور ایوان خالی دیکھا تو خود ہی نعرے لگاتے ہوئے تلواریں لہراتے ہوئے شہر کے بڑے چوک کی طرف چل دیئے۔

آزادی زندہ باد۔

جمہوریت زندہ باد۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

اے سرزمین روم ہم نے تیرے غاصب کو ختم کر دیا۔

ان نعروں کی گونج میں وہ لوگ چوک کی طرف رواں دواں تھے۔

''انطونی کہاں ہے؟'' بالکل اچانک ہی بروٹس نے ڈیسی مس سے سوال کیا۔

''انطونی، سیزر کے قتل کے اندوہناک منظر کی تاب نہ لا کر گھر بھاگ گیا ہے۔'' ڈیسی مس نے بتایا۔ ڈیسی مس کے جواب پر بروٹس نے فلسفیانہ انداز میں سر ہلایا۔

''اے کاتب تقدیر، تو نے سیزر کی قسمت میں جو لکھا تھا، وہ پورا ہوا اور جو ہماری قسمتوں میں ہے، وہ بھی پورا ہوگا۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ بالآخر موت ہی ہمارا مقدر ہے اور یہ بھی جانتے ہیں کہ انسان اپنی زندگی کے بارے میں فکرمند رہتا ہے۔''

کیٹس نے دوسرا فلسفہ بگھارا۔ وہ بولا ''جس شخص کی زندگی 20 سال کم ہو جاتی ہے، موت کے خوف کا زمانہ بھی اس کے لیے اتنا ہی کم ہو جاتا ہے۔''

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم سیزر کے بہی خواہ ہیں۔'' بروٹس نے جلدی سے کہا۔ ''کیونکہ ہم نے اس کی موت کے خوف کا زمانہ مختصر کر دیا ہے۔ آؤ، ہم کہنیوں تک اپنے بازوؤں کو سیزر کے خون سے رنگین کریں اور خون آلود خنجروں کو لہراتے ہوئے روم کے بڑے چوک میں چلیں اور ہم سب کے لبوں پر یہ نعرے ہوں۔

''صلح''

''امن''

''آزادی جمہوریت''

''ہم جمہوریت کے حامی ہیں۔'' کیٹس نے فخریہ کہا۔

''میرا دل کہتا ہے کہ آنے والی نسلیں صدیوں تک نامعلوم ریاستوں اور نامعلوم زبانوں میں ہمارے اس کارنامے کے گُن گاتی رہیں گی۔'' بروٹس نے اس کے خیال کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

''اور مجھے یقین ہے کہ صدیوں تک سیزر کے اس خون کا ذکر ہوتا رہے گا، جو اس وقت پومپی کے مجسمے کے قدموں میں بے حس و حرکت پڑا ہے۔''

''اب ہمیں جلد از جلد بڑے چوک میں پہنچ جانا چاہیے۔'' ڈیسی مس نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے اظہار خیال کیا۔

''ہاں بالکل۔'' کیٹس نے جلدی سے جواب دیا۔ ''آج کے اس جلسے میں بروٹس ہمارا قائد ہوگا اور روم کے سارے جری اور بہادر فرزند اس کے حکم کے تابع ہوں گے۔''

یہ لوگ ابھی بڑے چوک کی طرف مڑنے ہی والے تھے کہ انطونی کا ایک ملازم، انطونی کا پیغام لے کر بروٹس کے قریب پہنچا اور بے احد احترام سے عرض کیا۔ ''اے جمہوریت پسند بروٹس، میرے مالک انطونی نے آپ کے لیے ایک پیغام بھیجا ہے اگر حکم ہو تو بیان کروں؟''

''ضرور..... ضرور۔'' بروٹس نے خوش دلی سے جواب دیا۔ وہ انطونی کی طرف سے خاصا خائف تھا، مگر اس وقت اس کے ملازم کے مؤدبانہ لہجے نے اسے خاصی طمانیت بخشی تھی۔ ''بولو..... ہم بہادر انطونی کا پیغام ضرور سنیں گے۔''

''میرے آقا نے کہا ہے۔'' ملازم نے پیغام بیان کرنا شروع کیا۔ ''کہ میں سیزر کی عظمت اور رعیت و دبدبے کا قائل تھا۔ میں اس کی تعظیم کرتا تھا اور دل سے اس کی محبت کرتا تھا۔ ہاں اگر بروٹس مجھے یہ قول دے کہ میں بے خوف و خطر سیزر کے قتل کی وجہ جان سکتا ہوں تو مجھے مردہ سیزر سے، زندہ بروٹس کے مقابلے میں زیادہ انسیت نہ ہوگی بلکہ میں خلوص دل سے نئے حالات کے اس گرداب میں بروٹس کا مونس اور غم خوار ثابت ہوں گا۔''

انطونی کے اس پیغام اور پیشکش نے بروٹس کو خوش کر دیا تھا۔ اس نے انطونی کو جوابی پیغام بھیجا۔

''اپنے آقا سے جا کر کہہ دو، اگر وہ سیزر کے قتل کا سبب جاننا چاہتا ہے تو ضرور آئے، میں اپنی شرافت اور نجابت کی قسم کھا کر اسے یقین دلاتا ہوں کہ اس کا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔''

انطونی کا غلام جواب لے کر چلا گیا تو کیٹس نے مضطرب لہجے میں اپنے خدشے کا اظہار کیا۔ ''بروٹس تم نے اسے امان دے کر اچھا نہیں کیا۔ میں انطونی سے بہت خوفزدہ ہوں۔ میرا دل کہتا ہے وہ قابل اعتماد نہیں کیونکہ وہ دل سے سیزر کا وفادار ہے۔''

''کیٹس وہم کو دل میں جگہ نہ دو۔'' بروٹس نے سمجھانے والے لہجے میں جواب دیا۔ ''انطونی سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں

allurdupdfnovels.blogspot.com

اسے تم سے زیادہ جانتا ہوں، وہ ہمارا ہم خیال ثابت ہوگا اور ان حالات میں اس کا ساتھ ہمارے لیے سودمند ثابت ہوگا۔"

اب وہ سب لوگ چوک میں پہنچ چکے تھے۔ کچھ غلام سیزر کی لاش اٹھائے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ چوک میں پہنچ کر اونچی جگہ پر انہوں نے سیزر کی لاش رکھ دی۔

بروٹس کی یقین دہانی کے بعد کچھ ہی دیر میں انطونی بھی وہاں پہنچ گیا۔ سب سے پہلے اس کی نگاہ سیزر کی خون آلود لاش کی طرف گئی۔ وہ قدم بڑھاتا سیزر کی لاش کے عین سامنے جا ٹھہرا اور مغموم آواز میں گویا ہوا۔

"او سیزر! میرے آقا جاہ وجلال کے مالک، کیا تمہاری ساری شان وشوکت ختم ہوگئی۔ تمہاری فتوحات تجمل واحتشام اور سطوت وحشمت کا یہ انجام ہونا تھا؟ میرے آقا الوداع..... اے عظیم سیزر الوداع۔"

پھر انطونی نے سیزر کی لاش کا چہرہ گھما کر اس کے قاتلوں کو مخاطب کیا۔

"معزز اور محترم حضرات، مجھے نہیں معلوم کہ ابھی اور کس کس کا خون بہایا جانا ہے۔ ہوسکتا ہے، آپ نے قتل کیے جانے والے افراد کی کوئی فہرست بنائی ہو۔ اگر آپ کی فہرست میں مجھ گناہ گار کا نام بھی شامل ہے تو پھر اب انتظار مت کیجئے اور میرا کام تمام کر دیجئے، کیونکہ سیزر کی موت سے اور زیادہ نیک ساعت ہو ہی نہیں سکتی۔"

بروٹس کے دل پر انطونی کی باتوں نے بہت اثر کیا۔ وہ بولا۔ "انطونی! تم ہم سے موت طلب نہ کرو کیونکہ تم صرف ہمارے خون آلود ہاتھ دیکھ رہے ہو، مگر تم ہمارے رحم بھرے دل نہیں دیکھ سکتے۔ بظاہر سیزر کو ہم نے قتل کیا ہے مگر درحقیقت اس نے اپنی موت کا خود سامان کیا تھا۔ وہ زندہ رہتا تو ہماری آزادی، ہماری جمہوری اقدار اپنی موت آپ مر جاتیں۔ ہم نے ملک وقوم کی خاطر یہ قدم اٹھایا ہے۔ رہا تمہارا سوال تو تمہارے معاملے میں ہمارے خنجروں کی دھاریں کُند ہیں اور ہم انتہائی خلوص اور نیک نیتی سے تمہارا خیر مقدم کرتے ہیں اور تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔"

اب کیٹس کے لیے بھی کچھ نہ کچھ کہنا ضروری ہو گیا تھا۔ سو وہ آگے بڑھا اور نرم لہجے میں گویا ہوا۔ "اے مارک انطونی! تم ہمارے ساتھ ہو۔ اس حکومت میں تمہاری آواز کسی بھی شخص سے کمزور نہ ہوگی۔"

انطونی کی کرب بھری نگاہیں اب بھی سیزر کی بے گور وکفن لاش پر جمی ہوئی تھیں۔ بروٹس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دھیمے اور رسان بھرے لہجے میں کہا۔ "انطونی ذرا صبر اور تحمل سے کام لو۔ پہلے ہمیں عوام کو مطمئن کر لینے دو، اس کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں نے، جو سیزر کی دوستی کا سب سے زیادہ دم بھرتا تھا، سیزر پر کیوں تلوار اٹھائی؟"

انطونی نے خالی خالی نظروں سے بروٹس کی طرف دیکھا اور بے بس لہجے میں بولا۔ "اے بروٹس، آپ کی بلند حوصلگی عقل ودانش اور جمہوریت پسندی پر مجھے کوئی شبہ نہیں، میں آپ سب سے ہاتھ ملاتا ہوں..... پہلے آپ سے محترم بروٹس۔"

انطونی نے آگے بڑھ کر فرداً فرداً سب سے ہاتھ ملایا اور ان کے اس کارنامے کی تعریف کی، پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے بروٹس اور کیٹس کو مخاطب کر کے کہا۔ "اب جبکہ سیزر کی لاش بڑے چوک میں آچکی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ مجھے اس بات کی اجازت دی جائے کہ سیزر کی لاش کو معبد میں لے جا کر اس کا جنازہ تیار کروں اور پھر اس کی تجہیز وتدفین کا بندوبست کروں اور اسے سپرد خاک کرنے سے پہلے میں اس کی شان میں ایک قصیدہ اور اس المناک قتل پر مرثیہ پڑھنا چاہتا ہوں۔"

"تمہیں اس کی اجازت دی جاتی ہے مارک انطونی۔" بروٹس نے چند لمحوں تک غور کرنے کے بعد گہرا سانس لیتے ہوئے جواب دیا۔

"کیا غضب کرتے ہو بروٹس۔" اس کے اجازت دینے پر کیٹس بگڑ کر بولا۔ "انطونی کو مرثیہ پڑھنے کی اجازت ہرگز نہ دینا، تمہیں اندازہ نہیں کہ انطونی کی باتوں سے لوگ کس قدر بھڑک اٹھیں گے۔"

بروٹس نہیں چاہتا تھا کہ اس وقت آپس میں کوئی تلخی ہو، اس لیے اس نے کیٹس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اسے تحمل رکھنے کا اشارہ کیا۔ پھر وہ انطونی سے مخاطب ہو کر بولا۔ "انطونی تم سیزر کی لاش کو معبد میں لے جا کر جنازہ تیار کر سکتے ہو، مگر خیال رہے تم اپنی تقریر میں سیزر کے قتل کو ہمارے سر تھوپنے کی کوشش نہیں کرو گے ورنہ یہ سمجھ لو کہ تم سیزر کی آخری رسومات میں بھی شریک نہ ہو سکو گے۔"

"شکریہ دانا بروٹس۔" انطونی نے جھکتے ہوئے جواب دیا۔ "مجھے اس کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے۔"

سیزر کی لاش اٹھا کر مشتری کے معبد میں لے جائی گئی اور وہاں جلدی جلدی اس کا جنازہ تیار کیا گیا۔ جب تک سیزر کا جنازہ دوبارہ چوک میں لایا جاتا، وہاں لوگوں کا ایک اژدھام ہو گیا تھا۔

روم کے بڑے چوک میں پورا روم جمع ہو گیا تھا۔ جو سنتا کہ سیزر کو قتل کر دیا گیا ہے، وہ روتا شور مچاتا بڑے چوک کی طرف دوڑتا پڑتا۔ وہاں اب

allurdupdfnovels.blogspot.com

تِل دھرنے کی بھی جگہ نہیں رہ گئی۔ چوک پر تقریر کے لیے ایک بلند منبر لگایا گیا تھا۔

جوں جوں وقت گزر رہا تھا، لوگوں کی بے چینی اور اضطراب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اب باقاعدہ انہوں نے غل مچانا شروع کر دیا تھا۔

''سیزر کو کیوں مارا گیا؟''

''ہمیں بتایا جائے سیزر کیوں قتل ہوا؟''

''سیزر کا قاتل کون ہے؟''

لوگوں کا اشتعال اور غم و غصہ دیکھ کر کچھ دیر کے لیے تو سیزر کے قاتل خوفزدہ ہو گئے۔ مگر پھر بروٹس ہمت کر کے منبر پر چڑھا اور حاضرین کو مخاطب کیا۔ اس کی آواز سنتے ہی مجمع میں سکوت چھا گیا۔ لوگ خاموشی اور غور سے اس کی بات سننے لگے۔ بروٹس بڑے تحمل اور سنجیدہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

''میرے ساتھیو! میرے بیان کی صداقت پر یقین رکھنا، میری نیک نامی اور خاندانی نجابت کی بنا پر مجھے اپنے قول میں صادق سمجھو، اگر مجھے غلط پاؤ تو تمہیں حق ہے عقل و خرد کو استعمال کر کے میرا محاسبہ کرو۔ اگر اس مجمع میں سیزر کا کوئی شیدائی موجود ہے، تو میں اسے بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس کے مقابلے میں مجھے بھی سیزر سے کم محبت نہیں تھی، پھر اگر آپ جاننا چاہیں کہ میں نے سیزر کی مخالفت کیوں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مجھے روم سے، سیزر کے مقابلے میں زیادہ محبت تھی، وہ حریص تھا، اقتدار کا بھوکا تھا، وہ روم اور اہل روم کو غلام بنا لینا چاہتا تھا۔ اسی لیے میں نے اس کو قتل کر دیا۔ وہ روم کا شہنشاہ بننے کا آرزومند تھا۔ تم میں سے کون ہے، جو غلام بننا چاہے گا۔ تم میں سے کون ہے، جو روم کی روایات کو زندہ نہیں رکھنا چاہتا۔ کون ہے جو چاہتا ہے کہ جمہوریت ختم کر کے بادشاہت شروع کر دی جائے..... کوئی ہے تو جواب دے۔''

عوام میں سے آوازیں اٹھیں۔

''نہیں نہیں..... ہم میں سے کوئی ایسا نہیں۔''

''تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔'' اب بروٹس کی آواز میں پہلے سے زیادہ اعتماد تھا۔ ''میں نے کسی کے جذبات کو صدمہ نہیں پہنچایا۔ میں نے سیزر سے وہی سلوک کیا، جس کا وہ حق دار تھا۔''

چند لمحوں تک رُک کر اس نے مجمع کی جانب دیکھا۔ لوگ خاموش، دم سادھے اسے دیکھ رہے تھے۔ ایک گہری سانس لے کر اس نے دوبارہ بات شروع کی۔

''میرے ہم وطنو! اب میں تم سے ایک آخری بات کہنا چاہتا ہوں کہ جس طرح میں نے اپنے بہترین رفیق کو روم کی خاطر قتل کیا ہے، اسی طرح میں اپنا یہ خنجر اپنی موت کے لیے بھی استعمال کر سکتا ہوں، جب روم میری موت کا طلب گار ہوگا۔''

''بروٹس زندہ باد۔'' مجمع سے ایک آواز ابھری، پھر تو گویا ہر طرف سے یہی آواز آنے لگی۔ بروٹس کا چہرہ مسرت سے کھل اٹھا۔ پھر اس نے عوام کو خاموشی اور تحمل سے انطونی کی تقریر سننے کی ہدایت کی اور خود منبر سے اتر گیا۔

اب انطونی منبر پر تقریر کے لیے موجود تھا، مگر اب لوگ سیزر کے ساتھ انطونی سے بھی بدظن ہو چکے تھے۔ ان کے نزدیک سیزر جمہوریت کا دشمن اور انطونی اس کا دوست، دونوں ہی قابل نفرت تھے، مگر انطونی نے سنجیدہ آواز میں بات کا آغاز کیا۔ اس کا لب و لہجہ اس قدر دلفریب اور مسحور کن تھا کہ لوگ ایک دم خاموش ہو گئے اور نا چاہتے ہوئے بھی توجہ اور انہماک سے اس کی تقریر سننے لگے۔

انطونی نے نہایت پرسوز انداز میں سیزر کا قیصدہ پڑھا، اس کی خوبیاں بیان کیں اور عوام اور خواص کے لیے اس نے جو اچھے کام کیے تھے، ان کی یاددہانی کروائی۔ لوگوں کے دلوں سے سیزر کی نفرت کے بادل چھٹنے لگے۔ انطونی کی آنکھوں میں آئے آنسو لوگوں کے دل پر گرنے لگے۔ ذرا ہی دیر میں سارا روم پھر سے سیزر کا وفادار اور دم ساز ہو گیا تھا۔

''اے ارضِ روم کے باسیو! اگر تمہاری آنکھوں میں آنسو ہیں تو آنسو بہانے کا یہی بہترین وقت اور ناگزیر موقع ہے۔'' انطونی نے اسی دل گداز اور مؤثر لہجے میں اپنی تقریر آگے بڑھائی اور سیزر کا خون آلود لبادہ مجمع کے سامنے کرتے ہوئے سوال کیا۔ ''تم اس لبادے کو پہچانتے ہو، یہ تمہارے فاتح، تمہارے قوتِ فصل تمہارے سیزر کا لبادہ ہے۔ یہ آج صبح سیزر نے پہنا تھا۔ یہ دیکھو یہاں کیٹس کے خنجر نے شگاف ڈالا اور یہاں کیسکا کی تلوار نے اسے پھاڑ ڈالا تھا اور یہاں سینے کے مقام پر سیزر کے محبوب بروٹس نے وار کیا تھا..... اور سیزر کی آنکھیں پہلے حیرت سے پھیلی تھیں، پھر کرب و اذیت سے بند ہو گئی تھیں۔ بروٹس تو اسے اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھا اور اسی بروٹس نے سب سے سنگدلانہ وار کیا تھا اور جب سیزر نے بروٹس کو وار کرتے دیکھا تو وہ اس دکھ کو سہہ نہ سکا اور دشمنوں کے واروں کا وہ مقابلہ کر سکتا تھا مگر دوست کے اس کاری زخم نے اسے بے موت مار دیا، اس کا دل شق ہو گیا اور وہ بے دم ہو کر زمین پر جا گرا۔ وہ منظر میری آنکھوں میں گھوم رہا ہے۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''واقعی وہ کتنا خوفناک اور عبرت خیز منظر ہوگا۔'' کسی شہری نے دہلتے لہجے میں کہا۔

''خوفناک منظر۔'' انطونی نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ ''ایک خون کی ندی تھی جو سیزر کے سینے سے بہہ نکلی تھی، جس نے اس لبادے کو شرابور کر دیا تھا۔ اس لبادے کو دیکھ کر آپ سب کی آنکھیں اشک بار ہوگئی ہیں۔ ذرا آگے بڑھ کر اس تابوت میں جھانکو جس میں تمہارے سیزر کا چھلنی جسم رکھا ہے۔ تمہارے اس فاتح اور قوتِ فضل کے جسم کو ان غداروں نے مسخ کر دیا ہے۔''

مجمع میں بے چینی اور اضطراب پھیل گیا تھا۔ کمزور دل کے لوگ دھاڑیں مار مار کے رونے لگے تھے۔ اب مجمع سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

''ہم انتقام لیں گے..... غداروں سے انتقام لیں گے۔''

''ہم اپنے سیزر کے قتل کا بدلہ لیں گے۔''

''دوستو اٹھو! ان ظالموں کو تلاش کرو۔ سیزر کے قاتلوں کو ڈھونڈو۔''

''ان کے مکانوں کو جلا دو۔''

''انہیں زمین میں زندہ گاڑ دو۔''

''کوئی غدار زندہ نہ رہنے پائے۔''

''میرے ہم وطنو! صبر..... صبر۔'' انطونی نے دکھ بھری آواز میں صبر کی تلقین کی۔ لوگ خاموش ہو کر انطونی کی طرف متوجہ ہو گئے۔ انطونی نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ ''میرے اچھے دوستو! میں نہیں چاہتا کہ میرے الفاظ آپ کے دلوں میں بغاوت کا طوفان برپا کریں۔ میں ایک سیدھا سادا صاف گو آدمی ہوں۔ میں اپنے مقتول دوست سیزر کا شیدائی ہوں۔ یہ بات وہ لوگ بھی خوب جانتے ہیں، جنہوں نے مجھے برسرِ عام سیزر کے ماتم کی اجازت دی ہے۔ میں کوئی شعلہ بیاں مقرر نہیں ہوں۔ میں تو آپ کو صرف اس مظلوم سیزر کے زخم دکھا رہا ہوں..... لیکن اگر میری جگہ بروٹس ہوتا تو وہ ایسی شعلہ بیانی سے یقیناً روم کے طول و عرض میں قیامت خیز انقلاب اور بغاوت رونما کر دیتا۔''

مارک انطونی کی تقریر نے لوگوں کے دل و ذہن میں آگ لگا دی۔ وہ غم اور غصے سے بپھر اٹھے۔ مجمع سے آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔

''ہم بغاوت کے لیے تیار ہیں۔''

''ہم بروٹس کے مکان کو جلا کر خاکستر کر دیں گے۔''

انطونی کا مغموم چہرہ اپنی تقریر کے نتائج دیکھ کر خوشی سے دمکنے لگا تھا۔ اس نے عوام کو قابو میں رکھنے کے لیے فوراً دخل دیا۔

''میرے دوستو! میری بات توجہ سے سنو، مجھے اپنی بات تو پوری کر لینے دو۔''

لوگ پھر خاموش ہو کر ہمہ تن گوش ہو گئے۔

انطونی نے پھر اسی انداز میں تقریر کا آغاز کیا۔ ''دوستو! کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ سیزر کن وجوہات کی بنا پر ہماری محبت اور عقیدت کا حق دار ہے..... افسوس تم یہ باتیں نہیں جانتے، تم وہ وصیت بالکل بھول گئے، جو سیزر نے چھوڑی ہے۔''

''مارک انطونی براہ کرم ہمیں ہمارے سیزر کی وصیت سناؤ۔'' ایک شہری نے درخواست کی۔

انطونی نے ایک سرکاری دستاویز مجمع کے سامنے لہرائی اور بلند آواز میں گویا ہوا۔

''یہ ہے وہ وصیت اور اس پر سیزر کی مہر ثبت ہے۔''

''اس میں کیا لکھا ہے۔ محترم انطونی تم پڑھ کر سناؤ۔'' کسی طرف سے درخواست کی گئی۔

''اس وصیت میں سیزر نے روم کے ہر شہری اور ہر شخص کو تین تین سونے کے سکے عطا کیے ہیں۔''

انطونی کی یہ بات سنتے ہی لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

''شریف سیزر، ہم تمہارے خونِ ناحق کا انتقام لیں گے۔'' لوگ یک زبان ہو کر چلائے۔

''ٹھہرو، ابھی سیزر نے اور بھی بہت کچھ لکھا ہے۔''

''براہ کرم جلد سناؤ۔'' حاضرین میں سے کسی نے مضطرب لہجے میں گزارش کی۔

اس کے علاوہ سیزر نے دریائے ٹائبر کے اس پار اپنی تمام سیر گاہیں، ذاتی قیام گاہ جہاں آج کل ملکہ مصر قلوپطرہ اور سیزر کا بیٹا سیزرین مقیم ہیں اور اپنے تمام باغات قوم کے لیے وقف کر دیئے ہیں۔ اب آپ ان سب چیزوں کے مالک ہیں اور آپ کے بعد آپ کی اولاد ان کی مالک ہوگی۔ سیزر نے اپنی باقی جائیداد کا تین چوتھائی حصہ اپنے بھانجے آکٹوین کے نام لکھا ہے اور آکٹوین کو سیزر نے اپنا جانشین مقرر کیا ہے..... دیکھی آپ

allurdupdfnovels.blogspot.com

نے سیزر شان۔ اب کون ایسا غنی اور غریبوں کا دوست ہمیں نصیب ہوگا۔ ہمیں سیزر کا بدل کبھی نہیں مل سکتا۔ تو آؤ ہم اس کی میت کو مقدس مقام پر نذرِ آتش کریں اور ان کے شعلوں سے غداروں کے مکان جلا کر خاکستر کر دیں۔"

پھر سب نے مل کر سیزر کی میت کو نذرِ آتش کر دیکھا۔ کچھ ہی دیر میں سیزر کا جسد خاکی جل کر خاک ہو گیا۔

اب غصے میں بھرے ہوئے عوام نے جلتی ہوئی لکڑیاں ہاتھ میں لیں اور قاتلوں کے مکان جلانے کے لیے شہر کے مختلف حصوں میں پھیل گئے۔ شہر کی انتظامیہ کے افسران اس صورتحال سے پریشان ہو گئے۔ انہوں نے فوراً مجلس طلب کی، سب سر جوڑ کے بیٹھے اور عوام کے غصے اور جوش کو ٹھنڈا کرنے کی تراکیب زیرِ بحث آئیں۔ انتظامیہ نے کیٹس اور بروٹس کو دور دراز کے صوبوں میں تعینات کر کے انہیں فوراً شہر سے چلے جانے کا حکم دیا اور نظم و نسق اور امورِ حکومت انطونی کے حوالے کر دیا گیا۔

❀✪❀

کل کی رات کس قدر خوبصورت تھی۔ نیلے شفاف آسمان کے کشادہ سینے پر چاند کسی طلائی تمغے کی طرح جگمگا رہا تھا۔ دمکتی چاندنی گھنے پیڑوں سے چھن کر زمین پر اترتی تو یوں لگتا، ہر سو پگھلا ہوا سونا بہا دیا گیا ہو۔ چاندنی کا سنہرا روپ ہواؤں میں گھل گیا تھا۔ ہواؤں کے نرم جھونکوں میں ایک عجیب سی نغمگی اور ترنم تھا۔ در و دیوار سے سرور ٹپکتا محسوس ہو رہا تھا۔

قلوپطرہ کتنی ہی دیر دریچے میں کھڑی چاند کی طرف دیکھتی رہی تھی۔ ماہ کامل میں اسے ہمیشہ ہی ایک عجیب سی کشش محسوس ہوتی تھی، مگر اس کی اتالیق طوطیا کلیدس کا کہنا تھا کہ قلوپطرہ چاند سے زیادہ حسین ہے، اسی لیے اس میں چاند سے کہیں زیادہ کشش ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جو اسے دیکھتا تھا، دیوانہ وار دیکھتا ہی رہ جاتا تھا۔ اس کی ایک جھلک پا کر لوگ اس پر فریفتہ و شیدا ہو جاتے تھے۔ یہ سب باتیں اس کے دل کو تقویت اور مسرت دیتی تھیں۔ اسے اپنے حسن سے پیار تھا۔ اپنی ذات سے پیار تھا۔ وہ خود کو بلند سے بلند مقام پر دیکھنا چاہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی بھی قیمت پر روم کی ملکہ بن جانا چاہتی تھی اور ابھی چند دن پہلے ہی انطونی نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اس کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرنے کی پوری کوشش کرے گا اور اب چند دنوں سے یہ خبر گرم تھی کہ 15 مارچ کو سیزر کو روم کا بادشاہ تسلیم کر لیا جائے گا۔

اس خبر نے قلوپطرہ کی مایوسی کو امید اور امید کو یقین میں بدل دیا تھا۔ وہ اسکندریہ جانے کے لیے رختِ سفر باندھ چکی تھی۔ اس افواہ کے پھیلتے ہی اس نے جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا۔ اب وہ دن گن گن کر 15 تاریخ کا انتظار کر رہی تھی۔ اللہ اللہ کر کے آج 14 مارچ کی رات آئی تھی۔ اصولاً تو آج سیزر کو اس کے پاس ہونا چاہیے تھا، کیونکہ کل صبح 15 مارچ کے سورج کے ابھرتے ہی سیزر کے سر پر تاج رکھ کر اسے بادشاہ بنا دیا جانے والا تھا۔ اس اقدام کے ساتھ ہی قلوپطرہ روم کی ملکہ بننے والی تھی اور سیزرین روم کا ولی عہد۔ یہ تصور ہی کس قدر خوش کن اور راحت بخش تھا۔ قلوپطرہ کے لبوں پر مسکراہٹ پھوٹی پڑ رہی تھی۔ آپ سے آپ گنگنانے کو جی چاہ رہا تھا۔ ایسے میں اس کے پاس سیزر کو ہونا چاہیے تھا، مگر منگل ہونے کی وجہ سے وہ آج شب پلورنیا کے گھر پر ہی رک گیا تھا۔

قلوپطرہ نے آخری بار چاند پر نگاہ ڈالی اور دریچے کا پٹ برابر کر کے بستر کی طرف بڑھ گئی۔ آج کی رات انتہائی اسے کھل رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آج کی اہم ترین رات میں وہ اکیلی نہ ہوتی کوئی اس کے ساتھ ہوتا..... کون؟ اس کی دھڑکنوں نے سوال کیا تھا..... سیزر؟ بے شک وہ سیزر سے محبت کرتی تھی، مگر سیزر کی محبت اب اس کے لیے ناکافی ہوتی جا رہی تھی۔ بڑھاپے، بیماری اور ملکی مسائل نے سیزر کی نا صرف صحت بلکہ اس کی ہیئت پر بھی برا اثر کیا تھا..... بالکل اچانک ہی قلوپطرہ کا خیال مارک انطونی کی طرف چلا گیا۔

انطونی ایک خوبرو اور شاندار جوان تھا۔ عمر کی 22 بہاریں دیکھنے کے باوجود اس نے اب تک شادی نہیں کی تھی۔ وہ ایک خوش کردار، خوش اطوار اور خوش گفتار انسان تھا۔ لفاظی اور اندازِ بیان پر اسے خاص مہارت حاصل تھی۔ نرم آواز اور میٹھے لہجے میں اس طرح بات کرتا کہ لوگ اس کی جانب کھنچے چلے جاتے تھے۔ قلوپطرہ نے بھی ہمیشہ ہی انطونی میں ایک کشش محسوس کی تھی۔

اس چاندنی سے سجی حسین رات کی تنہائی میں انطونی کا تصور ایک میٹھا سا احساس بن کر قلوپطرہ کے رگ و پے میں سرایت کرتا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے انطونی کے وجیہ سراپے کو آنکھوں میں بسا کر آنکھیں بند کر لیں اور جانے کب نیند کی مہربان دیوی نے اسے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔

اگلے دن صبح وہ جلد بیدار ہو گئی تھی۔ آج کا دن اس کے لیے بہت اہم تھا۔ آج اس کے سیزر کو روم کا شہنشاہ نامزد کیا جانا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی سیزرین کے کمرے میں چلی گئی۔

"سیزرین! میرے لختِ جگر تم جانتے ہو، آج تم مصر کے ساتھ روم کے بھی ولی عہد بننے والے ہو۔" اس نے سیزرین کو سینے سے لگاتے ہوئے اسے خوش خبری سنائی اور کچھ دیر اس کے ساتھ باتیں کر کے دوبارہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

اس کے کان دروازے کی جانب لگے تھے۔ وہ اس خبر رساں کی منتظر تھی، جسے اس نے کل شام سے ہی سینیٹ کے اجلاس اور بعد کی کارروائی کی خبر لانے کے لیے متعین کیا تھا۔ جانے وہ پیغام بر خبر لانے میں اتنی دیر کیوں کر رہا تھا۔

تب ہی کمرے سے باہر راہداری میں تیز قدموں کی آہٹیں جاگی تھیں اور کسی نے عالم دیوانگی میں خواب گاہ کا دروازہ پیٹ ڈالا تھا۔

''کون ہے یہ گستاخ؟'' ملکہ نے غصیلے لہجے میں پوچھا مگر اگلے ہی لمحے خبر رساں دھڑلے سے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔

''اوہ..... تم ہو۔'' اسے دیکھ کر ملکہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔ 'کہو کیا خبر لائے ہو؟''

''ملکہ عالیہ۔'' خبر رساں کی سانس پھولی ہوئی تھی اور آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ ''ملکہ عالیہ غضب ہو گیا۔''

''ہوا کیا کچھ تو بولو۔'' قلوپطرہ نے جلدی سے دریافت کیا۔

''میں آپ کو یہ بدترین خبر کیسے دوں..... مگر کیا کروں؟'' خبر رساں لڑکھڑا سا گیا۔ اگر وہ دیوار کا سہارا نہ لے لیتا تو یقیناً زمین پر گر گیا ہوتا۔

قلوپطرہ کا ماتھا ٹھنک گیا۔ اسے سینے میں دل بری طرح دھڑکتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے پتھرائی ہوئی نظروں سے برابر والے کمرے کے وسط میں بیٹھے سیزرین کی طرف دیکھا۔ اسے اپنے پورے وجود میں ایک سنسناہٹ سی دوڑتی ہوئی محسوس ہوئی اور وہ چکرا کر کاؤچ پر بیٹھ گئی۔

''ملکہ عالم..... جہاں پناہ کو ایوانِ حکومت میں قتل کر دیا گیا..... اور سیزرین۔''

ملکہ قلوپطرہ نے غالباً کوشش کر کے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ ایک کنیز نے آگے بڑھ کر سہارا دینا چاہا، مگر وہ بے ہوش ہو کر کاؤچ پر گر چکی تھی۔

اس کنیز نے دوڑ کے محل کی تمام کنیزوں اور غلاموں کو جمع کیا اور انہیں سیزر کے قتل کی اطلاع دی۔ یہ تمام خادمائیں اور غلام، قلوپطرہ کے وفادار اور جاں نثار تھے کیونکہ قلوپطرہ ان سب کو اسکندریہ سے اپنے ساتھ لائی تھی۔

قلوپطرہ کے ان خدام نے حفاظتی تدبیر کے طور پر محل کے تمام دروازے اندر سے بند کر لیے۔ پھر وہاں موجود اسلحہ باہر نکالا جو صرف چند تلواروں، پانچ خنجروں اور دو عدد تیر کمان پر مشتمل تھا۔ اسلحہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ پھر بھی انہوں نے جیسے تیسے وہ اسلحہ آپس میں تقسیم کر لیا اور اس کمرے میں جہاں اس وقت قلوپطرہ بے ہوش پڑی تھی، کھڑکیوں اور دروازوں کے سامنے مستعد و چوکنا کھڑے ہو گئے۔ سیزرین کی آیائیں، اسے بھی اسی کمرے میں اٹھا لائی تھیں، اس چار سال کے معصوم بچے کو یہ ہوش ہی کب تھا کہ اس کے سر سے باپ کا شفیق سایہ اٹھ گیا ہے۔

سیزر قتل کر دیا گیا تھا۔ ان حالات میں ظاہر ہے قلوپطرہ اور سیزرین کی زندگیاں بھی خطرے میں تصور کی جا سکتی تھیں۔ اسی لیے قلوپطرہ کے خدام نے اسلحہ اٹھا کر قلوپطرہ اور سیزرین کی حفاظت کی ذمے داری سنبھال لی تھی اور یہ طے کیا کہ وہ دشمنوں کا مقابلہ کریں گے اور سیزرین و قلوپطرہ پر اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔

کئی خادمائیں قلوپطرہ کو ہوش میں لانے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھیں۔ کافی دیر بعد قلوپطرہ نے ایک جھرجھری سی لے کر اپنی بند آنکھیں دھیرے سے کھول دیں۔ چند لمحوں تک وہ خالی خالی نظروں سے کمرے میں چاروں اور تکتی رہی۔ سختی سے بند دروازوں پر ایستادہ ہتھیار بند خدام، سیزرین کو اپنی پناہ میں لیے انائیں وکھلائیاں اور خود اس پر جھکی پریشان و مضطرب خادمائیں..... ابتداء میں تو وہ کچھ سمجھ ہی نہ سکی..... اور پھر دھیرے دھیرے اس کے شعور کے دریچے کھلتے چلے گئے اور اسے وہ خبر یاد آ گئی جسے سن کر وہ بے ہوش کر کاؤچ پر گر گئی تھی۔

یہ بے ہوشی سیزر کی موت کے غم میں نہیں تھی۔ یہ مدہوشی قلوپطرہ کے دیرینہ خوابوں کے چکنا چُور ہونے کے دکھ میں طاری ہوئی تھی۔ سیزر سے ناتا جوڑنے اور سیزرین کی ولادت کے بعد سے ہی قلوپطرہ نے مصر کے ساتھ روم کی بھی ملکہ بننے کی خواب بننے شروع کر دیئے تھے۔ وہ اپنے لختِ جگر کو مصر و روم کی مشترکہ سلطنت کا ولی عہد دیکھنا چاہتی تھی۔ اس خواب کی تعبیر کی خاطر وہ پچھلے تین برسوں سے اپنا ملک، اپنا دارالسلطنت اسکندریہ چھوڑ کر یہاں روم میں پڑی تھی۔

اس خواب کی تکمیل کی خاطر اس نے سیزر کو کس کس طرح شیشے میں اتارا تھا۔ اس کی سوچ نے اس کے خیالوں کو نئی رہگزر دی تھی۔ کس کس جتن سے اسے یہ باور کرنے پر آمادہ کیا تھا کہ وہ کوئی عام سپاہی نہیں بلکہ آسمانی دیوتاؤں کا پرتو ہے۔ بے شک وہ کسی شاہی خاندان کا فرد نہ سہی۔ مگر بادشاہ بننے کا اہل ہے اور اب جبکہ اس کی کوششوں کے رنگ لانے کا وقت آیا تھا تو اچانک رنگ میں بھنگ پڑ گیا تھا۔

قلوپطرہ نے تنکا تنکا کر کے جو آشیانہ بنایا تھا، اب وہ شاخ ہی نہ رہی تھی، جس پر آشیانہ تھا۔ وہ شاخ کیا وہ پیڑ، وہ باغیچہ بھی جل چکا تھا۔ قلوپطرہ کو شاخ کے جلنے کا ملال نہیں تھا۔ اسے اپنے خوابوں کے شیرازہ بکھرنے کا ملال تھا۔ اسے اس بات کا دکھ تھا کہ شاید اب کبھی اسے روم کی ملکہ بننے کا اعزاز نہ حاصل ہو سکے۔ جہاں تک سیزرین کا تعلق تھا، وہ سیزر کا وارث تھا۔ سیزر کے کمانڈر انچیف کا عہدہ موروثی تھا۔ اس کے بعد اس عہدے پر

allurdupdfnovels.blogspot.com

سیزرین کا حق تھا مگر حق کا سوال تو تب اُٹھتا، جب زندگیاں محفوظ رہتیں۔ یہاں تو ہر سمت موت کے سائے لرزاں تھے۔

قلوپطرہ نے مایوس نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔

''ملکہ عالیہ یہ سب ہم نے حفاظتی نقطہ نگاہ سے کیا۔'' ایک خادم نے وضاحت پیش کی۔

''اوہ میں تم سب لوگوں کی اس محبت اور جذبہ خیر سگالی کے لیے بے حد شکر گزار ہوں۔'' قلوپطرہ نے ممنون لہجے میں کہا۔ ''میں اپنے مصری ہم وطنوں کی اس بہادری اور وفاداری کو کبھی فراموش نہ کر سکوں گی۔''

ملکہ کی زبان سے تعریف سن کر خدّام کے حوصلے اور جوان ہو گئے۔ اس عالم کرب و وحشت میں بھی ان کے چہروں پر تعریف سن کر سرشاری و شادابی دوڑ گئی۔ خدّام کا حوصلہ اور جذبہ دیکھ کر قلوپطرہ کے اکھڑتے قدموں کو بھی سہارا ملا اور اس نے آگے بڑھ کر ایک خادم کے ہاتھ میں موجود خنجر خود اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے پرعزم انداز میں اعلان کیا۔

''میں اس خنجر کی قسم کھاتی ہوں۔ ایک بھی رومی روم کے آئندہ شہنشاہ سیزرین تک نہ پہنچ سکے گا۔ میں اپنی جان دے دوں گی مگر اپنے لختِ جگر کو دشمنوں کے حوالے نہ کروں گی۔''

''رومیوں کو آپ دونوں تک پہنچنے سے پہلے ہماری لاشوں سے گزرنا ہوگا۔'' خدّام میں سے ایک خادم نے آگے بڑھ کر پرجوش اور پرعزم لہجے میں کہا اور ملکہ اس کی طرف مشکور نگاہوں سے دیکھتی ہوئی اپنی خاص کاؤچ پر بیٹھ گئی۔

اب انہیں آنے والے وقت کا انتظار کرنا تھا اور یہ دیکھنا تھا کہ کاتب تقدیر نے ان کے لیے کیا لکھ چھوڑا ہے؟

وقت بہت آہستہ روی سے گزرتا محسوس ہو رہا تھا۔ لگتا تھا کہ گویا وقت کی نبض تھم سی گئی ہے۔ لمحے بے دم، غیر متحرک ہو گئے ہیں۔ بصد مشکل صبح ڈھلی، دوپہر کی تپتی دھوپ نے سارے روم کو اپنی سلگتی آغوش میں سمیٹ لیا۔ سورج کی تیز شعاعوں نے دریا ٹائبر کے نیلگوں پانی کو کھولا دیا تھا۔ سطح آب پر تیرتی کشتیاں بھی لہروں کی تمازت کو محسوس کر رہی تھیں۔

صبح دوپہر میں ڈھل گئی تھی۔ اب دوپہر، سہ پہر کی طرف محوِ سفر تھی۔ مگر اب تک ایک بھی دشمن قلوپطرہ کے گھر تک نہ پہنچا تھا۔

سہ پہر سے ذرا پہلے قلوپطرہ کو اطلاع دی گئی کہ مقتول سیزر کا دوست مارک انطونی اس کے پاس سیزر کی تعزیت کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہے۔

قلوپطرہ، انطونی کی وفاداری اور سیزر سے اس کی محبت سے خوب واقف تھی۔ جب سیزر مصر میں تھا، اس کی غیر موجودگی میں انطونی نے ہی اس کے مفادات کا تحفظ کیا تھا اور یہ انطونی کی کوششوں کا ہی نتیجہ تھا کہ سیزر کی غیر موجودگی میں بھی اسے ایک سال کے لیے روم کا قونصل منتخب کر لیا گیا تھا۔

سیزر جب بغاوتوں کے فرو کے لیے سرحدی علاقوں میں برسرِ پیکار تھا۔ اس وقت بھی روم میں امن و امان قائم رکھ کر سیزر کی حکومت کو تحفظ دینے والا اہم ترین شخص انطونی ہی تھا..... اور اب سیزر کے قتل کے بعد انطونی نے جس طرح لوگوں کے سامنے مؤثر اور بھرپور تقریر کر کے لوگوں کے غصے اور نفرت کا رخ سیزر، قلوپطرہ اور سیزرین کی جانب سے کیسٹس اور بروٹس کی طرف موڑنے کی کامیاب کوشش کرنے والا بھی انطونی ہی تھا اور انطونی کی وجہ سے ہی سیزر کی آخری رسومات عزت و تکریم اور محبت و عقیدت سے ادا ہو سکی تھیں۔

ان سب باتوں کی خبر قلوپطرہ کے خبر رسانوں نے قلوپطرہ تک پہنچائی تھی۔ وہ انطونی کے حسن صورت کی تو ہمیشہ سے قائل تھی، مگر آج وہ اس کے حسن سیرت اور حسن تدبر کی بھی قائل ہو گئی تھی۔ وہ گفتگو کے ہنر سے نا صرف واقف تھا بلکہ اپنے زورِ خطابت سے طوفانوں کے رُخ موڑنے کی صلاحیت بھی رکھتا تھا۔ خبر رساں کے ذریعے ہی قلوپطرہ کو یہ خبر بھی ملی تھی کہ انطونی نے عوام کے سامنے سیزر کا کوئی وصیت نامہ بھی پیش کیا تھا۔

اس وقت انطونی کی آمد کی خبر سن کر قلوپطرہ کو سب سے پہلے اسی وصیت نامے کا خیال آیا تھا۔

''مسٹر انطونی کو عزت و تکریم کے ساتھ پیش کیا جائے۔'' اس نے اپنے پسندیدہ کاؤچ پر آرام سے بیٹھتے ہوئے حکم دیا۔ اس کے اشارے پر خدّام نے تلواریں جھکالی تھیں اور آگے بڑھ کر دروازے کھول دیئے تھے۔

کچھ ہی دیر بعد انطونی گلے میں تلوار لٹکائے، سر جھکائے، پژمردہ قدموں سے چلتا کمرے میں داخل ہوا۔ خدّام اسے دیکھ کر تعظیماً جھک گئے۔ پھر قلوپطرہ کا اشارہ پا کر کمرے سے باہر نکل کر دروازے پر ایستادہ ہو گئے۔

قلوپطرہ نے انطونی کی طرف دیکھا۔ اس کے وجیہ چہرے سے ملال ٹپک رہا تھا اور اس کی وہ پرکشش آنکھیں جو قلوپطرہ کو دیکھتے ہی روشنی سی بھر جاتی تھی، آج بجھی ہوئی تھیں۔ اس کے پور پور سے غم کا اظہار ہو رہا تھا۔

اس وقت وہ اپنے عزیز دوست کی موت کا پرسہ دینے اس کی بیوہ کے پاس آیا تھا۔ اس وقت وہ، وہ جوان رعنا مرد نہیں تھا، جس کی آنکھوں میں

allurdupdfnovels.blogspot.com

ایک حسینہ کو دیکھ کر چمک بڑھ جاتی تھی اور دل مضطرب انداز میں دھڑکنے لگتا تھا۔

اس ملول و رنجور دوست کو دیکھ کر قلوپطرہ کو بھی اپنے غم کی یاد آئی۔ انطونی کی صورت دیکھتے ہی اس کی نگاہوں میں بھی سیزر کا چہرہ گھوم گیا۔ اس پر جاں نثار کرنے والا، اسے بے پناہ چاہنے والا شوہر اب اس دنیا میں نہیں تھا اور نا چاہتے ہوئے بھی قلوپطرہ اپنے آنسو نہ روک سکی اور دو چمکدار موتی اس کی آنکھوں سے ٹپک پڑے۔

''ملکہ عالم! آپ کی آنکھوں میں آنسو؟'' انطونی نے حیران نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ ''آپ تو اس فاتح عالم کی بیوہ ہیں، جس کے چہرے پر مقتول ہونے کے بعد بھی ایک ملکوتی مسکراہٹ تھی۔''

''میں آنسو نہیں بہا رہی انطونی۔'' قلوپطرہ نے اپنی بھیگی پلکیں جھپک کر جواب دیا۔

''تمہیں دیکھ کر سیزر کا چہرہ میری نظروں میں گھوم گیا اور بے ساختہ یہ آنسو چھلک پڑے۔''

انطونی نے آگے بڑھ کر ننھے سیزرین کے سر پر شفقت بھرے انداز میں ہاتھ پھیرا اور بولا۔ ''آپ کو اس ننھے شہزادے کے لیے حوصلے کی ضرورت ہے۔ آپ کو اس کی خاطر عزم و ہمت سے جینا ہوگا مگر خدارا خود کو کبھی تنہا مت سمجھئے گا۔ میں کل بھی سیزر کا شیدائی تھا۔ آج بھی اس کے افرادِ خانہ کا وفادار ہوں۔''

''انطونی۔'' قلوپطرہ نے بھرّائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ ''میں سیزر کے ساتھ تمہاری وفاداری دیکھ کر بہت مسرور ہوئی ہوں، جب تمہارے آنے کی اطلاع ملی تھی تو لمحہ بھر کو میں نے سوچا تھا کہ کہیں تم بھی بروٹس کی طرح نمک حرام اور بے وفا نہ ہو گئے ہو، مگر میرے دل نے کہا کہ انطونی کی سمندر جیسی آنکھوں میں ہمیشہ وفا اور دوستی کی لہریں ہلکورے لیتی رہتی ہیں۔ وہ کبھی بے وفا نہیں ہو سکتا، اسی لیے میں نے بے دھڑک دروازے کھلوا دیئے۔''

''میں آپ کے اس اعتماد کے لیے آپ کا بے حد ممنون ہوں۔'' انطونی نے نگاہ جھکا کر تشکر آمیز لہجے میں جواب دیا۔ ''امید ہے کہ میں آپ کے اس اعتماد کو کبھی ٹھیس نہ پہنچنے دوں گا۔''

قلوپطرہ نے احساس تشکر کے طور پر اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ لحظہ بھر کو انطونی نے نگاہ اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ اس ملال و غم کی حالت میں بھی اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند دہک رہا تھا۔ رنج و کرب کی پرچھائیوں نے اس کی دلکشی میں کچھ اور اضافہ کر دیا تھا۔

مسکراہٹوں کی بجلیاں گرانی قلوپطرہ کی نسبت یہ اداس اور سنجیدہ قلوپطرہ کہیں زیادہ دلکش اور پرکشش لگ رہی تھی۔ ایک بار پھر انطونی کو اپنی دھڑکنیں منتشر ہوتی محسوس ہوئی تھیں اور اس نے دستور کے مطابق دوزانو ہو کر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی پشت پر بوسہ عقیدت ثبت کر دیا۔

''انطونی میں تم پر اعتماد کرنے پر مجبور ہوں۔'' چند ساعتوں کی خاموشی کے بعد قلوپطرہ کی سنجیدہ آواز سنائی دی۔ ''کیونکہ ارضِ روم میں تمہارے سوا اب میرا کوئی سہارا نہیں ہے۔''

''آپ بے فکر اور مطمئن ہو جایئے۔'' انطونی نے مضبوط اور پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ کوئی شخص آپ کو اور ننھے سیزرین کو نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ میں اپنے ساتھ ایک فوجی دستہ لایا ہوں۔ وہ ہمہ وقت آپ لوگوں کی حفاظت کرے گا۔ یوں بھی میرے دوست سیزر کے تمام دشمن روم چھوڑ کے دور دراز کے علاقوں میں چلے گئے ہیں۔ اس وقت روم کی پوری انتظامیہ میرے ماتحت ہے۔ آپ کو کسی بھی طرح کی کوئی تکلیف یا زحمت اب نہ ہونے پائے گی۔'' یہ کہہ کر انطونی واپسی کے لیے مڑ گیا۔

''انطونی۔'' قلوپطرہ نے قدرے متعجب لہجے میں کہا۔ ''اتنی جلد واپس جا رہے ہو۔ کیا کچھ دیر اور نہیں ٹھہر سکتے؟''

''ملکہ عالیہ میں معذرت خواہ ہوں۔'' انطونی نے قدرے معذرت خواہانہ لہجے میں جواب دیا۔ مجھ پر اچانک ذمہ داریوں کو ایک گراں بار بوجھ آ پڑا ہے۔ ان کی بجا آوری کے لیے اس وقت مجھے جانا ہوگا، فرصت ملتے ہی پھر حاضرِ خدمت ہوں گا۔''

قلوپطرہ نے سرسری سے لہجے میں پوچھا۔ ''سنا ہے سیزر نے کوئی وصیت چھوڑی ہے، مجھے امید ہے کہ محترم انطونی اس وصیت کی روشنی میں، سیزر کے بیٹے سیزرین کا بھی خیال رکھیں گے۔''

مارک انطونی ایک دم گھبرا اٹھا، کیونکہ سیزر کی وصیت نامے میں سیزرین کا کہیں ذکر نہ تھا بلکہ اس نے اپنی وصیت میں اپنے بھانجے اکٹوین کو اپنا جانشیں مقرر کیا تھا۔

'ملکہ عالم۔'' اس نے خود کو سنبھال کر محتاط لہجے میں کہا۔ ''آپ فکر مت کیجئے، میں پوری کوشش کروں گا کہ سیزرین کو اس کا جائز حق ملے اور اسے سیزر کا جانشین تسلیم کیا جائے۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''کیا میں یہ سمجھوں کہ یہ معتبر انطونی کا وعدہ ہے۔''

قلوپطرہ نے عیاری سے انطونی کو وعدے کے جال میں پھانسنا چاہا اور ناچار انطونی کو یہ اقرار کرنا پڑا۔''جی! ملکہ سے میرا یہ وعدہ ہے۔ اگر سیزرین کے حقوق کی خاطر مجھے تلوار بھی اٹھانی پڑی تو میں دریغ نہ کروں گا۔''

قلوپطرہ کے چہرے پر اطمینان بھری روشنی بکھر گئی اور انطونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔اس غم واندوہ کے عالم میں بھی قلوپطرہ کا حسن دلکش اور پرکشش تھا جو انطونی کے دل کو اپنے جانب کھینچے جاتا تھا مگر انطونی اس وقت حالات سے مجبور تھا۔

اس کے جانے کے بعد قلوپطرہ نے اس کی گفتگو کا تجزیہ کرتے ہوئے سوچا کہ انطونی نے سیزرین کے بارے میں وعدہ تو کرلیا، مگر اس کے لہجے میں ایک عجیب سی بے چارگی اور مجبوری تھی، بلکہ وعدہ کرتے وقت اس کے انداز میں ایک تذبذب اور ہچکچاہٹ تھی مگر اس وقت وہ خود بے حد مجبور اور بے بس تھی۔ وہ اسکندریہ سے دور تھی اور اس کا محبوب شوہر مارا جاچکا تھا۔اس وقت اس کے پاس بے پناہ حسن کے جادو کے سوا اور کوئی ہتھیار نہ تھا، مگر یہ وقت حسن کی جادوگری دکھانے کے لیے مناسب نہ تھا۔سوا سے صبر وضبط کا مظاہرہ کرنا تھا۔

جلد ہی سیزر کی وصیت کا چرچا عام ہوا اور لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ سیزر نے اپنے بھانجے آکٹوین کو اپنا جانشین اور روم کے تخت وتاج کا وارث مقرر کیا ہے۔اس وصیت نے قلوپطرہ کے دل کو چکنا چور کردیا تھا۔

انطونی، اس سچائی سے پوری طرح واقف تھا کہ سیزر نے اپنے بھانجے آکٹوین کو اپنا وارث قرار دیا ہے، مگر جب قلوپطرہ نے سیزرین کی بات کی تو وہ اس کے حقوق کے تحفظ کا وعدہ کیے بنا نہ رہ سکا تھا۔ دراصل انطونی کے دل میں قلوپطرہ کے حسن نے گھر کرلیا تھا اور انطونی نے یہ وعدہ اپنے دل سے مجبو ہوکر کیا تھا۔ دراصل وہ قلوپطرہ کو افسردہ اور مایوس نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔

انطونی نے اپنے وعدے کے مطابق سیزرین کے حقوق کے لیے آواز بلند کی، اس نے ایوانِ حکومت میں پرزور الفاظ میں اعلان کیا۔

مقتول سیزر کا اصل وارث اس کا بیٹا سیزرین ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ سیزرین کو ہی سیزر کا قانونی وارث تسلیم کیا جائے۔''

مگر اس اعلان پر ایوانِ حکومت میں اس قدر احتجاج ہوا، اس قدر شور مچا کہ انطونی کی آواز اس قیامت خیز شور میں کہیں دب کر رہ گئی۔ وراثت اور جانشینی کے اس سوال پر سیزرین کے لیے آواز بلند کرنے پر روم میں انطونی کے بے شمار مخالفین پیدا ہوگئے۔

اسی دوران سیزر کے بھانجے آکٹوین کے روم پہنچنے کا غلغلہ اٹھا۔

آکٹوین جسے وصیت کی رو سے سیزر کا جانشین مقرر کیا گیا تھا، شہر اپولونیا میں زیرِ تعلیم تھا۔اسے جب سیزر کے قتل ہونے اور اپنے جانشین بنائے جانے کی اطلاع ملی تو وہ تعلیم کا سلسلہ ادھورا چھوڑ کر روم کی طرف روانہ ہوگیا۔

اس خبر کے ملتے ہی انطونی نے مزید فعال ہونے کی کوشش کی۔ وہ آکٹوین کے روم پہنچنے سے پہلے سیزرین کو سیزر کا جائز جانشین ثابت کردینا چاہتا تھا۔اس خواہش اور کوشش میں پہلی چیز تو اس کے قلوپطرہ سے کیے گئے وعدے کا پاس کرنا شامل تھا اور دوسری چیز یہ تھی کہ وہ سچ کہہ رہا تھا کہ اگر سیزرین کو سیزر کا قانونی وارث تسلیم کرلیا گیا تو نوعمر شہزادے کا اتالیق بن کر روم کی حکومت پر وہ خود قابض ہوسکتا تھا۔

قلوپطرہ بھی یہی چاہتی تھی کہ آکٹوین کے روم پہنچنے سے پہلے پہلے سیزرین کے حق میں فیصلہ ہوجائے اور شہزادہ روم کے تخت وتاج کا جانشین تسلیم کرلیا جائے۔

مگر انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔انطونی اور قلوپطرہ تو اس نہج پر سوچ رہے تھے مگر حالات کسی اور ہی نہج پر جارہے تھے۔

❀✪❀

شام کے سرمئی سائے رات کی سیاہیوں میں مدغم ہوتے جارہے تھے۔ دریائے ٹائبر سے آنے والی ہواؤں میں ایک عجیب سی اداسی گھلی ہوئی تھی۔ گھنے سرسبز وشاداب باغوں سے گھرے عالیشان محل کے در و دیوار سے مایوسی ٹپک رہی تھی۔ محل میں موجود مصری خدّام کے چہرے اُترے ہوئے تھے اور باہر حفاظتی دستے کے سپاہیوں کی آنکھوں سے بھی عجب بے یقینی کی سی کیفیت عیاں تھی۔اس دستے کو مارک انطونی نے ملکہ قلوپطرہ اور سیزرین کی حفاظت کے لیے تعینات کیا تھا۔

انطونی نے قلوپطرہ سے سیزرین کے حق کے لیے لڑنے کا وعدہ کیا تھا اور اپنے وعدے کے مطابق اس نے سینیٹرز کی میٹنگ میں یہ آواز بھی اٹھائی تھی۔اس نے کہا کہ سیزر نے اپنے بھانجے آکٹویں کو اس وقت اپنا جانشین نامزد کیا تھا جب وہ باپ نہیں بنا تھا۔اب جبکہ خود اس کا اپنا بیٹا سیزرین موجود ہے.....تو مجلس مشاورت اور تمام ممبران کو سیزرین کے حق کو تسلیم کرنا چاہیے۔''

مگر انطونی کی اس بات پر ایوان میں اس قدر شور مچا کہ انطونی کی آواز اس شور میں کہیں دب کر رہ گئی۔ وراثت اور جانشینی کے سوال پر روم میں

allurdupdfnovels.blogspot.com

انطونی کے مخالف پیدا ہو گئے اور اسی دوران سیزر کے بھانجے آکٹوین کے روم آنے کی اطلاع ملی۔

انطونی، آکٹوین کے پہنچنے سے قبل ہی وراثت کا حق سیزرین کے حق میں ہموار کر لینا چاہتا تھا اور اس کوشش کے پیچھے ایک تو سیزر جیسے دیرینہ دوست سے پاس وفا کا احساس کارفرما تھا اور دوسری طرف وہ جانتا تھا کہ اگر سیزرین کو جانشین تسلیم کر لیا گیا تو وہ اس کے بالغ ہونے تک اس کا سرپرست بن کر روم پر حکومت کرتا رہے گا اور تیسری اور سب سے اہم ترین وجہ قلوپطرہ تھی۔ وہ اس مہربانی کے ذریعے اس کے دل کی سنگی دیواروں میں نقب لگانا چاہتا تھا..... مگر وہ اپنے ان تمام مقاصد میں ابھی کسی ایک مقصد کو بھی حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا..... کہ آکٹوین روم پہنچ گیا۔

آکٹوین کے روم پہنچتے ہی وراثت کی یہ کشمکش اتنی بڑھی کہ اہل شہر سیزر کے خون کے احتساب کے عمل کو بھول بھال کر دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک گروہ آکٹوین کا طرف دار تھا اور دوسرا انطونی کے اس نظریے کا حامی تھا کہ سیزر کا بیٹا سیزرین ہی صحیح قانونی وارث ہے۔

اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ بات اتنی بڑھی کہ خانہ جنگی کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جب حالات ضرورت سے زیادہ ناگفتہ بہ ہو گئے تو آخر انطونی کو قلوپطرہ کو یہ مشورہ دینا پڑا کہ وہ روم کے بگڑتے ہوئے حالات کے پیش نظر فوراً اسکندریہ روانہ ہو جائے۔ انطونی خود قلوپطرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض داشت پیش کرنا چاہتا تھا۔ مگر وقت نے اسے مہلت نہ دی تھی، چنانچہ اس نے اپنے ایک معتبر خادم کے ذریعے قلوپطرہ تک یہ تحریری پیغام پہنچا دیا۔

خادم کے جانے کے بعد قلوپطرہ اپنی خواب گاہ کی بالکونی میں آ کھڑی ہوئی تھی۔ کل تک وہ اس روم میں حکومت کرنے اور یہاں کی ملکہ کہلانے کے خواب دیکھ رہی تھی اور آج..... انطونی نے اس کو مشورہ دیا تھا کہ وہ فوری طور پر یہ شہر، یہ ملک چھوڑ کر اسکندریہ کے لیے روانہ ہو جائے۔

قلوپطرہ کو انطونی کی ذہانت، وفا اور اثر و رسوخ سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں..... مگر انطونی کے اس پیغام نے اسے بے حد مایوس اور بددل کیا تھا۔ اس کی حسین آنکھوں سے مایوسی ٹپک رہی تھی۔ ایک خواب کہ جس کی تعبیر کی خاطر وہ پچھلے تین سالوں سے اس شہر میں پڑی تھی۔ وہ خواب یک لخت ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گیا تھا۔ جس شاخ پر آشیانہ تھا، جب وہ شاخ ہی نہیں رہی تھی تو آشیانہ کے تنکے تنکے ہو کے بکھرنے کا شکوہ کیسا؟

قلوپطرہ نے ایک بار پھر انطونی کے بھیجے تحریری پیغام کو پڑھنا شروع کیا۔ اس نے لکھا تھا۔ ”روم کے حالات اس قدر ناگفتہ بہ ہو گئے ہیں کہ میں ملکہ عالیہ کو فوراً اسکندریہ جانے کا مشورہ دینے پر مجبور ہوں۔ ملکہ کا واپس جانا اس لیے بھی ضروری ہے کہ مصری شاہی بیڑے اور مصری افواج سے اس خانہ جنگی میں ضرورت کے وقت مدد حاصل کی جا سکتی ہے۔“

پہلی بار یہ پیغام پڑھ کر قلوپطرہ ایک دم غصے سے بھر گئی۔ انطونی کی خودغرضی اور مفاد پرستی پر قلوپطرہ کو سخت غصہ تھا۔ گویا کہ وہ اسے سکندریہ اس لیے بھیجنا چاہ رہا تھا کہ بوقت ضرورت وہ اس کی افواج اور بحری بیڑے سے فائدہ اٹھا سکے۔

پھر کئی بار یہ پیغام پڑھنے کے بعد قلوپطرہ کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ انطونی کی کوئی بات غلط نہ تھی۔ ان حالات میں اس کا روم میں رکنا اپنے اور سیزرین کی زندگی کو داؤ پر لگانے کے مترادف تھا اور دوسرے انطونی اس کے سیزرین کے حق کے لیے ہی تو اس خانہ جنگی کا شکار ہوا تھا۔ اگر ایسے میں وہ اس کے اور سیزرین کے لیے اپنی افواج اور بحری بیڑے کو مدد کے لیے بھیجے گی تو فائدہ تو اس کے سیزرین کا ہی ہوگا۔ چنانچہ کافی سوچ بچار کے بعد قلوپطرہ نے واپسی کا فیصلہ کر لیا۔

واپس جانے سے قبل وہ ایک بار انطونی سے ملاقات کرنا چاہتی تھی۔ مگر حالات نے اس کی اس خواہش کو پورا نہیں ہونے دیا اور وہ دل مسوس کر رہ گئی تھی اور خاموشی سے سیزرین اور اپنے خدام کو لے کر واپسی کے لیے روانہ ہو گئی۔

قلوپطرہ کے واپس جانے کے بعد کچھ دنوں تک مارک انطونی اور آکٹوین کے گروہوں کے مابین جھڑپیں ہوتی رہیں۔ شہر کے حالات دن بدن خراب ہوتے جا رہے تھے۔ ایسے میں سردار لیپی ڈس نے درمیان میں آ کر ثالث کا کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس شام انطونی سے ملنے وہ اس کے گھر پہنچا۔

”آخر یہ خانہ جنگی کب تک جاری رہے گی؟“ اس نے انطونی سے سوال کیا۔

”میں کیا کہہ سکتا ہوں؟“ انطونی نے اکتائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ قلوپطرہ کے جانے سے اسے بھی خاصی بددلی ہوئی تھی۔ اب وہ اس لاحاصل لڑائی سے اوب چکا تھا۔ ”میں خود چاہتا ہوں یہ بے کار کا سلسلہ ختم ہو جائے تو اچھا ہے۔“

”اگر تم چاہتے ہو تو میرے پاس ایک اچھا منصوبہ ہے۔“ بوڑھے زیرک اور ذہین سردار لیپی ڈس نے انطونی کے قریب کھسکتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہا۔ ”تم جانتے ہو، میرا ایوانِ حکومت میں ایک خاص مقام اور احترام ہے، دیگر تمام سینیٹرز میری بات دھیان سے سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں، چنانچہ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ان سب کو اس بات کے لیے راضی کر لوں کہ یہ خانہ جنگی ختم کر کے باہمی صلح کر لی جائے اور سلطنت روم کو تین

allurdupdfnovels.blogspot.com

حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔"

"تین حصوں میں؟" انطونی نے چونکتے ہوئے سوال کیا۔ "دو تو میری سمجھ میں آتے ہیں، ایک آکٹوین اور دوسرا میں..... یہ تیسرا کون ہے؟"

"میں اور کون؟" لیپی ڈس پُر اعتماد انداز میں مسکرایا اور کچھ ہی دیر میں وہ انطونی کو اپنے منصوبے پر عمل کرنے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔

اگلے ہی دن سے لیپی ڈس نے آکٹوین اور انطونی کے مابین صلح کی کوششیں شروع کر دیں اور جلد ہی وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو گیا۔

صلح کے اعلان کے بعد انطونی، آکٹوین اور لیپی ڈس کے درمیان آئندہ پانچ سالوں کے لیے ایک معاہدہ ہوا اور طے پایا کہ یہ تینوں اشخاص روم اور اٹلی پر مشترکہ طور پر حکومت کریں گے مگر بیرونی مقبوضات ان کی آزاد حکومتوں کے لیے تقسیم کر دیئے جائیں گے۔

اس بندر بانٹ میں انطونی اور لیپی ڈس نے اچھے اچھے علاقے ہتھیا لیے۔ آکٹوین چونکہ ناتجربہ کار اور نوعمر تھا، اس لیے اسے صرف شمالی افریقہ، نومیڈیا اور روم کے شمالی جزیرے دیئے گئے، باقی مقبوضات انطونی اور لیپی ڈس نے بانٹ لیے۔ پھر یہ طے پایا کہ تینوں سرداروں کو اپنے دشمنوں کا صفایا کرنا چاہیے۔

بروٹس اور کیسٹس ان کے بڑے دشمن تھے۔

ان دونوں کی وجہ سے ہی سیزر قتل ہوا تھا۔

پس انطونی اور آکٹوین نے سب سے پہلے ان دونوں سے نپٹنے کا فیصلہ کیا۔

دوسری جانب بروٹس اور کیسٹس بھی روم کے بدلتے ہوئے حالات سے بے خبر نہ تھے۔ وہ دونوں اس وقت مقدونیہ (یونان) میں تھے۔ انہوں نے وہاں لشکر تشکیل دینا شروع کر دیا۔ بروٹس ایک بڑا لشکر تیار کر کے مصر پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا مصر سیزر کا مقبوضہ علاقہ ہے۔ چنانچہ اس نے یہ منصوبہ بنایا تھا کہ ایک بار وہ مصر پر قابض ہو کر مصری لشکر اور بحری بیڑے کی مدد سے انطونی اور آکٹوین کا مقابلہ کرے گا۔

قلوپطرہ نے روم سے واپس آنے کے بعد اپنے بحری بیڑے کو از سرِ نو ترتیب دیا۔ لشکر میں اضافہ کیا۔ اسلحہ کی جانچ پڑتال کی اور اس میں بھی اضافہ کیا کیونکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے دونوں دشمن بروٹس اور کیسٹس مقدونیہ میں فوجیں جمع کر رہے ہیں اور مصر پر کسی بھی وقت حملہ کر سکتے ہیں۔

چنانچہ جب بروٹس اور کیسٹس مصر پر حملہ آور ہوئے تو قلوپطرہ کا لشکر اس حملے کو پسپا کرنے کے لیے ہمہ تن تیار تھا۔ قلوپطرہ نے بروٹس کے حملے کو نہایت پامردی اور حوصلے سے پسپا کر دیا اور اس کے بحری بیڑے نے بروٹس کے بحری بیڑے کو مار بھگایا۔

اس فتح نے نا صرف قلوپطرہ کا حوصلہ بلند کیا تھا بلکہ اہل مصر کا اعتماد بھی اپنی حکمران پر بحال ہو گیا تھا۔ اب قلوپطرہ نے پوری توجہ اور انہماک سے مصر اور اہل مصر کی بھلائی اور ترقی کے لیے کام کرنے کا فیصلہ کیا۔

براعظم افریقہ کے سب سے خوشحال ملک مصر کو ہر دم نا صرف بیرونی حملہ آوروں کا دھڑکا لگا رہتا تھا بلکہ گزشتہ تین سو سال سے قلوپطرہ کے خاندان کو اندرونی انقلاب کا بھی خطرہ تھا۔ خاندان بطلیموس کا تعلق مصر یا افریقہ سے نہ تھا بلکہ اس خاندان کے لیے ایک جنرل بطلیموس نے سکندر اعظم کی وفات کے 323 ق م میں مصر پر قبضہ کر کے وہاں کے فرعون شہنشاہوں کا دور ختم کر کے بطلیموس خاندان کی بادشاہت کی بنیاد رکھی تھی۔

قلوپطرہ کی پیدائش کے ساتھ ہی جنوبی مصر میں ابوطیس کے مقام پر سبطی کی مقدس خانقاہ میں بڑے کاہن ایمنت کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا تھا۔ یہ بچہ آگے چل کر ہرمقس کے نام سے پکارا گیا۔ یہی ہرمقس مصر کے ایک شاہی خاندان کی آخری نشانی تھا، جسے شکست دے کر بطلیموس نے مصر پر قبضہ کیا تھا۔

اس شام شاہی کاہنہ طوطیا کلیدس عبادت گاہ میں بیٹھی عبادت میں مصروف تھی کہ بالکل اچانک اس نے اپنا وہ پیمانہ نکالا، جس میں وہ مستقبل کے واقعات دیکھا کرتی تھی۔ چند لمحوں تک پیمانے پر نظریں جمائے رکھنے کے بعد وہ چونک کر سیدھی ہو گئی۔ اس کی نظریں ابوطیس کے مقام سبطی سے ایک بھنور سا اٹھتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ ایک آندھی جو بہت آہستگی سے سکندریہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ وہ اپنے علم کے بل پر اس آندھی کا نام جاننے کی کوشش کرتی رہی مگر ناکام رہی۔

❀✪❀

وہ بھنور جو طوطیا کو اپنے جام جہاں نما میں دکھائی دے رہا تھا۔ اس بھنور کا نام ہرمقس تھا۔

ہرمقس پچھلے پانچ سالوں سے اپنے ماموں سیفا کے ساتھ رہ کر بڑی محنت اور توجہ سے حصول علم میں مصروف تھا۔ اسے اپنے باپ ایمنت کی طرف سے سال میں صرف دو خط ملتے تھے، جن کے جواب میں وہ اپنے باپ سے پوچھا کرتا تھا کہ آخر آزمائش اور جدائی کا یہ وقت کب ختم ہو

allurdupdfnovels.blogspot.com

گا.....اور اس کا اصل کام یعنی مصر پر قبضہ کرنے اور فرعونی حکومت کا آغاز کرنے کا وقت کب آئے گا اور اس کا باپ چھ ماہ بعد اسے صرف یہ جواب دیتا تھا کہ آزمائش کا یہ وقت جلد ہی ختم ہونے والا ہے اور مصر پر حکومت قائم کرنے کا وقت قریب سے قریب تر آ رہا ہے۔

آخر ایک شام اس کے ماموں سیفا نے اسے خوشخبری سنائی۔

''مقدس باپ کے عالی شان بیٹے ہرمقس! خوش ہو جا کہ تیرے امتحان کا وقت قریب آ گیا ہے۔ میرے ذہن میں جتنے علوم اور لیاقتیں تھیں، وہ سب میں نے تجھ تک پہنچا دی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ میرا شاگرد مجھ سے کہیں زیادہ قابل اور عالم و فاضل ثابت ہوگا۔'' یہ کہتے ہوئے سیفا کی روشن آنکھیں آنسوؤں سے دھندلا گئیں۔

اس کے آنسو دیکھ کر ہرمقس بے تاب ہو اٹھا۔ بے کل لہجے میں بولا۔ ''مدبر اور دانشور ماموں، اس خوشی کے موقع پر آپ کی آنکھوں میں یہ آنسو؟''

''ہاں ہرمقس!'' سیفا نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں پونچھتے ہوئے جواب دیا۔ ''یہ خوشی کے آنسو ہیں لیکن ان میں تجھ سے جدائی کا غم بھی شامل ہے..... پتہ نہیں، جس وقت تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر قدیم مصری فرعونوں کی حکومت قائم کرے گا، اس وقت میں زندہ بھی ہوں گا کہ نہیں؟''

ہرمقس آگے بڑھ کر سیفا کے سینے سے لگ گیا اور پر یقین لہجے میں بولا۔ ''مدبر اور دانشور ماموں، میں آپ کی محبت اور دی ہوئی تعلیم کو کبھی فراموش نہ کروں گا۔ اگر دیوتاؤں کی کرم نوازی اور اہلِ خیم کی کوششوں سے میں فرعونِ مصر بننے میں کامیاب ہو گیا تو یقین کیجئے میرے سر پر مصر کا تاج آپ ہی رکھیں گے..... میں اس وقت تک تاج، زیبِ سر نہ کروں گا جب تک آپ میرے پاس نہیں پہنچیں گے۔''

''اوہ میرے بچے، دیوتا تم پر ہمیشہ مہربان رہیں۔'' سیفا نے اسے زور سے اپنے سینے سے بھینچتے ہوئے مسرور اور مشکور لہجے میں جواب دیا۔ کچھ دیر بعد وہ دونوں مرمر کی میز کے گرد رکھی بید کی کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھے گئے۔

''میرے قابلِ فخر شاگرد، میرے اکلوتے بھانجے اور ارضِ خیم کی آخری امید، ہرمقس! اب تو میری آخری اور سب سے زیادہ کارآمد اور اہم نصیحت سن لے اور اسے ذہن میں بٹھا لے۔''

''دانشور ماموں۔'' ہرمقس نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔ ''میں ہمہ تن گوش ہوں۔''

سیفا نے اس کے دلکش چہرے پر نظریں جماتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ ''میرے بیٹے سن! عورت اس زمین کا سب سے بڑا فتنہ اور شر ہے۔ وہ کمزور ہونے کے باوجود ایک زبردست طاقت ہے۔ جس کے حملے کا کوئی جواب نہیں۔ وہ مرد پر اس طرح غالب آ جاتی ہے کہ وہ سوچنے سمجھنے کی طاقت سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ کوئی ایسا مضبوط قلعہ نہیں، جس میں وہ اپنی کامیابی کا راستہ نہ پیدا کر لے۔ وہ ایک عیار اور شاطر دشمن ہے۔ تجھے اس کے مکر و فریب اور حسن و ادا کے جال سے بچ کر رہنا ہوگا۔''

''محترم ماموں۔'' بار بار کی سنی ہوئی ان باتوں سے اب ہرمقس اکتا چکا تھا۔ اسی لیے قدرے بیزار لہجے میں بولا۔ ''مجھے بچپن سے بھی یہ درس دیا جاتا رہا ہے۔ اب میں اتنا مضبوط اور پر یقین ہو گیا ہوں کہ کوئی عورت اپنے حسن، ذہانت اور مکر و فریب سے مجھے شکست نہیں دے سکتی۔''

ہرمقس کے لہجے سے جھلکتا غیر محسوس سا تکبر سیفا کو پسند نہیں آیا۔ اسی لیے سرزنش کرنے والے انداز میں گویا ہوا۔ ''بس لڑکے! زیادہ غرور نہ کر۔ تجھے اپنی علمیت، دانائی، وجاہت اور توانائی پر ناز ہے مگر تجھے دیوتاؤں سے ڈرنا چاہیے اور بزرگوں کی باتوں پر کان دھرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ تیری یہ ضرورت سے زیادہ بڑھی ہوئی خود اعتمادی تجھے قعرِ مذلت میں دھکیل دے۔ میری دعا ہے کہ دیوتا تجھے دنیا کی ہوا و ہوس میں مبتلا نہ ہونے دیں اور تو مصریوں کی توقعات کے مطابق یونانیوں اور رومیوں کو مصر سے نکال کر اصلی فرعون مصر کے مقام پر پہنچے۔ بس اب تو ابوطیس کے لیے روانہ ہو جا۔ وہاں چند دانشور تجھے بغاوت کا طریقہ بتائیں گے۔ جس میں ہماری نجات مضمر ہے۔''

ہرمقس، سیفا سے رخصت ہو کر جس راستے سے آیا تھا، اسی راستے سے واپس ابوطیس پہنچا۔

پانچ سال کے اس طویل عرصے میں زمانہ بہت آگے بڑھ چکا تھا۔ ابوطیس والوں نے اسے آتے دیکھا تو وہ خیر مقدم کے لیے اس کی طرف لپکے۔ دیکھتے ہی دیکھتے خاصے لوگ جمع ہو گئے اور ایک جلوس کی شکل میں ہرمقس کو خانقاہ سبطی کی طرف لے کے چلے۔

خانقاہ میں ہرمقس کی سب سے پہلے بوڑھی سبیتا سے ملاقات ہوئی۔ سبیتا کے چہرے کی جھریوں میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔ اس نے آنکھیں میچ کے ہرمقس کی طرف دیکھا۔ دمِ رخصت اس نے ہرمقس کے پیچھے پاپوش پھینک کر اس کے لیے نیک شگون کیا تھا اور اس شگون کے طفیل وہ صحیح سلامت اور کامیاب و کامران ابوطیس واپس لوٹ آیا تھا۔ اب وہ ایک نوعمر منچلا نوجوان نہیں تھا بلکہ ایک مضبوط عالی دماغ اور ذہین و فطین انسان بن چکا تھا۔ اس کے دماغ میں بے پناہ علوم سمائے ہوئے تھے۔ اس جیسا حسین، توانا اور دانا جوان اس پورے علاقے میں کوئی دوسرا نہ تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

بوڑھی سبیتا، ہرمقس کو چند لمحوں تک آنکھیں پھیلے دیکھتی رہی، پھر آگے بڑھ کر اس سے چمٹ گئی۔ ہرمقس کو اس کے سینے سے لگ کر ممتا بھری خوشبو کا احساس ہوا۔ سبیتا سے ملنے کے بعد ہرمقس اپنے باپ کاہن ایمنت سے ملنے اس کے کمرے کی طرف چل دیا۔ ایمنت آج بھی ہاتھی دانت سے بنی کرسی پر بیٹھا تھا۔ ہرمقس کو دیکھتے ہی وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کئی لمحوں تک وہ اپنے شاندار بیٹے کو پرستائش اور مسرور نظروں سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے اپنے بازو وا کر دیئے اور اگلے ہی لمحے ہرمقس باپ کے سینے سے جا لگا۔

کچھ دیر بعد ہرمقس منہ ہاتھ دھو کر کھانے کے کمرے میں چلا آیا، جہاں سبیتا نے دسترخوان بچھا کر اس پر کھانا چن دیا تھا۔ وہ دونوں خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔ کھانے کے بعد ایمنت، ہرمقس کو لیے اپنے عبادت کے کمرے میں آ گیا۔

یہ ایک چھوٹا کمرہ تھا جس کے وسط میں ایک اونٹ کے بالوں سے بنا گول غالیچہ بچھا تھا۔ ایمنت اسی غالیچے پر بیٹھ گیا۔ پھر اس نے اشارے سے ہرمقس کو بھی بیٹھنے کے لیے کہا۔ ہرمقس اپنے باپ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔

ایمنت نے اس کے چہرے پر اپنی نظریں جماتے ہوئے پُرخیال لہجے میں کہا۔ ”اے میرے لختِ جگر..... مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ میں نے تجھے پانچ سال تک خود سے دور بھیج کر غلطی نہیں کی..... کیونکہ تو نے اپنے ماموں سے وہ تمام علوم سیکھ لیے جن کا وہ امین تھا۔“ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد ایمنت نے مزید کہا۔ ”اب تمہیں ان اسرارِ عرفانی سے آگاہ کیا جائے گا، جو دیوتاؤں کے صرف منتخب بندوں کو ودیعت کیے جاتے ہیں۔“

ان اسرارِ عرفانی کے حصول میں ہرمقس کے تین ماہ لگ گئے۔ وہ باقاعدگی سے خانقاہ اور معبد میں جا کر مخصوص عبادت کرتا اور عالمِ لاہوت کی دیوی اور دیوتاؤں سے گفتگو کرنے کی کوشش کرتا۔ اس دوران ایک بار اسے ربہ اسیس سے بات کرنے کا موقع ملا، جو دیوتا اوسیرس کی بیوی تھی۔

دیوی ربہ اسیس ہرمقس کی گفتگو اور اندازِ گفتگو سے بے حد متاثر ہوئی اور اس کی خصوصی مہربانی پر، ایک رات ہرمقس کو دیوی ربہ اسیس سے ملاقات کے لیے طلب کیا گیا۔ ابوسیط سے ستائیس فرلانگ کے فاصلے پر جنوب کی جانب ربہ اسیس کی خانقاہ تھی۔ اس عبادت گاہ میں دیوی کا ایک قدِ آدم بت نصب تھا۔ ہرمقس کو اس کمرے میں پہنچا دیا گیا، جو دیوی کے لیے مخصوص تھا۔

یہ ایک مختصر سا پُرآسائش کمرہ تھا۔ کمرے کے وسط میں ایک نرم اور گداز بستر بچھا تھا جس پر کشیدہ کاری کی ریشمین چادر بچھی تھی۔ نرم تکیوں پر مختلف دیوتاؤں کے نام ریشمی دھاگوں سے کڑھے ہوئے تھے۔ بستر کے چاروں طرف مہین جالی کے پردے تنے تھے۔ کمرے میں ایک رُوح پرور مہک رچی ہوئی تھی۔ بستر کے دائیں جانب ایک گول تپائی پر ایک برتن میں مٹھائیاں اور دودھ رکھا تھا۔ سامنے ایک اونچے استھان پر دیوی ربہ اسیس کا بت نصب تھا۔ ہرمقس نے کمرے میں داخل ہو کر دیوی کے بت کے سامنے جھک کر تعظیم پیش کی۔ پھر آنکھیں بند کر کے چند لمحوں تک دعا میں مشغول رہا۔ تب ہی ایک ہلکی سی آہٹ پر اس کا انہماک ٹوٹ گیا اور اس نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ اسے یوں محسوس ہوا کہ ربہ اسیس اسے گہری نظروں سے دیکھ رہی ہے۔ اس نے حیران نظروں سے دیوی کی آنکھوں کی طرف دیکھا۔ تب ہی دیوی نے پلکیں جھپکا کر مسکراتے ہوئے ہرمقس کا نام لیا۔

”ہرمقس! میرے پاس آؤ..... اور میرا ہاتھ تھام کر مجھے اس بستر پر لے چلو۔“

ہرمقس نہ حیران ہوا نہ خوفزدہ۔ اس نے آگے بڑھ کر دیوی کے سامنے سر جھکا دیا۔ دیوی جو کہ اب انسانی پیکر میں ڈھل چکی تھی، مسکراتی ہوئی آگے بڑھی اور اس نے اپنا ہاتھ ہرمقس کی طرف بڑھایا۔

ہرمقس کو اس کا ہاتھ تھامنے میں ہچکچاہٹ ہوئی تو وہ مسکراتے ہوئے شیریں لہجے میں بولی۔ ”میں جانتی ہوں، تمہیں عورت سے دور رہنے کی تعلیم دی گئی ہے مگر یاد رکھو میں عورت نہیں، دیوی ربہ اسیس ہوں..... اور تمہاری باتوں اور تمہاری شخصیت سے متاثر ہو کر تم سے ملنے اور تمہارے ساتھ کچھ وقت گزارنے تمہارے پاس چلی آئی ہوں۔“

ہرمقس کو مجبوراً اپنا ہاتھ آگے بڑھانا پڑا..... اور جب دیوی نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا تو ہرمقس کو اپنے پورے وجود میں ایک سنسنی سی محسوس ہوئی۔ اس کے رگ و پے میں جیسے آگ سی بھرنے لگی تھی۔

ربہ اسیس نے وہ رات ہرمقس کے ساتھ گزاری..... اور اپنی تمام رعنائیاں اور مہربانیاں اس پر نچھاور کر دیں۔ آج کی رات ہرمقس پر زندگی کا ایک نیا باب کھلا تھا۔ وہ صنفِ نازک کے وجود سے واقف ہوا تھا، پر اسے سختی سے منع کر دیا گیا تھا کہ وہ دنیا میں کسی سے بھی ربہ اسیس سے اپنی اس ملاقات کا ذکر نہ کرے۔

اس ملاقات کے ایک ہفتے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ ہرمقس کو شمالی اور جنوبی مصر کا خفیہ طور پر فرعون بنایا جائے اور اس کی تاج پوشی کی جائے۔ جشنِ تاج پوشی کی اس تقریب کے لیے پورے ارضِ خیم (مصر) سے ابوطیس میں نمائندے آنا شروع ہوئے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

یہ وہ دور تھا، جب قلوپطرہ، سیزر کو کھونے کے بعد دوبارہ سکندریہ آ گئی تھی اور اس نے بروٹس اور کیسٹس کے حملے کو پسپا کر کے اپنے ملک اور عوام پر اپنی دھاک بٹھا دی تھی۔ اب اس کے ساتھ سیزر جیسا جہاندیدہ جنرل نہیں تھا۔ اس لیے اب اپنی حکومت اور اپنی مملکت کے لیے اسی کو سب کچھ کرنا تھا۔ اس احساس نے قلوپطرہ کو پہلے سے زیادہ ہوشیار اور بیدار مغز بنا دیا تھا۔ اسے کسی طرح یہ بھنک مل گئی کہ قدیم مصری اس کا تختہ الٹ کر فرعون خاندان کے کسی شخص کو فرعون مصر بنانے کی تگ و دو میں لگے ہوئے ہیں۔ اس لیے اس نے پورے ملک میں جاسوسوں کا جال بچھا دیا، جو ہر آنے جانے والے پر گہری نظر رکھتے تھے۔

ادھر قلوپطرہ اپنے تخت و تاج کو بچانے کے لیے یہ تدابیر کر رہی تھی۔ اُدھر ہرمقس کو، اس تخت و تاج کو حاصل کرنے کے قابل بنایا جا رہا تھا۔

جیسا پہلے تحریر کیا جا چکا ہے کہ ہرمقس کے دل کو تمام نفسانی خواہشات سے پاک کرنے کے لیے اسے ایک شب ربہ اسیس کے ساتھ بسر کرنے کا موقع دیا گیا اور اس طرح ہرمقس کی ذات کو ربہ اسیس کی ذات میں تحلیل کر دیا گیا۔

اس کے بعد ہرمقس کی خفیہ طور پر تاج پوشی ہوئی۔ جس کے لیے پورے ملک سے 37 کاہنہ ربہ اسیس کی خانقاہ میں جمع ہوئے۔ ان کے علاوہ پانچ بڑے کاہن تھے، جنہیں ہرمقس کی تاج پوشی کی رسومات ادا کرنی تھیں۔ یہ تمام کاہن خانقاہ کے بڑے ہال میں جمع تھے۔

سب سے پہلے ہرمقس کو اس دیوار تلے لے جایا گیا۔ جس پر مصر کے 76 فرعونوں کے نام رقم تھے۔ ہرمقس کئی لمحوں تک اس دیوار کے زیر سایہ کھڑا رہا۔ پھر ایمنت ایک چراغ لے کر اس کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ تھام کر اسے بڑے ہال میں لے آیا۔ ہال میں وسیع شاندار ستونوں کے ساتھ قندیلیں جل رہی تھیں۔ جن کی روشنی دیواروں پر تراشی ہوئی موتیوں اور منقش کرسیوں پر بیٹھے رئیسوں، کاہنوں اور شہزادوں کی طولانی قطار پر پڑ رہی تھی۔

ہال میں سامنے کی جانب ایک تخت رکھا تھا جس پر سات بت نصب تھے۔ اس تخت کے اطراف چند کاہن مقدس شیہیں اور جھنڈے لیے کھڑے تھے۔ جب ہرمقس اس نیم روشن اور مقدس حصار میں داخل ہوا تو معززین اٹھ کھڑے ہوئے اور نہایت احترام سے ہرمقس کے سامنے جھک گئے۔

ایمنت ہرمقس کا ہاتھ تھام کر اسے ہال کے داہنی جانب سات بتوں والے بڑے تخت کے قریب لے گیا، جہاں ایک پرشکوہ کرسی موجود تھی، جس کے اوپر ہاتھی دانت کا صندوقچہ رکھا تھا، جس میں قدیم فراعنہ کا سنہری سانپ والا تاج زریں محفوظ تھا۔

پرشکوہ اور شاندار تخت کے قریب رک کر ایمنت نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا۔ ”اے سردارانِ قوم پیشوانانِ ملت اور ارضِ خیم کے قدیمی سلسلے کے شہزادے سنو! میں تمہارے سامنے اس معمولی اہتمام کے ساتھ جس کا یہ حالات اجازت دیتے ہیں، شہزادہ ہرمقس کو پیش کرتا ہوں، جو نسل، خون اور استحقاق کی رو سے قدیم فراعنہ مصر کا حقیقی وارث ہے۔ یہ دیوی ربہ اسیس کے اندرونی اسرار و حقائق کا شناسا ہے۔ یہ منوف کے ہر کام کا موروثی کاہن بھی ہے اور مقدس اور سیرس کے تمام رسوم اور شعائر سے کامل طور پر آگاہ ہے، کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا ہے، جو اس کی نسل سے متعلق کسی قسم کا شبہ رکھتا ہو؟“

ایمنت کے خاموش ہوتے ہی اس کے ماموں سیفا نے کھڑے ہو کر حاضرین کو مخاطب کیا۔ ”اے ایمنت اور حاضرین محفل، میں نے تمام کاغذات اچھی طرح دیکھ بھال لیے..... ہم میں سے کسی کو بھی ہرمقس کی نسل کے بارے میں کوئی شبہ نہیں ہے، یہی فراعنہ مصر کا حقیقی وارث ہے۔“

اس کے بعد حاضرینِ محفل میں سے بھی کئی لوگوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ ہرمقس ہی تخت مصر کا حقیقی وارث ہے۔

اس کارروائی کے بعد ایمن نے ہرمقس سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”اے ہرمقس! تجھے مصر کے تمام بہی خواہوں نے بے عیب تسلیم کیا ہے۔ اگر تو سمجھتا ہے تو اپنی زندگی کو پاک رکھ سکے گا اور خلوص دل سے ارضِ خیم کی آزادی کے لیے کوشش کرے گا تو میں تجھے آگاہ کرتا ہوں کہ مصر کے بیس ہزار سر بکف سورما تیرے اشارے پر سر کٹانے کو تیار ہیں۔ اگر تو اپنے میں اتنی طاقت پاتا ہے تو اُٹھ اور سامنے والے تخت پر اپنی جگہ سنبھال لے۔“

شہزادے ہرمقس نے کھڑے ہو کر بڑے جذباتی انداز میں کہا۔ ”اے میرے باپ، خانقاہ سبطی کے سردار ایمنت! اے منوف کی خانقاہوں کے معزز کاہنو، مصر قدیم کے قابل احترام شہزادو اور قدیم مذہب کے دانا و مدبر پیشواؤ، میں آپ سب کو یقین دلاتا ہوں کہ آزادی کی جنگ لڑنے کے لیے میں تن من سے تیار ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ اگر دیوتاؤں نے مجھے سو مرتبہ بھی زندگی عطا کی تو میں اس زندگی کو آزادی کے راستے میں قربان کر دوں گا۔“

ہرمقس کے اس اعلان سے اس کے ماموں سیفا کے چہرے پر مسرت بھری مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ ”اے

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہرمقس، اے مصریوں کی امیدوں کے مرکز، اب مزید کارروائی کے لیے آگے بڑھ، اب تجھے مقدس نشانات اپنے ہاتھوں کے نقوش ثبت کرنے ہیں، اس لیے تو اپنی انا سبیتا کے ساتھ برابر والے حمام میں جا، تاکہ وہ تیرے ہاتھ دھلائے اور تیری پیشانی پر مقدس تیل لگائے۔"

ہرمقس نے اس حکم کی فوری تعمیل کی۔

سبیتا اسے حمام میں لے گئی اور ایک طلائی تسلے میں اس کے ہاتھ دُھلائے، پھر ایک کپڑے کو مقدس تیل میں بھگو کر ہرمقس کی پیشانی پر پھیرا۔ پھر سبیتا نے ہرمقس کا چہرہ ہاتھوں میں تھامتے ہوئے دھیمے مگر پُرتاثیر لہجے میں کہا۔ "اے میرے پاک بچے! تو مصریوں کی امیدوں کا آخری سہارا ہے..... تو ایک شاندار اور قابلِ فخر شہزادہ ہے۔ مجھے مسرت اور فخر ہے کہ میں نے تجھے اپنی گود میں کھلا کر جوان کیا ہے اور تجھے بچانے کے لیے اپنی کوکھ سے جنے لختِ جگر کو قربان کر دیا..... زندہ باد! اے وجیہ و باوقار ہرمقس تو صرف سطوت شادمانی اور محبت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔"

"اوہ پیاری ماں۔" ہرمقس نے سبیتا کے ہاتھ تھامتے ہوئے سرگوشی بھرے لہجے میں کہا۔ "مجھ سے یہ نہ کہو کہ میں محبت کے لیے پیدا ہوا ہوں ..... کیونکہ محبت غم اور کرب کی میراث ہے جبکہ میرا راستہ محبت سے زیادہ ارفع و اعلیٰ ہے۔"

سبیتا نے مسکرا کر جواب دیا۔ "تیرا کہنا ٹھیک ہے..... مگر محبت بھی اپنا وجود رکھتی ہے۔ کوئی بھی شخص کوشش کے باوجود محبت کی زنجیر سے نہیں بچ سکتا۔ جب بھی محبت تجھ پر مہربان ہوگی، تجھے اپنا اسیر کرے گی۔ میری تجھ سے گزارش ہے..... تو کبھی محبت سے بے اعتنائی نہ برتنا۔ محبت وجود کی تکمیل کا باعث ہے۔ میں تجھے مکمل اور شادمان دیکھنا چاہتی ہوں۔"

ہرمقس نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے کمرے میں داخل ہوگیا۔ حاضرین نے کھڑے ہو کر اس کا استقبال کیا۔ ایمنت نے اس کے ہاتھ مقدس نشانات پر لکھوائے۔ اس کے بعد اسے تخت پر بیٹھنے کے لیے کہا۔

ہرمقس تخت پر بیٹھ گیا۔ ایمنت نے ہاتھی دانت کے صندوقچے سے طلائی تاج نکال کر اس کی پیشانی پر سجایا اور اس کے ہاتھ میں عصائے سلطنت اور تازیانہ تھمایا۔ پھر بلند آواز سے اعلان کیا۔ "شہزادے ہرمقس، ان ظاہری علامات اور نشانات کے ساتھ میں ابوطیس کا سردار کاہن، تجھے شمالی اور جنوبی مصر کا فرعون قرار دیتا ہوں۔ اے ارضِ خیم کی آخری اُمید اپنی مملکت پر حکومت کر اور شادکام رہ۔"

پھر سب لوگوں نے ہرمقس کی اطاعت کا حلف اٹھایا اور مبارکباد پیش کی۔

تاج پوشی کے چند ہفتوں بعد ہرمقس نے سفر کی تیاری کی، ہرمقس کے تمام امتحانات، عبادتیں اور ریاضتیں ختم ہو چکی تھیں اور اسے عملی طور پر مصر کے تخت و تاج کے لیے میدان میں اترنا تھا اور منزل حاصل کرنی تھی۔ اب اس کی منزل، ابوطیس یا مناف نہیں بلکہ سکندریہ تھا۔ جہاں ملکہ قلوپطرہ مصر کے تخت و تاج پر قبضہ جمائے بیٹھی تھی۔

اسکندریہ، ہرمقس کے لیے بالکل نئی جگہ تھی۔ اس لیے اس کے سرفروش ساتھی پہلے ہی سے اسکندریہ پہنچ گئے۔ اس کا ماموں سیفا بھی اس کی مدد اور دست گیری کے لیے اسکندریہ میں قیام پذیر تھا۔ ہرمقس بذریعہ بحری جہاز رات کے وقت پہنچا تھا۔ اسکندریہ کا پورا شہر بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ اس وقت اس شہر کو ہزار میناروں کا شہر بھی کہا جاتا تھا۔ ہر مینار سے روشنی پھوٹتی تھی اور شہر کو منور کرتی تھی۔ روشنی کا سب سے اونچا مینار فیراس تھا، جو واقعی عجوبۂ روزگار تھا۔ اس کے گنبد سے جو روشنی نکلتی تھی، وہ سورج کی لامتناہی روشنی کی طرح بحرِ روم کی مضطرب و متحرک لہروں پر دور دور تک پھیل جاتی تھی اور ملاحوں کو تیرہ و تار سمندر میں راستہ دکھاتی تھی۔

مینارِ فیراس کو منارۃ النور بھی کہا جاتا تھا۔ یہ چار سو فٹ بلند تھا۔ اس مینار کی تعمیر میں اس دور میں ڈھائی کروڑ روپے صرف ہوئے تھے۔ اس کے اوپری برج میں ایک ہزار بڑے چراغ روشن کیے جاتے تھے۔ کھڑکیوں کے آتشی شیشوں کے انعکاس سے ان چراغوں کی روشنی کئی میل تک پہنچتی تھی۔

ہرمقس، اسکندریہ جیسے بڑے اور شاندار شہر میں پہلی بار آیا تھا۔ اس لیے بھیڑ بھاڑ اور اژدھام دیکھ کر ہراساں و پریشان ہوگیا۔ تب ہی ایک لمبے قد اور گھٹے ہوئے جسم کا توانا شخص اس کے قریب آیا اور شائستہ لہجے میں پوچھنے لگا۔

"کیا آپ ابوطیس سے آرہے ہیں؟"

"ہاں۔" ہرمقس نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ "مگر آپ کون ہیں اور کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"مجھے آپ کے ماموں سیفا نے بھیجا ہے۔" اس شخص نے سرگوشی میں جواب دیا۔ "اور میرا نام رینگر ہے..... میرے ساتھ دو اور غلام بھی ہیں، جو آپ کا سامان اٹھائیں گے۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

رینگر کے اشارے پر دو سیاہ فام غلام آگے بڑھے۔ انہوں نے جھک کر ہرمقس کو سلام کیا اور اس کا سامان اٹھا لیا۔ پھر وہ چاروں آہستگی سے چلتے بندرگاہ سے باہر آ گئے اور سیفا کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ہرمقس حیران نظروں سے چاروں طرف دیکھتا آگے بڑھ رہا تھا۔ اسے اس شہر کی ہر چیز نئی اور انوکھی معلوم ہو رہی تھی۔ شراب خانے، شرابیوں سے بھرے تھے۔ نیم عریاں اور بعض بالکل عریاں عورتیں رقص کر رہی تھیں۔ رینگر ہرمقس کو لیے شہر کے وسط میں ایک سفید پتھر سے تعمیر شدہ گھر میں داخل ہوا۔

پورا گھر تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ صرف ایک کمرے میں چراغ جل رہا تھا۔ رینگر، ہرمقس کو لیے اس کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دستک پر دروازہ سیفا نے ہی کھولا تھا۔ وہ ہرمقس کو اپنے سامنے پا کر خوشی سے لبریز لہجے میں گویا ہوا۔ دیوتاؤں کی مہربانی سے میں تمہیں زندہ سلامت دیکھ رہا ہوں، راستے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی.....؟"

ہرمقس نے نفی میں سر ہلایا۔

"لوگوں کی عادت ہے۔ وہ دوسروں کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتے ہیں، تم سے بھی اکثر مسافروں نے سوال کیے ہوں گے، کون ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ کیا کرتے ہو؟"

"جی۔" ہرمقس مسکرایا۔ "مگر میں نے سب کو ایک ہی جواب دے کر مطمئن کر دیا تھا کہ میں ایک کاہن کا بیٹا ہوں مگر میں کاہن بننا نہیں چاہتا اور چونکہ میں نے علم نجوم اور علم سحر میں کمال حاصل کیا ہے، اس لیے میں سکندریہ پہنچ کے، اپنے انہی علوم کے ذریعے اپنا مستقبل چمکانا چاہتا ہوں۔"

ہرمقس کے اس جواب کے باعث قلوپطرہ کے جاسوسوں نے بھی اس پر توجہ نہیں دی تھی اور وہ اطمینان سے سفر کرتا آج اپنے ماموں سیفا کے سامنے موجود تھا۔

سیفا ہرمقس کو لیے ایک چھوٹے کمرے میں چلا آیا۔ یہ ایک چھوٹی طعام گاہ تھی۔ درمیان میں سرمئی مرمر کی ایک گول میز رکھی تھی جس کے اطراف اسٹول نما نشستیں تھیں۔ وہ دونوں میز کے گرد آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ ذرا ہی دیر میں ایک ادھیڑ عمر خادمہ نے ان کے سامنے کھانا چن دیا۔

"یہ عورت شارمیان کی ماں ہے۔" سیفا نے خادمہ کا تعارف کروایا۔

"شارمیان کون؟" ہرمقس نے حیرانی سے سوال کیا۔

"جلد ہی تمہاری اس سے ملاقات ہو جائے گی۔" سیفا معنی خیز انداز میں مسکرایا اور کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ کھانے کے دوران ہرمقس اور سیفا باتیں کرتے رہے۔ ہرمقس نے سفر کی پوری روداد بیان کی، پھر سیفا نے ایک دلچسپ واقعہ سنایا۔

سیفا نے کہا۔ "جب میں اسکندریہ آیا تو ملکہ قلوپطرہ تک یہ خبر پہنچی کہ منوف کا ایک بوڑھا کاہن تبدیلی آب و ہوا کے لیے اسکندریہ آیا ہوا ہے۔ اس نے مجھے فوراً بلوا لیا۔ میں اس کے سامنے پہنچا تو اس نے پوچھا کہ اسے بتایا گیا ہے کہ عون کے ہرم میں ایک خزانہ پوشیدہ ہے۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟" میں نے حقیقت چھپانے کے لیے پُرمزاح انداز میں جواب دیا کہ "ملکہ عالیہ! آپ اس خیال کو ایک رنگین خواب سمجھئے۔ عون کے مدفن میں لعل و جواہر کا کیا کام؟" اس پر ملکہ قدرے ناخوش نظر آئی اور ضدی لہجے میں بولی۔ "میں قسم کھاتی ہوں کہ اگر عون کے ہرم میں کوئی خزانہ پوشیدہ ہے تو میں ہرم کا ایک ایک پتھر اکھڑوا دوں گی اور اس خزانے کو حاصل کر کے دم لوں گی۔"

ہرمقس سر جھکائے کھانا کھا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ قلوپطرہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں قلوپطرہ کو دیکھنے اور اس سے ملنے کی آرزو بڑھتی جا رہی تھی۔

اگلی صبح سیفا نے ہی اسے جگایا۔ "پیارے ہرمقس جلدی تیار ہو جاؤ..... ہمارے روانہ ہونے کا وقت آ گیا ہے۔"

"اس وقت ہمیں کہاں جانا ہے معزز ماموں؟" ہرمقس نے بستر سے اٹھتے ہوئے سوال کیا۔

"آج ملکہ قلوپطرہ کی پیدائش کا دن ہے۔" بوڑھے سیفا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آج اسکندریہ میں ایک شاندار جلوس کا اہتمام کیا جاتا ہے، جس میں ملکہ خود بہ نفس نفیس شریک ہوتی ہے..... آج ہم دونوں بھی اس جلوس میں شامل ہونے جا رہے ہیں۔"

"اوہ۔" ہرمقس نے چونک کر کہا۔ "اگر آج قلوپطرہ کی پیدائش کا دن ہے..... تو پھر آج میری پیدائش کا بھی دن ہے۔ میرے بابا نے مجھے بتایا تھا کہ میں اور ملکہ دونوں ایک ہی دن اور ایک ہی گھڑی میں پیدا ہوئے تھے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" سیفا نے اسی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم دونوں ایک ہی ساعت میں پیدا ہوئے مگر تم دونوں کے ستارے آپس میں ٹکرا رہے ہیں کیونکہ تم میں سے کوئی ایک ہی صاحب اقتدار رہ سکتا ہے..... جو دوسرے پر حاوی ہو جائے گا، وہی تخت و تاج کا مالک ہوگا..... اس لیے

allurdupdfnovels.blogspot.com
لازم ہے کہ تم اپنے خنجر سے قلوپطرہ کا خاتمہ کرواور فرعون بن کر مصر پر حکومت کرو۔"
"مگر مجھے یہ کب اور کس طرح کرنا ہے؟" ہرمقس نے بھی سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا اس جلوس میں مجھے ملکہ پر حملہ کر کے اسے ختم کر دینا ہے؟"
"ابھی نہیں۔" سیفا نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ "ملکہ کو صرف قتل ہی نہیں کرنا ہے بلکہ تمہیں خود بھی زندہ رہنا ہے۔ اگر تم اس جلوس کے دوران ملکہ پر حملہ کرو گے تو کیا تم اس کے محافظوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ جاؤ گے؟"
ہرمقس نے اثبات میں سر ہلایا مگر زبان سے کچھ نہیں کہا۔ چند لمحوں کی خاموشی کے بعد سیفا نے دوبارہ کہا۔ "اس سلسلے میں ہم نے سارا منصوبہ تیار کر لیا ہے۔ وہ منصوبہ میرے ہاتھ میں رہے گا، اسی لیے مجھے مناف سے اسکندریہ بھیجا گیا ہے۔ میں جس طرح کہوں گا تمہیں اسی طرح عمل کرنا ہوگا۔ آج کے جلوس میں تمہیں لے جانے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ تم کسی طرح ملکہ کی نظروں میں آسکو اور پھر کسی طرح اس کے حلقے میں داخل ہو کر اس کا قرب حاصل کر سکو..... اسی طرح تم ملکہ پر قابو پا سکو گے۔"
اس خبر سے ہرمقس کو ایک غیر محسوس سی خوشی کا احساس ہوا کہ وہ نا صرف ملکہ کو دیکھ سکے گا بلکہ اس کے حلقے میں داخل ہو کر اس کا قرب بھی حاصل کر سکے گا۔ چنانچہ وہ فوراً چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔ چلتے وقت سیفا نے اس کے ہاتھ میں ایک زیتون کا ڈنڈا تھما دیا۔
"یہ کس لیے؟" ہرمقس نے سوال کیا۔
"بھیڑ میں راستہ بنانے کے لیے کام آئے گا..... اور خدانخواستہ برا وقت آیا تو تم اس کو ہتھیار کے طور پر بھی استعمال کر سکتے ہو۔" بوڑھے سیفا نے سنجیدگی سے جواب دیا اور ہرمقس نے خاموشی سے عصا تھام لیا اور دونوں جلوس کے لیے روانہ ہو گئے۔
ملکہ کے جلوس کو شہر کی اس وسطی سڑک سے گزرنا تھا۔ سیفا اور ہرمقس اس سڑک کے کنارے ایک بلند مقام پر جا کر کھڑے ہو گئے۔ ملکہ کی آمد میں ابھی کئی گھنٹے باقی تھے۔ مگر لوگ ابھی سے آ کر جمع ہو گئے تھے۔ ہر طرف سر ہی سر دکھائی دے رہے تھے۔ اس قدر بھیڑ تھی کہ کھوے سے کھوا چھل رہا تھا۔ سب کی بے تاب نظریں ملکہ کی آمد کی منتظر تھیں۔
آخر بڑے انتظار کے بعد ملکہ کی آمد کے آثار نمودار ہوئے۔
پہلے چند رومی سپاہی، رومی وردیاں اور زردہ بکتر پہنے راستہ صاف کرنے آئے، ان کے پیچھے ہراول دستہ تھا جو اعلان کر رہا تھا کہ ملکہ کی سواری آنے والی ہے، اس لیے سب لوگ ادب، خاموشی اور تعظیم کے ساتھ اپنی اپنی جگہ کھڑے رہیں۔
ہراول دستے کے پیچھے تھریس، مقدونیہ، روم اور گال کے دستے اپنے اپنے ملک کے لباس میں نمودار ہوئے۔ ان کے بعد ایک آہن پوش دستہ تھا۔ آخری گروہ جو ملکہ کے آگے رواں تھا، وہ ان حسین خادماؤں پر مشتمل تھا، جو سڑک پر عطر پاشی کرتی آ رہی تھیں۔
اس کے بعد ملکہ کی سواری نمودار ہوئی۔ ملکہ قلوپطرہ جس رتھ میں بیٹھی تھی، اس میں سفید گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ سامنے ایک تنومند ہاتھی اور پیچھے بغیر کسی زنجیر یا کٹہرے کے ایک سدھا ہوا شیر چل رہا تھا۔ ملکہ کی پشت پر دو حسین، کم سن خواصیں یونانی وضع کا لباس پہنے کھڑی پنکھا جھل رہی تھیں۔
قلوپطرہ آج کے دن دیوی ربہ ایسیس کا لباس زیب تن کرتی تھی۔ ملکہ کی سواری جوں ہی آگے بڑھی، نوبیہ کے سیاہ فام غلام عشقِ پیچاں کے تاج لگائے اور ہاتھوں میں موٹے ڈنڈے لیے لوگوں کو پیپ پیٹ کر سڑک کے پیچھے دھکیلنے لگے۔ ہرمقس جہاں کھڑا تھا، اس کے ساتھ ہی ایک عورت اپنے شیر خوار بچے کو دبائے کھڑی تھی۔ ان حبشی غلاموں کا سردار ابدا ایک بدمزاج آدمی تھا، وہ اپنا رعب دکھانے کے لیے بلاوجہ ہی لوگوں پر ڈنڈے برسا رہا تھا۔
اچانک وہ ہرمقس کی طرف مڑا اور اس کے قریب کھڑی عورت کے سر پر اس زور سے ڈنڈا رسید کیا وہ غریب زمین پر گر کر بے ہوش ہو گئی اور اس کا بچہ زور زور سے رونے لگا۔ قرب و جوار میں کھڑے سارے لوگ خاموش کھڑے تھے۔ کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھا سکتا۔ حبشی غلام ابدا زور زور سے قہقہے لگا رہا تھا۔ ہرمقس یہ سب دیکھ کر غصے سے کھول اٹھا اور اس نے بلا سوچے سمجھے اپنے ہاتھ میں تھاما، زیتون کا موٹا عصا گھما کر ابدا کے سر پر دے مارا۔ ڈنڈا لگتے ہی اس کے سر سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ غلام ایک لمحے کو چکرا کر رہ گیا مگر اگلے ہی لمحے خود کو سنبھال کر وہ غصیلے انداز میں ہرمقس کی طرف بڑھا۔ لوگ ادھر اُدھر ہو گئے اور متوقع مقابلے کی خوشی میں تالیاں بجانے لگے۔
ہرمقس کا عصا حبشی غلام کے سر پر لگ کر ٹوٹ چکا تھا۔ اب وہ خالی ہاتھ تھا جب کہ ابدا کے ہاتھ میں وہ مضبوط اور موٹا لٹھ تھا جسے اس نے عورت کے سر پر مار کر اسے بے ہوش کر دیا تھا۔ چنانچہ ہرمقس نے آگے بڑھ کر اپنا گھونسہ اس کی داہنی آنکھ پر رسید کیا۔ اس کے منہ سے ایک بار پھر فلک شگاف

allurdupdfnovels.blogspot.com

چیخ برآمد ہوئی اور وہ مزید خونخوار انداز میں ہرمقس کی طرف بڑھا۔ ہرمقس نے تیزی سے ایک طرف ہٹ کر غلام کی گردن دبوچ لی۔ غلام نے ہرمقس کی گرفت سے نکلنے کی سرتوڑ کوشش کی مگر ناکام رہا۔ آخرکار بے ہوش ہوکر گر پڑا۔ ہرمقس اس سے قبل کہ اس کا گلا دبا کر ہمیشہ کے لیے اس کا خاتمہ کر دیتا، اسی وقت اس کے ماموں سیفا نے مجمع سے نکل کر اس کا ہاتھ تھام لیا اور سرزنش والے لہجے میں کہا۔ ''ہوش میں آؤ ہرمقس۔''

اور ہرمقس جیسے واقعی ہوش میں آ گیا۔ وہ غلام کو چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ سب لوگ اسے تحسین کی نظروں سے دیکھ رہے تھے کچھ لوگ ہرمقس کی بہادری پر نعرے بلند کر رہے تھے۔ ٹھیک اسی وقت ملکہ قلوپطرہ کا سونے کا رتھ ہرمقس کے قریب آ کر رک گیا۔ لوگوں کے شور وغل کی وجہ سے وہ اُس مقام پر رکا تھا۔ ہرمقس نے نظریں اٹھا کر رتھ کی طرف دیکھا تو اسے یوں محسوس ہوا، جیسے اس کی نظریں چمکتے سورج سے ٹکرا کر چندھیا گئی ہوں۔

وہ بے خود سا قلوپطرہ کے چہرے کی طرف تکے جا رہا تھا۔ یہ وہی چہرہ تھا جس نے پرعظمت جولیس سیزر کو مسحور کر دیا تھا۔ اسی چہرے کو دیکھ کر مارک انطونی اپنا آپ بھول جاتا تھا اور آج اسی چہرے نے ہرمقس کو مبہوت کر دیا تھا۔ اس کے چہرے پر بے عیب نقوش، تراشیدہ لب، ستواں ناک، کشادہ پیشانی، سیپیوں کے سے سانچے میں ڈھلے سفید ناک کان، جن میں سچے موتیوں کے آویزے جھول رہے تھے۔ سرخی مائل سنہری زلفیں، جو سورج کی روشنی میں درخشاں زریں بادل کا منظر پیش کر رہی تھیں۔ وہ گھنی پلکوں سے سجی روشن آنکھیں.....!

ملکہ قلوپطرہ مٹی سے ڈھلی انسانی پیکر نہ تھی بلکہ شعلوں سے بنی ہوئی دیوی تھی۔ شور وغل کو سن کر قلوپطرہ نے رتھ میں بیٹھے بیٹھے ذرا سا جھک کر سامنے کی طرف دیکھا۔ تب ہی اس کی نظریں ہرمقس کی نظروں سے ٹکرائیں، جو ٹکٹکی باندھے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لحظہ بھر کو وہ بھی بے خود سی ہرمقس کی سحر زدہ کر دینے والی آنکھوں میں جھانکتی رہی، پر اگلے ہی لمحے جیسے وہ ہوش میں آ گئی۔

اس نے دیکھ لیا تھا کہ اس نوجوان نے اس کے ایک تجیم تجیم غلام کو زمین پر گرا دیا تھا۔ اس نے پلٹ کر اپنے پہریدار کی طرف دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی دو پہریدار ہرمقس کے قریب آئے اور اسے پکڑ کر ملکہ کے سامنے لے گئے۔

ملکہ نے ہرمقس کو بغور دیکھتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔ ''اے شخص تو کون ہے؟ اور تو نے میرے غلام سے دست وگریباں ہونے کی کیوں جسارت کی..... جب کہ تجھے یہ بھی معلوم تھا کہ میں اس مقام پر پہنچنے والی ہوں؟''

''اے عالی مقام ملکہ۔'' ہرمقس نے سنبھل کر جواب دیا۔ ''میرا نام ہرمقس ہے۔ میں ابوطیس کے خانقاہ کے کاہن کا بیٹا ہوں۔ میں علم نجوم کا ماہر ہوں۔ اسکندریہ میں اس لیے آیا ہوں کہ اپنے اس علم سے کسبِ معاش حاصل کر سکوں۔''

''اس قدر تفصیل کی ضرورت نہیں۔'' ملکہ نے بیزار لہجے میں کہا۔ ''یہ بتا کہ تو میرے پہریدار سے کیوں الجھا؟''

ہرمقس نے سر جھکا کر سارا قصہ بیان کر دیا۔ ملکہ کے حکم پر حبشی غلام کو پیش کیا گیا۔ ملکہ کو سامنے پا کر وہ اس قدر خوفزدہ ہوا کہ اس کے منہ سے آواز تک نہ نکلی۔ اسی وقت ملکہ نے انتہائی طیش کے عالم میں حکم دیا۔ ''اس کی خاموشی ثابت کرتی ہے کہ یہ مجرم ہے، پس حکم دیا جاتا ہے کہ اس بزدل کا دایاں ہاتھ قلم کر دیا جائے۔''

یہ کہہ کر ملکہ نے اپنے پیچھے کھڑی نوعمر اور خوبصورت خادمہ سے کچھ کہا اور سواری آگے بڑھانے کا حکم دے دیا۔

سواری آگے بڑھ گئی۔ لوگوں نے ملکہ کے انصاف کی تعریف کی اور ہرمقس کی بہادری اور جرأت پر اسے داد دینے کے لیے اس کے گرد جمع ہو گئے۔ مگر سیفا نے فوراً ہی ہرمقس کا ہاتھ پکڑا اور بھیڑ میں راستہ بناتا گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ سخت ہراساں و پریشان تھا۔ اس کے خیال میں ہرمقس نے شاہی غلام کو زخمی کر کے اچھا نہیں کیا تھا۔

❀✪❀

گو کہ سیفا راستے بھر بڑبڑاتا رہا تھا اور ہرمقس اس کی باتیں سن کر دل ہی دل میں کڑھ رہا تھا۔ مگر گھر پہنچتے ہی سیفا کے انداز و اطوار میں حیرت انگیز تبدیلی نمودار ہوئی۔ اس نے ہرمقس کو گلے لگاتے ہوئے کہا۔ ''اے میرے بھانجے! تقدیر تیرا ساتھ دے رہی ہے۔ ورنہ شاہی غلام کو زدوکوب کرنے پر ملکہ تجھے بیک جنبش ابرو قتل کروا دیتی مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ گو اس نے تیری تعریف نہیں کی مگر اس کی آنکھوں میں تیرے لیے پسندیدگی تھی۔ آئندہ جب بھی تیرا اس کا سامنا ہوگا تو ملکہ تجھے فوراً پہچان لے گی..... اور یہ ایک بڑی کامیابی ہے۔''

ماموں کی ان باتوں نے ہرمقس کا سارا ملال دھو دیا اور اب وہ بے حد مسرور اور شاداں دکھائی دے رہا تھا۔

اُس شام جب ہرمقس اور سیفا رات کے کھانے سے فارغ ہوئے تو بڑھی خادمہ نے آ کر اطلاع دی۔ ''شار میان ملاقات کی منتظر ہے۔''

''اسے فوراً پیش کیا جائے۔'' سیفا نے بے تاب لہجے میں حکم دیا اور اگلے ہی لمحے ایک عورت سیاہ لبادے میں لپٹی کمرے میں داخل ہوئی اور

allurdupdfnovels.blogspot.com

جھک کر سیفا اور ہرمقس کو سلام کیا۔

''بیٹی شارمیان۔'' سیفا نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ ''اپنا یہ لبادہ اتار دو۔ یہ ہمارا آقا ہرمقس ہے، اس سے کیا پردہ..... یہ ہماری امیدوں کا آخری سہارا ہے۔ یہ ہرمقس ہے جس کا نام سن کر تم بڑی ہوئی ہو۔''

لڑکی نے فوراً لبادہ اتار دیا اور حیرت و مسرت سے ہرمقس کی طرف دیکھا۔ ہرمقس نے اسے فوراً پہچان لیا، یہ وہی لڑکی تھی کہ جو قلوپطرہ کے پیچھے کھڑی اسے پنکھا جھل رہی تھی اور ایک موقع پر ملکہ نے پلٹ کر اس سے کچھ کہا بھی تھا۔ لڑکی نے بھی ہرمقس کو پہچان لیا تھا۔ تب ہی وہ حیرت بھری آواز میں بولی۔ ''اچھا تو آپ شہزادہ ہرمقس ہیں..... ہمارے مصر کے فرعون..... میں آپ کی خادمہ ہوں شہزادے، مجھ ناچیز کو شارمیان کہتے ہیں۔''

شارمیان کی آواز بے حد شیریں، لہجہ نرم اور دلنشیں تھا۔ وہ سولہ سترہ برس کی بے حد حسین و جمیل لڑکی تھی۔ اس نے یونانی لباس زیب تن کیا ہوا تھا جو سیفا کو اچھا نہیں لگا۔

سواس نے قدرے ناخوشگوار لہجے میں سوال کیا۔ ''اے باصلاحیت شارمیان! تجھے ہمارے دشمن یونانیوں کا لباس پہن کر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ تجھے اس لیے میں نے پرورش نہیں کی کہ قلوپطرہ کی محبت میں رہ کر اس کے ہی رنگ میں رنگ جا۔ تیرا کام دل کا دل جیتنا اور اس پر اپنا اعتماد قائم کرنا ہے تاکہ ہمارا کام آسان ہو اور ہم یونانیوں کا خاتمہ کر کے شہزادے ہرمقس کو اپنا فرعون بنا سکیں۔''

''اے میرے آقا عظیم سیفا۔'' شارمیان نے مترنم آواز میں جواب دیا۔ ''آپ میری طرف سے بالکل مطمئن رہیے۔ جس کام کے لیے آپ نے مجھے محل میں بھیجا ہے، میں صدق دل سے اس کام میں لگی ہوئی ہوں۔ میں نے ملکہ کا دل اس طرح جیتا ہے کہ وہ میرے بغیر اب نوالہ تک نہیں توڑتی۔''

''مگر یہ لباس؟'' سیفا اپنے سوال پر اٹکا ہوا تھا۔

''یونانیوں کا یہ لباس میں مصلحتاً پہنتی ہوں..... اس لباس کی وجہ سے نا صرف ملکہ بلکہ اس کی یونانی اور رومی خادمائیں بھی میری دوست بن گئی ہیں۔''

''اچھا..... یہ بتا کہ تو اس وقت کس لیے آئی ہے؟'' کچھ دیر کی خاموشی کے بعد سیفا نے شارمیان سے سوال کیا جبکہ اس دوران ہرمقس اپنی جگہ بیٹھا خاموشی سے شارمیان کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ اس نوخیز اور دل نواز لڑکی میں اسے عجیب سی کشش اور رعنائی محسوس ہو رہی تھی۔

خود شارمیان کا بھی یہی حال تھا۔ کل جلوس میں اس کی مردانہ وجاہت اور جرأت و شجاعت پر وہ حیران ہوئے بنا نہ رہ سکی تھی اور آج اسے شہزادہ ہرمقس کے روپ میں اپنے سامنے پا کر وہ تن من سے اس پر فریفتہ ہو گئی تھی۔

''میں نے کچھ پوچھا ہے؟'' شارمیان کو سر جھکائے کسی گہری سوچ میں ڈوبے دیکھ کر سیفا نے قدرے اونچی آواز میں سوال کیا۔

شارمیان چونک کر سیدھے ہوتے ہوئے بولی۔ ''اے میرے آقا، میں اس وقت اپنی بیماری کا بہانہ کر کے آپ کے پاس اس لیے آئی ہوں کہ آپ کو وہ ترکیب بتا سکوں، جو میں نے سوچی ہے۔''

''تو نے بھلا کیا ترکیب سوچی ہے؟'' سیفا نے سوال کیا۔

''میرے آقا، میں نے سوچا ہے کہ جب شہزادہ ہرمقس محل میں داخل ہو کر ملکہ کا اعتماد حاصل کر لیں تو انہیں میں ایک دن محل کے اس حصے میں پہنچا دوں گی، جہاں قلوپطرہ دوپہر کے کھانے کے بعد شام تک آرام کرتی ہے۔ اس وقت اس کے قرب و جوار میں کوئی نہیں ہوتا، پس شہزادہ ہرمقس اس وقت اپنے خنجر سے قلوپطرہ کا کام تمام کر دیں۔ پھر میں، اسی وقت قصر کے سارے دروازے کھلوا کر اپنے جیالوں کو جو محل کے باہر موجود ہوں گے، اندر بلوا لوں گی..... وہ محل میں موجود یونانی اور رومی خدّام اور سپاہیوں کو چن چن کر قتل کر دیں گے۔ پھر آپ شہزادے کو تختِ مصر پر بٹھا دیجیے گا اور ہماری اس ارضِ خیم سے بطلیموس کی تین سو سالہ حکومت کا جنازہ نکل جائے گا۔''

ہرمقس کو اس نازک اندام اور نوعمر شارمیان کی ذہانت اور عقلمندی پر تعجب ہوا۔ سواس نے تعریفی لہجے میں شارمیان کو مخاطب کر کے کہا۔ ''عقلمند شارمیان، بلاشبہ تمہارا منصوبہ قابلِ تعریف ہے اور اگر میرے دیوتاؤں نے میری مدد کی تو میں اپنا کام تم لوگوں کی توقعات کے مطابق ہی سرانجام دوں گا مگر یہ سب اسی وقت ممکن ہو گا جب میں شاہی محل میں داخل ہو جاؤں۔ فی الحال سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے۔''

''اس مسئلے کا حل بھی میں نے سوچ لیا ہے شہزادے۔'' یہ کہتے ہوئے شارمیان کچھ اس انداز سے مسکرائی کہ ہرمقس کو اپنے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

''مجھے تمہاری چرب زبانی، شیریں سخنی اور ذہانت پر ہمیشہ سے اعتبار رہا ہے۔'' شارمیان کے خاموش ہوتے ہی سیفا نے حوصلہ افزا لہجے میں کہا۔ ''اب تم یہ بتاؤ کہ ہرمقس کے محل میں داخل ہونے کے سلسلے میں تمہارے پاس کیا منصوبہ ہے۔ تاہم اس پر غور کر سکیں۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''کل دوپہر کو آپ شہزادے کو محل کے شمالی دروازے پر بھیج دیجئے۔'' شارمیان نے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ ''پہریداروں کو بتادیا جائے کہ وہ مجھ سے ملنے آئے ہیں۔ ملکہ مجھ پر اس قدر مہربان ہے کہ تمام خادم خادمائیں میری خوشامد میں لگے رہتے ہیں۔ وہ میرا نام سنتے ہی شہزادے کو نا صرف محل میں داخل ہونے دیں گے بلکہ مجھے بھی فوراً ان کی آمد کی اطلاع دے دیں گے۔''

''یہ ایک قابلِ عمل منصوبہ ہے۔'' سیفا نے غور کرتے ہوئے پُراعتماد لہجے میں کہا اور اس کامیابی کا سہرا شارمیان تیرے سر رہے گا..... مگر یاد رکھ اگر تیرے قدم بہکے یا تو نے کوئی ایسا کام کیا جو ہماری ناکامی کا باعث ہوا تو تجھ پر مصر کے تمام قدیم دیوتاؤں کی لعنتیں پڑیں گی۔''

''میں جانتی ہوں میرے آقا'' شارمیان نے پُرعزم لہجے میں جواب دیا۔ ''مجھے اپنے دیوتاؤں سے امید ہے کہ وہ مجھے اور شہزادے کو ضرور اپنی نعمتوں اور عنایتوں سے نوازیں گے۔''

پھر شارمیان نے اپنا لبادہ اٹھایا اور رخصت ہوگئی۔

شارمیان کے جانے کے بعد بھی ہرمقس دیر تک اسی کے بارے میں سوچتا رہا۔

دوسرے دن ہرمقس نے ایک منجم اور ساحر جیسی شکل وصورت بنائی۔ اس نے ایک لمبا چغہ پہنا اور سر پر ایک لمبوتری ٹوپی اوڑھی۔ اس کے کمرے میں ایک تختی لٹک رہی تھی جبکہ ہاتھ میں صنوبر کی وہ چھڑی تھی جو عام طور پر شعبدہ باز اپنے ہاتھ میں پکڑتے ہیں۔ اس طرح تیار ہو کر وہ سیفا کے ساتھ محل کی طرف روانہ ہوگیا۔

محل کے قریب پہنچ کر سیفا نے اسے کامیابی کی دعائیں دیں اور واپسی کے لیے روانہ ہوگیا۔ اب ہرمقس اکیلے ہی محل کے صدر دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''مجھے شارمیان نے بلوایا ہے۔'' بڑے دروازے پر پہنچ کر ہرمقس نے دربان سے مدعا بیان کیا۔ ''میں ایک منجم اور ساحر ہوں۔''

''اوہ اچھا۔'' دربان کا کرخت لہجہ ایک دم نرم اور شیریں ہوگیا۔ ''چلیے میں آپ کو اندر لے چلتا ہوں۔'' یہ کہہ کر دربان ہرمقس کے ساتھ اندر کی جانب بڑھ گیا۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے محل کے وسیع وعریض باغیچوں سے گزر کر ایک دہلیز پر پہنچے۔ یہ ایک یونانی طرزِ تعمیر کے ستونوں سے گھرا بڑا دلان تھا۔ ان کے دلان میں داخل ہوتے ہی کئی خوش شکل اور خوش لباس خادمائیں ان کی طرف لپکی تھیں۔

''یہ شارمیان کے مہمان ہیں۔'' دربان نے ہرمقس کو خادماؤں کے حوالے کرتے ہوئے تعارف کروایا۔

''آپ یہیں رکیے، ہم ابھی انہیں اطلاع دیتے ہیں۔'' وہ خادمائیں تیزی سے داہنی جانب کی راہداری میں گم ہوگئیں۔

اور چند ہی لمحوں بعد شارمیان اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت مسکراتی ہوئی نمودار ہوئی۔

''اوہ اچھا، آپ ہیں!'' شارمیان نے اجنبی نظروں سے ہرمقس کی طرف دیکھا۔ ''مجھے یاد آیا ملکہ عالیہ نے تمہارے شعبدے دیکھنے کی خواہش کی تھی..... اسی لیے تمہیں بلوایا گیا ہے۔''

پھر شارمیان ہرمقس کو ساتھ لیے راہ داری میں چل دی۔ راہ داری کے اختتام پر ایک پائیں باغ تھا اور باغ کی دوسری جانب پرسکون اور پرفضا مقام پر ایک شاندار خوابگاہ تھی، جس کے دروازے پر نیزہ بردار دربان چوکنا کھڑے تھے۔

شارمیان نے آگے بڑھ کر دربانوں کے سامنے ملکہ کی ایک انگوٹھی پیش کی۔ دربان انگوٹھی کو چند لمحوں تک بغور دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مطمئن انداز میں سر ہلا کر شارمیان کو ملکہ کی خوابگاہ میں جانے کی اجازت دے دی۔

شارمیان ہرمقس کو لیے آگے بڑھی اور قلوپطرہ کی عالیشان خوابگاہ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگئی۔

خواب گاہ میں داخل ہوتے ہی ہرمقس کو یوں لگا جیسے وہ جنت میں داخل ہوگیا ہے۔ خوابگاہ میں موجود ہر چیز بیش قیمت، حیرت انگیز اور یکتا تھی۔ عام انسانی ذہن ان چیزوں کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ دنیا کی ہر وہ چیز جو انسانی کاریگری سے پیدا ہوسکتی تھی یا جسے ذوقِ عیش مہیا کرسکتا تھا، وہ اس کمرے میں موجود تھی۔

ہرمقس کی حیران نظریں در و دیوار، فرنیچر اور قالین سے ہوتی ہوئیں، آخر کار اس کمرے کی سب سے افضل چیز پر جا ٹھہریں۔

سامنے ریشم کے باریک پردوں سے مزید سونے چاندی اور ساگوان کی لکڑی سے بنے کشادہ چھپر کھٹ پر ریشم وکم خواب کے نرم بستر پر قلوپطرہ اپنے حسن کی تمام تر فتنہ انگیزیوں کے ساتھ محوِ خواب تھی۔

گھنے سرخی مائل سنہرے بالوں کے حلقے میں اس کا چاند سا دمکتا چہرہ معصومیت کے ایک عجب سے پرتو میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کی گھنی پلکیں باہم

allurdupdfnovels.blogspot.com

پیوست تھیں۔اس کے نرم و نازک سانچے میں ڈھلے جسم کی رعنائی، نہایت باریک ریشم کے لباس سے چھلک پڑ رہی تھی۔

عبادت و ریاضت کی کڑی مشقوں سے گزر کر یہاں تک پہنچنے والا ہرمقس حسن کے اس زندہ مجسمے کو دیکھ کر خود بھی پتھر کا بن گیا تھا۔اگرچہ وہ ابھی تک ملکہ کی طرف ملتفت نہ ہوا تھا۔اس کے باوجود قلوپطرہ کے حسن و جمال نے ہرمقس کو بے خود سا کر دیا تھا۔لمحہ بھر کو اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ رنگ و نور کے سمندر میں ڈوب گیا ہو۔اس نے سونے کے رتھ پر سوار، سر اونچے کیے غرور و تکبر سے تنی، کل جس ملکہ قلوپطرہ کو جلوس میں دیکھا تھا۔ آج حریری بستر پر بے خبر سوتی یہ قلوپطرہ اس سے کس قدر مختلف معصوم اور دلربا دکھائی دے رہی تھی۔

ہرمقس کی بے خودی اور حیرت کو قریب کھڑی شارمیان بے حد غور اور قدرے فکرمندی سے دیکھ رہی تھی۔شارمیان جیسی ذہین لڑکی نے ہرمقس جیسے جوان و رعنا مرد کے دل میں اٹھتے طوفان کو محسوس کرتے ہوئے، اس کی طرف جھک کر سرگوشی کی۔

''آقا ہرمقس! بے شک آپ کا دل ایک مرد کا دل ہے۔مگر اپنی بقا کی خاطر آپ کو اپنی تمام قوتِ ارادی کو کام میں لا کر حسن کے اس حسین مرقع کو فنا کرنا ہی ہوگا۔''

ہرمقس ایک دم چونک کر سیدھا ہو گیا۔اس سے قبل کہ وہ کوئی جواب دیتا، شارمیان نے ملکہ کی طرف اشارہ کیا۔

ملکہ کی خوابی کیفیت میں تبدیلی پیدا ہو گئی تھی۔اس کے حسین چہرے پر ایک انجانے سے خوف کا سایا سا رینگ آیا تھا اور اس کی سانسیں تیز ہو گئی تھیں۔پھر دفعتاً وہ ہلکی سی چیخ کے ساتھ بیدار ہو گئی۔

''ملکہ عالیہ۔'' شارمیان نے تیزی سے آگے بڑھ کر قلوپطرہ کے کاندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔''غالباً آپ نے کوئی برا سپنا دیکھا ہے۔''

''کیا یہ کوئی سپنا تھا۔'' ملکہ نے اپنی پیشانی پر پھوٹ آنے والے پسینے کو پونچھتے ہوئے نحیف سی آواز میں سوال کیا۔''میں نے دیکھا کہ جولیس سیزر میرے پاس آیا ہے، اس کا چہرہ اس کے خون آلود لبادے میں چھپا ہوا تھا.....اس نے اپنے خون آلود ہاتھ سیزرین کی طرف بڑھائے.....اور اسے اٹھا کر لے گیا۔''

''یہ محض ایک سپنا ہی تھا۔'' شارمیان نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

تب ہی قلوپطرہ کی نظر ہرمقس پر پڑی۔پہلے اس کی آنکھوں سے حیرت پھر ہلکی سی خفگی اور آخر کار شناسائی کی رمق جاگی۔

''اوہ یہ تم ہو.....!'' وہ شارمیان کے ہاتھوں کا سہارا لے کر اٹھ کر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''جی یہ وہی منجم ہرمقس ہے، جسے آپ نے یاد فرمایا تھا۔یہ آپ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہے۔'' شارمیان نے جلدی سے تعارف کروایا۔

''اچھا تو یہ وہی شخص ہے، جس نے تنومند غلام کو خاک چاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔'' ملکہ غیر محسوس انداز میں مسکرائی۔''اے منجم! اے فطرت کے رازدار، کیا تم ان بے ربط اور پریشان کن خوابوں کے بارے میں بھی کچھ علم رکھتے ہو؟''

''اے ملکہ مصر۔'' ہرمقس نے قدرے جھکتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔''آسمانی دیوتاؤں نے مجھے آپ کے پاس صحیح وقت پر بھیجا ہے۔اس لیے کہ میں نے علم نجوم اور تعبیر خواب کی نا صرف تعلیم حاصل کی ہے بلکہ ان علوم پر عبور بھی رکھتا ہوں۔''

''تو پھر جلدی بتاؤ۔'' ملکہ قلوپطرہ نے بے تابی سے سوال کیا۔''میں نے اس وقت جس ہستی کو خواب میں دیکھا، کیا وہ سیزر ہی تھا۔اگر وہ سیزر تھا تو پھر اس نے سیزرین کو مجھ سے کیوں چھین لیا۔''

''اے عالی مقام ملکہ۔'' ہرمقس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔''خوابوں میں مردوں کا آنا اس بات کا اظہار ہے کہ وہ اپنے زندہ رہنے والے عزیزوں سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں اور ان کی بھلائی کے خواہاں ہوتے ہیں۔پھر سیزر کا اپنے بیٹے سیزرین کو اٹھا کر لے جانا اس بات کا مظہر ہے کہ آپ کا بیٹا مصر اور روم کا شہنشاہ بنے گا.....جس کی تمنا سیزر کے دل میں تھی۔بہرحال اس خواب سے آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے.....کیونکہ یہ ایک اچھا خواب ہے۔''

ملکہ کے متفکر چہرے پر اطمینان بھری مسکراہٹ بکھر گئی۔

''ہرمقس! تم مصر کے تمام جادوگروں کے مقابلے میں سب سے ہوشیار ہو۔'' اس نے مسکراتے ہوئے تعریفی لہجے میں کہا۔''تم نے میرے دل کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے اور تعبیر کو اس انداز سے پیش کیا ہے کہ ناگوار باتوں کا اس پر شائبہ بھی نہیں پڑنے دیا۔''

''شکریہ ملکہ عالیہ۔'' ہرمقس نے جھک کر شکریہ ادا کیا۔''سحر اور شعبدے بازی تو عام لوگ بھی جانتے ہیں.....مگر میری کوشش ہوتی ہے کہ میں ایسا شعبدہ دکھاؤں کہ جسے دیکھ کر خوابیدہ آنکھیں کھل جائیں اور دل و دماغ کی تھکن ڈھل جائے۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''اوہ!'' ملکہ نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔ ''اگر تم ایسا کچھ دکھا کر ہمارے ذہن و دل کو سکون دے سکو تو ہم تمہیں دربار میں اعلیٰ مقام عطا کریں گے۔ انعامات و عطیات اس کے علاوہ ہوں گے۔''

''جو حکم ملکہ عالیہ۔'' ہرمقس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھڑی زمین پر رکھ دی اور کوئی منتر پڑھنا شروع کیا۔ ہرمقس کے منتر کے ختم ہونے پر چھڑی میں حرکت ہوئی اور وہ سرے پر کھڑی ہو کر چاروں طرف لہرانے لگی۔

''بھلا یہ بھی کوئی شعبدہ ہے۔'' قلوپطرہ نے منہ بنایا۔ ''میں اس طرح کے کئی شعبدے پہلے بھی دیکھ چکی ہوں۔''

''ذرا انتظار فرمائی ملکہ عالیہ۔'' ہرمقس نے متانت سے جواب دیا۔ ''ابھی میرا شعبدہ ختم نہیں ہوا۔'' ہرمقس نے دوبارہ منتر پڑھنا شروع کیا۔ اس کی وہ چھڑی جو سانپ کی شکل اختیار کر گئی تھی، ہوا میں لہرانے لگی اور ہرمقس کے منتر سے ریزہ ریزہ ہو کر زمین پر بکھر گئی۔ پھر ہر ریزے سے ایک سانپ ڈھلنے لگا اور وہ سب کے سب ہرمقس کے جسم سے چمٹ گئے۔ یہاں تک ہرمقس کی آنکھیں اور منہ باقی رہ گیا اور سانپوں نے اسے پوری طرح ڈھانپ لیا۔

ملکہ نے گھبرا کر شارمیان کے آنچل میں چہرہ چھپا لیا اور لرزتی آواز میں بولی۔ ''بس کرو اے مصر کے عظیم ساحر! تمہارے شعبدے نے ہمیں واقعی متاثر کیا ہے۔''

ملکہ کی آواز سنتے ہی ہرمقس نے کوئی اور منتر پڑھا جس کے اثر سے تمام سانپ ایک ایک کر کے غائب ہو گئے۔ پھر ملکہ اور شارمیان نے دیکھا کہ فرش پر ہرمقس کی وہ چھڑی اسی جگہ پڑی ہے جہاں ہرمقس نے اسے رکھا تھا۔

''ہم نے تمہارا شعبدہ پسند کیا۔'' چند لمحوں بعد قلوپطرہ نے سنبھل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ ''بے شک ہم نے ایسا شعبدہ اس سے پہلے نہیں دیکھا، ہرمقس خوش ہو جاؤ کہ ہم نے تمہیں آج سے اپنا درباری منجم مقرر کیا..... اور یہ کہ تمہیں ہمارے کمرے میں ہر وقت آنے کی اجازت ہوگی۔''

''میں ملکہ عالیہ کا دل سے شکر گزار ہوں۔'' ہرمقس نے تقریباً دہرا ہو کر شکریہ ادا کیا۔ ''اگر اجازت ہو تو میں چند اور شعبدے دکھاؤں؟''

''اس وقت نہیں۔'' ملکہ نے اٹھتے ہوئے جواب دیا۔ پھر وہ شارمیان سے مخاطب ہوئی۔ ''عالی مقام ساحر کو باعزت طریقے سے واپس بھیج دیا جائے۔''..... اور یہ کہہ کر وہ دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

شارمیان نے حیران اور پسندیدہ نظروں سے ہرمقس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''اے عالی گہر ہرمقس! میں سخت حیران ہوں، آپ نے یہ سب کس طرح سیکھا۔''

ہرمقس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ''یہ سب واہمہ کے سوا کچھ نہیں، البتہ یہ بتاؤ اس تماشے سے کیا حاصل ہوگا؟''

''آغاز تو اچھا ہے۔'' شارمیان بھی مسکرائی۔ ''کل تک آپ پورے اسکندریہ میں مشہور ہو جائیں گے..... خیر اب چلیے، میں آپ کو محل کے بڑے دروازے تک پہنچا دوں۔''

دوسرے ہی دن ہرمقس کو شاہی منجم اور ساحرِ اعظم کے عہدے پر سرفراز کر دیا گیا۔ اسے رہائش کے لیے محل کے اندر ایک حصہ دیا گیا اور حکم کی بجا آوری کے لیے ہمہ وقت خدّام کی ایک فوج مقرر ہوئی۔ ہرمقس منجم شناسی میں اور زیادہ مہارت کی خاطر اور کواکب کے گہرے مطالعے کے لیے وہ رات ہوتے ہی محل کے اس بلند مینار پر چڑھ جاتا جو شاہی ستارہ شناسوں کے لیے بنوایا گیا تھا۔

قلوپطرہ اس کی صلاحیتوں سے نا صرف متاثر تھی بلکہ کچھ خوفزدہ بھی تھی، اسی لیے وہ ہرمقس سے بے حد دوستانہ تعلقات استوار کرنے کی خواہش مند تھی۔ خود ہرمقس کو اپنے کام کی تکمیل کی خاطر قلوپطرہ کا زیادہ سے زیادہ قرب درکار تھا۔

گو کہ اب ہرمقس قلوپطرہ کے قصر میں قیام پذیر تھا۔ مگر وقت نکال کر ہر دوسرے تیسرے دن وہ اپنے ماموں سیفا سے ملنے ضرور جاتا تھا۔ سیفا رفتہ رفتہ حکومت کے خلاف ایک مضبوط محاذ تیار کر رہا تھا۔ بے شمار لوگ اس کے ہم نوا ہو گئے تھے۔

ملکہ قلوپطرہ ان دنوں ایک عجیب ذہنی خلفشار کا شکار تھی۔ یہ پریشانی دراصل سلطنت روم کی خانہ جنگی کی وجہ سے تھی۔ قلوپطرہ کی ہمیشہ سے یہ خواہش رہی تھی کہ روم پر کوئی ایسی طاقت برسر اقتدار آئے، جو اس کے بیٹے سیزرین کو شہنشاہِ روم تسلیم کرے مگر اب تک کوئی ایسی صورت پیدا نہ ہو سکی تھی۔

سیزر کے قتل کے بعد مارک انطونی نے قلوپطرہ کو مصر واپس جانے کا مشورہ دیتے وقت یہ وعدہ کیا تھا کہ وہ روم کے ایوانِ حکومت کو اس بات پر راضی کرے گا کہ وہ سیزر کے وصیت نامے کے خلاف سیزرین کو روم کا بادشاہ تسلیم کرے..... لیکن حالات کچھ اس نہج پر آ گئے تھے کہ انطونی نے اپنے وعدے کے برخلاف سیزر کے بھتیجے آکٹوین، ایک بااثر سردار لیپی ڈس اور خود اپنی مشترکہ حکومت بنا ڈالی۔ حکومت کھڑی ہونے کے بعد یہ طے پایا کہ اب اپنے اپنے دشمنوں سے نمٹا جائے..... اور یوں روم میں دو گروہ بن گئے اور خانہ جنگی شروع ہو گئی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

ملکہ قلوپطرہ کو ان دونوں گروہوں میں سے کسی سے بھی کوئی ہمدردی نہ تھی۔ بروٹس اور کیسس تو اس کے شوہر سیزر کے قاتل تھے اور مصر پر حملہ آور ہونے کی حماقت بھی کر چکے تھے چنانچہ قلوپطرہ کا ان کا ساتھ دینے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ دوسری طرف مارک انطونی تھا جس نے قلوپطرہ سے سیزرین کے حصول حق کا وعدہ کیا تھا مگر سیزرین کے بجائے سیزر کے بھتیجے سے صلح کر کے سلطنت روم کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ اس طرح قلوپطرہ کو انطونی سے بھی سخت شکایت تھی۔

مصری حکومت سلطنتِ روم کی ماتحت تھی اور اس خانہ جنگی میں جو گروہ روم کا مالک ہوگا، وہی مصر کا شہنشاہ بنتا۔ اس لیے قلوپطرہ اب یہ چاہتی تھی کہ دونوں فریقوں میں سے فتح یاب ہونے والے فریق کا ساتھ دے۔ بروٹس اور کیسس کی فوجیں ایک بار مصر پر حملہ کر چکی تھیں اور قلوپطرہ کی افواج نے ان کے دانت کھٹے کر کے انہیں مار بھگایا تھا۔ ایسی صورت میں تو اب قلوپطرہ کو انطونی کا ساتھ دینا چاہیے تھا..... مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ کیسس کی حمایت میں اپنی بحری فوج روانہ کر دی۔

اپنے دشمن کیسس کی حمایت قلوپطرہ نے محض اس لیے کی تھی کہ اس کے جاسوسوں نے خبر دی تھی کہ مارک انطونی اور جنرل کیسس کی اس باہمی جنگ میں فتح کیسس کو حاصل ہوگی۔ اس کے درباری منجم ڈائیس کورنے بھی یہی پیش گوئی کی تھی۔

مگر مقدونیہ کے میدان میں جب انطونی اور کیسس کی فوجیں آمنے سامنے آئیں تو قلوپطرہ کے جاسوسوں کی خبر اور اس کے منجم ڈائیس کور کی پیشگوئی غلط ثابت ہوئی اور مارک انطونی فتح یاب ہوا۔

مارک انطونی کی اس فتح نے قلوپطرہ کو ہراساں کر دیا تھا کیونکہ فاتح انطونی، اس سے کسی بھی وقت جواب طلب کر سکتا تھا۔ چنانچہ چالاک قلوپطرہ نے اپنے جنرل سراپین پر یہ الزام لگا کر قتل کروا دیا کہ سراپین نے ملکہ کے حکم کے خلاف جنرل کیسس کی مدد کی تھی۔ پھر اس نے حفظ ماتقدم کے طور پر یہ خبر انطونی تک بھی پہنچا دی تا کہ جب انطونی اس سے جواب طلب کرے تو وہ اپنی صفائی میں یہ کہہ سکے کہ جنرل سراپین نے اس کی حکم عدولی کی تھی جس کی سزا میں اس کو قتل کروا دیا گیا۔

ہرمقس کو اس جنگ کے بعد ہی مصر کے منجم اور ساحر اعظم کے عہدے پر فائز کیا گیا تھا کیونکہ قلوپطرہ نے سابق منجم ڈائس کور کو بھی اسی الزام میں معزول کر دیا تھا کہ اس نے غلط پیش گوئی کی تھی۔



صبح کاذب کے ساتھ ہی بارش شروع ہو گئی تھی۔ کئی گھنٹوں کی موسلا دھار بارش نے سارے شجر و ہجر دھو کر نکھار دیئے تھے۔ عمارتیں، سڑکیں، کوچہ و بازار سب دھلے دھلے نکھرے نکھرے لگ رہے تھے۔ نیلگوں آکاش پر اب بھی سرمئی بادلوں کی آنکھ مچولی جاری تھی۔ ہواؤں کے نرم جھونکوں میں بے نام سی خنکی اور غیر محسوس سی نمی محسوس کی جا سکتی تھی۔

شار میاں کتنی ہی دیر سے اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑی پائیں باغ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ کیاریوں میں انواع و اقسام کے پھول مسکرا رہے تھے اور سرسبز و شاداب گھنیرے پیڑوں کی شاخوں پر رنگ برنگے پرندے چہچہا رہے تھے۔ ہر سمت ایک عجیب سی دلکشی و رعنائی بکھری ہوئی تھی۔ بالکل اچانک ہی شار میاں کی سوچ کی رو ہرمقس کی طرف بہہ نکلی۔

شار میاں ایک ذہین، حسین اور نوجوان دوشیزہ تھی۔ اب تک اس نے کتنے ہی حسین و رعنا مرد دیکھے تھے۔ مگر اس کے دل و ذہن پر کسی کا سایہ تک نہ پڑا تھا۔ مگر ہرمقس میں جانے کیا بات تھی کہ اس پر پہلی نگاہ پڑتے ہی، اسے اپنی دھڑکنوں میں ایک نیا انتشار جاگتا محسوس ہوا تھا۔ پہلی ہی نظر میں وہ نظروں کی راہ سے اس کے دل میں اتر گیا تھا۔

گو کہ وہ ہرمقس کے مقام سے واقف تھی۔ وہ کوئی عام انسان نہیں تھا۔ وہ مصر کا مستقبل کا فرعون تھا۔ وہ ایک عالی مرتبت شہزادہ تھا جبکہ شار میاں ایک معمولی کنیز تھی۔ جسے بچپن سے ہی اس طرح تعلیم و تربیت دی گئی تھی کہ وہ ہرمقس کے فرعون بننے کے عمل میں مددگار ثابت ہو۔

اسے قلوپطرہ کے پاس رہ کر اپنی شیریں سخنی اور چرب زبانی سے ملکہ کا دل اور اعتماد جیتنا تھا تا کہ وہ ہرمقس کے لیے راستہ ہموار کر سکے۔ اس کی ذمے داریوں میں یہ بھی شامل تھا کہ وہ ملکہ قلوپطرہ کے دل میں ہرمقس کے لیے جگہ بنائے اور اب جوں جوں وہ اپنی اس ذمے داری کو نبھانے میں کامیاب ہوتی جا رہی تھی، اسے اپنے اندر ایک عجیب سی ٹوٹ پھوٹ ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ ہرمقس کو بے حد پسند کرنے لگی تھی۔ اس کے قریب رہ کر اسے ایک بے نام سے سکون کا احساس ہوتا تھا۔ اس کے کام کر کے اس خوشی ملتی تھی۔ وہ نظر نہ آتا تو وہ بے چین ہو جاتی تھی..... اور قلوپطرہ کو اس طرف راغب و ملتفت دیکھ کر اس کی راتوں کی نیند اڑ جاتی تھی..... وہ اپنے ان احساسات کو کوئی نام نہ دے سکی تھی۔ وہ خود ہی نہ سمجھ سکتی تھی کہ یہ سب کیا ہے؟ آخر ایک دن اس نے سیفا سے پوچھنے کا فیصلہ کیا اور سیفا کے جواب نے اسے

allurdupdfnovels.blogspot.com

ہراساں و پریشان کر دیا۔

''اس جذبے کا نام محبت ہے۔'' سیفا نے آنکھیں بند کیے سرور کی سی کیفیت میں جواب دیا۔

''محبت۔'' شارمیان نے ہراساں لہجے میں سوال کیا۔ ''یہ کیسے کی جاتی ہے آقا؟''

''محبت کی نہیں جاتی..... خود بہ خود ہو جاتی ہے۔'' سیفا نے جواب دیا۔

شارمیان نے خود کو اس جذبے سے دور رکھنے کی بہت کوشش کی مگر آخر کار وہ ہار گئی۔ اب وہ زیادہ سے زیادہ وقت ہرمقس کے قرب میں گزارنے کی کوشش کرتی۔ اکثر یوں ہوتا کہ ہرمقس کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ شارمیان اس کے کمرے میں کب آئی، کتنی دیر کھڑی رہی اور کب واپس چلی گئی۔ اکثر یوں ہوتا کہ ہرمقس خیالوں سے چونک کے جب نظر اٹھاتا تو شارمیان کو محبت بھری نظروں سے خود کو دیکھتا ہوا پاتا۔ تب ہرمقس کے دل میں کئی طرح کے خدشے اور وسوسے سر اٹھانے لگتے۔ وہ ان کی تردید کی خاطر شارمیان سے کہتا۔

''شارمیان! تمہاری اس بے لوث خدمت کے لیے میں تمہارا شکر گزار ہوں، آئندہ جب اگر ہم کسی مقام پر پہنچے تو تمہارے ان بے لوث جذبوں کا صلہ دینے کی کوشش کی جائے گی۔''

''میرے آقا۔'' شارمیان نے جذب کی سی کیفیت میں جواب دیا۔ ''عورت دنیا کی ہر بات سیکھتی ہے مگر یہ نہیں سیکھتی کہ محبت کا صلہ طلب کیا جائے کیونکہ محبت کا معاوضہ محبت ہی ہے۔''

شارمیان کے جواب پر ہرمقس گھبرا کر اس کی طرف دیکھتا۔

''مگر شارمیان! تم کوئی پوری پختہ عورت نہیں ہو، بلکہ ایک نوعمر اور نوخیز دوشیزہ ہو۔'' شارمیان ہرمقس کے جواب پر متانت سے مسکرا کر خاموش ہو جاتی۔

شارمیان کے بے لگام ہوتے جذبے ہرمقس کے لیے بڑی پریشانی اور فکرمندی کا باعث بن رہے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ عورت کی محبت ایک پہاڑی ندی کی طرح تند و تیز اور شوریدہ سر ہوتی ہے۔ عورت کی محبت تمام تجویزوں، تدبیروں اور اپنے راستے میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو برباد کر دیتی ہے۔ پاکیزگی کے کاشانوں اور ایمان کے منور عبادت کدوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیتی ہے..... مگر کوئی عورت کی محبت کی اس شوریدہ سرندی پر بند نہیں باندھ سکتا۔

چنانچہ ہرمقس نے شارمیان کی وفا اور محبت سے بچنے کے لیے یہ راستہ چنا کہ کہ وہ جس مقصد کے لیے اس قصر میں آیا ہے، جلد از جلد وہ حاصل کر کے نا صرف قلوپطرہ بلکہ شارمیان سے بھی نجات حاصل کرے۔

اس رات قلوپطرہ کے عظیم الشان قصر میں جشنِ مے منایا جا رہا تھا۔ اس رات پورا قصر ناؤ نوش کی ایک رنگین محفل میں تبدیل ہو گیا تھا۔ محل کے ہر ایوان، دلان اور راہداریوں میں میزوں پر جام و مینا سجی ہوئی تھی اور ملکہ کے امرا و وزراء جام پہ جام لنڈھا رہے تھے اور مستی و سرخوشی میں جھومتے پھر رہے تھے۔

اسی دوپہر ہرمقس اپنے ماموں سیفا اور ان پانچ سو جانبازوں سے ملا تھا جو اس کی مدد کے لیے ہمہ تن تیار تھے۔ طے یہ پایا تھا کہ اگلی رات ہرمقس موقع پا کر قلوپطرہ کے سینے میں اپنا خنجر اتار دے گا اور قلوپطرہ کے قتل کی خبر ملتے ہی یہ پانچ سو جیالے قصر میں داخل ہو جائیں گے..... اور قصر پر قابض ہو جائیں گے۔

ہرمقس کو اپنی کامیابی پر پورا یقین تھا۔ خود سیفا بھی اس سلسلے میں بے حد پرامید تھا۔ اس نے خفیہ طور پر پورے ملک میں اپنے ہمدردوں کو یہ پیغام پہنچا دیا تھا کہ جیسے ہی ملکہ قلوپطرہ کے قتل کی خبر ملے، اسی وقت وہ شمشیر بکف ہو کر بغاوت کا اعلان کر دیں اور جہاں بھی کوئی یونانی یا رومی نظر آئے، اسے تہہ تیغ کر ڈالیں۔

یہ تمام انتظامات اور اہتمام ہرمقس کی کامیابی کی کھلی دلیل تھے۔ مگر ہرمقس اس رات کو مضطرب و افسردہ نظر آ رہا تھا۔ اس کے خیالات منتشر تھے اور وہ سوچ رہا تھا کہ ہر چند اس کا نصب العین اور مقصد اپنے ملک کو غیر ملکیوں کے پنجۂ استبداد سے نجات دلانا ہے، مگر اس کے لیے اسے دنیا کی حسین ترین عورت کو موت کی گمنام وادیوں میں اتارنا پڑے گا۔

اپنے تمام مضبوط ارادوں اور سخت ترین تربیت و ریاضت کے باوجود وہ قلوپطرہ کو قتل کرنے کو کوئی اچھا فعل نہیں سمجھ رہا تھا۔ کم از کم خود اپنے ہاتھوں سے اسے قتل کرنے کے لیے وہ خود کو آمادہ نہ پاتا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ قبیح فعل اسے نہ انجام دینا پڑے تو اچھا ہو۔ مقصد قلوپطرہ کا خاتمہ ہی ہے تو اسے کسی بھی طرح ختم کیا جا سکتا ہے، زہر دے کر یا کسی غلام کی خدمات حاصل کر کے.....

allurdupdfnovels.blogspot.com

مگر ملکہ قلوپطرہ کے قتل کا منصوبہ بنانے والی شارمیان کا اصرار تھا کہ یہ کام خود ہرمقس کو ہی کرنا ہوگا۔

''شارمیان.....! کیا یہ ضروری ہے کہ قلوپطرہ میرے ہی خنجر سے موت کی گھاٹ اتاری جائے۔'' ہرمقس نے قدرے جزبز ہوتے ہوئے سوال کیا۔

شارمیان نے حیران نظروں سے ہرمقس کی طرف دیکھتے ہوئے متعجب لہجے میں کہا۔

''میرے آقا ہرمقس! آپ یہ کیا فرما رہے ہیں؟ یہ بات تو آپ کے لیے باعثِ فخر ہوگی کہ آپ کے خنجر کے ایک وار نے دنیا کی بدترین عورت کا خاتمہ کر کے ارضِ خیم کو اس کے ناپاک اور گندے وجود سے نجات دلا دی۔''

ہرمقس نے شارمیان سے نظریں چراتے ہوئے گریزاں لہجے میں کہا۔ ''کیا یہ کوئی غلام یا خادمہ نہیں کر سکتی؟ یا پھر اسے زہر بھی تو دیا جا سکتا ہے؟''

شارمیان نے قطعیت بھرے انداز میں نفی میں سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ''زہر اس لیے نہیں دیا جا سکتا کیونکہ کھانے پینے کی ہر چیز کو اس سے پہلے تین لوگ چکھتے ہیں اور جہاں تک کسی خادم یا خادمہ کا سوال ہے تو اتنے اہم کام کے لیے ہم ان معمولی ملازموں پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔''

''یعنی یہ ناپسندیدہ کام مجھے ہی کرنا ہوگا۔'' ہرمقس نے کرب بھرے لہجے میں کہا اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔

کل رات کو یہ اہم ترین کام سرانجام دینا تھا مگر آج کی رات محل میں جشنِ مے منایا جا رہا تھا۔ ہر سمت شراب ہی شراب تھی۔ ہر آنکھ مخمور اور ہر دل بدمست و مدہوش تھا۔

ہرمقس رندوں کی اس محفل سے نکل کر باہر کی جانب جا رہا تھا، تب ہی قلوپطرہ کی اس پر نظر پڑ گئی۔ قلوپطرہ، شارمیان اور اپنی دیگر خاص خادماؤں کے ساتھ ایک آراستہ ایوان میں ایک دیدہ زیب نشست پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے شارمیان کو اشارہ کیا اور اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر ہرمقس کو ملکہ کے حضور پیش ہونے کا عندیہ دیا۔

ہرمقس نے چونک کر سر اٹھایا۔ اس کا دل بجھا ہوا تھا اور چہرے سے بھی پریشانی جھلک رہی تھی۔ وہ اس محفل رنگ و سرور سے دور بھاگ جانا چاہتا تھا، مگر اب ملکہ کے حکم کو ٹالنا بھی ممکن نہ تھا، چنانچہ وہ افسردگی سے قدم اٹھاتا ملکہ کے روبرو چلا آیا۔

''ہرمقس! آج تم اس قدر پریشان کیوں دکھائی دے رہے ہو؟'' ذہین قلوپطرہ نے فوراً ہی اس کی کیفیت کو بھانپ لیا۔ ''تمہارے ستارے گردش میں ہیں یا..... ایسا تو نہیں کہ محبت کی دیوی نے تمہیں اپنا اسیر بنا لیا ہے؟''

ہرمقس کو یہ محبت والی بات پسند نہیں آئی۔ جل کر بولا۔ ''اے عظیم ملکہ، ستاروں کی چالوں میں الجھا رہنے والا منجم، عورت کی چالوں میں نہیں آ سکتا، ہرمقس کو اس بات پر فخر ہے۔''

قلوپطرہ کا چہرہ یکا یک متغیر ہو گیا۔ ہرمقس کا جواب اس کے حسن اور عورت کی محبت کی توہین تھا۔ وہ کئی لمحوں تک ہرمقس کو ان نظروں سے دیکھتی رہی جو کسی بھی جواں مرد کو مرغِ بسمل بنانے کے لیے کافی ہوتی ہیں۔ وہ نظریں جو عابدوں اور زاہدوں کو جادۂ حق سے ہٹا دیتی ہیں۔

لحظہ بھر کو ہرمقس کا دل بھی ڈول کر رہ گیا تھا لیکن اس نے اپنے چہرے سے اپنی دلی کیفیت کو آشکار نہ ہونے دیا۔

''اے نخوت پسند منجم، خود پر اس قدر غرور نہ کر۔'' ہرمقس کو بے حسی سے اپنی جگہ پر جمے دیکھ کر قلوپطرہ نے نہایت دھیمے مگر قدرے خفگی بھرے لہجے میں کہا۔ ''کوئی بھی عورت یہ پسند نہیں کرتی کہ مرد اسے حقیر سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کرے۔ تیرے سامنے کسی حسین عورت کا جادو آ کھڑا ہوا تو، تو اپنے سارے شعبدے بھول جائے گا اور عورت کی محبت کا جادو تیرے سر چڑھ کر بولے گا۔''

ملکہ کی آواز بے حد دھیمی تھی، شاید ہرمقس تک اس کی پوری بات پہنچی ہی نہیں البتہ شارمیان نے ساری بات سنی۔

شارمیان کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ اس نے گھور کر ہرمقس کو دیکھا تھا اور ہرمقس کو فوراً ہی احساس ہو گیا تھا کہ شاید اس نے ملکہ کے حضور کچھ زیادہ بول دیا۔ چنانچہ وہ قدرے جھکتا ہوا معذرت خواہانہ لہجے میں بولا۔ ''اے محترم ملکہ، مجھے معاف فرمایا جائے، دراصل میرے کہنے کا مطلب یہ تھا، آسمان کے جھومر چاند کے سامنے بھلا ستاروں کی کیا اوقات ہوتی ہے۔''

قلوپطرہ کے لبوں پر دلکش مسکراہٹ بکھر گئی۔

''گویا تم مجھے آسمان کا جھومر کہہ رہے ہو؟'' وہ دلبرانہ انداز میں گویا ہوئی۔

''آپ کے نام کا مطلب یہی ہے، چاند سے زیادہ حسین۔'' ہرمقس نے جلدی سے جواب دیا۔

''ہرمقس تم پر صد آفریں۔'' ملکہ پہلی بار ہرمقس کے منہ سے اپنی تعریف سن کر نہال ہوا ٹھی اور مسرور لہجے میں بولی۔ ''کیا کوئی منجم بھی اتنا باذوق ہو سکتا ہے کہ وہ ایسا برمحل فقرہ کہے، تمہارے حسنِ کلام کی تعریف نہ کرنا زیادتی ہوگی۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

پھر اس نے ہرمقس کو ایسی لگاوٹ بھری نظروں سے دیکھا کہ ہرمقس کو اپنے رگ و پے میں ایک سنسناہٹ سی جاگتی محسوس ہوئی۔

شارمیان گفتگو کے اس رنگ سے سخت بدمزہ ہو رہی تھی۔ ہرمقس نے اس کی بیزاری اور ناپسندیدگی کو محسوس کرتے ہوئے وہاں سے نکل جانا چاہا اور ملکہ سے نہایت ادب سے معذرت کرتا وہ اپنے رہائشی حصے کی طرف چلا گیا۔

بظاہر وہ مسکرا رہا تھا مگر اندر ہی اندر وہ غصے سے کھول رہا تھا۔ اسے اس بات پر سخت ناگواری تھی کہ اس وقت ملکہ نے اسے اپنے اوباش درباریوں کے سامنے تمسخر کا نشانہ بنایا تھا جبکہ اس کا مرتبہ، اس سے کہیں زیادہ بلند تھا۔

وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اپنے کمرے میں چلا آیا۔ پھر وہ اس برج کی شہ نشین میں جا کر بیٹھ گیا، جہاں سے وہ ستاروں کا مشاہدہ کرتا تھا۔ اسے شارمیان پر بھی غصہ تھا۔ ملکہ کے ساتھ مل کر وہ بھی قہقہے لگا رہی تھی۔ غصے کے ساتھ اسے شارمیان کا انتظار بھی تھا، کیونکہ اس نے آج ان لوگوں کی فہرست پہنچانی تھی جن کا قتل ضروری تھا اور اسے سیفا کی طرف سے بھی کچھ اہم پیغام لے کے آنے تھے، جن کا تعلق آنے والی خطرناک اور اہم ترین رات سے تھا۔

آخر اس کا انتظار ختم ہوا۔ سیڑھیوں پر دبے قدموں کی آہٹ جاگی اور شارمیان برج کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

''تم نے آنے میں اتنی دیر کیوں کی؟'' ہرمقس نے روکھے لہجے میں سوال کیا۔ ''تمہیں معلوم بھی ہے، میں کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔''

''میں انتظار کی زحمت کے لیے آپ سے معذرت چاہتی ہوں۔'' شارمیان جلدی سے بولی۔ ''مگر میں کیا کرتی، قلوپطرہ کسی طرح میری جان ہی نہیں چھوڑ رہی تھی۔ بڑی مشکل سے یہاں آئی ہوں۔''

''قلوپطرہ کا ذکر چھوڑو۔'' ہرمقس نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''یہ بتاؤ تم ماموں سیفا کے پاس گئی تھی؟''

''جی آپ کا حکم تھا، تو میں کس طرح نظر انداز کر سکتی تھی۔'' شارمیان نے فریفتہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ ''میں ان سے تمام فہرستیں اور تمام ہدایات لے کر سیدھی آپ کے پاس آ رہی ہوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' ہرمقس نے اطمینان بھرا سانس لیا۔ ''اچھا لاؤ وہ فہرستیں کہاں ہیں؟''

شارمیان نے کاغذ کا ایک بنڈل ہرمقس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ ''یہ فہرست ان لوگوں کی ہے، جن کا قتل کیا جانا ہمارے مقصد کے لیے نہایت ضروری ہے اور دوسری فہرست میں وہ نام درج ہیں جو ہمارے مقصد سے اتفاق کرتے ہیں یا پھر غیر جانبدار ہیں۔ ان کے قتل کی کوئی ضرورت نہیں اور ساتھ ہی ان شہروں کی فہرست بھی ہے جو قلوپطرہ کے قتل کی خبر پاتے ہی اپنے اپنے علاقوں میں بغاوت بپا کر دیں گے اور ان تمام لوگوں کو تہہ تیغ کر دیں گے جو حکومت کے طرف دار ہیں۔''

ہرمقس نے ان فہرستوں پر ایک سرسری سی نظر ڈالی۔ پھر شارمیان سے بولا۔ ''کیا قلوپطرہ کو قتل کرنا..... اتنا ہی ضروری ہے۔''

''کیا مطلب؟'' شارمیان حیرت زدہ رہ گئی۔ ''آپ کے خیال میں اس کے ہوتے ہوئے کیا آپ حکومت حاصل کر سکتے ہیں؟ یا آپ کے ذہن میں کوئی اور راستہ ہے؟''

''نن..... نہیں۔'' شارمیان کے جارحانہ انداز نے ہرمقس کو سٹ پٹا کر رکھ دیا۔ وہ قدرے کھسیا کر بولا۔ ''اچھا چھوڑو ان باتوں کو..... یہ بتاؤ کہ کل رات مجھے یہ ناگوار کام کس طرح کرنا ہے؟''

''کل رات نصف شب سے تین گھنٹے پہلے جب ستارہ زہرہ آسمان پر بلند ہو تو، آپ اس وقت قلوپطرہ کو ستاروں کی چالیں اس انداز سے بتائیں جیسا وہ چاہتی ہے۔ ان دنوں وہ رومیوں کی خانہ جنگی سے پریشان ہے۔ اس کی سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ وہ کس کا ساتھ دے اور کس کی مخالفت کرے..... بس آپ اس کے حسب منشاء باتیں کرتے ہوئے اسے بستر کی طرف لے جائیں اور جوں ہی وہ بستر پر بیٹھے، آپ اپنا خنجر اس کے سینے میں گھونپ دیں۔''

اس کے بعد شارمیان اسے اور بھی بہت کچھ بتاتی رہی ہرمقس اپنی جگہ گم صم ہو گیا تھا۔ قلوپطرہ جیسی حسین اور نفیس عورت کو قتل کر دینے کا تصور ہی اس کے لیے ہراساں کر دینے والا تھا۔

تب ہی سیڑھیوں پر ہلکی آہٹیں ابھری تھیں۔ ہرمقس نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے شارمیان سے کہا۔ ''شارمیان! ذرا دیکھو تو یہ آواز کیسی آ رہی ہے۔''

شارمیان بھی چوکنا ہوئی اور تیزی سے نیچے جانے والی سیڑھیوں کے دروازے پر پہنچی اور آہستہ سے دروازہ کھول کر اس نے نیچے کی طرف جھانکا، پھر تیزی سے پلٹ کر ہرمقس کے پاس واپس آئی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

''غضب ہو گیا آقا۔'' وہ ہراساں لہجے میں بولی۔ ''ملکہ سیڑھیاں چڑھتی اوپر آ رہی ہے۔''

ہرمقس گھبرا کر ایک اُٹھ کھڑا ہوا۔

''اوہ میں کہاں چھپوں..... میرے آقا مجھے بتایئے۔ اس نے مجھے یہاں دیکھ لیا تو قیامت آ جائے گی۔'' شارمیان کے لہجے میں خوف نمایاں تھا۔

ہرمقس کی نظریں تیزی سے شہہ نشین میں گردش کر رہی تھیں۔ پھر اس نے ایک دم پردے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''شارمیان تم اس پردے کے پیچھے چھپ جاؤ۔''

شارمیان بھاگ کر اس پردے کے پیچھے چلی گئی، تب ہی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی۔ ہرمقس دروازہ کھولنے سے پہلے کاغذ کا وہ پلندہ جو شارمیان اس کے لیے لائی تھی، اپنے آلاتِ نجوم کے صندوقچے میں رکھنا نہ بھولا۔

دروازہ کھول کر اس نے قدرے حیران لہجے میں کہا۔ ''ملکہ عالیہ آپ.....؟ اندر تشریف لے آیئے۔''

قلوپطرہ آہستگی سے اندر داخل ہو گئی۔ سیڑھیاں چڑھنے سے اس کا سانس پھول گیا تھا۔ اس نے ایک سٹول پر بیٹھتے ہوئے پھولی سانسوں کے درمیان کہا۔ ''ان رومیوں کی خانہ جنگی نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔'' پھر ذرا رک کر ہرمقس کو دیکھتے ہوئے قدرے مسکرا کر بولی۔ ''مجھے نیند نہیں آ رہی تھی، اس لیے تمہارے پاس چلی آئی..... تمہیں ناگوار تو نہیں گزرا؟''

''آپ کی آمد میری عزت افزائی ہے ملکہ عالیہ۔'' ہرمقس نے ادب سے جواب دیا۔

ملکہ اپنی جگہ سے اٹھ کر ہرمقس کے قریب چلی آئی۔ ہرمقس اس وقت ایک غالیچے پر بیٹھا تھا۔ قلوپطرہ اس کے پاس بیٹھ گئی۔

''تم جانتے ہو ہرمقس کہ میں بے حد تنہا ہوں..... اور اب یہ جانکاہ تنہائی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔'' قلوپطرہ نے آنکھوں میں کرب بھر کر ہرمقس کی طرف دیکھا۔ ''مجھے ایک ایسے انسان کی تلاش ہے، جس کے ساتھ میں اپنی تنہائی بانٹ سکوں، میرے پاس عاشقوں، خدمت گاروں اور درباریوں کی کمی نہیں لیکن ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں، جس کو میں اپنا مونس اور دوست قرار دے سکوں۔''

ہرمقس حیرت سے پوری آنکھیں کھولے اس پُرشکوہ عورت کو دیکھ رہا تھا جو اندر سے کس قدر اکیلی اور دُکھی تھی۔ اسے اپنے دل میں قلوپطرہ کے لیے ایک دم ہمدردی کا سیلاب اُمڈتا محسوس ہوا۔

''ہرمقس۔'' بالکل اچانک ہی قلوپطرہ نے اپنا نازک ہاتھ ہرمقس کی کلائی پر رکھ دیا۔ ایک لمحے کو تو ہرمقس کو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی دہکتا ہوا انگارہ اس کی کلائی سے آ لگا ہو۔ اسے اپنے پورے وجود میں ایک تپش سی جاگتی محسوس ہوئی۔

''میرا دل کہتا ہے تم ان سب سے بہت مختلف ہو..... سب سے الگ اور جدا..... کیا تم میرے ساتھ میری حکومت میں میرا ہاتھ بٹا سکتے ہو۔ میرا مطلب ہے کہ برابری کی بنیاد پر کیا تم میرے ساتھ میری حکومت میں شامل ہو سکتے ہو؟''

ہرمقس کے منہ سے ایک لفظ نہ نکلا۔ وہ حیران ہکا بکا قلوپطرہ کو تکے جا رہا تھا۔

''بولو ہرمقس۔'' کیا میں تم پر اعتبار کر سکتی ہوں۔''

قلوپطرہ کے مہین لبادے سے جھلکتا گداز جسم اور اٹھتی مسحور کن خوشبو ہرمقس کے دل و دماغ کو مدہوش کرتی جا رہی تھی۔ چالاک اور شاطر قلوپطرہ ہرمقس کی بدلتی کیفیات کو خوب اچھی طرح محسوس کر رہی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے سر کو اس کے مضبوط بازو پر ٹکا دیا۔

''مجھے ایسے ہی مضبوط بازوؤں کے سہارے کی ضرورت ہے۔'' قلوپطرہ نے انتہائی دھیمی مگر بے حد جذباتی آواز میں کہا، جسے صرف ہرمقس ہی سن سکا..... اور اس جملے نے اس کے رگ و پے میں ایک تھرتھراہٹ سی جگا دی۔

''اب بہت دیر ہو رہی ہے۔'' بالکل اچانک قلوپطرہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ''کل رات تم ستاروں کا مشاہدہ کرنے کے بعد میرے پاس آؤ گے تو ہم ان امور پر زیادہ کھل کر بات کریں گے۔ اس وقت تم میرے سوال کا جواب دینا۔''

ہرمقس بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ قلوپطرہ دروازے کی طرف بڑھی، پھر بالکل اچانک ہی وہ پلٹ کر ہرمقس کے مقابل آ ٹھہری اور جذباتی انداز میں گویا ہوئی۔ ''مجھے الوداع کہو۔''

اس بات نے ہرمقس کو بوکھلا دیا اور بِنا کچھ سوچے سمجھے ہرمقس نے اپنے لرزیدہ ہونٹوں سے الوداع کہا۔

قلوپطرہ کے رخصت ہونے کے بعد جب ہرمقس خواب و خیال کی دنیا سے عالم ہوش میں آیا تو اس نے دیکھا، اس کے سامنے شارمیان کھڑی ہے۔

اس کا چہرہ غصے سے تمتما رہا تھا۔ ہرمقس قلوپطرہ سے اتنی دیر تک گفتگو کے دوران شارمیان کی وہاں موجودگی کو بالکل فراموش کر بیٹھا تھا ورنہ ممکن

allurdupdfnovels.blogspot.com
تھا کہ وہ قلوپطرہ کے جاتے وقت اسے خاص انداز میں الوداع نہ کہتا۔
شار میان نے سلگتی عصیلی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

❀✪❀

ہر مقس کے لبوں پر اس کے جبیں ناز کا لمس، اس کے وجود میں ایک بے نام سی تھرتھراہٹ کی صورت میں موجود تھا۔ ہر مقس اپنی جگہ ساکت کھڑا تھا۔ ایک عجیب سی بے خودی نے اسے گھیر لیا تھا۔ اس بھری دنیا میں قلوپطرہ کی نگاہِ ناز نے اسے منتخب کر لیا تھا۔ یہ کیسی ناقابل یقین سچائی تھی۔ خواب کی سی کیفیت لیے اس حقیقت نے ہر مقس کو مبہوت کر دیا تھا۔ وہ یہ بات فراموش کر بیٹھا تھا اور بھلا اسے کیونکر یاد رہتا کہ اسی کمرے میں پردے کے پیچھے اسے دل کی گہرائیوں سے محبت کرنے والی نوخیز و دل آویز خادمہ شار میان بھی موجود ہے۔
شار میان نے اپنے کانوں سے قلوپطرہ کی سرگوشیاں سنی تھیں اور اپنی آنکھوں سے اس کی فریفتگی اور ہر مقس کی ریشہ خطمی ہونے والی کیفیت دیکھی تھی۔ ہر مقس کہ جس کی پرورش ہی انہی خطوط پر کی گئی تھی کہ وہ عورت کے سائے سے بھی دور رہے۔ شار میان جب اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتی تھی تو وہ اپنے انداز و اطوار سے اسے یہی باور کراتا تھا کہ وہ کسی عورت کی طلب اور محبت کے لیے نہیں بنا۔ وہ ایک اعلیٰ و ارفع مقصد کے لیے پیدا ہوا ہے۔ وہ اہلِ خیم کی آخری امید ہے۔ اسے اہلِ خیم کو یونانیوں کی دست برد اور قلوپطرہ کے قبضے سے آزاد کروانا ہے۔ اس کی تعلیم و تربیت کا خاصہ یہی تھا۔ ایمنت نے اشاروں کنایوں میں اور سیفا نے کھول کھول کر اسے عورت کے ناز و انداز اور چھل فریب سے بچ کے رہنے کی تاکید اور تلقین کی تھی۔
اور وہ اب تک دل مار کر اپنے بزرگوں کے بتائے ہوئے راستے پر چل رہا تھا۔ گو کہ قلوپطرہ کو دیکھتے ہی اسے اپنے دل کے تاروں میں ایک عجیب سا ارتعاش محسوس ہوا تھا۔ مگر اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔ مگر آج..... وہ قلوپطرہ کے تیر نظروں کا شکار ہو گیا۔
شار میان کو روزِ اوّل سے ہی جانے کیوں یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہر مقس قلوپطرہ کی دلکش شخصیت کے تانوں بانوں میں اُلجھ کر رہ گیا ہے۔
اور پھر یوں ہوا کہ خود قلوپطرہ بھی ہر مقس کی مردانہ وجاہت و رعنائی سے متاثر ہونے لگی۔ یہ سب کچھ شار میان کے لیے اذیت ناک اور پریشان کن تھا۔ مگر وہ اکثر ہر بات کو محض اپنا وہم قرار دے کر تسکین پانے کی کوشش کرتی تھی، مگر آج اس کا بے نام سا وہم اور شک حقیقت کا روپ دھار کے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ قلوپطرہ کی شیریں آواز، مترنم لہجہ اور لگاوٹ کی باتیں، ہر مقس کا بے خود ہونا..... یہ سب ان دونوں کی چاہت کا اظہار نہیں تھا تو اور کیا تھا؟
قلوپطرہ کے جانے کے بعد شار میان پردہ سرکا کر باہر نکلی۔ اس کا چہرہ دھواں دھواں اور آنکھیں بجھی ہوئی تھیں۔ دل میں غم و غصے کی آگ بھڑک رہی تھی۔ اس کا محبت سے بڑھا ہوا ہاتھ انتہائی بے رحمی سے جھٹکنے والا ہر مقس آج لحظہ بھر میں قلوپطرہ کی بارگاہِ حسن میں سجدہ ریز ہو گیا تھا۔
اپنی محبت میں تقسیم کوئی عورت برداشت نہیں کرتی، خواہ وہ ایک معمولی خادمہ ہی کیوں نہ ہو اور اس کے مقابل کوئی ملکہ ہی کیوں نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مقابلے کے لیے تن کر کھڑی ہو جاتی ہے اور غاصب عورت سے اپنی محبت بچانے کی سر توڑ کوشش کرتی ہے۔
سو اس وقت شار میان کی بھی کچھ یہی کیفیت تھی۔ ہر مقس اور قلوپطرہ کے ڈھکے چھپے راز و نیاز نے اس کے تن بدن میں نفرت اور انتقام کی آگ بھڑکا دی تھی۔ وہ دھیمے قدموں سے چلتی ہر مقس کے مقابل آ کھڑی ہوئی۔
''ہر مقس! اب اس سحر باہر نکل آؤ، وہ حسین ساحرہ جا چکی ہے۔'' شار میان کے طنز میں ڈوبے ان جملوں نے ہر مقس کو چونکا دیا۔
وہ ایک دم سے سیدھا ہوتا ہوا شار میان کی طرف متوجہ ہوا۔ ''اوہ شار میان! میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم بھی اسی کمرے میں موجود ہو۔''
''آپ تو شاید خود کو بھی بھول گئے ہیں۔'' شار میان نے کٹیلے لہجے میں کہتے ہوئے ہر مقس کی طرف دیکھا۔ مگر ہر مقس اس سے نظریں چرا گیا۔ وہ قلوپطرہ کی موجودگی میں اور پھر اس کے جانے کے بعد خود پر طاری خود فراموشی کی سی کیفیت پر اب دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کر رہا تھا۔
''میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آپ یوں پہلے حملے میں ہی پسپا ہو سکتے ہیں۔ اپنے مقام سے اس طرح گر بھی سکتے ہیں۔'' شار میان کے لہجے کی تلخی ہر مقس کو اپنے اندر اترتی محسوس ہوئی۔
وہ قدرے حیرت سے بولا۔ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے شار میان..... اس گفتگو سے تمہارا کیا مطلب ہے؟''
''میرا مطلب بڑا واضح اور صاف ہے۔'' شار میان کے لہجے کی تلخی بڑھ گئی۔ ''میری سوال کرتی نظروں کو حقارت سے ٹھکرانے والا ہر مقس قلوپطرہ کے دامِ فریب میں کس آسانی سے پھنستا جا رہا ہے۔ آپ اس عورت کے ساتھ محبت کی پینگیں بڑھا رہے ہیں، جسے آپ کو آنے والی رات میں قتل کرنا ہے..... پر آج میں اپنی آنکھوں سے آپ کو اس کی اداؤں سے قتل ہوتے دیکھ رہی تھی..... میں پوچھنا چاہتی ہوں کہ آپ سے قلوپطرہ

allurdupdfnovels.blogspot.com
نے سرگوشیوں میں آخر ایسا کیا کہہ دیا، جو آپ اپنی برسوں کی ریاضت، تربیت اور تپسیا بھلا کر اس کے وجود میں کھو گئے۔"
شار میان کے تند و تیز لہجے نے ہرمقس کے اندر بھی غصہ جگا دیا۔
"اے بدبخت لڑکی، تو مجھ سے اس لہجے میں بات کرنے کی جرأت کس طرح کر سکتی ہے۔ کیا تو نہیں جانتی میں کون ہوں؟"
"جانتی ہوں، اسی لیے آپ کو احساس دلانا چاہتی ہوں کہ آپ اپنی راہ سے بھٹک رہے ہیں۔ آپ قلوپطرہ کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ اس کی محبت میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ یہ سب خطرناک ہے۔ یہ سب کچھ آپ کو آپ کے مقصد سے دور کر دے گا۔"
"اپنی زبان کو لگام دے شار میان۔" ہرمقس نے غضب ناک لہجے میں کہا۔ "تجھے یہ سب کہنے کا بھلا کس نے حق دیا ہے۔ تیرا مجھ سے آخر رشتہ کیا ہے؟"
شار میان نے دھندلائی ہوئی آنکھوں سے ہرمقس کی طرف دیکھا۔
"اگر تم جان کر بھی انجان بننا چاہتے ہو تو سنو۔ میں پوچھتی ہوں کہ کیا تم اب تک میری اس محبت سے ناواقف ہو، جو تمہیں دیکھتے ہی میرے دل میں بیدار ہو گئی تھی۔ میں تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں اور اپنی تمام زندگی تمہارے سائے میں گزارنا چاہتی ہوں۔ تمہیں بہرحال میرا ہاتھ تھامنا ہوگا۔ اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو تمہارا یہ قدم ہم دونوں کی تباہی اور بربادی کا باعث ہوگا۔ اگر تم مجھے اپنے دل میں بسا کر اپنے ساتھ تختِ مصر پر بٹھاؤ گے تو تمہاری ترقی اور بلندی کے لیے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کر دوں گی اور اگر تم میری محبت کو ٹھکرا دو گے تو پھر تم محتاط رہنا کہ کہیں میں تمہارے زوال کا سبب نہ بن جاؤں۔ میں نے بے حجاب ہو کر اپنے دل کی بات کہہ دی ہے۔ اب آگے کا دارومدار تمہارے جواب پر ہے۔"
"میرا جواب تو جانتی ہے۔" ہرمقس نے ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔ "سن شار میان میرا تیرے ساتھ اس سے زیادہ کوئی تعلق نہیں جتنا کہ میرے فرائض انجام دینے کے لیے ضروری ہے۔" یکا یک ہرمقس کے لہجے میں غضب اور تندی آ گئی۔ "تیرے طرزِ عمل نے میرے دل میں یہ شبہ پیدا کر دیا ہے کہ اب تو میری خیر خواہ ہے بھی کہ نہیں۔ مگر یاد رکھ اگر تو نے میرے نصب العین کو خطرے میں ڈالنے کی کوشش کی تو اس کا نتیجہ تیرے حق میں اچھا نہ ہوگا۔"
شار میان، ہرمقس کے غضب ناک لہجے سے سہم گئی اور پیچھے ہٹ کر دیوار سے جا لگی۔ وہ اس وقت اپنے غول سے بچھڑ جانے والی ہراساں غزال لگ رہی تھی۔ چند لمحوں قبل والی غیظ و غضب میں بھری، نفرت اور انتقام کی آگ میں سلگتی شار میان ہرمقس کے غصے کی ایک جھلک دیکھتے ہی جانے کہاں گم ہو گئی تھی۔ اس وقت ایک سہمی ہوئی خوفزدہ اور لرزیدہ شار میان دیوار سے لگی کھڑی تھی۔ اس کی پلکوں پر ستارے چمک رہے تھے۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا اور اس کے وجود کی ہلکی سی لرزیدہ کیفیت اس بات کی غماز تھی کہ وہ بے آواز رو رہی ہے۔
کئی لمحے اسی کیفیت میں گزر گئے۔ پھر شار میان کے وجود کی لرزش تھم گئی۔ اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹا لیے اور ہاتھوں کی پشت سے رخساروں پہ بہتے آنسو پونچھ ڈالے۔ اب وہ بے حد پرسکون دکھائی دے رہی تھی۔
"میرے آقا ہرمقس!" وہ بولی تو اس کی آواز سے بھی اعتماد اور متانت کا اظہار ہو رہا تھا۔ "میں اپنی اس شوریدہ سری اور حماقت کے لیے آپ سے معافی کی خواستگار ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ میں پہلے کی طرح ہی آپ کی خدمت گزار اور وطن کی خیر خواہ ہوں۔"
یہ کہہ کر شار میان باوقار انداز میں چلتی کمرے سے باہر نکل گئی۔

❀✪❀

وہ رات ہرمقس نے بڑی بے چینی میں کاٹی۔ وہ آنکھیں بند کرتا تو کبھی قلوپطرہ کا مہربان مسکراتا چہرہ دکھائی دیتا تو کبھی شار میان کی غیظ و غضب سے بھری شعلہ فشاں آنکھیں نظر آتیں، کبھی قلوپطرہ کی مترنم سرگوشیاں سنائی دیتیں تو کبھی شار میان کا تیر سا لہجہ کانوں کو برماتا محسوس ہوتا۔
صبح ہوتے ہی وہ اپنے ماموں سیفا سے ملنے چلا گیا۔ آج کی رات بہت اہم تھی۔ اسی سلسلے میں اسے سیفا سے کچھ گفت و شنید کرنی تھی۔ سیفا سے مل کر اس کے دل کو خاصی تسلی ہوئی تھی اور وہ قدرے مطمئن اور پرعزم ہو کر واپسی کے لیے روانہ ہوا۔ کوچہ و بازار لوگوں سے بھرے ہوئے تھے۔ لوگ اسے دیکھ کر مؤدبانہ انداز میں راستہ دے دیتے تھے کیونکہ وہ ملکہ قلوپطرہ کا نجومی تھا اور عوام میں وہ خاصا مشہور ہو گیا تھا۔
اپنی رہائش گاہ پہنچتے ہی پھر وہی مضطرب سی کیفیت اس پر طاری ہو گئی۔ جوں جوں وقت گزرتا رہا تھا، اس کے اضطراب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ وقت گزرنے کی غرض سے اس نے وہ نقشے نکال لیے، جن کی مدد سے قلوپطرہ کو تاروں کی چال کے بارے میں تفصیلات بتانی تھیں۔ وہ قلوپطرہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کے سینے میں خنجر گھونپنے کی ہمت خود میں نہیں پاتا تھا۔ چنانچہ سیفا نے اس منصوبے میں یہ تبدیلی کر دی کہ وہ جب وہ قلوپطرہ کے سامنے تاروں کی رفتار والا نقشہ پھیلائے گا اور قلوپطرہ جھک کر نقشہ دیکھنے لگے گی، تب وہ اس کی پشت میں خنجر اتار دے

allurdupdfnovels.blogspot.com

گا۔ مقصد قلوپطرہ کا قتل تھا، خواہ سینے میں خنجر گھونپ کر کیا جائے یا پشت میں خنجر اتار کر.....

سہ پہر اتر آئی تھی، مگر اب تک شار میان اس کے پاس نہیں آئی تھی۔ ہرمقس کی بے چینی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ سو اس نے کمرے سے باہر نکل کر ڈوٹس کو تلاش کرنے کی کوشش کی۔

ڈوٹس بھی سیفا کا پروردہ اور وفادار تھا اور اسے بھی شار میان کے ساتھ ہی اس قصر میں بھیجا گیا تھا۔ وہ تمام حالات اور منصوبے سے واقف تھا۔ وہ اکثر شار میان اور ہرمقس کے مابین پیغام رسانی کا کام بھی کرتا تھا اور زیادہ تر ہرمقس کے آس پاس ہی منڈلاتا رہتا تھا۔

جونہی ہرمقس کمرے سے باہر نکلا، ذرا فاصلے پر موجود اونچے لمبے اور لحیم شحیم ڈوٹس کی عقابی نظروں نے ہرمقس کو دیکھ لیا۔ سو وہ تیزی سے ہرمقس کے قریب چلا آیا۔

''کیا آپ اس خادم کو تلاش کر رہے تھے؟'' ڈوٹس نے قدرے جھکتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں سوال کیا۔

''ہاں ڈوٹس! ذرا شار میان کے پاس جا کر اسے میرا پیغام دو۔'' ہرمقس نے دھیمی آواز میں مدعا بیان کیا۔ ''میں اس کا منتظر ہوں۔''

''جو حکم میرے آقا۔'' ڈوٹس نے قدرے جھک کر جواب دیا اور تیزی سے واپسی کے لیے پلٹ گیا۔

شار میان کے ذکر سے ہی ڈوٹس کی آنکھوں کی چمک میں اضافہ ہو گیا تھا۔ وہ روزِ اول سے ہی شار میان کے حسن پلاخیز کا دیوانہ تھا اور اس کی ایک نگاہِ التفات کے لیے ترستا رہتا تھا۔ شار میان اس کی دلی کیفیت سے واقف تھی، مگر وہ اسے کس طرح خاطر میں لا سکتی تھی، اس کی نگاہیں تو ہرمقس پر لگی تھیں۔

ڈوٹس کے جانے کے بعد ہرمقس دوبارہ اپنی نشست گاہ میں چلا آیا۔ سورج اپنی مخصوص رفتار میں مغرب کی اور بڑھتا جا رہا تھا اور کائنات پر سرمئی شام کے سائے بکھرتے جا رہے تھے۔ گزرتے وقت کی آہٹیں ہرمقس کے دل کی دھڑکنوں میں اضافہ کر رہی تھیں۔ اسے رات کا انتظار تھا اور رات کے تصور سے وہ خائف بھی تھا۔ آج کی رات بے حد اہم تھی۔ مصری تخت و تاج کا خواب دیکھنے والے عظیم کاہن ایمنت کے بیٹے اور قابل فخر استاد سیفا کے بھانجے اور شاگرد ہرمقس کی عظمت و ریاضت کی یہ آخری رات تھی۔

آج رات اسے قلوپطرہ کو قتل کر کے اپنے لیے تخت و تاج اور مصریوں کے لیے آزادی اور نجات حاصل کرنی تھی۔ وہ لمبا دودھاری زہر میں بجھا آب دار خنجر جس سے اسے قلوپطرہ کو قتل کرنا تھا، چمڑے کے ایک خول میں لپٹا اس کے سامنے رکھا تھا اور وہ شار میان کے آنے کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا، اس شار میان کا، کل رات جس کا اس نے پیار بھرا دل توڑ دیا تھا اور اس کی پُرخلوص اور سچی محبت ٹھکرا کر قلوپطرہ کی حرص و ہوس میں لپٹی عیاری قبول کر لی تھی۔ شاید وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ عورت کے مضبوط ارادے اور بے لوث محبت اگر کسی مرد کو عرش جیسا عروج دلا سکتی ہے تو اس کی نفرت اور انتقامی جذبہ مرد کو قعرِ مذلت میں بھی دھکیل سکتا ہے۔

شام کے سرمئی سایے رات کی تاریکی میں مدغم ہوتے جا رہے تھے، پر شار میان اب تک نہ آئی تھی۔ ڈوٹس بھی واپس نہیں پلٹا تھا۔ ہرمقس کی بے کلی بڑھتی جا رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے اپنے علم و فضیلت کی بنا پر آنے والے وقت میں جھانکنے کی کوشش کی، مگر اسے کچھ بھی نظر نہیں آیا۔ ہر سمت گھور تاریکی تھی۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

شار میان اس کے سامنے کھڑی تھی۔ ہرمقس اسے دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ ایک ہی دن میں اس کی ہیئت تبدیل ہو گئی تھی۔ اس کا شاداب چہرہ پژمردہ لگ رہا تھا اور آنکھوں سے اداسی اور مایوسی جھانک رہی تھی۔ وہ شوخی، دلکشی اور الھڑ پن، جو اس کی نوعمری کا خاصہ تھا، جانے کہاں گم ہو چکا تھا۔ اس وقت وہ ایک ادھیڑ عمر کی سنجیدہ اور رنجیدہ عورت لگ رہی تھی۔

''کیا بات ہے شار میان۔'' نا چاہتے ہوئے بھی ہرمقس پوچھ بیٹھا۔ ''آج تم کچھ مضمحل نظر آ رہی ہو؟''

''مجھے حیرت ہے کہ آپ نے یہ بات محسوس کی۔'' شار میان کے لہجے میں ہلکے طنز کی آمیزش تھی۔ چند لمحوں تک وہ نگاہیں جھکائے کچھ سوچتی رہی، پھر اس نے نگاہیں اٹھا کر ہرمقس کو دیکھا۔ اس لمحے اس کی بجھی ہوئی مایوس آنکھوں میں امید کی بے نام سی رمق دکھائی دے رہی تھی۔

''کل رات میں نے آپ کے سامنے اپنے ایک خواب کا اظہار کیا تھا۔'' اس کی آواز میں امید ہلکورے لے رہی تھی۔ ''آگے قدم اٹھانے سے پہلے میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں، میرا خواب کیا محض ایک خواب ہی ہے یا آپ کے پاس اس کی کوئی تعبیر بھی ہے؟''

ہرمقس کے نرم لہجے نے ایک بار پھر شار میان کی امید بندھا دی تھی اور اس نے ڈھکے چھپے انداز میں ایک بار پھر اپنی محبت کا خواب مانگا تھا۔ مگر شاید وہ بھول گئی تھی کہ ہرمقس کی آنکھوں نے بھی ایک خواب بُن لیا تھا۔ اس خواب کے تانے بانے اس حسین عورت کے ریشمی وجود کے دھاگوں سے جڑے تھے، جسے آج رات، کچھ دیر بعد ہرمقس کو خود اپنے خنجر سے تار تار کرنا تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

''شارمیان، یہ دنیا اور اس کی ہر چیز ایک واہمہ ہے، ایک خواب ہے۔'' ہرمقس نے سنجیدہ لہجے اور دھیمی آواز میں بولنا شروع کیا۔ ''کل رات میری کسی بات سے تمہیں تکلیف پہنچی ہو، تو اس کا مجھے افسوس ہے۔ جہاں تک تمہارے خواب کا تعلق ہے تو تمہارا خواب کیا، میں اپنے خواب کو بھی شرمندۂ تعبیر کرنے سے قاصر ہوں۔ میرا تمہارا ایسا کوئی رشتہ یا تعلق نہیں بن سکتا۔ تم میرے لیے ایک خادمہ اور ایک مددگار کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہو۔''

شارمیان خالی خالی نظروں سے لحظہ بھر ہرمقس کو تکتی رہی۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں نہ امید تھی نہ مایوسی..... ایک عجیب سا خالی پن تھا، جیسے سب کچھ ختم ہو چکا ہو..... پھر وہ بے ساختہ مسکرا دی تھی۔ اس کی مسکراہٹ میں کڑکتی بجلی کی سی کیفیت تھی۔ ہرمقس لرز اٹھا۔

''شارمیان! مجھے تم پر شبہ ہونے لگا ہے۔''

شارمیان نے سنبھل کر جواب دیا۔ ''میرے آقا ہرمقس اطمینان رکھیے، میں قابل اعتبار اور وفادار ہوں۔ آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیے، قلوپطرہ آپ کی راہ تک رہی ہوگی، میری گزارش ہے کہ آپ اپنے خواب کے بجائے اپنے پرکھوں کے خواب کو اہمیت اور فوقیت دیں۔ دل ہمیشہ ہی انسان کو ذلت و رسوائی کے گڑھوں میں گراتا ہے جبکہ دماغ بلندی کی منزلوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے..... اب فیصلہ آپ کو کرنا ہے۔''

ہرمقس ایک نقطے پر نگاہ جمائے چند لمحوں تک شارمیان کی باتوں پر غور کرتا رہا۔ پھر اس نے جھک کر سامنے پڑا خنجر اٹھایا اور اپنے لبادے میں چھپاتا ہوا شارمیان کے پیچھے چل دیا۔

''کیا سب ٹھیک ہے..... کسی قسم کی کوئی کمی تو باقی نہیں رہ گئی؟'' چلتے چلتے ہرمقس نے سرگوشی میں شارمیان سے سوال کیا۔

جانے کیوں اسے لگ رہا تھا کہ کہیں کچھ گڑبڑ ہے..... کوئی کمی..... کوئی نقص..... باقی ہے..... جو اس کے سارے منصوبے کو ملیامیٹ کر دینے والا ہے۔ اس کے خوابوں کو چکنا چور کرنے والا ہے۔

''سب کچھ منصوبے کے مطابق ہے۔'' شارمیان نے خواب کی سی کیفیت میں جواب دیا۔ ''خواب گاہ میں صرف قلوپطرہ ہے۔ خواب گاہ سے دو سو گز کے فاصلے تک کوئی خادم و خادمہ موجود نہ ہوگی، دروازے کے قریب صرف ڈوٹس ہوگا یا شاید وہ بھی نہیں۔ کام ختم کر کے آپ مشرقی پھاٹک پر جائیں گے، پھاٹک پر صرف ایک دربان ہوگا، اسے خرید لیا گیا ہے، وہ کوئی مزاحمت نہیں کرے گا، مزاحمت کرے تو آپ اسے ختم کر سکتے ہیں۔ پھاٹک کے باہر آپ کے ماموں سیفا پانچ سو آدمیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ آپ کے پھاٹک کے کھولتے ہی وہ سب اندر آ جائیں گے اور نہایت آسانی سے قصر پر قبضہ کر لیں گے۔''

''ہاں مگر۔'' ہرمقس کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔ اس نے دائیں ہاتھ میں تھامے ستاروں کی چال کا نقشہ بائیں ہاتھ میں منتقل کر کے دائیں ہاتھ سے اس نے پیشانی پر پھوٹ آنے والے پسینے کو پونچھا۔

''اب دیوتاؤں کے واسطے یہ نہ پوچھیے گا کہ آپ کو کیا کرنا ہے۔'' شارمیان نے تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے قدرے بے بسی سے کہا۔ ''آپ کا کام وہی ہے، جو آپ پہلے سے جانتے ہیں، بس یہ تبدیلی کی گئی ہے کہ خنجر سینے کے بجائے پشت میں اتارنا ہے..... جب قلوپطرہ نقشہ دیکھنے کے لیے جھکے گی تو آپ نہایت آسانی کے ساتھ اس کی پشت میں خنجر اتار سکتے ہیں، آپ کا کام بس یہیں تک ہے، اس کے بعد دوسرے لوگوں کا کام شروع ہو جائے گا۔''

سیڑھیوں سے اتر کر وہ دونوں طویل راہداریوں سے گزرتے آخرکار قلوپطرہ کی خواب گاہ کے سامنے والے سنگ سفید کے دلان میں آ پہنچے، جس کی چھت سنگ سیاہ کے ستونوں پر ٹکی ہوئی تھی۔ اس سے آگے قلوپطرہ کی وہ خواب گاہ تھی، جس میں ہرمقس نے اسے پہلے دن سوتے ہوئے دیکھا تھا۔

''آپ یہاں تھوڑی دیر انتظار کیجیے تاکہ میں قلوپطرہ کو آپ کے آنے کی اطلاع دے دوں۔'' شارمیان نے خواب گاہ کی طرف بڑھتے ہوئے اس سے کہا۔

ہرمقس نے احتیاطاً پوچھا۔ ''اگر کوئی ادھر آ جائے اور مجھ سے سوال کرے تو میں کیا کہوں؟''

''ادھر کوئی نہیں آئے گا میرے آقا۔'' شارمیان نے گہرے لہجے میں جواب دیا۔ ''شاہی محل کے ہر شخص کو آپ کی حیثیت اور مقام کا ادراک ہے۔'' یہ کہہ کر شارمیان تیزی سے چلتی قلوپطرہ کے کمرے میں داخل ہو گئی۔

ہر سمت شب دیجور کی سی تاریکی تھی۔ گھٹا ٹوپ اندھیرا تھا۔ اسی طرح تقریباً آدھا گھنٹہ بیت گیا تھا۔ آخر شارمیان خواب گاہ کے دیدہ زیب دروازے سے باہر نکلی اور لڑکھڑاتے قدموں سے ہرمقس کی طرف بڑھی۔

''آقا آپ اندر چلیے۔'' اس کی آواز میں عجب سی اجنبیت تھی۔ ''قلوپطرہ آپ کا انتظار کر رہی ہے۔''

پھر وہ ہرمقس کے بالکل قریب چلی آئی، حتیٰ کہ ہرمقس کو اس کی گرم سانسیں اپنے چہرے پر محسوس ہونے لگیں۔ ''آپ کو بہرحال اپنا کام کرنا ہے۔ بے خوف و خطر ہو جائیے..... یہاں سے مشرقی بڑے دروازے تک کوئی پہریدار، کوئی سپاہی، کوئی دربار نہیں ہے۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''شارمیان! یہ ناگوار کام سرانجام دینے کے بعد میں تم سے کہاں ملوں؟'' ہرمقس نے بیزاری سے شارمیان کو خود سے دور ہٹاتے ہوئے سوال کیا۔

''آپ جب اس دروازے سے باہر نکلیں گے تو مجھے یہیں اپنا منتظر پائیں گے۔'' شارمیان نے جواب دیا۔ ''پھر ہم بڑے دروازے کی طرف چلیں گے۔ آقا آپ اپنا دل مضبوط رکھیے گا۔ کامیابی محض چند لمحوں کے فاصلے پر ہے..... الوداع۔''

ہرمقس قلوپطرہ کی خواب گاہ کی طرف بڑھا۔ پر دروازے پر رُک کر اس نے دفعتاً پلٹ کر شارمیان کی طرف دیکھا۔ شارمیان کے سپاٹ چہرے پر ایسا تاثر تھا کہ جیسے وہ کسی موت کے منہ میں جانے والے کو آخری بار دیکھ رہی ہو یا کوئی بے حد محبت کرنے والی ہستی، اپنے کسی بہت ہی پیارے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت کر رہی ہو۔

ہرمقس نے ہاتھ بڑھا کر دروازے پر آویزاں پردہ سرکایا اور کمرے میں داخل ہو گیا۔

سامنے اپنے خصوصی کاؤچ پر قلوپطرہ اپنی تمام تر رعنائیوں اور تجلیوں کے ساتھ جلوہ افروز تھی۔ کاؤچ کے سرہانے کی جانب چاندی کی ایک چھوٹی تپائی پر سونے کی صراحی میں شراب سرخ اور بلور کے دیدہ زیب پیمانے موجود تھے۔

''شکر ہے تم آئے تو۔'' اس پر نظر پڑتے ہی قلوپطرہ نے تڑپتے لہجے میں کہا۔ ''مجھے تو یوں لگ رہا تھا کہ تم سے ملے صدیوں گزر گئی ہیں..... آؤ بیٹھو۔''

اس نے سامنے پڑی کرسی کی طرف اشارہ کیا اور ہرمقس دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کے لبادے میں زہر آلود خنجر پوشیدہ تھا جبکہ ہاتھ میں ستاروں کا نقشہ۔

''اے شاہی منجم!'' قلوپطرہ نے نقشے کی طرف دیکھتے ہوئے ناز بھرے انداز میں کہا۔ ''بتاؤ تو آج تمہارے ستارے کیا کہہ رہے ہیں؟''

ہرمقس نے جلدی سے جواب دیا۔ ''اے ملکہ عالم! میں نے بڑی توجہ اور محنت سے ستاروں کے نقشے تیار کیے ہیں۔'' یہ کہہ کر ہرمقس نے نقشہ کھول کر سیدھا کرتے ہوئے مزید کہا۔ ''میں ابھی سامنے کی جانب ان نقشوں کو پھیلا کر آپ کو ہر ستارے کی چال کے بارے میں تفصیل سے بتاتا ہوں۔''

اتنا کہہ کر ہرمقس نے کرسی سے اٹھنا چاہا، مگر قلوپطرہ نے دلنشیں انداز میں مسکراتے ہوئے قدرے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''ہرمقس! نہیں تمہیں اس کرسی سے اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' پھر وہ اٹھ کر اس کی طرف جھکتے ہوئے بولی۔ ''آج تم مجھے ہمیشہ سے زیادہ اچھے لگ رہے ہو، اس لیے میں نہیں چاہتی کہ تم ایک لمحے کے لیے بھی میری نظروں سے اوجھل ہو۔ ان نقشوں کو دیوار کے ساتھ رکھ دو۔ میں انہیں بعد میں دیکھ لوں گی۔ اس وقت تم میری آنکھوں میں دیکھ کر بتاؤ کہ ستارے کیا کہہ رہے ہیں..... اور آج کی رات کیسی ہے؟''

قلوپطرہ کی جذبات میں ڈوبی نرم اور مترنم آواز ہرمقس کو اپنی دھڑکنوں میں جذب ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

''آج ستارے بہت سعد ہیں۔'' ہرمقس نے بے خود لہجے میں جواب دیا۔ ''ملکہ کو آج کی رات مبارک ہو۔''

''اوہ ہرمقس! تم نے مجھے خوش کر دیا ہے۔'' قلوپطرہ نے مسرور لہجے میں کہا اور تپائی کی جانب جھک کر ایک پیمانے میں مے بھرنے لگی۔ پھر پیمانہ ہاتھ میں تھامے وہ ہرمقس کی طرف مڑی۔

''یہ جام صحت تمہارے لیے ہے۔'' وہ ہرمقس کو خمار آلود نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولی۔ ''میرے قریب اس کاؤچ پر چلے آؤ تاکہ میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں یہ جام پلا سکوں۔''

ہرمقس خواب کی سی کیفیت میں کرسی سے اٹھ کر قلوپطرہ کے پہلو میں آ بیٹھا اور قلوپطرہ نے ہاتھ میں تھاما جام اس کے ہونٹوں سے لگا دیا۔

ہرمقس کو محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ صدیوں سے پیاسا ہو، اس کے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے، سو وہ ایک ہی سانس میں پورا جام چڑھا گیا۔

جام کے حلق سے اترتے ہی اس پر ایک عجیب سی بے خودی اور خود فراموشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ قلوپطرہ نے اس کے ہاتھ سے خالی جام لے کر تپائی پر پٹخا اور اس کے کچھ اور قریب کھسک آئی۔ اس کی گرم اور معطر سانسیں ہرمقس کو اپنی گردن پر رینگتی محسوس ہو رہی تھیں۔

قلوپطرہ کے گداز اور پرکشش جسم سے اٹھتی خوشبو ہرمقس کو دیوانہ بنا رہی تھی۔ اس نے خود کو بہت سنبھالنے کی کوشش کی، مگر دماغ سُن ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ سو اس نے اپنے لباس میں چھپایا ہوا خنجر نکال کر قلوپطرہ کے سامنے پیش کر دیا۔

قلوپطرہ اس خنجر کی موجودگی سے پہلے ہی واقف تھی، سو وہ چند لمحوں تک اُسے فاتحانہ نظروں سے تکتی رہی۔ پھر اس نے خنجر اٹھا کر کمرے کے آخری سرے کی طرف پھینک دیا اور بے حد محبت بھرے انداز میں اپنی بانہیں پھیلا کر وہ ہرمقس کی طرف بڑھی..... اور اس لمحے ہرمقس نے اپنی عبادت و ریاضت، قومی حمیت و غیرت یہاں تک کہ خیم کے قدیم خاندان کے اس شاہی خانوادے کی جانیں بھی قلوپطرہ کی قربت حاصل کرنے کے لیے فروخت کر دیں اور قلوپطرہ کی کھلی ہوئی بانہوں میں سما گیا۔

شارمیان نے قتل کے اس راز کو ڈوٹس کے ذریعے قلوپطرہ پر آشکار کیا تھا۔ ڈوٹس اس سازش کے ہر راز سے واقف تھا۔ شارمیان نے اک نظر

allurdupdfnovels.blogspot.com
التفات کے ساتھ اسے لمحہ بھر میں اس بات پر آمادہ کرلیا کہ وہ شارمیان کا نام لیے بغیر پورا منصوبہ قلوپطرہ کے گوش گزار کردے۔
ڈوٹس کی زبانی ساری کہانی سن کر ایک لمحے کو قلوپطرہ کو اپنی اتالیق طوطیا کلیدس بے پناہ یاد آئی تھی جو آج کل شمالی پہاڑوں کی تاریک گپھاؤں میں تپسیا کے لیے گئی ہوئی تھی، مگر اس نے قلوپطرہ کے پیدا ہوتے ہی، اس دشمنِ جان کی نشاندہی کردی تھی۔ اس کے باپ بطلیموس نے اپنے تئیں تخت وتاج کے اس نام نہاد دعویدار کا خاتمہ کروادیا تھا، مگر آج تہ چلا کہ شاہ کے سپاہی، ہرمقس کی جگہ اس کی انّا کے نواسے کو قتل کرآئے تھے۔ ہرمقس تو اس کے سامنے موجود تھا۔ اس کے قتل کی سازش اور تخت وتاج پر قبضہ کرنے کے خواب کے ساتھ.....
قلوپطرہ نے یونانی خادم ڈوٹس کی ساری باتیں بے حد توجہ اور غور سے سنی تھیں۔ شبہ کی کوئی گنجائش نہ تھی، اس نے اس کی ہر بات کو من وعن سچ تسلیم کرلیا تھا۔ اس سارے فسانے میں شارمیان کا کہیں ذکر نہ تھا، البتہ ایمنت اور سیفا کے نام بہت اہم اور نمایاں تھے۔
ڈوٹس توقع کررہا تھا کہ اتنی بڑی سازش سے پردہ اُٹھانے پر ملکہ اسے انعام واکرام سے نوازے گی، مگر قلوپطرہ کے سوچنے کا اپنا ہی انداز تھا۔ وہ بے پناہ حسین وجمیل ہونے کے ساتھ بے انتہا ذہین اور شاطر بھی واقع ہوئی تھی۔ اس راز کے معلوم ہوتے ہی قلوپطرہ نے فوراً ڈوٹس کو قتل کروادیا۔
اور اُسی رات قصر کے مشرقی دروازے پر موجود ہرمقس کے ماموں سیفا کو گرفتار کرکے قصر کے تہہ خانوں میں واقع اندھے کنویں میں ڈال دیا گیا۔ ابوطیس میں موجود ہرمقس کے باپ ایمنت کو اس کے 32 معتبر ساتھیوں سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اب قدیم مصری فرعون خاندان کے افراد میں سے سوائے ہرمقس کے کوئی موجود نہ تھا۔
پر قلوپطرہ کو ہرمقس کی طرف سے کوئی خوف وخطرہ نہ تھا کیونکہ وہ اس کی زلفِ گرہ گیر کا اس طرح اسیر تھا کہ دم بھی نہ مار سکتا تھا۔ وہ ایک پالتو کتے کی طرح قلوپطرہ کے اشاروں پر ناچنا اپنی خوش بختی تصور کرتا تھا۔ البتہ اس واقعہ کے بعد اس نے اپنے پہریداروں پر نظرِ ثانی کی اور حفاظت کے زبردست انتظامات کیے۔ محل کے چاروں داخلی بڑے دروازوں پر بے حد معتبر دربان تعینات کیے اور محل کے خدّام میں جاسوسوں کی ایک ٹولی شامل کردی تاکہ اس طرح کی آئندہ کوئی سازش تیار کی جائے تو جاسوس اس کی بو سونگھ لیں۔
شارمیان اب بھی قلوپطرہ کی معتبر ترین خادمہ اور رازدار سہیلی تھی۔
شارمیان اور ہرمقس کا اب بھی اکثر آمنا سامنا ہوتا تھا۔ اسے ہرمقس کی قوم سے غداری اور سینکڑوں سال کی مصر کی آزادی کی کوششوں پر پانی پھیرنے کا سخت ملال تھا۔ وہ بظاہر اس سے عزت سے پیش آتی تھی مگر اب اس کے دل میں ہرمقس کے لیے ذرہ بھر بھی عزت ومحبت نہ تھی۔ ایک عورت کے قرب کی خاطر اس نے اپنے باپ اور ماموں اور سینکڑوں لوگوں کو خاک میں ملادیا تھا اور مصر کی آزادی کا خواب ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چکنا چُور کردیا تھا۔ وہ یقیناً قابلِ نفرت اور قابلِ تحقیر تھا۔ ہرمقس خود بھی اپنے عمل پر شرمندہ تھا۔ وہ شارمیان سے دور دور ہی رہتا تھا، جب کبھی سامنا ہوتا تو وہ اس سے نظریں ملانے کی جرأت نہ کرپاتا تھا۔

❀✪❀

طویل قامت خوبرو وجیہ جنرل اور روم کا برسرِ اقتدار بے تاج حکمران مارک انطونی اپنے خصوصی بحری جہاز کے عرشے پر کھڑا اپنے خصوصی بحری بیڑے کا سالانہ معائنہ کررہا تھا۔ کرنوں اور سطحِ آب کے اتصال اور انعکاس سے پیدا ہونے والے چکاچوند اور ہواؤں کی تمازت بھری ٹھنڈک سے بے نیاز وہ نہایت توجہ اور سنجیدگی سے اپنے بیڑے میں شامل ایک ایک جہاز کو جانچ رہا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے کچھ معتمد وزیر امیر اور اس کا قریبی مشیر اور رازدار دوست ڈیلیس بھی تھا۔
سلیقہ کے میدان جنگ میں جنرل کیٹس کی فوجوں کو، کہ جن کو قلوپطرہ کی بحری اور برّی فوج کی مدد بھی حاصل تھی، شکستِ فاش دینے کے بعد انطونی کے اعتماد میں اضافہ ہوا تھا اور جنگ کے ختم ہوتے ہی اس نے فوجوں اور بحری بیڑے کی تشکیلِ نو کا اہتمام کیا تھا اور اب وہ اعلیٰ درجے کے اسلحے سے لیس ایک طاقتور فوج اور زبردست بحری بیڑے کا مالک بن چکا تھا۔ وہ اپنی سلطنت کی سرحدوں میں توسیع کرنا اور دشمنوں کے دانت کھٹے کرنا چاہتا تھا۔
انطونی کے پُرآسائش بحری جہاز کے طعام گاہ میں پُرتکلف ظہرانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ بیڑے کے معائنے کے بعد اس نے اپنے وزراء، امراء اور فوجی سرداروں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا۔ پھر دیگر لوگوں کے رخصت ہونے کے بعد وہ اپنے قریبی دوست ڈیلیس کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آگیا۔ آج وہ بے حد مطمئن اور خوش دکھائی دے رہا تھا۔
”جانتے ہو ڈیلیس، آج میرا ایک دیرینہ خواب پورا ہوا ہے۔“ اس نے ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے ڈیلیس کو مخاطب کرکے کہا۔ ”ایک زبردست فوج اور طاقتور بحری بیڑے کا خواب..... آج اس پورے خطے میں مجھ سے زیادہ طاقتور کوئی حکمران نہیں ہے۔“

allurdupdfnovels.blogspot.com

''آپ آکٹوین کی بہن ایروس کا رشتہ قبول کر کے اپنی طاقت اور سلطنت کی وسعت میں اور اضافہ کر سکتے ہیں۔'' کئی دنوں سے وہ یہ بات انطونی کے گوش گزار کرنا چاہ رہا تھا۔ آج اس کا خوشگوار موڈ اور مناسب موقع دیکھ کر آخر کار اس نے وہ بات کہہ ڈالی۔

''نہیں ابھی نہیں۔'' انطونی نے جہاز کے بیضوی دریچے سے اس پار سطح آب پر متحرک اپنے بیڑے کے جہازوں کی طرف دیکھتے ہوئے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔ ''ابھی میرے سینے میں انتقام اور غصے کی آگ بھڑک رہی ہے..... پہلے میں اسے ٹھنڈا کرنا چاہتا ہوں۔''

ڈیلیس نے یہ سوال نہیں کیا کہ وہ کس کے خلاف انتقام اور غصے کا جذبہ رکھتا ہے کیونکہ وہ جانتا تھا۔ سلیقہ کے میدان میں دورانِ جنگ کیٹس کی طرح انطونی نے بھی قلوپطرہ سے مدد مانگی تھی، مگر قلوپطرہ فاتح جنرل کی مدد کرنا چاہتی تھی اور اس کے خیال میں یہ میدان کیٹس کے ہاتھ میں رہنے والا تھا۔ سو یہ بات نظر انداز کر کے کیٹس، بروٹس کے ساتھ سیزر کے قتل میں ملوث تھا، اس نے کیٹس کی مدد کی تھی۔ مگر قلوپطرہ کا اندازہ غلط نکلا تھا اور خلافِ توقع انطونی یہ جنگ جیت گیا تھا۔

انطونی کی فتح کی خبر سن کر قلوپطرہ بہت خوفزدہ ہو گئی تھی۔ اسے ڈر تھا کہ اب انطونی اس سے باز پرس کرے گا اور شاید کوئی انتقامی کارروائی بھی، سو حفظِ ماتقدم کے طور پر اس نے اپنے سپہ سالار کو قتل کروا کر یہ مشہور کر دیا تھا کہ اس نے ملکہ کی مرضی اور حکم کے برخلاف انطونی کے بجائے کیٹس کی مدد کی تھی۔ اسی لیے ملکہ نے اسے موت کے گھاٹ اتروا دیا۔ دوسرے اس نے اپنے شاہی منجم کو بھی برخاست کر دیا تھا، جس نے اسے تاروں کی گردش کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ خبر سنائی تھی کہ کیٹس ہی اس میدان کا فاتح رہے گا اور منجم کی خالی جگہ پر بعد میں اس نے ہرمقس کا تقرر کیا تھا۔

مگر جنگ میں فتح یاب ہو کر واپس دارالسلطنت پہنچنے کے بعد انطونی اپنے لشکر اور بحری بیڑے کی تشکیل نو میں مشغول ہو گیا تھا اور کئی مہینوں کی شبانہ روز محنت شاقہ کے بعد آج وہ فارغ ہوا تھا اور آج ہی اس کے مشیر خاص اور دستِ راست ڈیلیس نے اسے آکٹوین کی بہن ایروس سے شادی کا مشورہ دیا تھا۔

''ابھی میں اس احسان فراموش سے دو دو ہاتھ کرنا چاہتا ہوں۔'' انطونی اٹھ کر دریچے میں جا کھڑا ہوا تھا۔ ''تم جانتے ہو ڈیلس کہ میں نے اس کی خواہش کی تکمیل کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ وہ روم کے تخت پر ملکہ بن کر جلوہ افروز ہونا چاہتی تھی۔ میں نے اپنی سی پوری کوشش کی کہ اس کی یہ خواہش پوری ہو سکے، مگر تقدیر کو یہ منظور نہ تھا۔ سیزر کے قتل کے بعد اگر میں اس کی حفاظت کا بیڑہ نہ اٹھاتا تو بروٹس اور کیٹس کے خونخوار سپاہی اسے اور اس کے بیٹے کو قتل کر دیتے۔ وہ چاہتی تھی کہ اس کے بیٹے کو سیزر کا جانشین تسلیم کیا جائے۔ میں نے اس کے لیے بھی ہاتھ پاؤں مارے، مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا..... لیکن اس نے میرے ان سارے احسانوں کا بدلہ جانتے ہو کیا دیا؟ سلیقہ کی جنگ میں اس نے کیٹس کی مدد کی، جو سیزر کے قتل میں پیش پیش تھا..... شاید میں اپنے لیے اسے معاف بھی کر دیتا مگر سیزر کے قاتل کی مدد کے لیے میں اسے معاف نہیں کر سکتا۔'' یہ سب باتیں کرتے وقت انطونی کے لہجے میں ایک عجب سا کرب تھا۔

دشمن کو نیست و نابود کر دینے کی شعلہ فگن خواہش کے بجائے خود خاکستر ہو جانے کی سلگتی سی کیفیت تھی۔ ڈیلیس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ انطونی کے پُرشکوہ اور وجیہ چہرے پر ایک منتقم مزاج فاتح جنرل کا جاہ و جلال نہیں تھا بلکہ ایک ناکام عاشق کی بے بسی اور حسرت تھی۔

''مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے۔'' کئی لمحوں کی خاموشی اور سوچ بچار کے بعد ڈیلیس نے پُرسوچ انداز میں منہ کھولا۔ ''آپ کے دل کے نہاں خانوں میں اس کے لیے کوئی نرم گوشہ موجود ہے۔ کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟''

انطونی، ڈیلیس کا سوال سن کر اپنی جگہ ساکت رہ گیا۔

برسوں پہلے سیزر سے ملنے قلوپطرہ جب روم آئی تھی، تو اس پر پہلی نگاہ پڑتے ہی وہ مبہوت ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کے قدم اپنی جگہ منجمد ہو گئے تھے اور اسے اپنی سانسیں رکتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں اور بعد میں اس نے قلوپطرہ کو جب بھی دیکھا، اسے اپنی دھڑکنوں میں ایک انتشار جاگتا اور رگوں میں دوڑتے لہو میں چنگاریاں پھوٹتی محسوس ہوتی تھیں۔ وہ اسے حاصل کرنا چاہتا تھا..... مگر وہ اس سچائی کے اطراف سے ہمیشہ ہی نظریں چراتا رہا تھا، مگر آج ڈیلیس نے کس آسانی سے اس کے دل کے نہاں خانوں میں موجود جذبے کو بے نقاب کر دیا تھا۔

''اور شاید اسی لیے آپ ایروس سے..... یا شاید کسی سے بھی شادی نہیں کرنا چاہتے۔'' انطونی کی متوحش سی کیفیت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ڈیلیس نے مزید انکشاف کیا۔ ''تو میں ایک مشیر بن کر آپ کو ملکہ سے انتقام کا مشورہ نہیں دوں گا بلکہ ایک دوست بن کر اس ادھوری کہانی کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی گزارش کروں گا۔''

''مگر اس نے۔'' انطونی نے احتجاج کرنا چاہا۔

''بھول جائیے اس نے کیا کیا۔'' ڈیلیس نے ہاتھ اٹھا کر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ ''صرف اتنا یاد رکھیے کہ آپ اس سے محبت کرتے ہیں..... اور

allurdupdfnovels.blogspot.com

جن سے محبت کی جاتی ہے، ان کی ہزار ہا خطائیں معاف کرنی پڑتی ہیں، یہی تو محبت اور جنگ میں فرق ہے۔ جنگ معاف کرنا نہیں جانتی اور اپنے ہدف کو مٹا دینا چاہتی ہے اور محبت معاف کر دیتی ہے اور اپنے محبوب کے قدموں میں مٹ جاتی ہے۔'' ڈیلیس نے آگے بڑھ کر دوستانہ انداز میں انطونی کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

انطونی ڈیلیس کی باتوں سے نا صرف متاثر ہوا بلکہ متفق بھی تھا۔ اس کی اور قلوپطرہ کی یہ مشترکہ سوچ تھی کہ جو کچھ لاکھوں جانیں گنوا کر بھی جنگ سے حاصل نہیں کیا جا سکتا، وہ سب کچھ محبت کی اک نگاہِ التفات سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ سو وہ اپنے اندر بھڑکتے انتقام کے ان شعلوں کو محبت کے چھینٹوں سے بجھانے کے لیے آمادہ ہو گیا تھا۔

پھر ڈیلیس اس کے قریب بیٹھ کر کافی دیر تک اس بیل کو منڈھے چڑھانے کے منصوبے کے نشیب و فراز پر غور کرتا رہا..... اور آخر کار یہ طے پایا کہ وہ کل صبح ہی انطونی کے ایلچی اور سفیر کی حیثیت سے مصر روانہ ہو جائے گا۔

❀✪❀

سنگ ابرق کے فرش پر ایرانی دبیز مخملیں قالین بچھے تھے۔ سامنے کی جانب اونچے چبوترے پر گہرے نیلے رنگ کے مخملی غالیچے پر ملکہ کا تخت زریں موجود تھا۔ تخت کے دونوں اطراف خونخوار شکلوں والے غلام نیزہ تانے کھڑے تھے اور تخت کی پشت پر کئی نازک اندام خادمائیں مورچھل لیے کھڑی تھیں۔ تخت کے چبوترے سے لے کر دربار کے داخلی دروازے تک وزراء و امراء باادب و باملاحظہ سر جھکائے کھڑے تھے۔

چند لمحوں بعد ملکہ قلوپطرہ اپنی تمام تر رعنائیوں اور شادابیوں سمیت دربار میں داخل ہوئی۔ اس کے پیچھے ہر مقس خنجر بکف مستعد و مودب سر جھکائے چل رہا تھا۔

ملکہ کے تخت پر تشریف فرما ہوتے ہی ہر مقس تخت سے بائیں جانب ذرا فاصلے پر مؤدبانہ کھڑا ہو گیا۔ قلوپطرہ نے تخت پر بیٹھ کر درباریوں پر ایک نگاہ ڈالی اور اپنے وزیرِ اعظم کو مخاطب کر کے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ ''روم کے حکمراں محترم انطونی کے سفیر کو عزت و احترام کے ساتھ ہمارے سامنے پیش کیا جائے۔''

چنانچہ سپاہیوں نے انطونی کے سفیر ڈیلیس کو سلامی دی۔ کسی شہنشاہ کی طرح نہایت ادب و احترام کے ساتھ دربار کے دروازے تک لے آئے۔ پھر ڈیلیس سنہری زرہ بکتر اور سرخ ریشمی چغہ پہنے اپنے ہمرائیوں کے ساتھ قلوپطرہ کے پرشکوہ دربار میں داخل ہوا اور وقار و اعتماد سے چلتا ہوا وہ ملکہ کے تختِ شاہی کے عین مقابل آ ٹھہرا۔

تب اس نے نگاہ اٹھا کر ملکہ قلوپطرہ کی طرف دیکھا اور جیسے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں..... قلوپطرہ کے حسن کے اس نے بہت قصے سنے تھے، مگر آج اسے روبرو پایا تو وہ بذاتِ خود نقشِ حیرت بن گیا اور اس کی گویائی جیسے سلب ہو گئی۔ احترام کا تقاضا تھا کہ وہ ملکہ کی خدمت میں جھک کر سلام پیش کرتا، تاکہ وہ گم صم بت بنا یک ٹک اُسے دیکھے جا رہا تھا۔

قلوپطرہ نے ڈیلیس کی حیرانی اور بوکھلاہٹ سے دل ہی دل میں لطف اندوز ہوتے ہوئے، بظاہر سنجیدہ اور باوقار لہجے میں اسے مخاطب کیا۔ ''معزز ڈیلیس! پُرشوکت انطونی کے سفیر، جس کا مہربان سایہ اس کائنات پر اس طرح چھایا ہوا ہے، جیسے جنگ کا فاتح دیوتا بہ نفسِ نفیس ہم کمزور اور معمولی حکمرانوں کی محفل میں حوصلہ افزائی کے لیے کھڑا ہو۔ میں قلوپطرہ، ملکہ مصر تم سے استدعا کرتی ہوں کہ تم اپنی تشریف آوری کا مقصد بیان کرو۔''

''اے پُرسطوت ملکۂ مصر۔'' ڈیلیس ہوش و خرد کی دنیا میں واپس آتا ہوا گویا ہوا۔ ''میں آپ کے بے پناہ و بے مثل حسن کے سامنے گنگ ہو گیا تھا، کیونکہ آپ کے حسن سے کوئی بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مشہور ہے کہ سورج کے دیکھنے کے بعد کچھ اور دکھائی نہیں دیتا۔ یہی حال میرا ہے۔ آپ کو دیکھنے کے بعد ہر خیال میرے ذہن سے محو و فراموش ہو گیا ہے۔''

ملکہ ناز بھرے انداز میں مسکرائی۔ ''سنا ہے تم معزز انطونی کا کوئی خط لے آئے ہو، بہتر ہو گا کہ اب تم وہ خط پڑھ کر ہمیں سنا دو۔''

ڈیلیس نے میکانیکی انداز میں ہاتھ میں تھامے حریری پیغام کو کھولا۔ جھک کر ملکہ سے اجازت طلب کی اور با آواز بلند انطونی کا پیغام پڑھ کر سنانے لگا، جس میں انطونی نے بڑے ترش و تلخ انداز میں اس سے کیٹس کی مدد کرنے پر خفگی کا اظہار کیا تھا اور نہایت تحکم بھرے انداز میں کہا تھا..... ''تمہیں حکم دیا جاتا ہے کہ بغیر حیل و حجت وقت ضائع کیے بِنا سلیقہ شہر پہنچ کر ہمارے حضور اپنی صفائی پیش کرو، حکم عدولی کی صورت میں خطرناک نتائج بھگتنے ہوں گے۔''

قلوپطرہ اسی سخت لب و لہجے کی توقع کر رہی تھی۔ اسی لیے حیران نہیں ہوئی، البتہ پریشان ہو گئی۔ اس کے لشکر اور بحری بیڑے کی حالت کوئی اتنی اچھی نہ تھی کہ وہ انطونی جیسے طاقتور جنرل سے بھڑنے کا حوصلہ کر لیتی۔ چنانچہ اس نے اپنی اندرونی کیفیت چھپا کر قدرے سخت لہجے میں جواب دیا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

''معزز ڈیلیس جو باتیں اس مراسلے میں درج ہیں، وہ حقیقت سے دور ہیں لیکن ہم تمہارے سامنے اس سلسلے میں کوئی عذر نہیں پیش کر سکتے اور نہ ہی سلیقہ کا دور دراز کا سفر کر کے مغرور انطونی کے سامنے عذر خواہی کے لیے پیش ہوں گے، اگر وہ ہم سے گفتگو یا باز پرس کرنا چاہتے ہیں تو سمندر کا راستہ کھلا ہے۔ وہ تشریف لائیں ہم ان کے شایانِ شان ان کا استقبال کریں گے۔''

ڈیلیس نے اپنے طور پر قلوپطرہ کے بارے میں جو رائے قائم کی تھی، اسی کی بناء پر اس نے انطونی سے یہ سخت خطوط لکھوایا تھا۔ وہ انطونی کی دلی کیفیت سے واقف تھا اور قلوپطرہ کو دیکھنے کے بعد اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ انطونی کا دیوانہ پن کچھ ایسا غلط بھی نہیں ہے۔ سو اس نے اس سے وعدہ کیا کہ وہ کسی بھی طرح قلوپطرہ کو روم کے کسی بھی شہر میں آ کر ملنے پر آمادہ کر لے گا۔

ڈیلیس نے خط کے سخت الفاظ کے لیے معذرت کی اور ذرا مضبوط لہجے میں پھر سے جواب کا تقاضا کیا۔

''معزز ڈیلیس۔'' ملکہ نے سنبھل کر جواب دیا۔ ''یہ مسئلہ بہت سنگین ہے اور اسی قدر اہم ہے۔ ہم جواب کے لیے چند دنوں کا وقت چاہتے ہیں۔'' قلوپطرہ کے انداز سے فطری نخوت کا اظہار ہو رہا تھا۔

''اے مصر کی مغرور ملکہ۔'' ڈیلیس اپنی کامیابی پر خوش ہوتا ہوا چاپلوسی سے بولا۔ ''دنیائے معلوم کی سب سے زیادہ خوبصورت خاتون..... میں آج سے گیارہویں دن حاضر ہو کر آپ کا جواب حاصل کر لوں گا۔''

اور ملکہ نے دربار برخاست کر دیا۔

یہ دن جس قدر پُرسکون انداز میں طلوع ہوا تھا، اسی قدر ہیجان انگیز اور وحشت خیز انداز میں اختتام پذیر ہوا۔ ملکہ نے فوری طور پر اپنی اتالیق طوطیا کلیدس کو بلا بھیجا، جو چھ ماہ شمالی پہاڑوں کے تاریک غاروں میں عبادت و ریاضت کے بعد واپس لوٹی تھی۔ آتے ہی اسے ہرمقس اور سیفا کی بغاوت کی ناکامی اور نتیجے کے طور پر ہرمقس کی غلامی کی خبر ملی تھی۔

''مجھے حیرت ہے قلوپطرہ! تم نے اس غدار اور اپنی جان کے دشمن ہرمقس پر اعتبار کیونکر کر لیا؟'' وہ حیرت اور قدرے غصے سے پوچھ رہی تھی۔

''اس میں بھی ایک مصلحت مضمر ہے۔'' قلوپطرہ شاطرانہ انداز میں مسکرائی۔ ''اب میں چاہتی ہوں کہ آپ اپنے علم کے زور سے بتائیے کہ میں نے جو بات سوچی تھی، وہ درست ہے یا غلط؟ آپ جانتی ہیں، روز روز کی جنگوں اور آسمانی آفات کے باعث مصر کا خزانہ تقریباً خالی ہو چکا ہے۔''

طوطیا کے سوالیہ انداز میں نگاہیں اٹھانے پر قلوپطرہ نے جواب دینا شروع کیا۔ ''اب انطونی کا سخت مراسلہ موصول ہوا ہے..... تو ہمیں اپنے لشکر اور بحری بیڑے کی تشکیل نو کے لیے دولت کی ضرورت ہے..... اور ہمارا خیال ہے کہ ایک مصری فرعون خاندان کے فرد ہونے کے ناتے ہرمقس ضرور ایسے کسی فرعون کے معبد سے واقف ہوگا، جس میں اس کا خزانہ بھی مدفون ہو..... کیا اس سلسلے میں ہرمقیس ہماری کچھ مدد کر سکتا ہے؟''

قلوپطرہ کی دور اندیشی اور عیاری پر 100 سالہ کاہنہ، جواب بھی صرف 35 سال کی دکھائی دیتی تھی، فخریہ انداز میں مسکرائی۔ وہ جانتی تھی کہ انطونی کو شکست دینے کے لیے قلوپطرہ کو کسی لشکر اور بحری بیڑے کی ضرورت نہیں، اس کے لیے اس کی ایک نگاہِ ناز ہی کافی ہے۔ البتہ اسے اپنے ٹھاٹھ باٹ اور عیاشی کے لیے دولت کی ضرورت تھی اور ہرمقس اس سلسلے میں یقیناً مددگار ثابت ہو سکتا تھا۔

وہ کچھ دیر تک کاہنہ سے صلاح مشورہ کرتی رہی۔ پھر اُٹھ کر نشست گاہ میں چلی آئی، جہاں شارمیان اور ہرمقس بے چینی سے اس کی آمد کی راہ دیکھ رہے تھے۔ شارمیان نے نگاہ اٹھا کر قلوپطرہ کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ افسردہ اور آنکھیں بجھی ہوئی تھیں۔ وہ بے حد فکرمند اور پریشان لگ رہی تھی۔ ہرمقس اسے اس حال میں دیکھ کر تڑپ اٹھا۔

''عالی قدر ملکہ، ہم اندازہ کر سکتے ہیں، روم کے سفیر کا بے باک اور دھمکی آمیز لہجہ اور جنرل انطونی کا تلخ اور پریشان کن خط آپ کی فکرمندی اور افسردگی کا باعث ہے۔''

ہرمقس کی بات پر قلوپطرہ نے نگاہ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور کرب بھرے انداز میں بولی۔ ''مجھے اس قصر کے در و دیوار لرزتے ہوئے محسوس ہو رہے ہیں۔ ہرمقس، میں اس لمحے کے بارے میں سوچ کر خوفزدہ ہو رہی ہوں، جب انطونی کی فوجیں اس پُرشکوہ محل کو تاخت و تاراج کر دیں گی..... مگر میں کچھ بھی نہیں کر سکتی..... میں کس قدر مجبور ہوں..... مگر..... مگر اس کا ایک علاج ہے۔''

''کیا علاج ہے ملکۂ عالیہ۔'' ہرمقس اور شارمیان نے یک زبان ہو کر پوچھا۔

ملکہ نے چونک کر شارمیان کی طرف دیکھا۔ وہ ہرمقس میں اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ شارمیان کی موجودگی کا اسے احساس نہیں رہا تھا۔ ملکہ نے شارمیان پر ایک نگاہ ڈالی اور نرم لہجے میں بولی۔ ''شارمیان تم جا سکتی ہو۔ اس وقت میں صرف ہرمقس سے بات کرنا چاہتی ہوں۔''

''جو حکم ملکۂ عالیہ۔'' شارمیان نے جھک کر آداب پیش کیا اور دل جلے انداز میں ہرمقس کی طرف دیکھتی باہر نکل گئی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

اب اس کا ہرمقس سے کوئی ناطہ یا تعلق نہ تھا۔ اس کے باوجود ملکہ کا اس پر التفات دیکھ کر وہ جل کر راکھ ہو جاتی تھی۔ اپنی اسی کیفیت پر اکثر وہ خود بھی حیران ہوتی تھی۔ شاید وہ یہ بات نہیں جانتی تھی کہ عورت اپنی پہلی محبت کبھی نہیں بھولتی اور ہرمقس اس کی پہلی ہی نہیں بلکہ آخری بھی محبت تھا۔

مگر ہرمقس اپنے باپ اور ماموں سیفا کے قتل کو بھی فراموش کر بیٹھا تھا۔ اس کے دل و دماغ اور اعصاب پر صرف قلوپطرہ سوار تھی۔ وہ ہر لمحے اس کی خوشی اور خوشنودی کے لیے کوشاں رہتا تھا اور اس وقت بھی اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اپنی جان کا نذرانہ دے کر ملکہ کی فکرمندی دور کر دے۔

''آج تم نے اس چاپلوس مگر مکار سفیر کو دیکھا۔'' شارمیان کے جاتے ہی قلوپطرہ نے شکایتی انداز میں ہرمقس کو مخاطب کیا۔ ''اس کا آقا انطونی ایک تند خو اور اکھڑ انسان ہے۔ ہرکولیس کی طرح طاقتور مگر پرلے درجے کا احمق اور بے وقوف، مگر اب وہ سلطنتِ روما کا حکمران ہے۔ دنیا اس کے رعب سے کانپتی ہے۔''

''مگر اس قسم کے لوگوں کا عروج عارضی ہوتا ہے۔'' ہرمقس نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ ''اگر ہم کوشش کریں تو اس کا اقتدار اور طاقت خاک میں ملائی جا سکتی ہے۔''

''پیارے ہرمقس۔'' قلوپطرہ نے مجبور اور دلگیر لہجے میں مخاطب کیا۔ ''میں بھی یہی چاہتی ہوں مگر میں ایک بے دست و پا عورت ہوں۔ مصر کے لوگ مجھ سے شاید نفرت کرتے ہیں۔ اس کا ثبوت خود تمہاری سازش ہے۔ ہاں اگر میرے پاس دولت ہوتی تو میں اپنی سلطنت کی حفاظت کر سکتی تھی۔ اس کے لیے کرائے کے سپاہی حاصل کیے جا سکتے تھے..... مگر سوال یہ ہے کہ دولت کہاں سے آئے؟ ان جنگوں نے مجھے قلاش کر دیا ہے۔ ملک میں بہت سے دفینے ہیں مگر میں انہیں حاصل کرنے سے قاصر ہوں۔'' یہ کہہ کر قلوپطرہ نے پُرامید نظروں سے ہرمقس کی طرف دیکھا۔ قلوپطرہ کی نظروں میں امید کے علاوہ بھی ایسا کچھ تھا کہ ہرمقس ان نظروں کی تاب نہ لا سکا اور گھبرا کر نگاہیں جھکا لیں۔ قلوپطرہ نے پینترا بدل کر پھر حملہ کیا۔

''میرے ہم دم ہرمقس! تم ان اہراموں کے موروثی کاہن ہو، تم قدیم فرعون خاندان کے معزز فرد ہو۔ تم تو اس حقیقت سے آشنا ہو کہ قدیم فرعون اپنے مقبروں میں اپنے خزانوں کے ساتھ دفن ہونا پسند کرتے تھے۔ ان اہراموں میں سے اکثر میں خزانے مستور ہیں۔ کیا تم کسی خزانے کے بارے میں جانتے ہو؟''

قلوپطرہ نے آگے بڑھ کر اپنی شاخ گل سی لچکتی بانہیں ہرمقس کی گردن میں حمائل کر دیں۔ اب وہ پوری طرح پسپا ہو چکا تھا۔

''اگر فرض کر لیا جائے کہ ایک ہرم میں خزانہ مستور ہے اور میں اس تک آپ کو پہنچا بھی سکتا ہوں مگر وہ خزانہ فراعنۂ مصر نے خیم کی ضرورت کے لیے فراہم کیا ہے، کیا آپ مجھے یہ یقین دلا سکتی ہیں کہ آپ اسے درست طور پر استعمال کریں گی۔''

قلوپطرہ خوش ہو گئی۔ پُریقین لہجے میں بولی۔ ''تم جانتے ہو، اس وقت خیم کے لیے ہی مجھے دولت کی ضرورت ہے اور اس خزانے کا اس سے زیادہ بہتر استعمال کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ مجھے جلد بتاؤ، تم خزانے کے بارے میں کیا واقعی جانتے ہو؟''

''ہاں میں جانتا ہوں۔'' ہرمقس نے معمول کی طرح جواب دیا۔ ''اگرچہ میں نے اس خزانے کو آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ جس جگہ پوشیدہ ہے، آج بھی وہیں موجود و محفوظ ہے۔''

''اوہ!'' قلوپطرہ بے تابی سے بولی۔ ''مجھے جلد بتاؤ کہ خزانہ کہاں ہے اور اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟'' ہرمقس کے انداز میں غیر محسوس سا پس و پیش محسوس کر کے وہ اس کے قریب ہوتے ہوئے بے حد لگاوٹ سے بولی۔ ''مجھے اپنے دیوتاؤں اور تم پر بے حد اعتبار ہے۔ مجھے یقین ہے تم جلد ہی وہ خزانہ میرے قدموں میں ڈھیر کر دو گے۔ پھر میں ڈیلیس کو سخت الفاظ کے ساتھ واپس بھیجوں گی اور میدان جنگ میں انطونی کو منہ توڑ جواب دوں گی۔ وہ مجھے کمزور اور اکیلی عورت سمجھتا ہے..... مگر میں اب کمزور نہیں رہوں گی۔ اب تم میری طاقت بنو گے۔ میں دنیا کے سامنے تم سے شادی کروں گی اور تم مصر کی حفاظت کے انتظامات سنبھالو گے۔''

ہرمقس حیرت سے منہ کھولے قلوپطرہ کی باتیں سن رہا تھا۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ قلوپطرہ بے حد سنجیدہ اور سچے لہجے میں اس سے شادی کی بات کر رہی تھی۔ اسے اپنے ساتھ تختِ مصر پر بٹھانے کا ذکر کر رہی تھی۔ اس کے دل کی دھڑکنوں میں ایک دم اضافہ ہو گیا۔ اتنے بڑے انعام کے بدلے ایک کیا، وہ ایک ہزار خانے اس منہ لقا کے قدموں پر نثار کر سکتا تھا۔ اس نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ وہ دونوں اگلی رات اس علاقے کی طرف روانہ ہو جائیں گے، جہاں منقورع کا ہرم ہے۔ وہ دونوں ہرم میں داخل ہو کر خزانہ تلاش کریں گے۔

منصوبے کے مطابق دوسری رات وہ دونوں عام مصری کسانوں کے لباس اور وضع و قطع میں چند معتبر غلاموں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار ہو کر دریائے نیل میں، شہر منقس کی طرف روانہ ہو گئے۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

تمام رات اور اگلے پورے دن وہ سفر کرتے رہے اور رات ڈھلے وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں چاند کے مدھم اُجالے میں دور دور تک اہرام سر اٹھائے کھڑے تھے۔ یہ اِن فراعنہ مصر کے مقبرے تھے، جن کا اعتقاد تھا کہ انسان مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے، چنانچہ وہ مرنے والے کے ساتھ ہر طرح کا سامان آسائش اور خرچ کے لیے جواہرات دفن کر دیتے تھے۔

چاندنی رات میں اہرام یوں سر اونچا کیے ساکت و جامد کھڑے تھے، جیسے رات کے وقت سنتری قلعہ کی فصیلوں پر کھڑے ہو کر قلعے کی نگہبانی کرتے ہیں۔

''ان میں کون سا ہرم ہے، جس میں ہمیں جانا ہے؟'' قلوپطرہ نے قدرے پریشان ہو کر سوال کیا۔

''اس ہرم کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے۔'' ہرمقس نے مسکراتے ہوئے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ ''فکر مت کرو، ہم اپنی منزل کے بہت قریب پہنچ چکے ہیں۔''

اونچے نیچے راستوں پر سفر کرتے آخر وہ منقورع کے ہرم تک پہنچ گئے۔

''اے قلوپطرہ۔'' ہرمقس نے مسکراتی نظروں سے قلوپطرہ کو دیکھتے ہوئے بے تکلف لہجے میں کہا۔ ''جس خزانے کے لیے ہم اتنا طویل اور تکلیف دہ سفر طے کر کے پہنچے ہیں، وہ خزانہ اسی ہرم میں مستور ہے۔''

''اوہ۔'' قلوپطرہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ ''وہ دفینہ ہم کس طرح حاصل کر سکتے ہیں۔''

''اس کے لیے ہمیں ہرم کے پوشیدہ راستوں سے گزر کر تابوت تک پہنچنا ہوگا۔ یقیناً وہ خزانہ تابوت یا منقورع کے کفن میں چھپایا گیا ہوگا۔''

پھر ہرمقس قلوپطرہ کو لے کر ایک اودشوار گزار سفر پر چل پڑا۔ کئی گھنٹوں کے پُرمشقت اور خطرناک سفر کے بعد آخر کار وہ منقورع کے مدفون تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ خزانہ فرعون کے کفن میں چھپایا گیا تھا، جسے قلوپطرہ نے لمحوں میں برآمد کر لیا۔ یاقوت، زمرد، گوہر آب دار اور طلائی سکّے ایک ڈھیر کی صورت میں سامنے پڑے تھے۔ قلوپطرہ نے اپنے لباس میں موجود پوشیدہ جیبوں میں وہ ہیرے جواہرات بھرنے شروع کر دیئے۔ باقی ماندہ خزانہ ہرمقس نے اپنے لباس میں چھپایا اور ان دونوں کا واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔

❀✪❀

جب وہ محل میں پہنچے تو سب سے پہلے ہرمقس کی مڈبھیڑ شارمیان سے ہوئی۔ شارمیان کا چہرہ پژمردہ اور آنکھیں بجھی ہوئی تھیں۔

''اوہ، تو آپ اپنے سفرِ عشق سے واپس لوٹ آئے؟'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

ہرمقس جھینپ گیا۔ پھر خود کو سنبھال کر بولا۔ ''تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں ایک سرکاری کام کی بجا آوری کے لیے قلوپطرہ کے ساتھ گیا تھا۔''

''آقا ہرمقس۔'' شارمیان نے کرب بھرے لہجے میں جواب دیا۔ ''رات کی تاریکی میں سب سے چھپا کر پوشیدہ طور پر کیے جانے والے سفر سرکاری کام کے لیے نہیں، بلکہ ہوس کے الاؤ کو بجھانے کے لیے کیے جاتے ہیں۔''

ہرمقس کو غصہ تو بہت آیا مگر وہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔ ''شارمیان! تمہیں حالات کی نزاکت کا بالکل احساس نہیں، روم کے مارک انطونی نے قلوپطرہ کو اپنے حضور طلب کیا ہے۔ بصورت دیگر اس نے جنگ کی دھمکی دی ہے، قلوپطرہ سخت پریشان ہے۔ اسی سلسلے میں ہم نے یہ سفر اختیار کیا تھا۔''

''تو کیا تمہارے سفر سے یہ بلا ٹل جائے گی؟'' شارمیان نے حسب سابق طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

''سفر کے طفیل حاصل ہونے والی دولت سے ملکہ، انطونی کے مقابلے کے لیے ایک نئی فوج بھرتی کرے گی اور نیا بحری بیڑہ تیار کرنے کے قابل ہو جائے گی۔'' ہرمقس نے جواب دیا۔

''میں نہیں جانتی کہ یہ سفر کیونکر حصولِ دولت کا باعث ہوگا۔'' شارمیان بیزار لہجے میں بولی۔ ''البتہ اتنا جانتی ہوں کو قلوپطرہ اپنے دشمن سے جنگ نہیں کرے گی اور بغیر جنگ کے میدان اسی کے ہاتھ رہے گا۔''

''تمہارا کیا مطلب ہے؟'' ہرمقس حیرت سے بولا۔ ''کیا قلوپطرہ بغیر جنگ کے مارک انطونی کو سرزمینِ خیم پر قدم رکھنے کی اجازت دے دے گی؟''

''ہاں۔'' شارمیان نے پُریقین انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔ ''تم شاید روم کے پہلے حکمران سیزر کے بارے میں نہیں جانتے۔ سیزر نے اس محل پر بھی قبضہ کر لیا تھا مگر انجام کیا ہوا؟ وہ طاقتور، پرتدبیر، اکھڑ، فاتح قلوپطرہ کے ایک ہی تیر نظر سے یوں گھائل ہوا کہ اس کے قدموں میں آ بیٹھا۔ میں یقین سے کہہ سکتی ہوں..... قلوپطرہ انطونی کے ساتھ بھی یہی کچھ کرنے والی ہے اور ویسے بھی 54 سالہ سیزر کی نسبت، انطونی ایک خوبرو جوان ہے۔ جب دونوں کا سامنا ہوگا تو قلوپطرہ اسے اپنی زلفوں کے جال میں پھانس کر اس محل میں لے آئے گی۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''نہیں، ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔'' ہرمقس چیخ اٹھا۔ ''تیری عقل پر پتھر پڑ گئے ہیں، شارمیان! یا شاید تو حسد میں یہ سب کہہ رہی ہے۔ وہ ہرگز انطونی کو منہ نہیں لگائے گی کیونکہ اب وہ اکیلی اور کمزور نہیں ہے۔ اس کے پاس ایک عظیم خزانہ ہے اور اس کے ساتھ میں ہوں۔'' عنقریب وہ دنیا کے سامنے میری بننے والی ہے..... میری شریک حیات۔''

شارمیان نے رحم بھری نگاہوں سے ہرمقس کی طرف دیکھا۔ اسے اس کی دماغی صحت پر شبہ ہو رہا تھا۔ پھر وہ لڑکھڑاتے قدموں سے اندر کی طرف چلی گئی۔

اور جلد ہی ہرمقس کی ساری خوش فہمی دور ہوگئی۔ جب گیارہویں دن بھرے دربار میں قلوپطرہ نے انطونی کے سفیر ڈیلیس کو مخاطب کر کے اپنا فیصلہ سنایا۔

''اے معزز ڈیلیس، ہم عالی قدر انطونی سے جنگ کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہمارے ان سے پرانے رشتے استوار ہیں اور ویسے بھی مصر کا منشور مصلح اور امن ہے۔ ہم نے پہلے دن اپنا فیصلہ سنا دیا تھا کہ ہم اپنے اوپر لگائے جانے والے الزامات کا جواب دینے کے لیے، سلیقہ کے شہر نہیں جائیں گے اور آج بھی ہم اپنے اسی فیصلے پر قائم ہیں۔''

ملکہ نے بات ادھوری چھوڑ کر درباریوں کی طرف دیکھا۔ وہ خاموش اور قدرے فکرمند تھے، مگر تخت کے بائیں جانب ذرا فاصلے پر کھڑے ہرمقس کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمکنے لگی تھیں۔

اُس شام گو کہ اس نے شارمیان کی کسی بات کا یقین نہیں کیا تھا۔ پھر بھی اس کے دل میں ایک خلش سی بیدار ہوگئی تھی اور اب اس کی شدید خواہش تھی کہ انطونی اور قلوپطرہ کی کبھی ملاقات نہ ہو سکے۔ ملکہ کا سلیقہ جانے سے انکار کا مطلب تھا کہ ملاقات میں تعطل اور تاخیر۔

چند ثانیوں کی خاموشی کے بعد قلوپطرہ خوش دلی سے مسکراتے ہوئے دوبارہ گویا ہوئی۔ ''اے معزز ڈیلیس، تم واپس جاؤ اس یقین کے ساتھ کہ ہم بہت جلد، نہایت شوق سے ٹارسیس کے ساحل کی طرف روانہ ہوں گے تاکہ ہم تمام دنیا کے سامنے اپنے اخلاص، محبت اور یکجہتی کا اعلان کر سکیں..... اپنے آقا انطونی سے کہہ دینا وہ ٹارسیس کے ساحل پر ہمارا انتظار کریں، اب ہم انہیں اور زیادہ انتظار نہیں کروائیں گے۔''

قلوپطرہ کی بات سن کر ڈیلیس کا چہرہ خوشی سے دمک اٹھا۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ انطونی کی لگن یکطرفہ نہیں ہے۔ دونوں جانب آگ ہے برابر لگی ہوئی..... اور یہ سچائی جان کر وہ جھوم اٹھا تھا، جبکہ دربار میں موجود ہرمقس تڑپ اٹھا۔

قلوپطرہ کے لگاوٹ بھرے لہجے نے شارمیان کی ہر بات کی تصدیق کر دی تھی۔ اسے قلوپطرہ سے اس طرح کھلے عام وعدہ خلافی اور بے وفائی کی توقع نہ تھی، سو وہ غصے سے پاگل ہوا اٹھا اور اپنی جگہ کھڑے کھڑے چیخ کر بولا۔ ''اے ملکہ..... کوئی نیا وعدہ کرنے سے پہلے اپنا پرانا وعدہ مت فراموش کر..... یاد رکھ۔''

مگر ہرمقس اپنی بات مکمل نہ کر سکا کیونکہ قلوپطرہ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے نہایت غصیلے لہجے اور جلال بھرے انداز میں کہا۔ ''اے غلام خاموش رہ۔ تجھے کس نے اجازت دی کہ ہمارے معاملات میں دخل دے، تو صرف ستاروں سے راہ و رسم رکھ اور امورِ سلطنت کی باگ ڈور اربابِ حکومت کے ہاتھوں میں رہنے دے۔''

ایک ہی جھٹکے میں ہرمقس کے امیدوں کا محل زمین بوس ہو گیا۔ آنکھوں میں بسا خواب پلکوں کی منڈیر پر آنے سے پہلے ہی ریزہ ریزہ ہو کر بکھر گیا۔ شیشے سے بنے اس خواب کی کرچیوں نے اس کی آنکھوں کو ہی نہیں، روح کو بھی زخمی کر دیا تھا۔ اسے ملکہ کے مقام اور اپنی اوقات کا فوراً ادراک ہو گیا تھا۔

قلوپطرہ کو ہرمقس کی گستاخی اور دخل اندازی سخت ناگوار گزری تھی۔ ویسے بھی اب اسے ہرمقس کی ضرورت نہ رہی تھی۔ دوسری جانب کاہنہ طوطیا بھی ہرمقس کے سابقہ ریکارڈ کی وجہ سے اس کی سخت مخالف تھی چنانچہ دربار کے برخاست ہوتے ہی ہرمقس کو گرفتار کر کے اسے زندان میں ڈال دیا گیا، جہاں پہلے سے ہی قلوپطرہ کی بہن آرمینو قید تھی۔

❀✪❀

''تت..... تم.....؟ کون ہو؟'' ہرمقس نے حیران لہجے میں اس پریشان حال لڑکی سے سوال کیا۔

''میں..... میں شہزادی ہوں۔'' آرمینو نے افسردہ مسکراہٹ سے جواب دیا پھر دلچسپ نگاہوں سے ہرمقس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ ''اور تم کون ہو۔''

''میں بھی ایک شہزادہ ہوں۔'' ہرمقس کے لہجے میں صدیوں کی تھکن تھی۔ ''مگر میری گمراہی نے مجھے برباد کر دیا..... تخت مصر پر بیٹھ کر جس محل پر

allurdupdfnovels.blogspot.com

مجھے حکومت کرنی تھی، آج اسی محل کے اس زندان میں پڑا ہوں..... بے شک میں ملعون ہوں۔"

"یہ تخت و تاج اور اقتدار کا خواب ایسا ہی ہے۔" ہرمقس کی تمام باتیں تو آرمینو کی سمجھ میں نہیں آئی تھیں، پر وہ اتنا سمجھ گئی تھی کہ وہ بھی اسی کی طرح حکومت کا خواب دیکھنے والا کوئی سر پھرا ہے۔ "اس خواب کی تعبیر کچھ خوص نصیبوں کو ہی ملتی ہے ورنہ زیادہ تر لوگ اس خواب کے افشا ہوتے ہی زندہ نہیں رہتے یا زندان میں ڈال دیئے جاتے ہیں..... ہماری طرح عبرت کا نشان بنا کر۔"

"میں عبرت کا نشان نہیں بنوں گا۔" ہرمقس ایک دن غصے سے چلاّ اُٹھا۔ "میں اس عیار عورت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

اور اسی رات ہرمقس نے اپنے جادو کے زور سے پہریدار کو بے بس کر دیا اور ملکہ کی خواب گاہ کی طرف چل دیا۔ مگر خواب گاہ کے دروازے پر دربانوں اور پہریداروں نے اسے پکڑ لیا۔ شور کی آواز سن کر ملکہ دروازے پر نمودار ہوئی۔

ہرمقس کو اپنے سامنے پا کر وہ غصے سے آگ بگولا ہوگئی اور اس نے اپنے خادموں کو حکم دیا کہ وہ ہرمقس کو اس قدر ماریں کہ وہ ادھ موا ہو جائے۔ پھر اسے لوہے کی مضبوط زنجیروں میں جکڑ کر تہہ خانے میں ڈال دیا جائے۔

❀✪❀

خوابگاہ کی نقش و نگار سے مزین و آراستہ دیواروں کے ساتھ ذرا فاصلے پر چھوٹے پایوں والی چاندی کی منقش تپائیاں رکھی تھیں، جن پر سونے کے گلدانوں میں تازہ پھول سجے تھے۔ پھولوں کی دلفریب خوشبو کمرے کی خاموش فضا میں رچی ہوئی تھی۔ نیم وا دریچوں سے آنے والے ہوا کے نرم جھونکوں میں تازہ پھولوں کی مہک کے ساتھ قلوپطرہ کے لباس سے اٹھتی جانفزا خوشبو بھی بسی ہوئی تھی۔

آج کل وہ حسن و رعنائی پر خاص توجہ دے رہی تھی۔ کئی کئی مشاطائیں شب و روز اس کے حسن کو جلا بخشنے میں لگی رہتی تھیں۔ نفیس، دیدہ زیب اور بیش قیمت ملبوسات تیار کیے جا رہے تھے، سچے موتیوں کے آویزے، زمرد و یاقوت کے گلوبند اور ہیروں کے کنگن اور کڑے ڈھالے جا رہے تھے۔

سفر کے لیے ایک پُر آسائش شاندار اور آرام دہ بحری جہاز بنایا جا رہا تھا، جس میں ضیافت کے لیے ایک خصوصی ہال بنایا گیا تھا اور اس جہاز کو سونے کی منقش پتریوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا..... یہ سب تیاریاں اس سفر کے لیے تھیں، جو عنقریب قلوپطرہ ٹارسیس جانے کے لیے کرنے والی تھی۔ وہ اپنے شاہانہ رہن سہن اور حسن کی بے مثال تجلیوں سے انطونی اور اس کے وزراء کو حیرت زدہ کر دینا چاہتی تھی۔

اس کا قول تھا کہ پہلا تاثر ہی آخر تاثر ہوتا ہے، اس لیے وہ ہمیشہ دوسروں پر پہلا تاثر، پُر تاثیر انداز میں ڈالنے کی عادی تھی لیکن جہاں تک انطونی کا تعلق تھا، وہ اس کے سامنے اس طرح جانا چاہتی تھی کہ وہ گنگ ہو جائے۔ اس بار وہ اس پر اپنے حسن اور ناز و انداز سے ایسا بھرپور حملہ کرنا چاہتی تھی کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس کی زلف کا اسیر ہو کر رہ جائے۔ وہ شروع سے ہی باصلاحیت، طاقتور اور بااثر شخصیات سے متاثر ہوتی تھی۔ سیزر گو کہ ایک عمر رسیدہ شخص تھا مگر اس کے جاہ و وقار اور عظمت و صلاحیت نے اسے اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ اس وقت سیزر جیسے کسی زور آور مرد کی مدد اور نگہبانی کی اسے سخت ضرورت تھی۔

پھر جب اس نے انطونی کو دیکھا تو اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی تھی۔ وہ ایک نوجوان اور وجیہ مرد تھا۔ وہ بھی قلوپطرہ سے متاثر تھا مگر حالات نے ان دونوں کو باہم ملنے نہیں دیا تھا، مگر اب وہ اس سے ملنے جا رہی تھی۔

انطونی کا تصور مسکراہٹ بن کر اس کے لبوں پر بکھرا ہوا تھا اور وہ ادھ کھلے دریچے سے ٹیک لگائے، دور سمندر کی نیلاہٹوں میں اٹھتی سفیدی مائل موجوں کو تک رہی تھی۔

تب ہی شارمیان کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ اس کا حسین چہرہ اُداس اور آنکھیں بجھی ہوئی تھیں۔ پپڑی زدہ لب گویا مسکرانا بھول گئے تھے۔ وہ ہنستی مسکراتی شوخ لڑکی عشق کے ہاتھوں برباد ہوگئی تھی۔ دو روز قبل ہرمقس اپنے جادو کے زور پر پہریداروں کو بے بس کر کے زندان سے یہاں آ پہنچا تھا۔ پہریداروں نے اسے پکڑ لیا تھا، پھر ملکہ نے حکم دیا تھا کہ اسے اتنا پیٹا جائے کہ اس کا دماغ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو دے تاکہ وہ دوبارہ کسی بھی طرح کا جادو نہ کر سکے۔ ایسا ہی کیا گیا تھا۔ پھر اسے زخموں سے چُور لہولہان حالت میں گھسیٹ کر یہاں سے لے جایا گیا تھا۔ شارمیان نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ قلوپطرہ کی خاطر ہرمقس نے اس کی محبت کو ٹھکرا دیا تھا۔ اس کے باوجود وہ اپنے دل سے اس کی محبت نہ نکال پائی تھی۔ وہ ملکہ سے ہنستا بولتا یا اس کے ساتھ اس کی خواب گاہ میں راتیں گزارتا تو اس کا دل سلگتا رہتا۔ مگر اب جبکہ ملکہ نے اسے اپنی نظروں اور دل سے اتار کر قید خانے میں پھینک دیا تھا، تب بھی شارمیان کے دل کو قرار نہ تھا اور وہ آج کسی طرح اس سے اندھیرے قید خانے میں ملنے جا پہنچی تھی۔ وہ عقل و خرد سے بیگانہ اپنے زخم چاٹ رہا تھا۔ شارمیان کا دل خون ہو گیا تھا اور وہ اس وقت قلوپطرہ کے پاس اسی سلسلے میں آئی تھی۔

"ملکۂ عالیہ! کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہرمقس کو۔" اس نے کرب بھرے لہجے میں کہا۔ "اب ختم ہی کر دیا جائے۔ وہ شدید زخمی ہے اور حواس کھو چکا ہے۔"

allurdupdfnovels.blogspot.com

''ہماری بے جا عنایتوں نے اسے بہت پہلے ہی حواس باختہ کر دیا تھا۔'' قلوپطرہ نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔''اب وہ اپنی اوقات میں آ گیا ہے۔ جہاں تک اسے ختم کرنے کا تعلق ہے، ہمارے خلاف سازشیں بُننے والے اس فرعونی شاہزادے کو ہم اتنی آسانی سے ختم نہیں کریں گے۔ اس سے ہمارا ایک رشتہ رہا ہے.....اور ہم رشتوں کو اتنی آسانی سے توڑنا پسند نہیں کرتے۔''

شارمیان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بس ڈبڈبائی آنکھوں سے اُسے دیکھ کر رہ گئی اور دو دن بعد قلوپطرہ پوری شان و شوکت اور جاہ و حشم کے ساتھ انطونی سے ملاقات کے لیے روانہ ہو گئی تھی۔

آرمینو اور ہرمقس کو لوہے کی وزنی بیڑیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر جہاز پر سوار کروایا گیا تھا۔ آرمینو اُداس اور خاموش تھی جبکہ ہرمقس مضروب و خبط الحواس، اس کے زخموں سے لہو رس رہا تھا۔ منہ سے رال ٹپک رہی تھی اور وہ آپ ہی آپ بڑبڑا رہا تھا۔ شارمیان اسے اس حال میں دیکھ کر تڑپ کر رہ گئی.....مگر منہ سے ایک لفظ بھی نہ کہہ سکی تھی۔

قلوپطرہ اپنے پرآسائش کمرے میں آرام دہ کاؤچ پر نیم دراز انطونی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس نے آخری بار انطونی کو اس وقت دیکھا تھا جب وہ سیزر کے قتل کے بعد اسے پُرسا اور تسلی دینے آیا۔ تب قلوپطرہ نے اس سے وعدہ لیا تھا کہ وہ سیزر کے بیٹے سیزرین کے حق کے لیے آواز اٹھائے گا، مگر قلوپطرہ کے اسکندریہ روانہ ہوتے ہی انطونی نے اس سے کیا گیا وعدہ فراموش کر کے سیزر کے بھانجے آکٹوین سے صلح کر لی تھی اور آکٹوین، سردار لیپی ڈس اور انطونی نے پوری سلطنت روما کو آپس میں بانٹ لیا تھا۔ پھر یہ طے پایا کہ یہ تینوں اپنے دشمنوں کو چن چن کر ختم کریں گے۔ اسی دوران کیٹس نے مصر پر حملہ کر کے قلوپطرہ کے ہاتھوں زبردست شکست کھائی تھی۔

قلوپطرہ اس اتحادِ ثلاثہ کے خلاف تھی کیونکہ اس میں انطونی اور لیپی ڈس کے ساتھ آکٹوین بھی شامل تھا جو سیزر کی وراثت میں ملکہ کے بیٹے سیزرین کا حریف تھا۔ ملکہ کا دل انطونی کی طرف سے پوری طرح صاف نہ تھا۔ انطونی نے ملکہ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ آکٹوین کے بجائے سیزرین کو روم کا وارث تسلیم کروائے گا۔ مگر انطونی نے یہ وعدہ بھلا کر آکٹوین سے صلح کر لی تھی اور سیزرین کا معاملہ ہمیشہ کے لیے کھٹائی میں پڑ گیا تھا۔

ان حالات میں قلوپطرہ مارک انطونی کے حکم پر ٹارسیس اس سے ملنے اور اس کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے جا رہی تھی۔ اس کے دل میں انطونی کو خوش کرنے کی آرزو نہیں تھی بلکہ اسے اپنے حسن کے جال میں پھانس کر اپنے مقاصد حاصل کرنے کا ارادہ تھا۔

قلوپطرہ کا بحری بیڑہ جب ٹارسیس کے ساحل پر لنگر انداز ہوا تو اس کی شان و شوکت اور بے پناہ دولت کی نمائش دیکھ کر انطونی کے کیا لشکری، کیا سردار، کیا عوام، سب کے سب بوکھلا کر رہ گئے۔ انطونی کا خیال تھا کہ ملکہ جہاز سے اتر کر سلامی کو آئے گی مگر اس کا آنا تو درکنار، جب اس کا کوئی پیام بھی نہ ملا تو انطونی نے اپنے ایک خادم کو اس کے پاس بھیجا۔

خادم جہاز کی اندرونی سج دھج دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس پر ملکہ کا حسنِ بلاخیز، وہ تو گویا بولنا ہی بھول گیا۔ کئی لمحوں بعد جب اس کے حواس کسی قدر ٹھکانے لگے تو اس نے دست بستہ گزارش کی کہ جنرل انطونی ملکہ کے منتظر ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ کھانے پر ملکہ تشریف لائیں۔''

قلوپطرہ نے کمال بے نیازی و شانِ بے اعتنائی سے جواب دیا۔''اعلیٰ قدر مارک انطونی کی خدمت میں عرض کیا جائے کہ وہ امراء وزراء اور عمائدین مملکت کے ساتھ رات کا کھانا ہمارے ساتھ ہمارے جہاز پر تناول فرمائیں۔''

گو کہ انطونی کی خواہش تھی کہ پہلے ملکہ خود چل کے اس کے حضور آئے، مگر اس کے باوجود اس نے اس کی دعوت قبول کر لی اور سرِشام اپنے عمائدین سلطنت کے ساتھ ضیافت کے لیے قلوپطرہ کے سونے سے جڑاؤ جہاز پر پہنچ گیا۔

آسمان کی نیلگوں وسعتوں میں شفق کے رنگ گھلے ہوئے تھے۔ ہواؤں میں ایک مستی و سرخوشی کی کیفیت رچی تھی۔ فضا میں دل نواز موسیقی بکھری ہوئی تھی۔ سینکڑوں خادم اور خادمائیں بیش قیمت ملبوسات میں ملبوس ہاتھوں میں پھول اور خوشبو لیے مہمانوں کی راہ میں پھول بچھانے اور خوشبو بکھیرنے کے لیے مستعد کھڑی تھیں اور سیڑھیوں کے عین سامنے قلوپطرہ ایک انتہائی مہین اور نفیس لبادے میں جواہرات کے زیورات سے آراستہ اپنی تمام تر رعنائیوں اور دلربائیوں سمیت موجود تھی۔

انطونی اپنے ساتھیوں کے ساتھ جوں ہی اوپر پہنچا، اس دنیا کے نرالے انداز دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔ ہر طرف رنگ و نور کا ایک دریا موجزن تھا۔ مستی و خوشبو کا ایک طوفان امڈ پڑ رہا تھا۔ حسن و رعنائیوں کا ایک سیلِ بے کراں تھا، جس میں انطونی نے خود کو بہتے ہوئے محسوس کیا تھا۔

قلوپطرہ پر نظر پڑی تو وہ روزِ اول کی طرح آج بھی اپنی جگہ ساکت رہ گیا اور اسے اپنا دل تھمتا اور سانسیں رکتی محسوس ہوئی تھیں۔ اس پر ایک عجیب بے خودی اور سرشاری سی طاری ہو گئی تھی۔ قلوپطرہ نے اسے کچھ کہنے کا موقع ہی نہیں دیا بلکہ سب مہمانوں کے ساتھ اسے لے کر ضیافت کے خصوصی ہال کی طرف بڑھ گئی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

ضیافت گاہ کیا تھی، گویا جنت کا ایک پرشکوہ گوشہ تھی۔ چاندی کی میزوں پر سونے کی رکابیوں میں انواع واقسام کے خوشبودار اشتہا انگیز لذیذ کھانے چنے ہوئے تھے۔ جواہرات جڑی طلائی صراحیوں میں بیش قیمت مے بھری ہوئی تھی اور مہذب وحسین خادمائیں اِدھر اُدھر لچکتی پھر رہی تھیں۔ دولت کی ریل پیل کے ساتھ میزبان کا سلیقہ اور قرینہ بھی واضح تھا۔

انطونی داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ ''صد آفرین، قلوپطرہ آپ نے مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔''

قلوپطرہ ناز بھرے انداز میں مسکرا کر رہ گئی۔

دوسری شام پھر ملکہ قلوپطرہ نے دعوت دی اور پہلے دن سے زیادہ اہتمام کیا۔

تیسری شام انطونی نے دعوت دی مگر یہ دعوت ملکہ کی دعوتوں کی عشر عشیر بھی نہ تھی۔ خود انطونی شرمندہ شرمندہ سا تھا۔ موقع ملتے ہی اس نے قلوپطرہ سے کھسیائے ہوئے انداز میں سوال کیا۔ ''ضیافت کی شان بڑھانے کی کیا تدبیریں ہیں؟''

قلوپطرہ نے بے ساختہ جواب دیا۔ ''جمالیاتی ذوق، نفیس ولطیف فضا اور شاہانہ اخراجات، میری ایک دعوت میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ سونے کے سکے خرچ ہو جاتے ہیں۔''

انطونی کے ساتھ ڈیلیس بھی حیرت زدہ رہ گیا۔

''اگر ملکہ عالیہ برا نہ منائیں تو میں یہ عرض کرنے کی گستاخی کروں گا۔'' ڈیلیس بے ساختہ بول اٹھا۔ ''ہمیں اخراجات کے اس تخمینے پر حیرت بھری بے یقینی ہے۔''

''اگر معزز ڈیلیس کو ذرہ بھر بھی شک ہے تو کل آپ سب دوبارہ ہماری دعوت میں تشریف لائیے اور خود اندازہ کیجئے۔'' قلوپطرہ نے شاہانہ انداز اور نخوت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

''تو پھر فیصلے کے لیے ایک ماہر ثالث بھی ضروری ہے۔'' انطونی نے تجویز پیش کی..... اور ایک درباری وزیر دانا، ڈاٹر فکس ثالث مقرر کیا گیا، جو شماریات اور معاشیات کا ماہر تصور کیا جاتا تھا۔

قلوپطرہ کے لیے یہ دعوت بہت اہمیت رکھتی تھی چنانچہ اس نے اس قدر شاہ خرچی کا مظاہرہ کیا کہ دیکھنے والے عش عش کر اٹھے۔ دعوت کے بعد ثالث نے جواہرات سے آراستہ طلائی ظروف، انواع واقسام کے کھانوں اور دیگر دوسرے تمام لوازمات واخراجات کا اندازہ لگایا۔ قلوپطرہ اور انطونی سامنے ایک مخملیں صوفے پر بیٹھے تھے اور ان کے کان ثالث کے فیصلے پر لگے تھے..... آخر ثالث نے فیصلہ سنایا۔

''میرے حساب کتاب اور تخمینے کے مطابق۔'' ثالث نے گلا صاف کر کے سنجیدہ آواز میں کہنا شروع کیا۔ ''اس عورت کے اخراجات ڈیڑھ لاکھ طلائی سکوں پر مشتمل ہیں۔''

قلوپطرہ فوراً بولی۔ ''اس میں میرے جام کی قیمت شامل کر لو۔''

یہ کہہ کر اس نے کانوں میں پہنے آبدار موتیوں کے آویزوں میں سے ایک کان کا موتی اتارا۔ ان دونوں آویزوں کی قیمت دو لاکھ طلائی سکوں سے زیادہ تھی۔ قلوپطرہ کے حکم پر ایک خادم ایک پیمانے میں سرکا لے آیا۔ قلوپطرہ نے اس سرکے میں ایک کان کا آویزہ، جو ایک آبدار سچے موتی پر مشتمل تھا ڈال دیا۔ جو فوراً حل ہو گیا۔ قلوپطرہ نے تقریباً ایک لاکھ طلائی سکوں کی مالیت کا ایک گھونٹ اپنے صندلی گلے سے نیچے اتار لیا۔ پھر اس نے غلام سے دوبارہ سرکا طلب کیا۔ مگر ثالث ڈاٹر فکس نے ملکہ کو روک دیا اور اعلان کیا کہ ملکۂ مصر قلوپطرہ بازی جیت گئی ہیں۔

مارک انطونی حیرت سے منہ کھولے یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ وہ قلوپطرہ سے اس حد تک متاثر ہو چکا تھا کہ اس رات ضیافت کے بعد سب مہمانوں کے رخصت ہو جانے کے بعد بھی وہ وہاں رُکا رہا۔

آج کی رات وہ ملکہ کے حضور رُک کر اس کی دولت وثروت، جاہ وحشم اور حسن وجمال کی داد دینا چاہتا تھا اور قلوپطرہ اس وجیہ وشکیل جوان رعنا حکمران کی میزبانی کرنے کے لیے ہمہ تن آمادہ تھی..... وہ دونوں شب کو یکجا ہوئے تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ وہ ایک ہی وجود کے دو حصے ہیں جو شومئی تقدیر سے بچھڑ گئے تھے، آج ملے تو دوئی کا احساس تک مٹ گیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو پا کر نہال وبے خود ہو گئے تھے۔ اگلے دن انطونی کی ایما پر قلوپطرہ نے اپنی بہن آرمینو اور ہرمقس کو پابجولاں شہر کی سڑکوں پر گھمایا۔ لوگ انہیں دیکھتے تھے، آوازے کستے اور تحقیر سے تھوکتے تھے۔ شارمیان جہاز کے ایک دریچے سے یہ مناظر دیکھ رہی تھی اور کرب بھرے انداز میں سوچ رہی تھی کہ عظیم کاہن سیفانے ٹھیک ہی کہا تھا۔ ''اے ہرمقس تیری کامیابی کا دارومدار تیرے صبر وضبط اور نفسیاتی خواہشوں پر قابو پانے پر ہے۔ اگر تو نے جذبات پر قابو نہ رکھا اور اس حسین ساحرہ کو جس کا نام قلوپطرہ ہے، کی اداؤں اور عیاری سے شکست کھا گیا تو یاد رکھ، تو تجھ پر آسمانی دیوتاؤں کی لعنت کی ایسی مار پڑے گی، جس کا اثر تیرے مرنے کے بعد بھی زائل نہ ہوگا۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

پورے شہر کا چکر لگوا کر جہاز کی سیڑھیوں کے قریب ان دونوں کو قتل کر دیا گیا۔

چند دنوں بعد قلوپطرہ اسکندریہ کے لیے روانہ ہوئی تو انطونی بھی اس کے ساتھ تھا۔ ان دونوں نے اسکندریہ میں مزید سات مہینے اس طرح گزارے کہ ہر روز، روزِ عید تھا اور ہر شب، شب برأت تھی۔ مگر اس سے زیادہ اب وہ نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ ایشیائے کوچک اور روم میں اس کی ضرورت تھی۔ سو وہ جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ قلوپطرہ اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ اس حال میں انطونی کا اسے تنہا چھوڑ کر جانا قلوپطرہ کے لیے کسی سانحہ سے کم نہ تھا۔

وہ گلوگیر آواز میں بولی۔ ''انطونی تم جانتے ہو، میں تمہیں دل کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں، تمہارے سوا اس دنیا میں میرا اور کوئی نہیں ہے، پھر بھی تم مجھے چھوڑ کر جانا چاہتے ہو؟''

''مجبوری ہے قلوپطرہ'' انطونی نے افسردہ نظروں سے اسے تکتے ہوئے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ ''مگر یہ جدائی عارضی ہے۔ بچے کی پیدائش کے بعد میں تمہیں روم بلا لوں گا یا خود کچھ دنوں کے بعد اسکندریہ آ جاؤں گا۔''

انطونی جہاز پر سوار ہو گیا اور قلوپطرہ نے جڑواں بچوں کو جنم دیا۔ قلوپطرہ نے انطونی کو روم میں خبر بھجوائی مگر انطونی ملکی مسائل میں اس قدر الجھا ہوا تھا کہ اس نے جواب تک نہ دیا۔

روم کے حالات سخت پریشان کن تھے۔ جگہ جگہ بغاوتیں سر اٹھا رہی تھیں۔ اس عالم میں طاقت اور سلطنت میں وسعت کے خیال سے اس نے آکٹوین کی بہن ایروس سے شادی کر لی اور اس طرح اس نے آکٹوین کو سیاسی شکست دے کر اس کے علاقوں کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔

یہ خبر قلوپطرہ تک پہنچی تو اس کا دل ٹوٹ کر رہ گیا۔ انطونی جیسے چاہنے والے عاشق سے اس بے وفائی کی توقع نہ تھی۔ کئی دنوں تک وہ انطونی کے دونوں بچوں کو اپنے گلے سے لگا کر روتی رہی۔

''میں جانتی ہوں ملکہ عالیہ۔'' شارمیان لمحہ لمحہ اس کی دل جوئی میں لگی رہتی۔ ''عالی مقام انطونی ہرگز بے وفا نہیں ہو سکتے، یقیناً ان کی کسی مجبوری نے انہیں یہ قدم اٹھانے پر مجبور کیا ہو گا۔''

قلوپطرہ، انطونی کی مجبوریوں سے واقف تھی مگر اس کے باوجود کبھی کبھی اس کا دل انتقام کے جذبے سے بھر جاتا اور کبھی یوں امڈ کر محبت آتی کہ اس کا دل چاہتا، وہ انطونی کی ہر بات بھلا کر اس کے قدموں میں جا بیٹھے۔

اسی طرح چار سال بیت گئے۔

اب مارک انطونی کے دل میں ایران (پارتھیا) کو فتح کرنے کا خیال بیدار ہوا اور وہ لشکر لے کر الطاکیہ پہنچ گیا۔ وہاں سے اس نے قلوپطرہ کو پیغام بھجوایا۔

''پیاری قلوپطرہ! میں الطاکیہ میں ہوں، مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے، فوراً میرے پاس چلی آؤ..... صرف تمہارا انطونی۔''

انطونی کا پیغام پا کر خوش ہونے کے بجائے اس کا دل جل کر رہ گیا۔ وہ انطونی کو دل کی گہرائیوں سے چاہتی تھی اور اسے کسی اور کا بنتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ انطونی نے اس کا دل توڑا تھا۔ اس کے ساتھ بے وفائی کرتے ہوئے ایروس سے شادی کی تھی۔ اس کا یہ اقدام قلوپطرہ کے لیے بہت اذیت ناک تھا۔ پچھلے چار سالوں سے وہ قلوپطرہ اور اپنے جڑواں بچوں سے بالکل بے خبر تھا اور اب یوں اچانک اسے قلوپطرہ کی یاد ستانے لگی تھی۔

''قلوپطرہ! شاید تم یہ بھول رہی ہو انطونی بہرحال تم سے محبت کرتا ہے۔'' طوطیا کلیدس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ ''کبھی کبھی زندگی میں ہم سوچتے ہیں کہ ہمیں کسی کی ضرورت نہیں ہے لیکن کبھی نہ کبھی ہماری زندگی میں ایسا وقت بھی آتا ہے جب ہمیں کسی کی ضرورت ہوتی ہے مگر ہمارے پاس کوئی نہیں ہوتا۔''

''آپ کا مطلب ہے مقدس ماں کہ مجھے پھر سے انطونی سے رابطے بنا لینے چاہئیں۔''

قلوپطرہ نے حیران لہجے میں سوال کیا۔ ''میں بھلا برسوں کے اس فاصلے کو کس طرح بھلا سکتی ہوں۔ سچ یہ ہے کہ میں نے اب اسے بھلا دیا ہے۔''

''فاصلے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔'' طوطیا نے جذب کی سی کیفیت میں جواب دیا۔ ''یاد رکھو وہ خاص لوگ جو دھڑکنوں میں رہتے ہیں، وہ بھلا کس طرح بھلائے جا سکتے ہیں، تم لاکھ انکار کرو مگر میں تمہارے دل میں جھانک کر دیکھ سکتی ہوں، جہاں ہر گوشے میں اب بھی وہ بسا ہوا ہے۔''

اور یہ حقیقت تھی، اپنی بے وفائی اور کج ادائی کے باوجود قلوپطرہ آج بھی انطونی کو بھلا نہیں پائی تھی۔ سیزر سے ضرورت کا رشتہ تھا، ہرمقس سے مجبوری کا رشتہ تھا مگر انطونی سے اس کا دل کا رشتہ تھا..... اور کسی سے جب یہ رشتہ قائم ہو جاتا ہے تو مرتے دم تک ٹوٹ نہیں پاتا۔ یہی وجہ تھی کہ چار سال گزرنے کے بعد بھی آج بھی انطونی اس کے شہر دل میں آباد تھا اور ضرورت کے باوجود وہ کسی اور کی طرف راغب نہ ہو سکی تھی۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

''عظیم کاہنہ درست فرماتی ہیں۔'' شارمیان نے طوطیا کی بات کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ''اور پھر سوچیے، وہ تو آپ کے دو بچوں کے باپ ہیں، آپ کو نہ سہی، ان بچوں کو تو ان کی ضرورت ہے۔''

ضرورت تو خود اسے بھی انطونی کی تھی۔ وہ بھی اس کے پاس جانا چاہتی تھی مگر تھوڑے نخروں اور کچھ شرائط کے ساتھ۔

انطونی کا ایک بار پھر پیغام آ گیا۔

''قلوپطرہ، جانِ انطونی..... اب مزید مت تڑپاؤ..... اور فوراً میرے پاس چلی آؤ۔''

قلوپطرہ نے بہت سوچ بچار، طوطیا کلیدس اور شارمیان سے صلاح مشورے کے بعد تین شرطیں پیش کیں۔

آکٹوین کی بہن ایروک کو طلاق دے کر اس سے باقاعدہ شادی کرے۔

انطونی اپنے نام کے ساتھ شاہ کا لقب نہ لگائے، کیونکہ روم میں جمہوریت تھی بادشاہت نہیں۔ البتہ وہ ''مختارِ کل'' کا خطاب اختیار کر سکتا تھا۔

اور تیسری شرط یہ تھی کہ انطونی اپنے مفتوحہ علاقوں میں سینا، عرب، قبرص، لبنان مصر میں شامل کر کے مصر کی حدود میں اضافہ کر دے۔

اپنی ان شرائط پر عملدرآمد کروانے کے لیے قلوپطرہ الطاکیہ کے لیے روانہ ہو گئی۔ اس سفر میں شارمیان بھی اس کے ساتھ تھی۔

ہرمقس کے قتل کے بعد گویا شارمیان کی زندگی بے رنگ و بو ہو کر رہ گئی تھی۔ اگر قلوپطرہ نہ ہوتی تو شاید اپنے محبوب کے ساتھ وہ بھی موت کے گھاٹ اُتر جاتی..... مگر اب وہ صرف قلوپطرہ کے لیے زندہ ہے جو اس کے محبوب کی قاتل ہونے کے باوجود اسے بے حد عزیز تھی۔

انطونی نے الطاکیہ کے ساحل پر بڑے احترام اور محبت سے قلوپطرہ کا استقبال کیا۔ اپنے چار سالہ دو عدد جڑواں بچوں کو دیکھ کر وہ بے حد خوش ہوا اور اس انمول تحفے پر اس نے قلوپطرہ کا دل سے شکریہ ادا کیا۔ قلوپطرہ کچھ خفا خفا، کچھ اکھڑی اکھڑی سی تھی، وہ پہلے اپنی تمام شرائط منوانا چاہتی تھی، مگر انطونی اس کی نس نس سے واقف تھا اور جانتا تھا اسے کس طرح منایا جا سکتا ہے۔

تمام شرائط، تمام غصہ اور تکبر دھرا کا دھرا رہ گیا..... جب انطونی نے آنکھوں میں پیار بھر کر اپنی بانہیں پھیلائیں تو قلوپطرہ ہر بات بھلا کے اپنے محبوب کی بانہوں میں سما گئی۔

زندگی کا کارواں ایک بار پھر رواں دواں ہو گیا۔ قلوپطرہ اور مارک انطونی ایک بار پھر خوش و خرم زندگی بسر کرنے لگے۔ قلوپطرہ ایک بار پھر امید سے ہو گئی۔ مگر اس بار وہ بچے کی ولادت سے قبل انطونی کے ساتھ رشتہ ازدواج میں بندھ جانا چاہتی تھی مگر اس کی اس خواہش کی تکمیل کی راہ میں سیزر کا بھانجا آکٹوین آ گیا۔ اس نے انطونی سے صاف کہہ دیا تھا کہ اگر اس نے قلوپطرہ سے شادی کی تو وہ اپنے اور انطونی کے علاقوں کا الحاق ختم کر دے گا اور اتنا ہی نہیں بلکہ اپنی بہن ایروس کو بھی طلاق دلوا کر ساتھ لے جائے گا۔

انطونی ان دنوں ایران پر حملے کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔ ایسے میں وہ آکٹوین سے ناراضگی اور چپقلش کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے خاموشی اختیار کر لی۔ اس دوران قلوپطرہ نے ایک مردہ بچے کو جنم دیا۔

انطونی اپنا لشکر لیے ایران کی جانب کُوچ کرنے کے لیے تیار تھا۔ قلوپطرہ اسے اس لشکر کشی سے روکنا چاہتی تھی مگر انطونی کسی بھی طور اس کی بات ماننے کو تیار نہ تھا۔

''تم جانتی ہو قلوپطرہ۔'' انطونی نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔ ''سیزر کی طرح میں بھی فتوحات کے جھنڈے گاڑنا چاہتا ہوں۔ ایران کی فتح میرا دیرینہ خواب ہے اور میں اپنا یہ خواب ٹوٹتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔''

سیزر کے اچانک ذکر پر قلوپطرہ کو بے ساختہ سیزر کا خیال آ گیا۔ اس نے اسے بھی ٹوٹ کر چاہا تھا، مگر وہ اکھڑ جنرل بھی جنگ و جدال کا شوقین تھا۔ اسے جھرنوں کی مترنم موسیقی، پرندوں کی میٹھی چہکار اور پھولوں کی مسحور کُن خوشبو کے بجائے طبلِ جنگ کی آواز پسند تھی۔ یہ زخمی اور مرتے ہوئے سپاہیوں کی آہ و بکا اچھی لگتی تھی۔ پُرآسائش خواب گاہ کے نرم بستر کے بجائے وہ میدانِ جنگ میں بے سروساماں خیمے میں رہنا زیادہ پسند کرتا تھا..... متکبر جنرلز سارے ایک جیسے ہی ہوتے ہیں..... اور اس پل شاید اس عرصے میں پہلی بار اس کی سوچ کی رو ہرمقس کی طرف بہہ نکلی تھی۔

وہ اس کا ہم عمر تھا، ہم خیال اور ہم مذاق تھا۔ وہ ایک خوبرو ورعنا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ انسان تھا۔ وہ جنگ و جدال سے نفرت کرتا تھا، اگرچہ وہ ایک شاہزادہ تھا، مگر اس کے دل و ذہن میں کاہنوں والی سادگی تھی۔ وہ قلوپطرہ سے دل و جان سے محبت کرتا تھا۔ اس کی کسی بھی بات کو رد کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا..... اور آج اتنے عرصے بعد قلوپطرہ کرب بھرے انداز میں سوچ رہی تھی۔ کاش! اس نے ہرمقس کی قدر کی ہوتی، وہ اس سے شادی کا کس قدر خواہشمند تھا۔ اس نے اس سے شادی کر لی ہوتی اور سکھ، چین اور عزت کے ساتھ اس کے ساتھ زندگی بِتا دیتی مگر اس نے یہ سب نہیں کیا تھا۔

allurdupdfnovels.blogspot.com

وہ وقت بیت چکا تھا۔ اب ہرمقس اس دنیا میں نہیں تھا۔ اب اس کے سامنے صرف انطونی تھا۔ زندگی گزارنے کے لیے کسی نہ کسی سہارے کی تو ضرورت ہوتی ہے..... انطونی بھی اس کی ضرورت تھا اور وہ انطونی کو کھونا نہیں چاہتی تھی۔ سو، اس کے ایران روانہ ہوتے ہی وہ اسکندریہ چلی گئی تاکہ بوقت ضرورت انطونی کو افواج اور رقم فراہم کر سکے۔

ایران پر لشکر کشی انطونی کے لیے تباہ کن ثابت ہوئی۔ اس کا لشکر آدھے سے زیادہ مارا گیا اور وہ خود کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا۔ ایسے میں قلوپطرہ نے ہر قدم پر اس کا ساتھ دیا۔ دوسری طرف اس کی غیر موجودگی میں ایروس کے بھائی آکٹوین نے روم پر قبضہ کر کے انطونی سے مقابلہ کرنے کے لیے ایک بڑا لشکر تشکیل دے لیا تھا۔

مارک انطونی ایران میں شرمناک شکست سے دوچار ہو کر اپنا بچھا کھچا لشکر لیے جب روم کی طرف بڑھا تو آکٹوین کے لشکر نے اس کی راہ روک لی۔ انطونی جنگ کرنے کی حالت میں نہیں تھا چنانچہ وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گیا۔ آکٹوین اسے دباتا ہوا اسکندریہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

انطونی ایک بحری جہاز پر سوار ہو کر قلوپطرہ کے بحری بیڑے تک جا پہنچا۔ آکٹوین نے قلوپطرہ کے بیڑے پر بھی حملہ کر دیا۔ بیڑے کی کمان کے لیے خود قلوپطرہ کو سمندر میں اترنا پڑا تھا۔

انطونی اور قلوپطرہ کے بحری جہاز ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ وہ آکٹوین کے جہازوں کا مقابلہ کرتے سمندر میں بہت اندر تک چلے گئے تھے۔ تب قلوپطرہ کو بالکل اچانک احساس ہوا کہ اس کا بیڑا کہیں بہت پیچھے رہ گیا ہے اور اس وقت وہ اور انطونی اپنے اپنے جہازوں میں، دشمن کے نرغے میں ہیں۔ اسے خدشہ ہوا کہ کہیں اسے اور انطونی کو گھیر کر گرفتار نہ کر لیا جائے۔ اس خیال کے آتے ہی وہ انطونی سے کسی بھی طرح کا رابطہ کیے یا اسے کوئی پیغام دیئے بغیر واپسی کے سفر پر روانہ ہو گئی۔

قلوپطرہ کو یوں اکیلے واپس جاتے دیکھ کر انطونی حیرت زدہ رہ گیا۔ وہ اسے دشمن کے نرغے میں یوں تنہا اور بے یار و مددگار چھوڑ کر جا رہی تھی۔ قلوپطرہ کی یہ کج ادائی نشتر کی طرح انطونی کے دل میں اتر گئی۔ تب ہی آکٹوین کے جہازوں نے اسے گھیر لیا۔ پھر اسے گرفتار کر کے ایک جہاز پر لے جایا گیا، جہاں اس کی بیوی ایروس موجود تھی۔

''دیکھا تم نے معشوقہ اور بیوی کا فرق؟'' ایروس نے اسے دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''وہ تمہیں دشمن کے نرغے میں چھوڑ کر اپنی جان بچا کر بھاگ گئی اور میں اپنی جان پر کھیل کر یہاں تمہاری جان بچانے آئی ہوں۔''

ایروس کی باتوں نے انطونی کے غصے اور نفرت میں اور اضافہ کر دیا۔ اس کے سینے میں قلوپطرہ کے خلاف انتقام کی آگ بھڑک اٹھی۔ وہ اس بے وفا اور کج ادا قلوپطرہ سے جلد از جلد بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اس نے ایروس کے سامنے قسم کھائی کہ وہ جب تک اپنی تلوار قلوپطرہ کے سینے میں نہیں اتار دے گا، چین سے نہیں بیٹھے گا..... یہ کہہ کر وہ اپنا جہاز لے کر اسکندریہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

قلوپطرہ خوف اور گھبراہٹ میں انطونی کو چھوڑ کر خود نکل تو آئی مگر اب اُسے احساس ہو رہا تھا کہ اس سے زبردست غلطی سرزد ہو گئی تھی۔ قصر پہنچ کر وہ بے چین و مضطرب تھی، تب ہی ایک جاسوس نے اطلاع دی کہ انطونی نے اپنی بیوی ایروس کے سامنے قسم کھائی ہے کہ قلوپطرہ کو اس کی اس حرکت کی سزا دے گا اور اپنی تلوار اس کے سینے میں اتار دے گا..... اور یہ کہ وہ اپنا جہاز تیزی سے سکندریہ کے ساحل کی طرف بڑھاتا چلا آ رہا ہے۔

کچھ ہی دیر میں انطونی تلوار لہراتا شاہی محل میں داخل ہوا۔

''کہاں ہے وہ بے وفا عورت؟'' اس نے چیختے ہوئے کہا۔ ''آج میں اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔''

قلوپطرہ بری طرح گھبرا گئی۔ وہ انطونی سے بے اندازہ محبت کرتی تھی۔ جنگی جہازوں کے نرغے سے جان بچا کر نکل بھاگنا کس کی غلطی تھی۔ وہ گھبراہٹ میں انطونی کو پیچھے چھوڑ آئی تھی، تاکہ جان بوجھ کے موت کے منہ میں دھکیل آئی تھی؟ مگر اب وہ یہ بات انطونی کو باور نہیں کروا سکتی تھی۔ وہ انطونی کے غصے اور جوشِ انتقام سے واقف تھی، اس لیے اس وقت بری طرح خوفزدہ ہو گئی تھی اور شارمیان کے مشورے پر، وہ اس مینار کی درمیانی منزل میں جا کر چھپ گئی تھی، جو ستاروں کی چال دیکھنے کے لیے خاص طور پر تعمیر کیا گیا تھا، جہاں کبھی ہرمقس رہتا تھا۔ درمیانی منزل کے اسی کمرے میں پہلی بار اس نے ہرمقس سے التفات برتا تھا۔

وہ رات شارمیان کو بھی آج تک یاد تھی۔ اس رات نے کہانی کا رخ پلٹ دیا تھا اور ہرمقس مصر کا تاجدار بننے کے بجائے قلوپطرہ کا غلام بن گیا تھا اور آج وہی قلوپطرہ موت کے خوف سے لرزیدہ اسی کمرے میں چھپی ہوئی تھی۔

''شارمیان! تم ایسا کرو، انطونی کو جا کر بتا دو..... میں مر چکی ہوں..... میرا مطلب ہے اسے یقین دلا دو، میں نے اس کے خوف سے خودکشی کر لی ہے۔''

allurdupdfnovels.blogspot.com

''تو اس سے کیا ہوگا؟'' شارمیان نے حیرانی سے سوال کیا۔

''وہ مایوس ہو کر واپس چلا جائے گا.....اور ہاں اسے یہ ضرور بتانا کہ مرتے وقت میرے لبوں پر اسی کا نام تھا.....سمجھی تم؟''

''جی سمجھ گئی۔'' شارمیان تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

اور کچھ ہی دیر بعد وہ انطونی کے سامنے کھڑی قلوپطرہ کی المناک موت کی خبر دے رہی تھی۔

''آپ انہیں بے وفا سمجھ کر ان کی جان لینے آئے ہیں جبکہ انہوں نے آپ کو دشمن کے نرغے میں گھر کر آپ کی جان بچانے کے غم میں اپنی جان لے لی اور مرتے وقت ان کے لبوں پر آپ ہی کا نام تھا۔ وہ ماتم کرتے ہوئے کہہ رہی تھیں، انطونی مجھ سے کیسی عظیم غلطی ہوئی، میں تمہیں تنہا چھوڑ آئی، اب تمہارے بنا میں تنہا کس طرح جی سکوں گی۔ اس سے پہلے کہ موت تم پر حملہ آور ہو، میں خود موت کی وادی میں اُتر جاؤں گی.....انطونی .....میرے محبوب انطونی مجھے معاف کر دینا.....یہ کہہ کر انہوں نے سانپ سے خود کو ڈسوا لیا اور۔''

شارمیان چہرہ چھپا کر رونے لگی.....انطونی نے حیرت اور بے یقینی سے شارمیان کی طرف دیکھا۔ اس کی کہانی اتنی سچی اور پُر اثر تھی کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے۔ وہ جسے بے وفا سمجھ کر قتل کرنا چاہتا تھا، اس نے تو اپنے لہو سے وفا کی ایک نئی کہانی رقم کر دی تھی۔

انطونی کے دل پر اس کہانی کا اتنا اثر ہوا کہ اس نے قلوپطرہ کا نام لے کر خود اپنی تلوار اپنے پیٹ میں گھونپ لی.....اور چند ہی لمحوں میں زمین پر گر کے ہمیشہ کی نیند سو گیا۔

انطونی کی موت نے قلوپطرہ کو دیوانہ کر دیا۔ اسے زندگی بے رنگ و بے معنی لگ رہی تھی۔

دوسری طرف فاتح جنرل آکٹوین اپنے لشکر اور بحری بیڑے کے ساتھ اسکندریہ کے ساحل پر اُتر رہا تھا۔ اسے انطونی کی موت کی خبر مل چکی تھی۔ اب وہ جلد از جلد قلوپطرہ کو گرفتار کرنے کا آرزومند تھا.....مگر انطونی کی موت نے قلوپطرہ کو اس درجہ بددل اور مایوس کر دیا تھا کہ وہ زندگی کی قید و بند سے آزاد ہونے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔

سو اس نے شارمیان کے درمیان ایک زہریلا سانپ منگوایا.....اور حسن و عروج کی اس دیوی نے اس زہریلے سانپ سے خود کو ڈسوا کر اپنا خاتمہ کر لیا۔

آکٹوین جب محل میں داخل ہوا تو اسے قلوپطرہ کے بے جان جسم کے سوا کچھ نہ ملا۔ اس کی نعش کے قریب ایک سوگوار اور افسردہ لڑکی بیٹھی تھی، جس کے چہرے سے کرب مترشح تھا اور آنکھوں سے حزن و ملال ٹپک رہا تھا۔

وہ شارمیان تھی، جو بین کرنے والے انداز میں کہہ رہی تھی۔

''قلوپطرہ! تم کس قدر بہادر ہو کہ تم اپنے محبوب کے ساتھ جان سے گزر گئیں....اور میں بزدل عورت محبت کے بے پناہ دعوؤں کے باوجود اپنے ہر مقدس کی بدترین موت کے بعد آج بھی زندہ ہوں۔ کاش قلوپطرہ! تمہاری طرح میں بھی مر سکتی اور تمہاری طرح میرا نام بھی ہمیشہ زندہ رہ سکتا۔''

(تمت بالخیر)